

عام فہم زبان، مشکل الفاظ کے سلیس معانی، اور اختلافی مسائل کے محققانہ حل سے مزین تفسیر

الفوائد التفسیریة السلفیة

تالیف

محمد ابوسعید

ابن

شیخ القرآن علامہ سید عبدالسلام رستمی

ناشر:

الجامعة العربية

سیفن چوک کوہاٹ روڈ بڈھ بیر پشاور

091-2325499



سورة هود (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحۡكِمَتۡ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ خَبِيۡرٍ

الرٰ۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور اللہ حکیم وخبیر کی طرف سے بہ تفصیل بیان کر دی گئی ہیں (وہ یہ)

﴿۱﴾ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ اِنَّنِىۡ لَـكُمۡ مِّنۡهُ نَذِيۡرٌ وَّبَشِيۡرٌ ﴿۲﴾

کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور میں اس کی طرف سے تمہیں ڈر سنانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں

وَّاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ يُمَتِّعۡكُمۡ مَّتَاعًا

اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو وہ تمہیں ایک وقت مقرر تک

حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤۡتِ كُلَّ ذِىۡ فَضۡلٍ فَضۡلَهٗ ؕ

متاعِ نیک سے بہرہ مند کرے گا اور ہر صاحبِ بزرگی کو اُس کی بزرگی (کی داد) دے گا

وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ كَبِيۡرٍ ﴿۳﴾ اِلَى اللّٰهِ

اور اگر رُوگردانی کرو گے تو مجھے تمہارے بارے میں (قیامت کے) بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ تم (سب) کو اللہ

مَرۡجِعُكُمۡ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۴﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ يَثۡنُوۡنَ صُدُوۡرَهُمۡ

کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ دیکھو یہ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں

لِيَسۡتَخۡفُوۡا مِنۡهُ ؕ اَلَا حِيۡنَ يَسۡتَغۡشُوۡنَ ثِيَابَهُمۡ ۙ يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ

تاکہ اللہ سے پردہ کریں، سن رکھو جس وقت یہ کپڑوں میں لپٹ کر پڑتے ہیں (تب بھی) وہ اُن کی چھپی اور کھلی باتوں کو جانتا ہے

إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٥﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ

وہ تو دلوں تک کی باتوں سے آگاہ ہے اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے

إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ

وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی یہ سب کچھ کتابِ روشن میں لکھا ہے

﴿٦﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهُ

اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا ہے (اس وقت) اس کا عرش

عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ط وَلَئِنْ قُلْتَ

پانی پر تھا (تمہارے پیدا کرنے سے) حکمت یہ ہے کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے[ا] اور اگر تم کہو

إِنَّكُمْ مَّبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ

کہ تم لوگ مرنے کے بعد (زندہ کر کے) اٹھائے جاؤ گے تو کافر کہہ دیں گے کہ یہ تو

[ا] یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالی نے اس جگہ " احسن عملا" فرمایا ہے، یعنی کون اچھا عمل کرنے والا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ کون زیادہ عمل کرنے والا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ نماز، روزہ، تلاوت وذکر کی عملی کثرت اور بہت بڑی مقدار سے زیادہ اللہ تعالی کی نظر حسن عمل پر ہے، اسی حسنِ عمل کو ایک حدیث میں اِحسان سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ عمل خالص اللہ تعالی کی رضا جوئی کے لئے ہو اور کوئی دنیوی غرض اس میں نہ ہو اور اُس عمل کی صورت بھی وہ اختیار کی جائے جو اللہ تعالی کے نزدیک پسندیدہ ہے، جس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے بتلایا اور امت کے لئے اتباع سنت کو لازم قرار دیا، خلاصہ یہ ہے کہ تھوڑا عمل جو پورے اخلاص کے ساتھ سنت کے مطابق ہو، وہ اس زیادہ عمل سے بہتر ہے جس میں یہ چیزیں نہ ہوں یا کم ہوں۔

مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلٰى أُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ

کھلا جادو ہے ۔ اور اگر ایک مدت معیّن تک ہم ان سے عذاب روک دیں تو کہیں گے

مَا يَحْبِسُهُ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا

کہ کونسی چیز عذاب کو روکے ہوئے ہے دیکھو جس روز وہ ان پر واقع ہوگا (پھر) ٹلنے کا نہیں اور جس چیز کے ساتھ یہ استہزاء

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ

کیا کرتے ہیں وہ ان کو گھیر لے گی۔ اور اگر ہم انسان کو اپنے پاس سے نعمت بخشیں پھر اس سے اس کو چھین لیں

إِنَّهُ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿۹﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ

تو ناامید (اور) ناشکرا (ہو جاتا) ہے۔ اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد آسائش کا مزہ چکھائیں (تو خوش ہوکر) کہتا ہے

ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ إِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا

کہ (آہا) سب سختیاں مجھ سے دُور ہوگئیں بیشک وہ خوشیاں منانے والا (اور) فخر کرنے والا ہے۔ ہاں جنہوں نے صبر کیا

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

اور عمل نیک کئے یہی ہیں جن کے لئے بخشش اور اجرِ عظیم ہے۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى إِلَيْكَ وَضَآئِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ أَنْ يَّقُوْلُوْا

ایا تو کچھ چیز وحی میں سے جو تمہارے پاس آتی ہے چھوڑ دو اور اس (خیال) سے تمہارا دل تنگ ہو کہ (کافر) یہ کہنے لگیں

لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ جَآءَ مَعَهُ مَلَكٌ إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى

کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل ہوا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ اے محمد ﷺ! تم تو صرف نصیحت کرنے

كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ أَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوْا بِعَشْرِ

والے ہو اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ یہ کیا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن از خود بنا لیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس

سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ

سورتیں بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو بلا بھی لواگرتم سچے ہو۔

صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَإِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ

اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ وہ اللہ کے علم سے اترا

وَأَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

ہےاور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تمہیں بھی اسلام لے آنا چاہئے ۔ جولوگ دنیا کی زندگی اوراس کی زیب وزینت کے

وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ أُولٰٓئِكَ

طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دیدیتے ہیں اوراس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی ۔ یہ وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا

جن کے لئے آخرت میں آتش (جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے کئے سب برباد

وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهِ

اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہو گئے۔ بھلا جولوگ اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل (روشن) رکھتے ہوں

وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوْسٰى إِمَامًا وَّرَحْمَةً

اوران کے ساتھ ایک (آسمانی) گواہ بھی اس کی جانب سے ہواوراس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہو جو پیشوااور رحمت ہے

أُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهِ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ

(تو کیا وہ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے) یہی لوگ تو اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس سے منکر ہو

فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ

تو اس کا ٹھکانہ آگ ہے تو تم اس (قرآن) سے شک میں نہ ہونا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ

النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۷﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

ایمان نہیں لاتے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے

أُولٰٓئِكَ يُعْرَضُونَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِينَ كَذَبُوا

ایسے لوگ اللہ کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ بولا تھا

عَلٰى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِينَ ﴿۱۸﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ

سن رکھو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ جو اللہ کے رستے سے روکتے ہیں

اللّٰهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ط وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كٰفِرُونَ ﴿۱۹﴾ أُولٰٓئِكَ

اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور وہ آخرت سے بھی انکار کرتے ہیں ۔ یہ لوگ

لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ

زمین میں (کہیں بھاگ کر اللہ کو) ہرا نہیں سکتے اور نہ اللہ کے سوا ان کا حمایتی ہے (اے پیغمبر!)

يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ

ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا کیونکہ یہ (شدتِ کفر سے تمہاری بات) نہیں سن سکتے تھے

وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴿۲۰﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ

اور نہ یہ دیکھتے ہی تھے یہی ہیں جنہوں نے اپنے تئیں خسارے میں ڈالا

مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿۲۲﴾

اور جو کچھ یہ افتراء کیا کرتے تھے ان سے جاتا رہا۔ بلاشبہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان پانے والے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَأَخْبَتُوا إِلٰى رَبِّهِمْ

جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی

أُولَٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ

وہی جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں، ان دونوں فرقوں کی مثال

كَالْأَعْمٰى وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا

جیسے ایک اندھا بہرہ ہو اور ایک دیکھتا سنتا بھلا دونوں کا حال یکساں ہو سکتا ہے،

أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلٰى قَوْمِهٖٓ إِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ

پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟ اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ میں تمہیں کھول کھول کر ڈر سنانے آیا ہوں۔

﴿۲۵﴾ أَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا إِلَّا اللّٰهَ إِنِّيْٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾

کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تمہاری نسبت عذابِ الیم کا خوف ہے۔

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا

تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ ہم تمہیں اپنے ہی جیسا ایک آدمی دیکھتے ہیں

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ

اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیرو وہی لوگ ہوئے ہیں جو ہم میں ادنیٰ درجے کے ہیں اور وہ بھی رائے ظاہر سے

وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

(نہ غور و تعمق سے) اور ہم تم میں اپنے اوپر کسی طرح کی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ أَرَءَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ

انہوں نے کہا کہ اے قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل (روشن) رکھتا ہوں

وَاٰتٰنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَأَنْتُمْ لَهَا

اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے رحمت بخشی ہو جس کی حقیقت تم سے پوشیدہ رکھی گئی ہے تو کیا ہم اس کے لئے تمہیں مجبور کر

كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ

سکتے ہیں؟ اور تم ہو کہ اس سے ناخوش ہو رہے ہو۔ اور اے قوم! میں اس (نصیحت) کے بدلے تم سے مال و زر کا خواہاں نہیں

اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا

ہوں میرا صلہ تو اللہ کے ذمے ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں میں ان کو نکالنے والا بھی نہیں ہوں وہ تو اپنے پروردگار سے

رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ

ملنے والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نادانی کر رہے ہو۔ اور اے قوم! اگر میں ان کو نکال دوں تو

اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ

(عذابِ) الٰہی سے (بچانے کے لئے) کون میری مدد کر سکتا ہے بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے؟ میں نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ

خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ

میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ ان لوگوں کی نسبت

تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

جن کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو یہ کہتا ہوں کہ اللہ ان کو بھلائی نہیں دے گا جو ان کے دلوں

اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا

میں ہے اسے اللہ خوب جانتا ہے اگر میں ایسا کہوں تو بے انصافوں میں ہوں۔ انہوں نے کہا کہ نوح! تم نے ہم سے جھگڑا

فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ

تو کیا اور جھگڑا بھی بہت کیا لیکن اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہم پر لا نازل کرو۔ نوح نے کہا

اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَاۗءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾

کہ اس کو تو اللہ ہی چاہے گا تو نازل کرے گا اور تم (اس کو کسی طرح) ہرا نہیں سکتے۔

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْ إِنْ أَرَدْتُّ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ
اور اگر میں چاہوں کہ تمہاری خیر خواہی کروں اور اللہ یہ چاہے کہ تمہیں گمراہ کرے تو میری خیر خواہی تمہیں کچھ فائدہ نہیں

إِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ أَنْ يُّغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ أَمْ يَقُوْلُوْنَ
دے سکتی وہی تمہارا پروردگار ہے اور تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِيْ
کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن اپنے جانب سے بنالیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر میں نے اپنے جانب سے بنالیا ہے تو میرے گناہ کا وبال مجھ پر

وَأَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّا تُجْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَأُوْحِيَ إِلٰى نُوْحٍ أَنَّهُ لَنْ يُّؤْمِنَ
اور جو گناہ تم کرتے ہو اس سے میں بری الذمہ ہوں۔ اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں جو لوگ ایمان لا چکے

مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾
(لا چکے) ان کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لائے گا تو جو کام یہ کر رہے ہیں ان کی وجہ سے غم نہ کھاؤ۔

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا إِنَّهُمْ
اور ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے روبرو بناؤ اور جو لوگ ظالم ہیں ان کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا

مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهٖ
کیونکہ وہ ضرور غرق کردیئے جائیں گے۔ تو نوح نے کشتی بنانی شروع کردی اور جب ان کی قوم کے سرداران کے پاس سے

سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾
گزرتے تو ان سے تمسخر کرتے وہ کہتے کہ اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو جس طرح تم ہم سے تمسخر کرتے ہو اسی طرح ہم بھی تم سے تمسخر کریں گے

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّأْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾
اور تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے

حَتّٰی إِذَا جَآءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا
یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور جوش مارنے لگا تو ہم نے (نوح کو) حکم دیا کہ ہر قسم کے جانداروں)
مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَأَهْلَکَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ
میں سے جوڑا جوڑا (یعنی) دو (دو جانور ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ) لے لو اور جس شخص کی نسبت حکم ہو چکا ہے
وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۴۰﴾
اس کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو اور جو ایمان لایا ہو اس کو کشتی میں سوار کر لو اور ان کے ساتھ بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔
وَقَالَ ارْکَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسَاهَا إِنَّ
(نوح نے) کہا کہ اللہ کا نام لے کر (کہ اسی کے ہاتھ میں) اس کا چلنا اور ٹھہرنا (ہے) اس میں سوار ہو جاؤ بیشک میرا
رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ کَالْجِبَالِ
پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔ اور وہ ان کو لے کر (طوفان کی) لہروں میں چلنے لگی (لہریں کیا تھیں) گویا پہاڑ (تھے)
وَنَادٰی نُوْحُ نِ ابْنَهُ وَکَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یَا بُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا
اس وقت نوح نے اپنے بیٹے کو کہ (کشتی سے) الگ تھا پکارا کہ بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا
وَلَا تَکُنْ مَّعَ الْکَافِرِیْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَآوِیْ إِلٰی جَبَلٍ یَعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَاءِ
اور کافروں میں شامل نہ ہو ۔ اس نے کہا کہ میں (ابھی) پہاڑ سے جا لگوں گا وہ مجھے پانی سے بچا لے گا
قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ ج
انہوں نے کہا کہ آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر اللہ رحم کرے
وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَکَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ﴿۴۳﴾ وَقِیْلَ یَآ أَرْضُ
اتنے میں دونوں کے درمیان لہر حائل ہوئی اور وہ ڈوب کر رہ گیا۔ اور حکم دیا گیا کہ اے زمین !

ابْلَعِي مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ

اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا تو پانی خشک ہو گیا اور کام تمام کر دیا گیا

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ﴿۴۴﴾

اور کشتی کوہِ جودی پر جاٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ بے انصاف لوگوں پر لعنت۔

وَنَادٰى نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي

اور نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا کہ پروردگار! میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں میں ہے

وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحٰكِمِينَ ﴿۴۵﴾

تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بہتر حاکم ہے۔ [2]

---

[2] نوح علیہ السلام نے فرمایا آج طوفان سے اللہ کے سوی کوئی نہیں بچا سکے گا، اس لئے پہاڑ وغیرہ کی پناہ بے سود ہے، (من رحم) میں موصول سے ذات باری تعالی مراد ہے گویا کہ یوں کہا گیا "لاعاصم الیوم من امر اللہ الاھو سبحانہ و تعالی" اور ضمیر کی جگہ جملہ اظہار شان رحمت کے لئے لایا گیا۔ یا "عاصم" صیغہ نسبت ہے "لابن" دودھ والا، اور "تامر" کھجور والا کی طرح۔ اور موصول سے مرحوم مراد ہے (ای لا ذاعصمۃ)، ای لامعصوم الامن رحمہ اللہ تعالی، (روح، مظہری)۔

یا مستثنی منقطع ہے یعنی آج کوئی بچنے والا نہیں البتہ جس پر اللہ کی رحمت ہوگئی، وہی بچے گا، الامن رحم استثناء منقطع و المعنی لکن من رحم اللہ معصوم (کبیر)۔

"وحال بینھما الموج" اتنے میں طوفان کی ایک لہر نے کنعان کو اپنی لپیٹ میں لے کر اس کا کام تمام کر دیا۔

قَالَ يٰنُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ
اللہ نے فرمایا کہ اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں نہیں ہے وہ تو ناشائستہ افعال والا ہے تو جس چیز کی تمہیں حقیقت معلوم نہیں

مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ إِنِّيٓ أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجٰهِلِينَ ﴿۴۶﴾
اس کے بارے میں مجھ سے سوال ہی نہ کرو اور میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ نادان نہ بنو۔

قَالَ رَبِّ إِنِّيٓ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهٖ عِلْمٌ
نوح نے کہا پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی چیز کا تجھ سے سوال کروں جس کی مجھے حقیقت معلوم نہیں

وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِيٓ أَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِينَ ﴿۴۷﴾ قِيلَ يٰنُوحُ
اور اگر تو مجھے نہیں بخشے گا اور مجھ پر رحم نہیں کرے گا تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ حکم ہوا کہ نوح

اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰىٓ أُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ
ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ (جو) تم پر اور تمہارے ساتھ کی جماعتوں پر (نازل کی گئی ہیں) اتر آؤ

وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۴۸﴾
اور کچھ اور جماعتیں ہوں گی جن کو ہم فائدہ تو ضرور پہنچائیں گے پھر ان کو ہماری طرف سے عذابِ الیم پہنچے گا۔

تِلْكَ مِنْ أَنبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَآ إِلَيْكَ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَآ أَنتَ وَلَا
یہ (حالات) منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں جو ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں اور اس سے پہلے نہ تم ہی ان کو جانتے تھے

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۴۹﴾ وَإِلٰى عَادٍ
اور نہ تمہاری قوم (ہی ان سے واقف تھی) تو صبر کرو کہ انجام پرہیزگاروں ہی کا (بھلا) ہے۔ اور ہم نے عاد کی طرف

أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ
ان کے بھائی ہود کو (بھیجا) انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں

إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ط

تم اللہ پر محض بہتان باندھتے ہو، میری قوم! میں اس (وعظ ونصیحت) کا تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَيٰقَوْمِ

میرا صلہ تو اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا بھلا تم سمجھتے کیوں نہیں؟ ۔ اور اے قوم!

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْآ إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا

اپنے پروردگار سے بخشش مانگو پھر اس کے آگے توبہ کرو وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا

وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ

اور تمہاری طاقت پر طاقت بڑھائے گا اور (دیکھو) گنہگار بن کر روگردانی نہ کرو۔وہ بولے کہ اے ہود!

مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ

تم ہمارے پاس کوئی دلیل ظاہر نہیں لائے اور ہم (صرف) تمہارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں

وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ إِنْ نَّقُوْلُ إِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا

اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں۔ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں آسیب پہنچا (کر دیوانہ کر) دیا ہے

بِسُوْٓءٍ ط قَالَ إِنِّيْٓ أُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا أَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾

انہوں نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جنہیں تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔

مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾

(یعنی جن کی) اللہ کے سوا (عبادت کرتے ہو تو) تم سب مل کر میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی چاہو) کرلو اور مجھے مہلت نہ دو۔

إِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ط مَا مِنْ دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا

میں اللہ پر جو میرا اور تمہارا (سب کا) پروردگار ہے بھروسا رکھتا ہوں (زمین پر) جو چلنے پھرنے والا ہے وہ اس کو چوٹی سے

إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٦﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم

پکڑے ہوئے ہے بیشک میرا پروردگار سیدھے رستے پر ہے۔ اگر تم روگردانی کرو گے تو جو پیغام میرے ہاتھ تمہاری

مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا ۚ

طرف بھیجا گیا ہے وہ میں نے تمہیں پہنچا دیا ہے اور میرا پروردگار تمہاری جگہ اور لوگوں کو لا بسائے گا اور تم اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتے

إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٥٧﴾ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا

میرا پروردگار تو ہر چیز پر نگہبان ہے اور جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے ہُود کو

وَّالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٨﴾

اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو اپنی مہربانی سے بچا لیا اور انہیں عذابِ شدید سے نجات دی

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ

یہ (وہی) عاد ہیں جنہوں نے اللہ کی نشانیوں سے انکار کیا اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی اور ہر متکبر

عَنِيدٍ ﴿٥٩﴾ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ عَادًا

وسرکش کا کہا مانا۔ تو اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگی رہی اور قیامت کے دن بھی (لگی رہے گی)۔ دیکھو عاد

كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ﴿٦٠﴾ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ

نے اپنے پروردگار سے کفر کیا (اور) سن رکھو ہُود کی قومِ عاد پر پھٹکار ہے۔ اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (کو بھیجا)

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ

تو انہوں نے کہا کہ اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا

وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾

اور اس میں آباد کیا تو اس سے مغفرت مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو بیشک میرا پروردگار نزدیک (بھی ہے اور دعا کا) قبول کرنے والا بھی ہے

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا

انہوں نے کہا کہ اے صالح اس سے پہلے ہم تم سے (کئی طرح کی) امیدیں رکھتے تھے (اب وہ منقطع ہو گئیں)

أَتَنْهٰنَا أَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَآؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ

کیا تم ہمیں ان چیزوں کے پوجنے سے منع کرتے ہو جن کو ہمارے بزرگ پوجتے آئے ہیں اور جس بات کی طرف تم ہمیں

إِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يٰقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ

بلاتے ہو اس میں ہمیں قوی شبہ ہے۔ صالح نے کہا کہ اے قوم! بھلا دیکھو تو اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل

وَآتَانِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ إِنْ عَصَيْتُهُ قف

پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے (نبوت کی) نعمت بخشی ہو تو اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو اس کے سامنے میری کون مدد کرے گا؟

فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿٦٣﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ آيَةً

تم تو (کفر کی باتوں سے) میرا نقصان کرتے ہو۔ اور (یہ بھی کہا کہ) اے قوم! یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے ایک نشانی (یعنی

فَذَرُوْهَا تَأْكُلْ فِيْٓ أَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ

معجزہ) ہے تو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں (جہاں چاہے) چرے اور اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ دینا ورنہ تمہیں جلد

قَرِيْبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ

عذاب آ پکڑے گا۔ مگر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو (صالح نے) کہا کہ اپنے گھروں میں تین دن

ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا

(اور) فائدہ اٹھالو یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہو گا۔ جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح کو

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ إِنَّ

اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو اپنی مہربانی سے بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے (محفوظ رکھا) بیشک

رَبَّکَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ﴿۶۶﴾ وَأَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَأَصْبَحُوْا

تمہارا پروردگار طاقتور اور زبردست ہے۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو چنگھاڑ (کی صورت میں عذاب) نے آ پکڑا

فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۶۷﴾ کَأَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَآ أَلَآ إِنَّ ثَمُوْدَا کَفَرُوْا رَبَّهُمْ

تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ گویا کبھی ان میں بسے ہی نہ تھے سن رکھو کہ ثمود نے اپنے پروردگار سے کفر کیا

أَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرَاهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا

اور سن رکھو ثمود پر پھٹکار ہے۔ اور ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو سلام کہا انہوں نے بھی

سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَأٰی أَیْدِیَهُمْ

(جواب میں) سلام کہا ابھی کچھ وقفہ نہیں ہوا تھا کہ (ابراہیم) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ

لَا تَصِلُ إِلَیْهِ نَکِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ

کھانے کی طرف نہیں جاتے (یعنی وہ کھانا نہیں کھاتے) تو ان کو اجنبی سمجھ کر دل میں خوف کیا (فرشتوں نے) کہا کہ خوف

إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَأَتُهُ قَآئِمَةٌ فَضَحِکَتْ

نہ کیجئے ہم قوم لوط کی طرف (ان کے ہلاک کرنے کو) بھیجے گئے ہیں۔ اور ابراہیم کی بیوی (جو پاس) کھڑی تھی ہنس پڑی

فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَآءِ إِسْحَاقَ یَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ

تو ہم نے اس کو اسحٰق کی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔ اس نے کہا

یٰوَیْلَتٰی ءَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا إِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ

کہ اے ہے میرے بچہ ہوگا؟ میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں یہ تو بڑی عجیب بات ہے

﴿۷۲﴾ قَالُوْا أَتَعْجَبِیْنَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَکٰتُهُ عَلَیْکُمْ أَهْلَ

انہوں نے کہا کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہلِ بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں

الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ

وہ سزاوارِ تعریف اور بزرگوار ہے۔ جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور ان کو خوشخبری بھی مل گئی

الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ﴿۷۴﴾ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ﴿۷۵﴾

تو قومِ لوط کے بارے میں ہم سے بحث کرنے لگے۔ بیشک ابراہیم بڑے تحمل والے نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے

يَآإِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا إِنَّهُ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ اٰتِيهِمْ عَذَابٌ

اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو تمہارے پروردگار کا حکم آ پہنچا ہے اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے

غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿۷۶﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ

جو کبھی نہیں ٹلنے کا۔ اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان (کے آنے) سے غمناک اور تنگ دل ہوئے

ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ

اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے۔ اور لوط کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے

وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئٰتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ

اور یہ لوگ پہلے ہی سے فعلِ شنیع کیا کرتے تھے لوط نے کہا کہ اے قوم! یہ (جو) میری (قوم کی) لڑکیاں ہیں یہ تمہارے لئے

لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ﴿۷۸﴾

(جائز اور) پاک ہیں تو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں (کے بارے) میں میری رسوائی نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں؟

قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ﴿۷۹﴾

وہ بولے کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری (قوم کی) بیٹیوں کی ہمیں کچھ حاجت نہیں اور جو ہماری غرض ہے اسے تم (خوب) جانتے ہو

قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ اٰوِيْٓ إِلٰى رُكْنٍ شَدِيدٍ ﴿۸۰﴾

لوط نے کہا کہ اے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط کا آسرا پکڑ پاتا۔

قَالُوْا يٰلُوْطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ يَّصِلُوْا إِلَيْکَ فَأَسْرِ بِأَهْلِکَ

فرشتوں نے کہا کہ لوط! ہم تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے تو کچھ رہے سے اپنے گھر

بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْکُمْ أَحَدٌ إِلَّا امْرَأَتَکَ إِنَّهُ مُصِيْبُهَا

والوں کو لے کر چل دو اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے پھر کر نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی کہ جو آفت ان پر پڑنے والی ہے

مَآأَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ

وہی اس پر پڑے گی ان کے (عذاب کے) وعدے کا وقت صبح ہے اور کیا صبح کچھ دُور ہے؟ ۔تو جب ہمارا حکم آیا

أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ

ہم نے اس (بستی) کو (الٹ کر) نیچے اوپر کر دیا اور ان پر پتھر کی تہ بتہہ (یعنی پے در پے) کنکریاں برسائیں

مَّنضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّکَ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾

جن پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نشان کئے ہوئے تھے اور وہ (بستی ان) ظالموں سے کچھ دور نہیں

وَإِلٰى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا) تو انہوں نے کہا کہ اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْيَالَ وَالْمِيْزَانَ إِنِّيَ أَرَاکُمْ بِخَيْرٍ وَّإِنِّيَ أَخَافُ عَلَيْکُمْ

اور ماپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو میں تو تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں اور (اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو) مجھے تمہارے بارے میں

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ أَوْفُوا الْمِکْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ

ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تمہیں گھیر کر رہے گا۔ اور اے قوم! ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں خرابی کرتے نہ پھرو۔

بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمَآ أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ﴿٨٦﴾

اگر تمہیں (میرے کہنے کا) یقین ہو تو اللہ کا دیا ہوا نفع ہی تمہارے لئے بہتر ہے اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں

قَالُوا يَٰشُعَيْبُ أَصَلَوٰتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَآ

انہوں نے کہا کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں

أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِىٓ أَمْوَٰلِنَا مَا نَشَٰٓؤُا۟ ۖ إِنَّكَ لَأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ ﴿٨٧﴾

ہم ان کو ترک کر دیں یا اپنے مال میں تصرف کرنا چاہیں تو نہ کریں تم تو بڑے نرم دل اور راست باز ہو

قَالَ يَٰقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّى وَرَزَقَنِى مِنْهُ

انہوں نے کہا کہ اے قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہوں اور اس نے اپنے ہاں سے مجھے

رِزْقًا حَسَنًا ۚ وَمَآ أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَآ أَنْهَاكُمْ عَنْهُ

نیک روزی دی ہو (تو کیا میں ان کے خلاف کروں گا)؟ اور میں نہیں چاہتا کہ جس امر سے میں تمہیں منع کروں

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ

خود اس کو کرنے لگوں میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے (تمہارے معاملات کی) اصلاح چاہتا ہوں اور (اس بارے میں)

وَمَا تَوْفِيقِىٓ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿٨٨﴾ وَيَٰقَوْمِ

مجھے توفیق کا ملنا اللہ ہی (کے فضل) سے ہے میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اے قوم!

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِىٓ أَن يُصِيبَكُم مِّثْلُ مَآ أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ

میری مخالفت تم سے کوئی ایسا کام نہ کرا دے کہ جیسی مصیبت نوح کی قوم یا ہود کی قوم

أَوْ قَوْمَ صَٰلِحٍ ۚ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنكُم بِبَعِيدٍ ﴿٨٩﴾

یا صالح کی قوم پر واقع ہوئی تھی ویسی ہی مصیبت تم پر واقع ہو اور لوط کی قوم (کا زمانہ تو) تم سے کچھ دُور نہیں۔

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

اور اپنے پروردگار سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو بیشک میرا پروردگار رحم والا (اور) محبت والا ہے۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ

انہوں نے کہا کہ شعیب تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہم میں کمزور بھی ہو

وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَآ أَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾

اور اگر تمہارے بھائی بند نہ ہوتے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے اور تم ہم پر (کسی طرح بھی) غالب نہیں ہو۔

قَالَ يٰقَوْمِ أَرَهْطِيْٓ أَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا

انہوں نے کہا کہ اے قوم! کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر اللہ سے زیادہ ہے اور اس کو تم نے پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے

إِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ إِنِّيْ

میرا پروردگار تو تمہارے سب اعمال پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور اے میری قوم !تم اپنی جگہ کام کئے جاؤ میں

عَامِلٌ ۚ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّأْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ

(اپنی جگہ) کام کئے جاتا ہوں تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رُسوا کرنے والا عذاب کس پر آتا ہے اور جھوٹا کون ہے

وَارْتَقِبُوْا إِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ

اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ

آمَنُوْا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوْا فِيْ

ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو تو اپنی رحمت سے بچا لیا اور جو ظالم تھے ان کو چنگھاڑ نے آ دبوچا تو وہ اپنے گھروں میں

دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَأَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَآ أَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ

اوندھے پڑے رہ گئے۔ گویا ان میں کبھی بسے ہی نہ تھے سن رکھو کہ مدین پر (ویسی ہی) پھٹکار ہے جیسی ثمود پر پھٹکار تھی۔

ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾

اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور دلیل روشن دے کر بھیجا ۔ (یعنی)

إِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَاْئِهٖ فَاتَّبَعُوْآ أَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَآ أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾

فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف تو وہ فرعون ہی کے حکم پر چلے اور فرعون کا حکم درست نہیں تھا

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾

وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا اوران کودوزخ میں جا اتارے گا اور جس مقام پر وہ اتارے جائیں گے وہ بُرا ہے

وَأُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

اوراس جہان میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگادی گئی اور قیامت کے دن بھی (پیچھے لگی رہے گی) جوانعام ان کوملا ہے بُرا ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ أَنۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾

یہ بستیوں کے تھوڑے سے حالات ہیں جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض تہس نہس ہو گئے۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْآ أَنْفُسَهُمْ فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ

اور ہم نے ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا اور جب تمہارے پروردگار کا حکم آ پہنچا تو جن معبودوں

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ

کو وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔ اور تباہ کرنے کے سوا ان کے حق میں اور کچھ نہ کر سکے۔

تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ

اور تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے

إِنَّ أَخْذَهٗ أَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ

بیشک اس کی پکڑ دکھ دینے والی (اور) سخت ہے۔ ان (قصوں) میں اس شخص کے لئے جو عذابِ آخرت سے

الْآخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ﴿۱۰۳﴾

ڈرے عبرت ہے یہ وہ دن ہوگا جس میں سب اکٹھے کئے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب حاضر کئے جائیں گے

وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ

اور ہم اس کے لانے میں ایک وقت معین تک تاخیر کر رہے ہیں۔ جس روز وہ آ جائے گا تو کوئی نفس اللہ کے حکم کے

فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ

بغیر بول بھی نہیں سکے گا پھر ان میں سے کچھ بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت ۔ تو جو بد بخت ہوں گے وہ دوزخ میں

لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّشَهِيقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

(ڈال دیئے جائیں گے) اس میں ان کو چلانا اور دھاڑنا ہو گا۔(اور) جب تک آسمان

وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿۱۰۷﴾

و زمین ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا پروردگار چاہے بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔

وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

اور جو نیک بخت ہوں گے وہ بہشت میں (داخل کئے جائیں گے اور) جب تک آسمان

وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ﴿۱۰۸﴾

اور زمین ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا پروردگار چاہے یہ (اللہ کی) بخشش ہے جو کبھی منقطع نہیں ہو گی

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَاءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا

تو یہ لوگ جو (غیر اللہ کی) پرستش کرتے ہیں اس سے تم خلجان میں نہ پڑنا یہ اسی طرح پرستش کرتے ہیں جس طرح

يَعْبُدُ آبَاؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوصٍ ﴿۱۰۹﴾

پہلے سے ان کے باپ دادا پرستش کرتے آئے ہیں اور ہم ان کو ان کا حصہ پورا پورا بلا کم و کاست دینے والے ہیں

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ

ہوتی تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور وہ تو اس سے قوی شبہے میں (پڑے ہوئے) ہیں۔ اور تمہارا پروردگار ان سب کو (قیامت

رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَآ

کے دن) ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا بیشک جو عمل یہ کرتے ہیں وہ اس سے واقف ہے۔[3] سو (اے پیغمبر!) جیسا تمہیں

أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۱۲﴾

حکم ہوتا ہے (اس پر) تم اور جو لوگ تمہارے ساتھ تائب ہوئے ہیں قائم رہو اور حد سے تجاوز نہ کرنا وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے

وَلَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور جو لوگ ظالم ہیں ان کی طرف مائل نہ ہونا نہیں تو تمہیں (دوزخ کی) آگ آ لپٹے گی اور اللہ کے سوا تمہارے

مِنْ أَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ

اور دوست نہیں ہیں اگر تم ظالموں کی طرف مائل ہو گئے تو پھر تم کو (کہیں سے) مدد نہ مل سکے گی۔ اور دن کے دونوں سروں

---

[3] اس آیت میں تخویف اخروی ہے اس کی دو ترکیبیں ہیں ا۔ "کلا" اسم "انّ" اور "لمّا" کی شرط محذوف ہے ای یبعثھم۔ اور "لیوفینّھم" جزاء ہے، اور شرط و جزاء مجموعہ "انّ" کی خبر ہے، اور مطلب یہ ہے کہ بیشک جب ہر ایک کو اللہ اٹھائے گا تو ان کو پوری پوری جزاء دیگا۔

۲۔ لیوفینھم شرط اور "انہ بما تعملون خبیر" اس کی جزا ہے اور مجموعہ شرط و جزا "انّ" کی خبر ہے، یعنی بیشک ہر ایک کو جب اللہ جزا دے گا تو وہ ان کے اعمال سے خبردار ہوگا۔

وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ

(یعنی صبح اور شام کے اوقات میں) اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں نماز پڑھا کرو کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دُور

ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿١١٤﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٥﴾

کر دیتی ہیں یہ ان کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں اور صبر کئے رہو کہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي

توجو امتیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں ان میں ایسے ہوشمند کیوں نہ ہوئے جو ملک میں خرابی کرنے سے روکتے

الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ

ہاں (ایسے) تھوڑے سے (تھے) جن کو ہم نے ان میں سے مخلصی بخشی اور جو ظالم تھے وہ انہی باتوں کے پیچھے لگے رہے

ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿١١٦﴾

جن میں عیش و آرام تھا اور وہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔[4]

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿١١٧﴾

اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو جب کہ وہاں کے باشندے نیکوکار ہوں ازراہِ ظلم تباہ کر دے

وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿١١٨﴾

اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے

---

[4]"لو لا"، بمعنی "ھلا"، برائے تخصیص ہے، یعنی تم سے پہلے قرون میں جولوگ عقل ورائے والے اور دین کے راہنما تھے انہوں نے دوسرے لوگوں کو شرک وکفر سے کیوں نہ روکا؟ جو زمین میں اصل شر وفساد کی جڑ ہے۔ "بـقية" کے معنے اصحاب طاعۃ ودین وعقل وبصر ہے (قرطبی) اور "الا قـلیـلا" استثناء منقطع ہے یعنی البتہ بہت تھوڑے لوگ ایسے ضرور تھے جن کو ہم نے عذاب سے بچالیا۔ جبکہ باقی سرکش قوم کو ہلاک کر دیا۔

إِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ ۚ وَلِذٰلِکَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ کَلِمَةُ رَبِّکَ لَأَمْلَأَنَّ

مگر جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے اور اسی لئے اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور تمہارے پروردگار کا قول پورا ہو گیا کہ میں دوزخ

جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِینَ ﴿١١٩﴾ وَکُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْکَ

کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ (اے محمد ﷺ!) اور پیغمبروں کے وہ سب حالات جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں

مِنْ أَنبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَکَ ۚ وَجَآءَکَ فِی هٰذِهِ الْحَقُّ

ان سے ہم تمہارے دل کو قائم رکھتے ہیں اور ان (قصص) میں تمہارے پاس حق پہنچ گیا اور (یہ)

وَمَوْعِظَةٌ وَّذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِینَ ﴿١٢٠﴾ وَقُلْ لِّلَّذِینَ لَا یُؤْمِنُونَ اعْمَلُوا عَلٰی

مومنوں کے لئے نصیحت اور عبرت ہے۔[5] اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان سے کہہ دو کہ تم اپنی جگہ عمل

مَکَانَتِکُمْ إِنَّا عٰمِلُونَ ﴿١٢١﴾ وَانتَظِرُوآ إِنَّا مُنتَظِرُونَ ﴿١٢٢﴾

کئے جاؤ ہم (اپنی جگہ) عمل کئے جاتے ہیں۔ اور (نتیجہ اعمال کا) تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں

وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَیْهِ یُرْجَعُ الْأَمْرُ کُلُّهُ

اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور تمام امور کا رجوع اسی کی طرف ہے

فَاعْبُدْهُ وَتَوَکَّلْ عَلَیْهِ ۚ وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٢٣﴾

تو اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسا رکھو اور جو کچھ تم کر رہے ہو تمہارا پروردگار اس سے بے خبر نہیں ہے۔

---

[5] یہ آیت تمام سابقہ قصوں سے متعلق ہے "کلا" مبدل منه "مانثبت به" بدل، اور "من انباء الرسل" "مانثبت" کا بیان ہے، یہ قصے ہم نے اس لئے بیان کئے تاکہ آپؐ کے دل میں ثبات واستقلال زیادہ پیدا ہو، اور آپ تبلیغ توحید کی راہ میں ہر کھٹن سے کھٹن وقت کا صبر و ثبات سے مقابلہ کر سکیں، اور مشرکین کے مسلسل رد و انکار کی وجہ سے مایوس نہ ہو جائیں۔

سورة يُوسف (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ﴿۱﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ

الٓر۔ یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں ۔ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم

تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲﴾ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ

سمجھ سکو ۔ (اے پیغمبر!) ہم اس قرآن کے ذریعے سے جو ہم نے تمہاری طرف بھیجا ہے تمہیں

بِمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ۖ وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ ﴿۳﴾

ایک نہایت اچھا قصہ سناتے ہیں اور تم اس سے پہلے بے خبر تھے

اِذۡ قَالَ يُوۡسُفُ لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡ رَاَيۡتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوۡكَبًا

جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ ابا میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے،

وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ رَاَيۡتُهُمۡ لِىۡ سٰجِدِيۡنَ ﴿۴﴾ قَالَ يٰبُنَىَّ

دیکھتا (کیا) ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔[1] انہوں نے کہا کہ بیٹا!

---

[1] علماء یہود نے مشرکین سے کہا کہ محمد ﷺ سے پوچھو, آل یعقوب شام سے مصر کیسے منتقل ہوئی اور یوسف علیہ السلام کا کیا قصہ ہے؟ اس پر یہ سورت نازل ہوئی (بیضاوی) سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت ہے کہ صحابہ نے رسول پاک ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ہمیں کوئی عبرت آمیز قصہ سنائیں اس پر اللہ تعالی نے سورت یوسف نازل فرمائی (خازن)۔ ''احسن القصص'' اس قصے کو احسن القصص اس لئے کہا گیا کہ اس سے دو نہایت اہم مسئلے واضح ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالی

کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں، اور نہ اس کے سوا کوئی متصرف ومختار ہے اور ساری مخلوق اس کی قضاوقدر کے سامنے عاجز و بے وبس ہے: **وقد افادت انه لادافع لقضاء اللہ تعالی ولامانع من قدره وانه سبحانه اذاقضی لانسان بخیر ومکرمة فلوان اهل العالم اجتمعوا علی دفع ذلک لم یقدروا** (روح) یا احسن القصص اس لئے فرمایا کہ یہ واقعہ جس فصاحت وبلاغت اور حسن اداء سے بیان کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، یا یہ عبرتوں، نصیحتوں اور حکمتوں سے لبریز ہونے کی وجہ سے احسن القصص ہے، **کونه احسن القصص لمافیه من العبر و النکت و الحکم و العجائب التی لیست فی غیرها.** (کبیر).

یہ قصہ بیان کرنے سے پہلے آپ کو اس کی تفصیلات کا علم نہ تھا۔ "ان کنت" میں "ان" **مخففه من المثقله** ہے اور ضمیر شان محذوف ہے، **ان مخففة من الثقیلة واللام فارقة بینها وبین النافیة** یعنی، **وان الشان.** (مدارک).

"**اذقال یوسف**" یہاں سے قصے کی ابتداء ہوتی ہے اور یہ مختلف پندرہ احوال پر مشتمل ہے جن میں سے ہر ایک حالت ان دونوں مسئلوں کو واضح اور ثابت کرتی ہے، یعنی عالم الغیب اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ **الٓر**[۱] **تا لمن الغافلین**[۳] تمہید ہے اس کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے۔

پہلا حال" **اذقال یوسف لابیه**"[۴] تا "**ایٰت للسائلین**"[۷] یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا تو انہوں نے ہدایت فرمائی کہ یہ خواب بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا۔

دوسرا حال: "**اذقالوا لیوسف**"[۴] تا "**واللہ المستعان علی ماتصفون**"[۱۸] یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں اپنے باپ کے نظروں سے اوجھل کرنے کا منصوبہ بنایا، پھر والد گرامی سے سیر کے بہانے یوسف علیہ السلام کو جنگل میں لے جانے کی درخواست کی جسے انہوں نے ادنی تامل کے بعد قبول کرلیا۔ بھائیوں نے انہیں ساتھ لے جا کر جنگل میں ایک ویران کنویں میں ڈال دیا، اور شکار کے خون سے ان کی قمیص لت پت کی، اور رات کو روتے ہوئے گھر پہنچے اور یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ یوسف کو بھیڑیئے نے پھاڑ کھایا، یہ اس کا خون آلودہ کرتہ ہے۔ یہ سب کچھ ہوا مگر ان باتوں کی اصل حقیقت کا علم یعقوب علیہ السلام کو نہ ہوسکا۔

تیسرا حال۔ "**وجاءت سیارة فارسلوا واردهم**"[۱۹] تا "**وکانوا فیه من الزاهدین**"

[۲۰]ادھر سے ایک قافلہ گذرا جس نے یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکال کر ساتھ لے لیا اور مصر میں جا کر فروخت کر دیا۔مگر فرزند کی اس نقل وحرکت کا یعقوب علیہ السلام کو کوئی علم نہ تھا۔

چوتھا حال۔ ''وقال الذی اشتراہ من مصر''[۲۱]تا''ولکن اکثر الناس لایعلمون''[۲۱] عزیز مصر انہیں خرید کر گھر لے آیا اور بیوی کو ان سے حسن سلوک اور اعزاز واکرام سے پیش آنے کی ہدایت کی۔

پانچواں حال۔ ''ولمابلغ اشدہ اتیناہ حکماوعلما''[۲۲]تا''انک کنت من الخاطئین''[۲۹] عزیز مصر کی بیوی یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہوگئی اور انہیں ورغلانے کی کوشش کی،مگر اللہ تعالی نے محض اپنی توفیق سے ان کو بچالیا۔اسی اثناء میں عزیز مصر بھی گھر آ پہنچا اور حقیقت حال جاننے کے بعد اس نے اپنی بیوی کو ملزم اور یوسف علیہ السلام کو بری قرار دیا۔

چھٹا حال۔ ''وقال نسوۃ فی المدینۃ''[۳۰]تا''لیسجننہ حتی حین''[۳۵] اس واقعہ کا شہر میں چرچا ہونے لگا،کہ عزیز مصر کی بیوی نے اپنے غلام کو بدنیتی سے ورغلانے کی کوشش کی ہے۔عزیز مصر کی بیوی نے جب اپنا یہ چرچہ سنا،تو یوسف علیہ السلام کو پھانسنے کے لئے شہر کی عورتوں کو اپنے یہاں مدعو کر کے ایک نیا جال بچھایا،جب اس میں بھی ناکام ہوگئی تو بدنامی سے بچنے کے لئے یوسف علیہ السلام کو بغیر کسی جرم کے جیل بھجوادیا۔

ساتواں حال۔ ''ودخل معہ السجن فتیان''[۳۶] تا''فلبث فی السجن بضع سنین''[۴۲]یوسف علیہ السلام کے ہمراہ دو اور ملزم بھی قید خانہ میں داخل ہوئے،یہ دونوں بادشاہ کے درباری تھے،انہوں نے خواب دیکھے اور یوسف علیہ السلام سے تعبیر کے لئے بیان کئے۔انہوں نے تعبیر دینے سے پہلے ان کو مسئلہ توحید سمجھایا،اورانہیں بتایا کہ اللہ کے سوا کوئی متصرف ومختار اور پکار کے لائق نہیں،اس حصے میں سورۂ ہود کے پہلے دعوے کا تفصیل سے اعادہ کیا گیا ہے آخر میں یوسف علیہ السلام نے قید خانے کے دونوں ساتھیوں کو انکے خوابوں کی تعبیر بتائی۔

آٹھواں حال۔ ''وقال الملک انی اری سبع بقرات''[۴۳]تا''وفیہ یعصرون''[۴۹] شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا جسے اس نے ارکان دربار کے سامنے بیان کر کے اسکی تعبیر پوچھی۔ارکان دولت میں سے کوئی بھی خواب کی تعبیر تک رسائی حاصل نہ کر سکا اس لئے سب نے بادشاہ کے خواب کو خیال پریشان کہہ کر خاموشی اختیار کی،جو درباری الزام سے بری ہو کر دوبارہ دربار میں باریاب ہوا تھا،اسے یوسف علیہ السلام یاد آئے،اوراس نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی

کہ مجھے اجازت دیجئے اس خواب کی تعبیر میں لے کر آتا ہوں وہ شخص فوراً با جازت خاص قید خانے میں یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا اور بادشاہ کا خواب بیان کیا انہون نے اسکی تعبیر بتائی جو اس نے بادشاہ مصر کے سامنے حاضر ہو کر بیان کی۔

نواں حال: ''وقال الملک ائتونی به'' [۵۰] تا ''وکانوا یتقون'' [۵۴] شاہ مصر تعبیر سنکر یوسف علیہ السلام کے علم وفضل اور فہم وفراست کا قائل ہو گیا، اور انہیں فوراً جیل سے نکالنے کا حکم دیدیا۔ جب انہیں رہائی کا پیغام ملا تو انہوں نے ایلچی کے ہاتھ بادشاہ سے کہلا بھیجا، کہ پہلے ان عورتوں کے حال کی تحقیق کرو جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے، یوسف علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ جیل سے باہر آنے سے پہلے ان کی پاکدامنی اور برائت سب پر واضح ہو جائے۔ چنانچہ ان عورتوں نے اقرار کیا کہ یوسف علیہ السلام بے گناہ اور پاکدامن ہیں، خود عزیز مصر کی بیوی نے اعتراف کیا کہ یوسف علیہ السلام سچے ہیں اور خود اسی نے ان کو ورغلانے کی کوشش کی تھی۔ یوسف علیہ السلام کی عصمت اور پاکدانی ثابت ہو گئی اور وہ جیل سے باہر آئے۔ شاہ مصر نے انہیں اپنا مشیر خاص بنالیا، اور خود ان کی مرضی سے زراعت کا محکمہ ان کے سپرد کر دیا۔ اس طرح اللہ تعالی نے ان کو جیل سے نکال کر حکومت کے اس منصب بلند پر پہنچا دیا۔ مگر اس کے باوجود یعقوب علیہ السلام اپنے لخت جگر کی جدائی کے غم میں گھڑیاں گن کر وقت گذار رہے ہیں، پہلے یہ معلوم نہ تھا کہ ان کا فرزند جیل میں ہے اور اب یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کا فرزند سعادت مند حکومت کے ایک نہایت بلند منصب پر فائز ہے۔

دسواں حال: ''وجاء اخوة یوسف فدخلوا علیه'' [۵۸] تا ''وعلیه فلیتوکل المؤمنون'' [۶۷] جب ملک میں قحط پڑا تو یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے غلہ حاصل کرنے کے لئے مصر کا رخ کیا جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا، مگر وہ ان کو نہ پہچان سکے۔ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو تاکید کی کہ ائندہ وہ اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ضرور ساتھ لائیں، اور اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ وہ ان کا سرمایہ ان کی بوریوں ہی میں ڈال دیں، جب وہ غلہ لے کر واپس گھر پہنچے تو یعقوب علیہ السلام سے کہا چھوٹے بھائی کا حصہ ہم سے روک لیا گیا ہے، اس لئے اب کے بار بنیامین کو بھی ہمارے ساتھ بھیجیں، ہم اس کی پوری پوری حفاظت کریں گے، پہلے تو یعقوب علیہ السلام نے پس وپیش کیا، اور بیٹوں کو یوسف علیہ السلام کا واقعہ یاددلایا، کہ جیسی تم نے یوسفؑ کی حفاظت کی تھی ویسی ہی بنیامین کی کروگے؟ بعد میں انہوں نے بیٹوں سے اللہ کا عہد لیا کہ تم سوائے اسمانی حادثہ کے بنیامین کو ضرور واپس لاؤ گے۔

گیارہواں حال: ''ولمادخلوا من حیث امرهم ابوهم'' [۶۸] تا ''اناااذالظالمون'' [۷۹] اب

کی بار بنیامین بھی ساتھ تھا اور گیارہوں بھائی مصر پہنچے اور والد گرامی کی ہدایت کی مطابق شہر کے مختلف دروازوں سے داخل ہوکر یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے، یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کا پروگرام بنایا، اوراس کے مطابق آنکھ بچا کر اپنا پیانہ بنیامین کے سامان میں رکھ دیا، اور سب بھائی اپنے وطن روانہ ہوگئے۔ادھر تلاش کرنے والے ملازموں نے کنعانی قافلے کو شبہ کی بنا پر روک لیا، تلاشی لینے پر یوسف علیہ السلام کا پیانہ بنیامین کے سامان سے مل گیا اس لئے اسے روک لیا گیا۔ بھائیوں نے عزیز مصر یوسف علیہ السلام سے بہت منت سماجت کی کہ وہ کسی بھی قیمت پر بنیامین چھوڑ دیں مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔

بارہواں حال: ''فلما استیئسوا منہ خلصوا نجیا''[۸۰]تا''الا القوم الکافرون''[۸۷] آخر سب بھائیوں نے مایوس ہوکر میٹنگ کی اور بڑے بھائی نے طے کیا کہ چونکہ وہ اپنے باپ کو اللہ کا عہد دیکر آئے ہیں اس لئے وہ تو مصر ہی میں رہے گا جب تک باپ اجازت نہ دے یا اللہ کی طرف سے کوئی صورت پیدا نہ ہوجائے۔نو بھائی وطن واپس پہنچے اور سارا ماجرا یعقوب علیہ السلام سے کہہ سنایا، انہوں نے اسے بھی بھائیوں کی سازش قرار دیا، حالانکہ وہ سب بنیامین کے معاملے میں بے قصور تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ یعقوب علیہ السلام غیب داں نہ تھے آخر انہوں نے بیٹوں کو سہ بار بھیجا اور فرمایا یوسف اوراس کے بھائی کی تلاش کرو، اوراللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔

تیرہواں حال: ''فلما دخلوا علیہ قالوا''[۸۸]تا''واتونی باھلکم اجمعین''[۹۳]اب تیسری بار بھائی یوسف علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اورنہایت الحاح سے عرض کیا ہمارے معمولی سرمائے کے بدلے میں مہربانی فرما کر ہمیں پورا غلہ عنایت فرمادیجئے ،اب کی بارتو یوسف علیہ السلام بھی بھائیوں کی پرُ درد باتیں سن کر پسیج گئے، اوراپنے کو قابو میں نہ رکھ سکے اوراپنے کو ظاہر کردیا۔تمام بھائیوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور یوسف علیہ السلام سے معذرت کرنے لگے۔یوسف علیہ السلام نے پیغمبرانہ شفقت ورحمت سے عام معافی کا اعلان فرمادیا۔اور بھائیوں کو وطن واپس بھیجا، تاکہ تمام اہل وعیال کو مصر لے آئیں۔

چودہواں حال: ''ولما فصلت العیر''[۹۴]تا ''انہ ھو الغفور الرحیم''[۹۸]جب فرزندان یعقوب علیہ السلام کا قافلہ پیراہن یوسف علیہ السلام لیکر مصر سے روانہ ہوا تو اللہ تعالی نے بذریعہ وحی ان کو اس کی اطلاع دیدی، اورنہوں نے اپنے پوتوں سے کہہ دیا کہ اگر تم مجھے کم عقلی کا طعنہ نہ دو تو میں صاف کہہ دوں کہ مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔=

لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلٰٓى إِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ
اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا نہیں تو وہ تمہارے حق میں کوئی فریب کی چال چلیں گے۔
إِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ
کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور اسی طرح اللہ تمہیں برگزیدہ (وممتاز) کرے گا
وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيْلِ الْأَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ
اور (خواب کی) باتوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا اور جس طرح اُس نے اپنی نعمت پہلے
وَعَلٰٓى آلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ أَتَمَّهَا عَلٰٓى أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْحَاقَ ؕ
تمہارے دادا پردادا ابراہیم اور اسحاق پر پوری کی تھی اُسی طرح تم پر اور اولادِ یعقوب پر پوری کرے گا
إِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶﴾ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَإِخْوَتِهٖٓ
بیشک تمہارا رب (سب کچھ) جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔ ہاں یوسف اوران کے بھائیوں (کے قصے) میں پوچھنے
اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۷﴾ إِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَأَخُوْهُ أَحَبُّ إِلٰٓى أَبِيْنَا مِنَّا
والوں کیلئے (بہت سی) نشانیاں ہیں۔ جب انہوں نے (آپس میں) تذکرہ کیا کہ یوسف اور اُس کا بھائی ابا کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں

=جب قافلہ کنعان پہنچا تو بڑے بھائی نے پیراہن یوسف والد بزرگوار کے چہرے پر ڈالا، جس سے ان کی بینائی جو کثرت بکاء سے کمزور ہو چکی تھی بحال ہوگئی۔

پندرہواں حال: ''فلمادخلوا علی یوسف''[۹۹] تا''و الحقنی بالصالحین''[۱۰۱] یعقوب علیہ السلام تمام اہل وعیال سمیت مصر پہنچ گئے، یوسف علیہ السلام نے انہیں پورے اعزاز واکرام کیساتھ اپنے گھر اتارا۔ والدین اور سب بھائی یوسف علیہ السلام کی تعظیم بجالائے۔ اس طرح یوسف علیہ السلام کا خواب سچا ہوا۔

وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۸﴾ اقْتُلُوا يُوسُفَ

حالانکہ ہم جماعت (کی جماعت) ہیں کچھ شک نہیں کہ ابا صریح غلطی پر ہیں۔ تو یوسف کو (یا تو جان سے) مار ڈالو

أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ

یا کسی ویرانے میں پھینک دو پھر ابا کی توجہ صرف تمہاری طرف ہو جائے گی اور اُس کے بعد تم

قَوْمًا صٰلِحِينَ ﴿۹﴾ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ

اچھی حالت میں ہو جاؤ گے۔ اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو جان سے نہ مارو، کسی

فِي غَيَابَةِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِينَ ﴿۱۰﴾

گہرے کنوئیں میں ڈال دو کہ کوئی راہ گیر نکال (کر دوسرے ملک میں) لے جائے گا اگر تم کو کرنا ہے (تو یوں کرو)۔

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلٰى يُوسُفَ

(یہ مشورہ کر کے وہ یعقوب سے) کہنے لگے کہ ابا جان کیا سبب ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے؟

وَإِنَّا لَهُ لَنٰصِحُونَ ﴿۱۱﴾ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ

حالانکہ ہم اُس کے خیر خواہ ہیں۔ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب میوے کھائے اور کھیلے کودے ہم اُس کے

لَحٰفِظُونَ ﴿۱۲﴾ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ

نگہبان ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ امر مجھے غمناک کرتا ہے کہ تم اُسے لے جاؤ (یعنی وہ مجھ سے جدا ہو جائے) اور مجھے یہ بھی

وَأَخَافُ أَنْ يَّأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُونَ ﴿۱۳﴾ قَالُوا لَئِنْ

خوف ہے کہ تم (کھیل میں) اُس سے غافل ہو جاؤ اور اُسے بھیڑیا کھا جائے۔ وہ کہنے لگے کہ اگر ہماری موجودگی میں

أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذًا لَّخٰسِرُونَ ﴿۱۴﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ

کہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں اسے بھیڑیا کھا گیا تو ہم بڑے نقصان میں پڑ گئے۔ غرض جب وہ اس کو لے گئے

وَأَجْمَعُوٓا أَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِىْ غَيَابَةِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَآ إِلَيْهِ

اوراس بات پر اتفاق کرلیا کہ اس کو گہرے کنوئیں میں ڈال دیں تو ہم نے یوسف کی طرف وحی بھیجی کہ (ایک وقت ایسا آ ئے

لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٥﴾

گا کہ) تم ان کو اس سلوک سے آگاہ کر دو گے اور ان کو (اس وحی کی) کچھ خبر نہ ہو گی ۔

وَجَآءُوْا أَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ قَالُوْا يَآ أَبَانَآ إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ

(یہ حرکت کرکے) وہ رات کے وقت باپ کے پاس روتے ہوئے آئے ۔ اور کہنے لگے کہ ابا جان ہم تو دوڑنے اور ایک

وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَآ أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا

دوسرے سے آگے نکلنے میں مصروف ہو گئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے تو اُسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ

صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾ وَجَآءُوْا عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ

ہماری بات کا، گو ہم سچ ہی کہتے ہوں یقین نہیں کریں گے ۔ اور اُن کے قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ

یعقوب نے کہا کہ (حقیقۃ الحال یوں نہیں ہے) بلکہ تم اپنے دل سے (یہ) بات بنالائے ہو اچھا صبر (کہ وہی) خوب ہے

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ

اور جو تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے ۔ (اب اللہ کی شان دیکھو کہ اس کنوئیں کے قریب)

فَأَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَأَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلَامٌ ؕ

ایک قافلہ آ وارد ہوا اور انہوں نے (پانی کیلئے) اپنا سقا بھیجا، اس نے کنوئیں میں ڈول لٹکایا (تو یوسف اس سے لٹک گئے) وہ بولا زہے قسمت یہ تو (نہایت حسین) لڑکا ہے

وَأَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ

اور اس کو قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپا لیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اللہ کو سب معلوم تھا ۔ اور اس کو تھوڑی سی قیمت

دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالَ الَّذِيْ اشْتَرَاهُ

(یعنی) معدودے چند درہموں پر بیچ ڈالا اور انہیں ان (کے بارے) میں کچھ لالچ بھی نہ تھا اور مصر میں جس شخص نے اُسے خریدا

مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ

اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو عزت و اکرام سے رکھو عجب نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ

بنالیں۔ اس طرح ہم نے یوسف کو سرزمین (مصر) میں جگہ دی اور حکمت یہ تھی کہ ہم اُن کو باتوں کی تعبیر سکھائیں

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓي اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

اور جب اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے اسے حکم اور علم دیا اور نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ

تو جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے اُس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور دروازے بند کر کے کہنے لگی جلدی

لَكَ ۭ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ

آؤ انہوں نے کہا کہ اللہ پناہ میں رکھے وہ (یعنی تمہارے میاں) تو میرے آقا ہیں انہوں نے مجھے اچھی طرح سے رکھا ہے

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا ۚ

بیشک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔[2] اور اس عورت نے ان کا قصد کیا اور انہوں نے اس کا قصد کیا

---

[2] زلیخا چونکہ برے کام کا پختہ ارادہ کر چکی تھی، اس لئے اس کے ارادے کو ''لام'' اور ''قد'' تاکید کے دوحرفوں کے

ساتھ بیان کیا گیا،لیکن یوسف علیہ السلام نے فعل بد کا ارادہ ہی نہیں کیا، کیونکہ انہوں نے عظمت الٰہی کا نشان دیکھ لیا تھا، اسی لئے ان کے ارادے کو برہان پر معلق فرمایا۔یعنی زلیخا تو ارادہ کر چکی تھی اور یوسف علیہ السلام بھی اگر برہان رب نہ دیکھتے تو ارادہ کر لیتے۔

امام ابوعبیدہ فرماتے ہیں: اس میں تقدیم وتاخیر ہے'' لولا ان رأبرهان ربه''شرط موخر ہے،اور''هم بها'' جزا مقدم ہے **قال ابوعبيدة هذاعلى التقديم و التاخير كانه ارادولقدهمت به ولولاان رأ برهان ربه لهم بها.** (قرطبی)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جولوگ یوسف علیہ السلام کے (همّ) سے غلط خیال مراد لیتے ہیں وہ صحیح نہیں۔بعض مفسرین نے یہاں کچھ اسرائیلی واقعات بھی ذکر کی ہے جس میں یوسف علیہ السلام کے طرف غلط نسبتیں کی گئی ہیں،لیکن یہ سارے واقعات قران کریم کی نمط سے مخالف ہیں۔امام رازیؒ اس کے متعلق اپنی کتاب:عصمۃ الانبیاص ۹۸، میں قاضی ابوطاہر سے نقل کرتے ہیں: کہ جس کسی کا بھی اس واقعہ سے کوئی تعلق تھا،ان سب نے یوسف علیہ السلام کی برأت کا اعلان کرلیا،چنانچہ اس عورت کا شوہر اپنی بیوی کو مورد الزام ٹھراتا ہے: **انه من كيدكن ان كيدكن عظيم يوسف اعرض عن هذاواستغفرى لذنبک انک كنت من الخاطئين**[۲۹]

اور حاکم بھی برأت یوسفؑ کا اعلان یوں کرتا ہے: **وشهدشاهدمن اهلهاان كان قميصه قدمن دبر الخ** [۲٦]مصر کی عورتیں تو اس سے بڑھ کر ہر برائی سے برأت یوسف کا اعلان کرتے ہیں''**حاش لله ماعلمناعليه من سوء**'' [۵۱]اور بادشاہ کہتا ہے **انک اليوم لدينامكين امين** [۵۴]اور خود یوسف علیہ السلام کا دعویٰ یہ ہے کہ میں پاک ہوں جیسا کہ مندرج ذیل ایت سے معلوم ہوتا ہے **هى راودتنى عن نفسى** [۲٦]**رب السجن احب الى ممايدعوننى اليه** [۳۳]**ذلک ليعلم انى لم اخنه بالغيب** [۵۲]اور خصم عورتوں کے سامنے یوں اعتراف جرم کرتا ہے **ولقدراودته عن نفسه فاستعصم الخ**[۳۲].

اوراس سے بھی بڑھ کر اقرار جرم ان واضح الفاظ میں کرتا ہے: **الآن حصحص الحق انا راودته عن نفسه** [۵۱]اور اللہ رب العلمین جو سارے کہنے والوں میں سے زیادہ سچا ہے یہ گواہی دے رہے ہیں **كذلک لنصرف عنه السوٓء و الفحشآء** [۲۴]۔

لَوْلَآ أَنْ رَّأَى بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوٓءَ وَالْفَحْشَآءَ

اگر وہ اپنے رب کی نشانی نہ دیکھتے (تو جو ہوتا، ہوتا) یوں اس لئے (کیا گیا) کہ ہم اُن سے برائی اور بے حیائی کو روک دیں

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ

بیشک وہ ہمارے خالص بندوں میں سے تھے۔ اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسف پیچھے زلیخا) اور عورت

قَمِيْصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ ؕ قَالَتْ

نے اُن کا کرتہ پیچھے سے (پکڑ کر جو کھینچا تو) پھاڑ ڈالا اور دونوں کو دروازے کے پاس عورت کا خاوند مل گیا تو عورت بولی کہ

مَا جَزَآءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا إِلَّآ أَنْ يُّسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

جو شخص تمہاری بیوی کیساتھ بُرا ارادہ کرے اُس کی اس کے سوا کیا سزا ہے کہ یا تو قید کیا جائے یا دکھ کا عذاب دیا جائے۔

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا

یوسف نے کہا کہ اسی نے مجھے مائل کرنا چاہا تھا، اور اس کے قبیلے میں سے ایک فیصلہ کرنے والے نے یہ فیصلہ دیا

إِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾

کہ اگر اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہو تو یہ سچی اور یوسف جھوٹا ہے۔

وَإِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا

اور اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہو تو یہ جھوٹی اور وہ سچا ہے۔ جب اس کا کرتہ دیکھا (تو)

رَاٰ قَمِيْصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

پیچھے سے پھٹا تھا (تب اُس نے زلیخا سے کہا) کہ یہ تمہارا ہی فریب ہے اور کچھ شک نہیں کہ تم عورتوں کے فریب بڑے ہوتے ہیں

يُوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْبِكِ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ

یوسف اس بات کا خیال نہ کر اور (زلیخا) تو اپنے گناہ کی بخشش مانگ بیشک

الْخٰطِئِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَةُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا

خطا تیری ہی ہے۔ اور شہر میں عورتیں گفتگو کرنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے

عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾

اور اُس کی محبت اُس کے دل میں گھر کر گئی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ

جب زلیخا نے اُن عورتوں کی (گفتگو جو حقیقت میں دیدارِ یوسف کیلئے ایک) چال (تھی) سنی تو اُن کے پاس (دعوت کا)

وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ

پیغام بھیجا اور اُن کیلئے ایک محفل مرتب کی اور (پھل کاٹنے کیلئے) ہر ایک کو ایک ایک چھری دی اور (یوسف سے) کہا

اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ

کہ ان کے سامنے باہر آؤ جب عورتوں نے ان کو دیکھا تو ان کا رعب (حسن) ان پر (ایسا) چھا گیا کہ

وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾

اپنے ہاتھ کاٹ لیئے اور بے ساختہ بول اٹھیں کہ سبحان اللہ! (یہ حسن) یہ آدمی نہیں کوئی بزرگ فرشتہ ہے

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ

تب زلیخا نے کہا کہ یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی تھیں اور بیشک میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا

فَاسْتَعْصَمَ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

مگر یہ بچا رہا اور اگر یہ وہ کام نہ کرے گا جو میں اُسے کہتی ہوں تو قید کر دیا جائے گا اور ذلیل ہو گا

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ

یوسف نے دعا کی کہ اے رب! جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اُس کی نسبت مجھے قید پسند ہے اور اگر تو مجھ سے اُن کے فریب کو

كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ

نہ ہٹائے گا تو میں اُن کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں داخل ہو جاؤں گا۔تو اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی

فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾

اور اُن سے عورتوں کا مکر دفع کر دیا بیشک وہ سننے (اور) جاننے والا ہے ۔

ثُمَّ بَدَا لَهُم مِّنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾

پھر باوجود اس کے کہ وہ لوگ نشان دیکھ چکے تھے اُن کی رائے یہی ٹھہری کہ کچھ عرصے کیلئے ان کو قید ہی کر دیں ۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ أَحَدُهُمَآ إِنِّیْ أَرَانِیْ

اور اُن کیساتھ دو اور جوان بھی داخلِ زندان ہوئے ، ایک نے اُن میں سے کہا کہ (میں نے خواب دیکھا ہے) دیکھتا (کیا)

أَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ إِنِّیْ أَرَانِیْ أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِیْ

ہوں کہ شراب (کیلئے انگور) نچوڑ رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ (میں نے بھی خواب دیکھا ہے) میں یہ دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر

خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيْلِهٖ ۚ إِنَّا نَرٰكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے میں سے کھا رہے ہیں۔ (تو) ہمیں ان کی تعبیر بتا دیجئے ہم تمہیں نیکوکار دیکھتے ہیں

قَالَ لَا يَأْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيْلِهٖ قَبْلَ أَنْ يَّأْتِيَكُمَا ؕ

یوسف نے کہا کہ جو کھانا تمہیں ملنے والا ہے وہ آنے نہیں پائے گا کہ میں اُس سے پہلے تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ إِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

یہ ان (باتوں) میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائی ہیں، جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے

وَهُم بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآئِیْٓ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْحَاقَ

اور روزِ آخرت سے انکار کرتے ہیں میں اُن کا مذہب چھوڑے ہوئے ہوں ۔ اور اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق

وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

اور یعقوب کے مذہب پر چلتا ہوں، ہمیں شایاں نہیں ہے کہ کسی چیز کو اللہ کیساتھ شریک بنائیں یہ اللہ کا فضل ہے

عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾

ہم پر بھی اور لوگوں پر بھی ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ أَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾

میرے جیل خانے کے رفیقو! بھلا کئی جدا جدا آقا اچھے یا (ایک) اللہ یکتا و غالب ۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ إِلَّآ أَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ أَنْتُمْ وَآبَآؤُكُمْ

جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں،

مَّآ أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ ؕ أَمَرَ

اللہ نے اُن کی کوئی سند نازل نہیں کی (سن رکھو کہ) اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے اُس نے ارشاد فرمایا ہے

أَلَّا تَعْبُدُوْٓا إِلَّآ إِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾

کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّآ أَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ

میرے جیل خانے کے رفیقو! تم میں سے ایک (جو پہلا خواب بیان کرنے والا ہے وہ) تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا

وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّأْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ

اور جو دوسرا ہے وہ سُولی دیا جائے گا اور پرندے اس کا سر کھا جائیں گے۔ جو امر تم مجھ سے پوچھتے تھے

تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ أَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ

وہ فیصل ہو چکا ہے۔ اور دونوں شخصوں میں سے جس کی نسبت خیال کیا کہ وہ رہائی پا جائے گا اُس سے کہا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر بھی کرنا

فَأَنسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ﴿٤٢﴾ وَقَالَ

لیکن شیطان نے اُن کا اپنے آقا سے ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف کئی برس جیل خانے ہی میں رہے۔ اور بادشاہ نے کہا

الْمَلِكُ إِنِّي أَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ

کہ میں (نے خواب دیکھا ہے) دیکھتا (کیا) ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں

وَسَبْعَ سُنبُلٰتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۖ يٰأَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ

اور سات خوشے سبز ہیں اور (سات) خشک۔ اے سردارو! اگر تم خوابوں کی تعبیر دے سکتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ

إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ ﴿٤٣﴾ قَالُوا أَضْغٰثُ أَحْلَامٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ

انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان سے خواب ہیں اور ہمیں

الْأَحْلَامِ بِعٰلِمِينَ ﴿٤٤﴾ وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ

ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔ اب وہ شخص جو دونوں قیدیوں میں سے رہائی پا گیا تھا اور جسے مدت کے بعد وہ بات یاد آ گئی

أَنَا أُنَبِّئُكُم بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ﴿٤٥﴾

بول اٹھا کہ میں آپ کو اس کی تعبیر (لا) بتاتا ہوں مجھے (جیل خانے) جانے کی اجازت دیجئے

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ

(وہ یوسف کے پاس آیا اور کہنے لگا) یوسف اے بڑے سچے (یوسف) ہمیں (اس خواب کی تعبیر) بتایئے کہ سات

بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنبُلٰتٍ خُضْرٍ

موٹی گایوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات خوشے سبز ہیں

وَأُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٤٦﴾

اور سات سوکھے تاکہ میں لوگوں کے پاس واپس جا کر تعبیر بتاؤں عجب نہیں کہ وہ (تمہاری قدر) جانیں

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَأَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ

انہوں نے کہا کہ تم لوگ سات سال متواتر کھیتی کرتے رہو گے تو جو (غلہ) کاٹو تو تھوڑے سے غلے کے سوا

فِيْ سُنْبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ

جو کھانے میں آئے اُسے خوشوں میں ہی رہنے دینا۔ پھر اس کے بعد (خشک سالی کے) سات سخت (سال) آئیں گے

شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾

کہ جو تم نے جمع کر رکھا ہوگا وہ اس سب کو کھا جائیں گے صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا جو تم احتیار سے رکھ چھوڑو گے

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾

پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا کہ خوب مینہ برسے گا اور لوگ اُس میں رس نچوڑیں گے

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ

(یہ تعبیر سن کر) بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس لے آؤ جب قاصد اُن کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ اپنے آقا

فَاسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾

کے پاس واپس جاؤ اور اُن سے پوچھو کہ اُن عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے؟ بیشک میرا رب اُن کے مکروں سے خوب واقف ہے

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ قُلْنَ

بادشاہ نے (عورتوں سے) پوچھا بھلا اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا؟ سب بول اٹھیں

حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ

کہ حاشا للہ ہم نے اُس میں کوئی بُرائی معلوم نہیں کی، عزیز کی عورت نے کہا اب سچی بات

الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾

ظاہر ہو ہی گئی ہے میں نے اُس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا اور وہ بیشک سچا ہے ۔

ذٰلِکَ لِیَعۡلَمَ أَنِّیۡ لَمۡ أَخُنۡہُ بِالۡغَیۡبِ

(یوسف نے کہا کہ میں نے) یہ بات اس لئے (پوچھی ہے) کہ عزیز کو یقین ہو جائے کہ میں نے اُس کی پیٹھ پیچھے اُس کی

وَأَنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ کَیۡدَ الۡخَآئِنِیۡنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا أُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ

(امانت میں) خیانت نہیں کی اور اللہ خیانت کرنے والوں کی تدبیر چلنے نہیں دیتا۔ اور میں اپنے آپ کو پاک صاف نہیں کہتا

إِنَّ النَّفۡسَ لَأَمَّارَۃٌ بِالسُّوۡٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ إِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾

کیونکہ نفس امارہ (انسان کو) بُرائی ہی سکھاتا رہتا ہے مگر یہ کہ میرا رب رحم کرے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے

وَقَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖٓ أَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ فَلَمَّا کَلَّمَہُ قَالَ

بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے میرے پاس لاؤ میں اسے اپنا مصاحبِ خاص بناؤں گا پھر جب ان سے گفتگو کی تو کہا

إِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ أَمِیۡنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡأَرۡضِ

کہ آج سے تم ہمارے ہاں صاحبِ منزلت اور صاحبِ اعتبار ہو۔ (یوسف نے) کہا کہ مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر

إِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾ وَکَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوۡسُفَ فِی الۡأَرۡضِ

دیجئے کیونکہ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف ہوں۔ اس طرح ہم نے یوسف کو ملک (مصر) میں جگہ دی

یَتَبَوَّأُ مِنۡہَا حَیۡثُ یَشَآءُ نُصِیۡبُ بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ وَلَا نُضِیۡعُ أَجۡرَ

اور وہ اس ملک میں جہاں چاہتے تھے رہتے تھے۔ ہم اپنی رحمت جس پر چاہتے ہیں کرتے ہیں اور نیکوکاروں کے اجر کو ضائع

الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۶﴾ وَلَأَجۡرُ الۡآخِرَۃِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ آمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾

نہیں کرتے ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے اُن کیلئے آخرت کا اجر بہت بہتر ہے ۔

وَجَآءَ إِخۡوَۃُ یُوۡسُفَ فَدَخَلُوۡا عَلَیۡہِ فَعَرَفَہُمۡ وَہُمۡ لَہُ مُنۡکِرُوۡنَ ﴿۵۸﴾

اور یوسف کے بھائی آئے تو یوسف کے پاس گئے تو یوسف نے انہیں پہچان لیا اور وہ ان کو پہچان نہ سکے

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ

جب یوسف نے اُن کیلئے ان کا سامان تیار کر دیا تو کہا کہ (پھر آنا تو) جو باپ کی طرف سے تمہارا ایک اور بھائی ہے

أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿۵۹﴾

اُسے بھی میرے پاس لیتے آنا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں ناپ بھی پوری پوری دیتا ہوں اور مہمان نوازی بھی خوب کرتا ہوں

فَإِنْ لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿۶۰﴾

اور اگر تم اُسے میرے پاس نہ لاؤ گے تو نہ تمہیں میرے ہاں سے غلہ ملے گا اور نہ تم میرے پاس ہی آ سکو گے

قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿۶۱﴾

اُنہوں نے کہا کہ ہم اس کے بارے میں اس کے والد سے تذکرہ کریں گے اور ہم (یہ کام) کر کے رہیں گے۔

وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ

اور (یوسف نے) اپنے خدام سے کہا کہ ان کا سرمایہ (یعنی غلے کی قیمت) اُن کے سامان میں رکھ دو عجب نہیں کہ جب یہ

يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ

اپنے اہل وعیال میں جائیں تو اُسے پہچان لیں (اور) عجب نہیں کہ یہ پھر یہاں آئیں۔ جب وہ اپنے باپ کے پاس

أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ

واپس گئے تو کہنے لگے کہ ابا (جب تک ہم بنیامین کو ساتھ نہ لے جائیں) ہمارے لئے غلے کی بندش کر دی گئی ہے

فَأَرْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿۶۳﴾ قَالَ

تو ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے تاکہ ہم پھر غلہ لائیں اور ہم اُس کے نگہبان ہیں۔ (یعقوب نے) کہا

هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنْتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا

کہ میں اُس کے بارے میں تمہارا اعتبار نہیں کرتا مگر ویسا ہی جیسا پہلے اُس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا سو اللہ ہی بہتر نگہبان

وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ

ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ۔ اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو دیکھا کہ اُن کا سرمایہ

رُدَّتْ اِلَیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِیْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا

اُن کو واپس کر دیا گیا ہے کہنے لگے کہ ابا ہمیں (اور) کیا چاہیئے (دیکھئے) یہ ہماری پونجی بھی ہمیں واپس کر دی گئی ہے اب ہم

وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَیْلَ بَعِیْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَیْلٌ یَّسِیْرٌ ﴿۶۵﴾

اپنے اہل وعیال کیلئے پھر غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی نگہبانی کریں گے اور ایک اونٹ بھر غلہ زیادہ لائیں گے (کہ) یہ غلہ (جو ہم لائے ہیں) تھوڑا ہے

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ

(یعقوب نے) کہا کہ جب تک تم اللہ کا عہد نہ دو کہ اس کو میرے پاس (صحیح وسالم) لے آؤ گے میں اُسے ہرگز تمہارے

اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ

ساتھ نہیں بھیجنے کا مگر یہ کہ تم گھیر لئے جاؤ جب انہوں نے ان سے عہد کر لیا تو (یعقوب

اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ

نے) کہا کہ جو قول و اقرار ہم کر رہے ہیں اس کا اللہ ضامن ہے ۔ اور ہدایت کی کہ اے بچو! ایک ہی دروازے میں سے داخل نہ ہونا

وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ

بلکہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا اور میں اللہ کی تقدیر تو تم سے روک نہیں سکتا

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾

(بیشک) حکم اُسی کا ہے میں اُسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اہلِ توکل کو اُسی پر بھروسا رکھنا چاہیئے ۔[3]

---

[3] آیت مذکورہ میں برادران کا یوسف علیہ السلام کے چھوٹے بھائی کو ساتھ لے کر دوسری مرتبہ سفر مصر کا

ذکر ہے، اس وقت یعقوب علیہ السلام نے ان کو شہر مصر میں داخل ہونے کے لئے ایک خاص وصیت یہ فرمائی کہ اب تم گیارہ بھائی وہاں جا رہے ہو، تو شہر کے ایک ہی دروازہ سے سب داخل نہ ہونا، بلکہ شہر کے پاس پہنچ کر متفرق ہو جانا اور شہر کے مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ سبب اس وصیت کا یہ اندیشہ تھا کہ یہ سب نوجوان اور ماشاء اللہ صحت مند، قدآور، صاحب جمال اور صاحب وجاہت ہیں، ایسا نہ ہو کہ جب لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ یہ سب ایک ہی باپ کی اولاد اور بھائی بھائی ہیں، تو کسی بدنظر کی نظر لگ جائے، جس سے ان کو کوئی تکلیف پہنچے، یا اجتماعی طور سے داخل ہونے کی وجہ سے کچھ لوگ حسد کرنے لگیں، اور تکلیف پہنچائیں، یعقوب علیہ السلام نے ان کو یہ وصیت پہلی مرتبہ نہیں کی، اس دوسرے سفر کے موقع پر فرمائی، اس کی وجہ غالبا یہ ہے کہ پہلی مرتبہ تو یہ لوگ مصر میں مسافرانہ اور شکستہ حالت میں داخل ہوئے تھے، نہ کوئی ان کو پہچانتا تھا نہ کسی سے ان کے حال پر زیادہ توجہ دینے کا خطرہ تھا، مگر پہلے ہی سفر میں شاہ مصر نے ان کا غیر معمولی اکرام کیا، جن سے عام ارکان دولت اور شہر کے لوگوں میں تعارف ہو گیا، تو اب یہ خطرہ قوی ہو گیا کہ کسی کی نظر لگ جائے یا سب کو ایک باشوکت جماعت سمجھ کر کچھ لوگ حسد کرنے لگیں۔ نیز اس مرتبہ بنیامین چھوٹے بیٹے کا ساتھ ہونا بھی والد کے لئے اور زیادہ توجہ دینے کا سبب ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی نظر لگ جانا اور اس سے کسی دوسرے انسان یا جانور وغیرہ کو تکلیف ہو جانا یا نقصان پہنچ جانا حق ہے، محض جاہلانہ وہم وخیال نہیں اسی لئے یعقوب علیہ السلام کو اس کی فکر ہوئی رسول کریم ﷺ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی ہے جو کہ حدیث ابن عباسؓ میں ہے: **عن النبی ﷺ قال العین حق، ولو کان شیء سابق القدر سبقته العین، فاذا استغسلتم فاغسلوا (رواہ مسلم ۲۱۸۸/۵۲، والترمذی: ۲۰۶۲)**. ایک روایت اسماء بنت عمیسؓ سے ہے: **قالت یارسول الله ان ولد جعفر تسرع الیهم العین افاسترقی لهم؟ قال نعم فانه لوکان شیئ سابق القدر لسبقته العین۔**

وعن جابر قال قال رسول الله ﷺ ان العین لتدخل الرجل القبر وتدخل الجمل القدر (مسند الشهاب: ۱۰۵۷) یعنی حاصل یہ ہے کہ نظر بد انسان کو قبر میں اور اونٹ کو ہانڈیوں میں داخل کر دیتی ہے، اسی لئے رسول کریم ﷺ نے جن چیزوں سے پناہ مانگی، اور امت کو پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی ہے، ان میں "**من کل عین لامة**"

بھی مذکور ہے،یعنی میں پناہ مانگتا ہوں نظر بد سے۔قرطبی۔

سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ:ان رسول اللہ ﷺ خرج وساروا معه نحو مكة حتى اذا كانوا بشعب الخرار من الجحفة، اغتسل سهل بن حنيف، وكان رجلا ابيض حسن الجسم و الجلد،فنظر اليه عامر بن ربيعة اخو بني عدي بن كعب ،وهو يغتسل فقال مارأيت كاليوم ولا جلد مخبأة، فلبط بسهل، فاتي رسول الله ﷺ،فقيل له يارسول الله هل لک في سهل، والله مايرفع رأسه وما يفيق ،قال هل تتهمون فيه من احد؟قالوا نظر اليه عامر بن ربيعة، فدعا رسول الله ﷺ عامرا فتغيظ عليه، وقال علام يقتل احدكم اخاه ؟هلا اذا رأيت مايعجبک برّكت ؟ثم قال له اغتسل له، فغسل وجهه ويديه ومرفقيه وركبتيه واطراف رجليه وداخلة ازاره في قدح، ثم صب ذلک الماء عليه، يصبه رجل على رأسه وظهره من خلفه ،ثم يكفئ القدح ورائه ،ففعل به ذلک فراح سهل مع الناس ليس به بأس .مسنداحمد:۲۵۵/۲۵،وابن ماجةرقم: ۳۵۰۹ ،

صحابہ کرام میں سہل بن حنیف کا واقعہ معروف ہے کہ انہوں نے ایک موقع پرغسل کرنے کے لئے کپڑے اتارے تو ان کے سفید رنگ تندرست بدن پر عامر بن ربیعہ کی نظر پڑ گئی ،اوران کے زبان سے نکلا کہ میں نے آج تک اتنا حسین بدن کسی کا نہیں دیکھا، یہ کہنا تھا کہ فوراً سہل بن حنیف کو سخت بخار چڑھ گیا،رسول اللہ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے یہ علاج تجویز کیا، کہ عامر بن ربیعہ کو حکم دیا کہ وہ وضوء کریں،اور وضوء کا پانی کسی برتن میں جمع کریں ، یہ پانی سہل بن حنیف کے بدن پر ڈالا جائے، ایسا ہی کیا گیا تو فوراً بخار اتر گیا، اور وہ بالکل تندرست ہوکر جس مہم پر رسول پاک ﷺ کے ساتھ جارہے تھے اس پر روانہ ہوگئے ،اس واقعہ میں آپ ﷺ نے عامر بن ربیعہ کو یہ تنبیہ بھی فرمائی ''کہ'' کوئی شخص اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے تم نے ایسا کیوں نہ کیا؟ کہ جب ان کا بدن تمہیں خوب نظر آیا تو برکت کی دعا کر لیتے ،نظر کا اثر ہوجانا حق ہے ۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو کسی دوسرے کی جان و مال میں کوئی اچھی بات تعجب انگیز نظر آئے تو اس کو چاہئے کہ اس کے واسطے یہ دعا کریں: کہ اللہ تعالی اس میں برکت عطا فرماویں۔



وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ

اور جب وہ ان مقامات سے داخل ہوئے جہاں سے (داخل ہونے کیلئے) باپ نے اُن سے کہا تھا

مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ

تو وہ تدبیر اللہ کے حکم کو ذرا بھی ٹال نہیں سکتی تھی ہاں وہ یعقوب کے دل کی خواہش تھی

قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾

جو انہوں نے پوری کی تھی اور بیشک وہ صاحبِ علم تھے کیونکہ ہم نے ان کو علم سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ

اور جب وہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے حقیقی بھائی کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ میں تمہارا بھائی ہوں

فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ

جو سلوک یہ (ہمارے ساتھ) کرتے رہے ہیں اُس پر افسوس نہ کرنا۔ جب ان کا اسباب تیار کر دیا

جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿٧٠﴾

تو اپنے بھائی کے سامان میں برتن رکھ دیا پھر ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ اے قافلے والو! تم تو چور ہو

قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ

وہ اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز کھو گئی ہے؟ وہ بولے کہ بادشاہ (کے پانی پینے) کا برتن کھو گیا ہے

وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ

اور جو شخص اُس کو لے آئے اس کیلئے ایک اونٹ بھر غلہ (انعام) اور میں اس کا ضامن ہوں ۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم تمہیں

عَلِمْتُم مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿٧٣﴾

معلوم ہے کہ ہم (اس) ملک میں اس لئے نہیں آئے کہ خرابی کریں اور نہ ہم چوری کیا کرتے ہیں ۔

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهُ مَنْ وُّجِدَ فِيْ

بولے کہ اگر تم جھوٹے نکلے تو اُس کی سزا کیا ہے؟ ۔ انہوں نے کہا کہ اُس کی سزا یہ کہ جس کے

رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهُ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾

سامان میں وہ دستیاب ہو وہی اُس کا بدل قرار دیا جائے، ہم ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں ۔

فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ أَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ أَخِيْهِ

پھر یوسف نے اپنے بھائی کے سامان سے پہلے اُن کے سامان کو دیکھنا شروع کیا پھر اپنے بھائی کے سامان میں سے اُس کو نکال لیا

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ إِلَّآ أَنْ

اس طرح ہم نے یوسف کیلئے تدبیر کی (ورنہ) وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق مشیّت الٰہی کے سوا

يَّشَآءَ اللّٰهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾

اپنے بھائی کونہیں لے سکتے تھے۔ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں اور ہرعلم والے سے دوسراعلم والا بڑھ کر ہے[4]

---

[4] آیات مذکورہ میں اس کا بیان ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس روکنے کا یہ حیلہ اورتدبیراختیار کی ، کہ جب سب بھائیوں کوقاعدہ کے موافق غلہ دیا گیا،تو ہر بھائی کا غلہ ایک مستقل اونٹ پر علیحدہ علیحدہ نام بنام بار کیا گیا، بنیامین کے لئے جوغلہ اونٹ پر لادا گیااس میں ایک برتن چھپادیا گیااس برتن کوقرآن کریم نے ایک جگہ بلفظ ''سقاية ''اوردوسرے جگہ '' صواع الملک ''کےالفاظ سےتعبیرکیا ہے۔

''سقایہ'' کے معنی پانی پینے کا برتن اورصواع بھی اسی طرح کے برتن کو کہتے ہیں، اس کوملک کی طرف منسوب کرنے سے اتنی بات اورمعلوم ہوئی کہ یہ برتن کوئی خاص قیمت اورحیثیت رکھتا تھا۔بعض روایات میں ہے کہ زبرجد کا بناہواتھا،بعض نے سونے کا،اوربعض نے چاندی کا بتلایاہے، بہرحال یہ برتن جوبنیامین کے سامان میں چھپادیا گیا تھاخاصا قیمتی برتن ہونے کےعلاوہ شاہ مصر سےکوئی اختصاص بھی رکھتا تھا،خواہ یہ کہ وہ خوداس کواستعمال کرتے تھے یا یہ کہ بادشاہ نے بامرخوداس برتن کوغلہ ناپنے کا پیمانہ بنادیا تھا۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿۷۰﴾ یعنی کچھ دیر بعد ایک منادی نے پکارا، اے قافلہ والو تم چور ہو۔

یہاں لفظ "ثم" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منادی فوراً ہی نہیں کی گئی، بلکہ کچھ مہلت دی گئی، یہاں تک کہ قافلہ روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد یہ منادی کی گئی تا کہ کسی کو جعلسازی کا شبہ نہ ہو جائے، بہر حال اس منادی کرنے والے نے برادران یوسفؑ کے قافلہ کو چور قرار دیدیا۔ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ﴿۷۱﴾ یعنی برادان یوسف علیہ السلام منادی کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تم ہمیں چور بنا رہے ہو یہ تو کہو کہ تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے؟۔

قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿۷۲﴾ منادی نے کہا کہ بادشاہ کا صواع یعنی برتن گم ہو گیا ہے اور جو شخص اس کو کہیں سے برامد کرے گا اس کو ایک اونٹ بھر غلہ انعام ملے گا۔ اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

یہاں ایک سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روکنے کا یہ حیلہ کیوں کیا؟ جبکہ ان کو معلوم تھا کہ والد ماجد پر خودان کی مفارقت کا صدمہ نا قابل برداشت تھا، اب دوسرے بھائی کو روک کر ان کو دوسرا صدمہ دینا کیسے گوارا کیا؟ دوسرا سوال اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ بے گناہ بھائیوں پر گناہ کا الزام لگانا اور اس کے لئے یہ جعلسازی کہ ان کے سامان میں خفیہ طور سے کوئی چیز رکھ دی، اور پھر اعلانیہ ان کی رسوائی ظاہر ہو۔ یہ سب کام نا جائز ہیں، اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام نے ان کو کیسے گورا کیا۔

بعض مفسرین قرطبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب بنیامین نے یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا اور وہ مطمئن ہو گئے، تو بھائی سے یہ درخواست کی کہ اب آپ مجھے ان بھائیوں کے ساتھ واپس نہ بھیجئے، مجھے اپنے پاس رکھیے، یوسف علیہ السلام نے اول یہی عذر کیا، کہ اگر تم یہاں رک گئے تو والد کو صدمہ شدید ہوگا، دوسرے تمہیں اپنے پاس روکنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ میں تم پر چوری کا الزام لگاؤں، اور اس الزام میں گرفتار کر کے اپنے پاس رکھ لوں، بنیامین ان بھائیوں کی معاشرت سے کچھ ایسے دل تنگ تھے کہ ان سب باتوں کے لئے تیار ہو گئے۔

لیکن اگر یہ واقعہ صحیح بھی ہو تو والد کی دل آزاری اور سب بھائیوں کی رسوائی اور ان کو چور کہنا صرف بنیامین کے راضی ہو جانے سے تو جائز نہیں ہو سکتا، اور بعض علماء کی یہ توجیہ کہ منادی کا ان کو چور کہنا یوسف علیہ السلام کے علم واجازت سے نہ ہوگا، ایک بے دلیل دعوی اور صورت واقعہ کے لحاظ سے بے جوڑ بات ہے، اسی طرح یہ تاویل کہ ان بھائیوں نے

یوسف علیہ السلام کو والد سے چرایا اور فروخت کیا تھا اس لئے ان کو چور کہا گیا، یہ بھی ایک تاویل ہے، اس لئے ان سب سوالوں کا صحیح جواب وہی ہے جو قرطبی اور مظہری وغیرہ نے دیا ہے، کہ اس واقعہ میں جو کچھ کیا گیا ہے وہ نہ بنیامین کی خواہش کا نتیجہ تھا، نہ یوسف علیہ السلام کی اپنی تجویز کا، بلکہ یہ سب کام بامر الٰہی اسی کی حکمت بالغہ کے مظاہر تھے۔ جن میں یعقوب علیہ السلام کے ابتلاء وامتحان کی تکمیل ہورہی تھی، اس جواب کی طرف خود قران کی اس آیت میں اشارہ موجود ہے۔ ''کذالک کدنالیوسف ''یعنی ہم نے اسی طرح تدبیر کی یوسف علیہ السلام کے لئے اپنے بھائی کو روکنے کی۔

اس ایت میں واضح طور پر اس حیلہ وتدبیر کو حق تعالی نے اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ سب کام جب کہ بامر الٰہی ہوئے، تو ان کو ناجائز کہنے کے کوئی معنی نہیں رہتے ان کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسے موسٰی اور خضر علیہما السلام کے واقعہ میں کشتی توڑنا، لڑکے کو قتل کرنا وغیرہ، جو بظاہر گناہ تھے اسی لئے موسٰی علیہ السلام نے ان پر نکیر کیا، مگر خضر علیہ السلام یہ سب کام باذن الٰہی خاص مصالح کے تحت کر رہے تھے، اس لئے ان کا کوئی گناہ نہ تھا۔

﴿كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ إِلَّآ أَن يَشَاءَ اللهُ﴾ اسی طرح ہم نے تدبیر کی یوسفؑ کے لئے، وہ اپنے بھائی کو شاہ مصر کے قانون کے ماتحت گرفتار نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ مصر کا قانون چور کے متعلق یہ تھا کہ چور کو مار پیٹ کی سزا دیجائے اور مال مسروقہ سے دوگنی قیمت وصول کر کے چھوڑ دیا جائے، مگر انہوں نے یہاں برادران یوسف ہی سے چور کا حکم شریعت یعقوبی کے مطابق دریافت کرلیا تھا، اس کی رو سے بنیامین کو اپنے پاس روک لینا صحیح ہوگیا۔ اس طرح اللہ تعالی کی حکمت ومشیت سے یوسف علیہ السلام کی یہ مراد بھی پوری ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی شرعی مسئلہ حد کی بناء پر معاملہ کی صورت میں کوئی ایسی تبدیلی اختیار کرنا جس سے احکام بدل ہوجائیں جس کو فقہاء کی اصطلاح میں حیلہ شرعیہ کہا جاتا ہے یہ شرعا جائز ہے، شرط یہ ہے کہ اس سے شرعی احکام کا ابطال لازم نہ اتا ہو۔ ورنہ ایسے حیلے باتفاق فقہاء حرام ہیں جیسے زکوۃ سے بچنے کے لئے کوئی حیلہ کرنا یا رمضان سے پہلے کوئی غیر ضروری سفر صرف اس لئے اختیار کرنا کہ روزہ نہ رکھنے کی گنجائش نکل آئے، یہ باتفاق حرام ہے، ایسے ہی حیلے کرنے پر بعض اقوام پر عذاب الٰہی آیا ہے، اور رسول کریم ﷺ نے ایسے حیلوں سے منع فرمایا ہے، اور باتفاق امت حرام ہیں، ان پر عمل کرنے الٰہی سے کوئی کام جائز نہیں ہوجاتا بلکہ دوہرا گناہ لازم آتا ہے، ایک تو اصل ناجائز کام کا، دوسرے یہ ناجائز حیلہ جو ایک حیثیت سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ چالبازی کا مرادف ہے اسی طرح کے حیلوں کے ناجائز ہونے کو امام بخاریؒ نے کتاب الحیل میں ثابت کیا ہے۔ اور ابن تیمیہؒ نے فتاوی کبریٰ میں تفصیلی بحث لکھی ہے مزید وضاحت کے لئے اس کو مراجعہ کریں۔

قَالُوْا إِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهُ مِنْ قَبْلُ فَأَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ

(برادرانِ یوسف نے) کہا کہ اگر اُس نے چوری کی ہو تو (کچھ عجب نہیں کہ) اُس کے ایک بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی

وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ أَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا

۔ یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں مخفی رکھا اور اُن پر ظاہر نہ ہونے دیا (اور) کہا کہ تم بڑے بدقماش ہو اور جو تم

تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا يٰٓأَيُّهَا الْعَزِيْزُ إِنَّ لَهٗ أَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا

بیان کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ اے عزیز! اس کے والد بہت بوڑھے ہیں (اور اس سے بہت محبت

فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهٗ إِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

رکھتے ہیں) تو (اس کو چھوڑ دیجئے اور) اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ احسان کرنے والے ہیں

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ نَّأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ إِنَّآ إِذًا

(یوسف نے) کہا کہ اللہ پناہ میں رکھے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اُس کے سوا کسی اور کو پکڑ لیں

لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا قَالَ كَبِيْرُهُمْ

ایسا کریں تو ہم بڑے بے انصاف ہیں۔ جب وہ اس سے ناامید ہو گئے تو الگ ہو کر صلاح کرنے لگے، سب سے بڑے نے کہا

أَلَمْ تَعْلَمُوْا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ

کہ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کا عہد لیا ہے اور اس سے پہلے بھی تم یوسف کے بارے میں قصور کر چکے

فِيْ يُوْسُفَ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتّٰى يَأْذَنَ لِيْٓ أَبِيْٓ أَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ

ہو تو جب تک والد صاحب مجھے حکم نہ دیں میں تو اس جگہ سے نہ ٹلوں گا یا اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی اور تدبیر کرے

وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْٓا إِلٰٓى أَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓأَبَانَآ إِنَّ

اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ تم سب والد صاحب کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپ کے صاحبزادے نے (وہاں جا

ابْــنَکَ سَــرَقَ وَمَــا شَهِــدْنَــا إِلَّا بِــمَــا عَــلِـمْـنَــا

کر) چوری کی اور ہم نے تو اپنی دانست کے مطابق آپ سے (اس کو لے آنے کا) عہد کیا تھا مگر ہم غیب (کی باتوں) کے

وَمَـا كُنَّـا لِلْغَيْـبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـئَلِ الْقَـرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا

(جاننے اور) یاد رکھنے والے تو نہیں تھے۔ اور جس بستی میں ہم (ٹھہرے) تھے وہاں سے (یعنی اہلِ مصر سے)

وَالْـعِيْـرَ الَّتِـيْ أَقْبَـلْـنَـا فِيْهَـا وَإِنَّـا لَـصٰـدِقُـوْنَ ﴿۸۲﴾

اور جس قافلے میں آئے ہیں اس سے دریافت کر لیجئے اور ہم (اس بیان میں) بالکل سچے ہیں۔ (جب انہوں نے یہ بات

قَــالَ بَـلْ سَـوَّلَـتْ لَـكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْـرًا ؕ فَـصَبْـرٌ جَمِيْلٌ ؕ

یعقوب سے آکر کہی تو) انہوں نے کہا کہ بلکہ یہ بات تم نے اپنے دل سے بنا لی ہے تو صبر ہی بہتر ہے

عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّـأْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا إِنَّـهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾

امید ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے بیشک وہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔

وَتَـوَلّٰـى عَـنْهُـمْ وَقَـالَ يٰٓـاَسَـفٰـى عَـلٰـى يُـوْسُفَ

پھر اُن کے پاس سے چلے گئے اور کہنے لگے کہ ہائے افسوس یوسف (ہائے افسوس) اور رنج والم میں (اس قدر روئے کہ)

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰـهُ مِنَ الْـحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَـالُوْا تَـاللّٰهِ تَفْتَؤُا

ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور ان کا دل غم سے بھر رہا تھا۔ بیٹے کہنے لگے کہ واللہ! اگر آپ یوسف کو اسی طرح

تَـذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًـا أَوْ تَـكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾

یاد کرتے رہے تو یا تو بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دیدیں گے۔

قَـالَ إِنَّمَا أَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْ إِلَى اللّٰهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے رنج وغم کا اظہار اللہ ہی سے کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَأَخِيْهِ وَلَا تَيْأَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ

بیٹا (یوں کرو کہ ایک دفعہ پھر) جاؤ اور یوسف اور اُس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو

إِنَّهُ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٧﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ

کہ اللہ کی رحمت سے بے ایمان لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں ۔ جب وہ یوسف کے پاس گئے

قَالُوْا يٰٓأَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ

تو کہنے لگے کہ اے عزیز! ہمیں اور ہمارے اہل وعیال کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے اور ہم تھوڑا سا سرمایہ لائے ہیں

فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿٨٨﴾ قَالَ

آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا غلہ دیجئے اور خیرات کیجئے کہ اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے (یوسف نے)

هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَأَخِيْهِ إِذْ أَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿٨٩﴾

کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ جب تم نادانی میں پھنسے ہوئے تھے تو تم نے یوسف اور اُس کے بھائی کیساتھ کیا کیا تھا؟

قَالُوْٓا أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوْسُفُ قَالَ أَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَا أَخِيْ

وہ بولے کیا تم یوسف ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا

قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٠﴾

بھائی ہے اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے جو شخص اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا ۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿٩١﴾ قَالَ

وہ بولے کہ اللہ کی قسم! اللہ نے تمہیں ہم پر فضیلت بخشی ہے اور بیشک ہم خطا کار تھے ۔ (یوسف نے) کہا

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٩٢﴾

کہ آج کے دن (سے) تم پر کچھ عتاب (وملامت) نہیں ہے اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے ۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ
یہ میرا کرتہ لے جاؤ اور اُسے والد صاحب کے منہ پر ڈال دو، وہ بینا ہو جائیں گے

وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ
اور اپنے تمام اہل وعیال کو میرے پاس لے آؤ۔ اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو اُن کے والد کہنے لگے

اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ
کہ اگر مجھ کو یہ نہ کہو کہ (بوڑھا) بہک گیا ہے تو مجھے تو یوسف کی بُو آ رہی ہے۔ وہ بولے کہ واللہ!

اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى
آپ اُسی قدیم محبت میں (مبتلا) ہیں۔ جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا تو کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈال دیا

وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا
اور وہ بینا ہو گئے (اور بیٹوں سے) کہنے لگے کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ﴿۹۷﴾
نہیں جانتے ۔[5] بیٹوں نے کہا کہ ابا ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی مغفرت مانگئے بیشک ہم خطا کار تھے ۔

---

[5] ان آیات کا خلاصہ بزبان سعدی:۔

یکے پرسیدازاں گم کردہ فرزند — کہ اے روشن گہر پیرخردمند
زمصرش بوئے پیراہن شنیدی — چرادرچاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال مابرق جہان ست — دمے پیداودیگردم نہان ست
گہے برطارم اعلیٰ نشینم — گہے برپشت پائے خودنہ بینم =

قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٩٨﴾

انہوں نے کہا کہ میں اپنے رب سے تمہارے لئے بخشش مانگوں گا بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ

جب (یہ سب لوگ) یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ مصر میں داخل ہو جائیے

إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ج

اللہ نے چاہا تو خاطر جمع سے رہئیے گا ۔ اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور سب یوسف کے آگے سجدے میں گر پڑے

وَقَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا

(اُس وقت) یوسف نے کہا کہ ابا جان یہ میرے اُس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے (بچپن میں) دیکھا تھا میرے رب

رَبِّي حَقًّا ط وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ

نے اُسے سچ کر دیا اور اُس نے مجھ پر (بہت سے) احسانات کئے ہیں کہ مجھے جیل خانے سے نکالا

وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي

اور اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا، آپ کو گاؤں سے یہاں لایا۔

=ایک شخص نے یعقوب علیہ السلام سے دریافت کیا، کہ اے روشن ذات عقل مند، پیر، یہ کیا بات تھی کہ مصر سے یوسف علیہ السلام کے قمیص کی بو آپ نے سونگھ لی، لیکن کنعان کے کنوئیں میں جو آپ سے زیادہ دور نہیں تھا آپ یوسف علیہ السلام کو نہ دیکھ سکے۔ یعقوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کہ ہمارے احوال کوندنے والی بجلی کی طرح ہیں، ایک سانس میں ظاہر اور دوسرے سانس میں پوشیدہ ہو جاتے ہیں، کبھی ہم اونچی اٹاری میں بیٹھتے ہیں، یعنی مقامات عالیہ حاصل کر لیتے ہیں، اور عرش تک کی خبر لے آتے ہیں اور کبھی اپنے پاؤں کی پشت بھی نہیں دیکھ سکتے، عروج ہوتا ہے تو ایسا، اور نزول ہوتا ہے تو ایسا۔ (گلستان: ١١٩)۔

إِنَّ رَبِّی لَطِیفٌ لِّمَا یَشَآءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِیمُ الْحَکِیمُ ﴿١٠٠﴾

بیشک میرا رب جوچاہتا ہے تدبیر سے کرتا ہے۔ وہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔

رَبِّ قَدْ آتَیْتَنِی مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِی مِنْ تَأْوِیلِ الْأَحَادِیثِ

اے میرے رب! تو نے مجھے حکومت دی اور خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا

فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِیّ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ

، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے

تَوَفَّنِی مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِی بِالصّٰلِحِینَ ﴿١٠١﴾

تو مجھے (دنیا سے) اپنی اطاعت (کی حالت) میں اٹھانا اور (آخرت میں) اپنے نیک بندوں میں داخل کرنا

ذٰلِکَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوحِیهِ إِلَیْکَ وَمَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوٓا

یہ اخبارِ غیب میں سے ہیں جو ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں[6] اور جب برادرانِ یوسف نے اپنی بات پر اتفاق

---

[6] ''یہ سب کچھ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کو وحی کے ذریعہ بتلاتے ہیں'' یہی مضمون تقریباً انہیں الفاظ کے ساتھ سورۂ ال عمران آیت ۴۴، میں مریم کے قصہ میں آیا ہے: ذٰلِکَ مِنْ أَنبَاء الْغَیْبِ نُوحِیهِ إِلَیْکَ اور سورۂ ھود کی ایت ۴۸، میں نوح علیہ السلام کے واقعہ سے متعلق آیا ہے: تِلْکَ مِنْ أَنبَاء الْغَیْبِ نُوحِیهَا إِلَیْکَ، ان ایتوں سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ حق تعالی اپنے انبیاء علیہم السلام کو بہت سی غیب کی خبروں پر بذریعہ وحی مطلع کر دیتے ہیں، خصوصا ہمارے رسول سید الرسل ﷺ کو ان غیب کی خبروں کا خاص حصہ عطا فرمایا ہے جو تمام انبیاء سابقین سے زیادہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے امت کو قیامت تک ہونے والے بہت سے واقعات کا تفصیل یا اجمال سے پتہ دیا ہے۔ کتب حدیث میں کتاب الفتن کی تمام حدیثیں اس سے بھری ہوئی ہیں، عوام الناس چونکہ علم غیب صرف اسی کو جانتے ہیں کہ کوئی شخص غیب کی خبروں سے کسی طرح واقف ہو جائے، اور یہ وصف رسول کریم ﷺ میں بدرجہ =

أَمْــرَهُــمْ وَهُــمْ يَــمْكُــرُوْنَ ۝١٠٢ وَمَــا أَكْثَــرُ الـنَّــاسِ وَلَوْ حَـرَصْـتَ

کیا تھا اور وہ فریب کر رہے تھے تو تم اُن کے پاس تو نہ تھے ۔ اور بہت سے آدمی گو تم (کتنی ہی) خواہش کرو

بِمُؤْمِنِيْنَ ۝١٠٣ وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝١٠٤

ایمان لانے والے نہیں ہیں ۔ اور تم ان سے اس کا کچھ صلہ بھی تو نہیں مانگتے ۔ یہ قرآن اور کچھ نہیں تمام عالم کیلئے نصیحت ہے

وَكَـأَيِّـنْ مِّـنْ آيَةٍ فِـى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝١٠٥

اور آسمان و زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن پر یہ گزرتے ہیں اور اُن سے اعراض کرتے ہیں ۔

وَمَـا يُـؤْمِـنُ أَكْثَـرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝١٠٦ أَفَـأَمِـنُوْا أَنْ تَأْتِيَهُمْ

اور یہ اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر (اس کیساتھ) شرک کرتے ہیں ۔ کیا یہ اس (بات) سے بے خوف ہیں

غَـاشِيَةٌ مِّـنْ عَـذَابِ اللّٰهِ أَوْ تَـأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝١٠٧

کہ اُن پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر اُن کو ڈھانپ لے یا اُن پر ناگہاں قیامت آ جائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو

=اتم موجود ہے، اس لئے خیال کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ عالم الغیب تھے، مگر قرآن کریم نے صاف لفظوں میں اعلان فرمادیا ہے۔

لایعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الااللہ (نمل: ۶۵) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم الغیب سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ علم غیب اللہ جل شانہ کی صفت خاصہ ہے اس میں کسی رسول یا فرشتہ کو شریک سمجھنا ان کو اللہ کے برابر بنانا عیسائیوں کا عمل ہے۔ جو رسول کو اللہ کا بیٹا اور اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں۔ قران کریم کی مذکورہ ایتوں سے معاملہ کی پوری حقیقت واضح ہوگئی، کہ علم غیب تو صرف اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔ اور عالم الغیب صرف اللہ جل شانہ ہی ہیں، البتہ غیب کی بہت سی خبریں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بذریعہ وحی بتلا دیتے ہیں۔ یہ قران کریم کی اصطلاح میں علم غیب نہیں کہلاتا اور عوام چونکہ اس باریک فرق کو نہیں سمجھتے تو غیب کی خبروں ہی کو علم غیب کہہ دیتے ہیں۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا

کہہ دو میرا رستہ تو یہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں (از روئے یقین و برہان) سمجھ بوجھ کر میں بھی (لوگوں کو اللہ کی طرف

وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ

بلاتا ہوں) اور میرے پیرو بھی اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اور ہم نے تم سے

قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے، کیا ان لوگوں نے ملک میں سیر

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ

(وسیاحت) نہیں کی کہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے اُن کا انجام کیا ہوا اور متقیوں کیلئے آخرت کا گھر بہت اچھا ہے

لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا

کیا تم نہیں سمجھتے؟ ۔ یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہو گئے (قوم سے) اور انہوں نے خیال کیا کہ

اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا

وہ سچے نہ نکلے تو ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی پھر جسے ہم نے چاہا بچا دیا اور ہمارا عذاب (اتر

عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ

کر) گنہگار لوگوں سے پھرا نہیں کرتا ۔[7] ان کے قصے میں عقلمندوں کیلئے عبرت ہے۔

---

[7] یہ ایت قران کریم کے اہم مشکلات میں سے ہے اشکال کے تین مواضع ہیں۔(۱) ''حتی'' کا متعلق (۲) ''یئس'' کا معنی (۳) ''ظنوا'' کے ضمیر کا مرجع [۱] حتی کا متعلق ''فترا خانصرھم'' مقدر ہے۔[۲] ''یئس'' کے دو ترجمے ہیں ۱۔ ''یئس'' ناامیدی کفار کے ایمان سے نہ کہ باری تعالی کی رحمت سے ناامیدی، جو کہ کفر ہے ۲۔ اگر ''یأس'' اللہ کی رحمت سے ہو تو اس سے مراد یأس طبعی غیر ارادی ہے۔(۳) لفظ ''کذبوا'' میں چار احتمالات ہیں: ۱۔ مشدد =

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ

یہ (قرآن) ایسی بات نہیں ہے جو (اپنے دل سے) بنائی گئی ہو بلکہ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں اُن کی

وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

تصدیق (کرنے والا) ہے اور ہر چیز کی تفصیل (کرنے والا) اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔

= معروف "کذّبوا" ۲۔ مشدد مجہول "کُذِّبوا" ۳۔ مخفف معروف ۴۔ مخفف مجہول۔ اگر مشدد مجہول "کذِّبوا" ہوتو اس بارے میں عروہ بن زبیر نے عائشہؓ سے پوچھا کہ یہ صیغہ "کُذِّبوا" مجہول مشدد ہے یا "کُذِبوا" مجہول مخفف ہے ۔ اگر کُذِّبوا مشدد ہے تو کفار کا پیغمبروں کو جھٹلانا یقینی ہے ظنی نہیں ہے۔ اور اگر کذبوا مخفف ہے تو پیغمبروں نے یہ گمان کیسے کیا؟۔ عائشہؓ نے جواب دیا بل کذبهم قومهم فقلت والله لقد استيقنوا ان قومهم كذبوهم وماهو بالظن، فقالت ياعريه (یہ عروہ کی تصغیر ہے) لقد استيقنوا بذالک فقلت فلعلها او كذبوا قالت معاذالله لم تكن الرسل تظن ذلک بربها، واماهذه الاية قالت هم اتباع الرسل الذين امنوا بربهم وصدقوا وطال عليهم البلاء واستاخر عنهم النصر حتى اذا استيئست ممن كذبهم من قومهم وظنوا ان اتباعهم كذبواهم ،بخاری: ۱/۶۴۰ ۔ اگر صیغہ معلوم مشدد کَذَّبوا ہوتو مطلب یہ ہوگا ایقن الرسل ان قومهم كذبوهم. مدارک ۔ اور اگر صیغہ مجہول مخفف (کُذِبُوا) ہو، تو پھر یہ ماننا کوئی ضروری نہیں ہے کہ "ظنوا" کی ضمیر پیغمبروں کی طرف راجع ہے، مدارک۔ ۲۔ یا کفار کی طرف راجع ہے۔ ۳۔ یا لوگوں کی طرف راجع ہے، ۴۔ اگر "ظنوا" کی ضمیر پیغمبروں کی طرف راجع ہوتو پھر "کذب" اللہ کی طرف منسوب نہیں ہے بلکہ ان کی نفسوں کی طرف منسوب ہے، نصرت کی مدت کی تعین میں (تھانوی وعمدۃ القاری: ۲۸۱/۱۴) ۔ ۵۔ اور اگر "کذب من الله" ہوتو پھر یہ ظن اختیاری نہیں ہے بلکہ یہ وسوسہ غیر اختیاری ہے (عثمانی) ۶۔ اگر مراد ظن اختیاری ہوتو پھر یہ از قبیل الزام المخاطب بمالم يلتزم ہے، کہ مخاطب سے کم قصور ہوا ہو، اور آپ زیادہ کا الزام لگا کر ڈانٹ دیں (انور شاہ کشمیری) ۷۔ اگر الزام نہ ہوتو "ظنوا" قرب کے معنی میں ہے یعنی گمان کے قریب ہوئے، ای قربوا من ذلک الظن (قرطبی)۔ یہی ساتوں احتمالات صیغہ معلوم مخفف کذبوا میں بھی لگا دیں تو کل سولہ ہو گئے۔ اور پھر ہر احتمال کے ساتھ یــــــــــــــــــــأس کے دو معنی صحیح بنتے ہیں۔ تو کل احتمالات بتیس ہوئے۔

سورة الرعد (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓرٰ تِلۡكَ آيٰتُ الۡكِتٰبِ وَالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَقُّ

الٓمّٓر۔ (اے محمد ﷺ!) یہ کتابِ (الٰہی) کی آیتیں ہیں اور جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے حق ہے

وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِىۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيۡرِ

لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ۔اللہ وہی تو ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمان

عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ

جیسا کہ تم دیکھتے ہو (اتنے) اونچے بنائے پھر عرش پر مستوی ہوا اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا،

كُلٌّ يَّجۡرِىۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ يُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ

ہر ایک، ایک میعاد معین تک گردش کر رہا ہے، وہی (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتا ہے وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر

لَعَلَّكُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّكُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ ﴿۲﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ مَدَّ الۡاَرۡضَ وَجَعَلَ فِيۡهَا

بیان کرتا ہے کہ تم اپنے رب کے رُوبرو جانے کا یقین کرو۔ اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ

رَوَاسِىَ وَاَنۡهٰرًا ؕ وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيۡهَا زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ يُغۡشِى

اور دریا پیدا کئے اور ہر طرح کے میووں کی دو دو قسمیں بنائیں، وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔

الَّيۡلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۳﴾

غور کرنے والوں کیلئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں

وَفِی الۡاَرۡضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّ زَرۡعٌ وَّ نَخِیۡلٌ

اور زمین میں کئی طرح کے قطعات ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگور کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت بعض کی

صِنۡوَانٌ وَّ غَیۡرُ صِنۡوَانٍ یُّسۡقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَ نُفَضِّلُ بَعۡضَہَا عَلٰی بَعۡضٍ

بہت سی شاخیں ہوتی ہیں اور بعض کی اتنی نہیں ہوتیں (باوجودیکہ) پانی سب کو ایک ہی ملتا ہے،

فِی الۡاُکُلِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾ وَ اِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ

اور ہم بعض میووں کو بعض میں فضیلت دیتے ہیں اس میں سمجھنے والوں کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ اگر تم عجیب بات سننا چاہو

قَوۡلُہُمۡ ءَ اِذَا کُنَّا تُرٰبًا ءَ اِنَّا لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ

تو کافروں کا یہ کہنا عجیب ہے کہ جب ہم (مرکر) مٹی ہو جائیں گے تو کیا ازسرِ نو پیدا ہوں گے؟ یہی لوگ ہیں جو اپنے رب

کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ الۡاَغۡلٰلُ فِیۡۤ اَعۡنَاقِہِمۡ

سے منکر ہوئے ہیں اور یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے

وَ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۵﴾

اور یہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

وَ یَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالسَّیِّئَۃِ قَبۡلَ الۡحَسَنَۃِ وَ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِمُ الۡمَثُلٰتُ ؕ

اور یہ لوگ بھلائی سے پہلے تم سے برائی کے جلد خواستگار ہیں حالانکہ ان سے پہلے عذاب (واقع) ہو چکے ہیں

وَ اِنَّ رَبَّکَ لَذُوۡ مَغۡفِرَۃٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلۡمِہِمۡ ۚ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَشَدِیۡدُ الۡعِقَابِ

اور تمہارا رب لوگوں کو باوجود اُن کی بے انصافیوں کے معاف کرنے والا ہے اور بیشک تمہارا رب سخت عذاب دینے والا ہے

﴿۶﴾ وَ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ لَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡہِ اٰیَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی سو تم تو صرف

مُنۡذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ اَللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰى

ہدایت کرنے والے ہواور ہرایک قوم کیلئے رہنما ہوا کرتا ہے۔[1] اللہ ہی اس بچے سے واقف ہے جوعورت کے پیٹ میں

وَمَا تَغِيۡضُ الۡاَرۡحَامُ وَمَا تَزۡدَادُ ؕ وَكُلُّ شَىۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ ﴿۸﴾

ہوتاہے اور پیٹ کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی (واقف ہے) اور ہر چیز کا اُس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے

عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡكَبِيۡرُ الۡمُتَعَالِ ﴿۹﴾ سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ

وہ دانائے پنہاں و آشکارا ہے سب سے بزرگ (اور) عالی رتبہ ہے ۔کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے

الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾

یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اُس کے نزدیک) برابر ہے ۔

---

[1] "ولكل قوم هاد" یعنی ہرقوم کے لئے پچھلی امتوں میں ہادی ہوتے چلے آئے ہیں،آپ کوئی انوکھے نبی نہیں،سب ہی انبیاء کا وظیفہ یہ تھا کہ وہ قوم کو ہدایت کریں،اللہ کے عذاب سے ڈرائیں، معجزات کا ظاہر کرنا کسی کے اختیار میں نہیں دیا گیا،اللہ تعالی جب اور جس طرح کا معجزہ ظاہر کرنا پسند فرماتے ہیں ظاہر کردیتے ہیں۔

اس آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ"ہرقوم کے لئے ایک ہادی ہے"اس سے ثابت ہوا کہ کوئی قوم اور کوئی خطۂ ملک اللہ تعالی کی طرف دعوت دینے اور ہدایت کرنے والوں سے خالی نہیں ہوسکتا،خواہ وہ کوئی نبی ہو یا اس کے قائم مقام، نبی کی دعوت کو پھیلانے والا ہو،جیسا سورۂ یس میں نبی کی طرف سے کسی قوم کے طرف پہلے دوشخصوں کو دعوت وہدایت کے لئے بھیجنے کا ذکر ہے، جوخود نبی نہیں تھے اور پھر تیسرے آدمی کو ان کی تائیدونصرت کے لئے ،بھیجنا مذکور ہے۔(بنابرایک تفسیر)اس لئے اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہندوستان میں بھی کوئی نبی ورسول پیدا ہوا ہو،البتہ دعوت رسول کے پہنچانے اور پھیلانے والے علماء کا کثرت سے یہاں آنا بھی ثابت ہے اور پھر یہاں بیشمار ایسے ہادیوں کا پیدا ہونا بھی ہرشخص کو معلوم ہے۔

لَهُ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهُ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ
اُس کے آگے اور پیچھے اللہ کے چوکیدار ہیں جو اللہ کے حکم سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں،
إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ
اللہ اُس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو نہ بدلے اور جب اللہ کسی قوم کیساتھ بُرائی
سُوْٓءً فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ هُوَ الَّذِىْ يُرِيْكُمُ
کا ارادہ کرتا ہے تو پھر وہ پھر نہیں سکتی اور اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔ اور وہی تو ہے جو تمہیں ڈرانے
الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾
اور امید دلانے کیلئے بجلی دکھاتا ہے اور بھاری بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔
وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَآئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ
اور رعد اور فرشتے سب اُس کے خوف سے اُس کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے،
فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ
پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور وہ بڑی قوت والا ہے
﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ
سُود مند پکارنا تو اُسی کا ہے۔ اور جن کو یہ لوگ اُس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی پُکار کو کسی طرح قبول نہیں کرتے
إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ
مگر اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا دے تا کہ (دُور ہی سے) اُس کے منہ تک آ پہنچے
وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ إِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ
حالانکہ وہ (اس تک) کبھی بھی نہیں آ سکتا اور (اسی طرح) کافروں کی پکار بیکار ہے۔ اور جتنی مخلوقات آسمانوں

وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾

اور زمین میں ہے خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے اور اُن کی سائے بھی صبح وشام (سجدہ) کرتے ہیں

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ

ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دو کہ اللہ تعالی۔ پھر (ان سے) کہو

أَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ أَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِأَنفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو کیوں کارساز بنایا ہے جو خود اپنے نفع ونقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ

(یہ بھی) پوچھو کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں؟ یا اندھیرا اور اجالا برابر ہو سکتا ہے؟

أَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ

بھلا (ان لوگوں نے) جن کو اللہ کا شریک مقرر کیا ہے کیا انہوں نے اللہ کی سی مخلوقات پیدا کی ہے جس کے سبب اُن کو

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

مخلوقات مشتبہ ہوگئی ہے؟ کہہ دو کہ اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ یکتا (اور) زبردست ہے۔ اُسی نے آسمان سے

مَآءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا وَمِمَّا

مینہ برسایا پھر اس سے اپنے اپنے اندازے کے مطابق نالے بہہ نکلے پھر نالے پر پھولا ہوا جھاگ آ گیا اور جس چیز

يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ

کو زیور یا کوئی اور سامان بنانے کیلئے آگ میں تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ حق

اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ

اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے

فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ ﴿١٧﴾ لِلَّذِيْنَ

وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔ اس طرح اللہ (صحیح اور غلط کی) مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ تم سمجھو)۔ جن لوگوں نے

اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ أَنَّ لَهُمْ

اللہ کے حکم کو قبول کیا اُن کی حالت بہت بہتر ہو گی اور جنہوں نے اُس کو قبول نہ کیا اگر روئے

مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ

زمین کے سب خزانے اُن کے اختیار میں ہوں تو وہ سب کے سب اور اُن کیساتھ ہی اتنے اَور (نجات کے) بدلے میں

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٨﴾

صرف کر ڈالیں (مگر نجات کہاں) ایسے لوگوں کا حساب بھی بُرا ہوگا اور ان کا ٹھکانہ بھی دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے

أَفَمَنْ يَّعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمٰى

بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے حق ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے؟

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿١٩﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ

اور سمجھتے تو وہی ہیں جو عقل مند ہیں ۔ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اقرار کو نہیں توڑتے۔

الْمِيْثَاقَ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ أَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ

اور جن کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اُن کو جوڑے رکھتے اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے

وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ

اور بُرے حساب سے خوف رکھتے ہیں ۔ اور جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے (مصائب پر) صبر کرتے ہیں

وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ

اور نماز پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں اور نیکی سے بُرائی کو دُور

السَّيِّئَةَ أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا

کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کیلئے عاقبت کا گھر ہے۔(یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغات جن میں وہ داخل ہوں گے

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ

اور اُن کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے جو نیکوکار ہوں گے وہ بھی (جنت میں جائیں گے) اور فرشتے (جنت

عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ

کے) ہرایک دروازے سے اُن کے پاس آئیں گے۔[2] اور (کہیں گے) تم پر رحمت ہو یہ تمہاری ثابت قدمی کا بدلا ہے

عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَا

اور عاقبت کا گھر خوب (گھر) ہے۔اور جو لوگ اللہ سے عہد واثق کر کے اُس کو توڑ ڈالتے اور جن (رشتہ ہائے قرابت) کے

أَمَرَ اللهُ بِهٖ أَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ

جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اُن کو قطع کر دیتے اور ملک میں فساد کرتے ہیں ایسوں پر لعنت ہے

---

[2] عن رفاعة الجهنی قال صدرنامع رسول اللہ ﷺ فقال والذی نفس محمدبیده، مامن عبدیؤمن ثم یسددالاسلک به فی الجنة، وارجوا ان لایدخلوهاحتی تبوء واانتم، ومن صلح من ذراریّکم مساکن فی الجنة ،ولقدوعدنی ربی عزوجل ان یدخل الجنة من امتی سبعین الفابغیرحساب.

یعنی رفاعہ جہنیؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ لوٹے، تو آپؐ نے فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو ایمان لاوے، پھر اس پر مضبوط رہے مگر اس کو جنت میں لے جاویں گے، اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ لوگ جنت میں داخل نہ ہونگے، یہاں تک کہ تم اور تمہاری اولاد میں سے جو نیک ہیں وہ جنت میں اپنے اپنے ٹھکانے نہ بنالے، اور بے شک میرے مالک نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمیوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کریگا۔(ابن ماجہ: ۴۲۸۵)۔

وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ

اور اُن کیلئے گھر بھی بُرا ہے اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کا چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے

وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

اور کافر لوگ دنیا کی زندگی پر خوش ہو رہے ہیں اور دنیا کی زندگی آخرت (کے مقابلے) میں (بہت) تھوڑا فائدہ ہے

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ

اور کافر کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی؟ کہہ دو کہ اللہ

يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾

جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو (اُس کی طرف) رجوع کرتا ہے اُس کو اپنی طرف کا رستہ دکھاتا ہے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُم بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

جو لوگ ایمان لاتے اور جن کے دل یادِ الٰہی سے آرام پاتے ہیں (اُن کو)۔ اور سن رکھو کہ اللہ کی یاد سے دل آرام

﴿۲۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

پاتے ہیں ۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اُن کیلئے خوشحالی اور عمدہ ٹھکانہ ہے

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ

(جس طرح ہم اور پیغمبر بھیجتے رہے ہیں) اُسی طرح (اے محمد ﷺ!) ہم نے تمہیں اس اُمت میں

لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ

جس سے پہلے بہت سی اُمتیں گزر چکی ہیں بھیجا ہے تا کہ تم اُن کو وہ (کتاب) جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے پڑھ کر سنا دو

يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

اور یہ لوگ رحمٰن کو نہیں مانتے کہہ دو وہی تو میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اُسی پر بھروسا کرتا ہوں

وَإِلَيْهِ مَتَابِ ۝۳۰ وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ

اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس (کی تاثیر) سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین پھٹ جاتی

أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ ۗ بَل لِّلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ۗ

یا مُردوں سے کلام کیا جا سکتا (تو یہی قرآن ان اوصاف سے متصف ہوتا مگر) بات یہ ہے کہ سب باتیں اللہ کے اختیار میں ہیں

أَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِينَ آمَنُوا أَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۗ

تو کیا مومنوں کو اس سے اطمینان نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کے رستے پر چلا دیتا۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا

اور کافروں پر ہمیشہ اُن کے اعمال کے بدلے بلا آتی رہے گی یا اُن کے مکانات کے قریب نازل ہوتی رہے گی

مِّن دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝۳۱

یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ پہنچے بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ

اور تم سے پہلے بھی رسولوں کیساتھ مذاق ہوتے رہے ہیں تو ہم نے کافروں کو مہلت دی پھر پکڑ لیا سو (دیکھ لو کہ) ہمارا عذاب

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝۳۲ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ

کیسا تھا۔ تو کیا جو (اللہ) ہر متنفس کے اعمال کا نگران (و نگہبان) ہے (وہ بتوں کی طرح بے علم و بے خبر ہو سکتا ہے؟)

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ ۚ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا

اور ان لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں ان سے کہو کہ (ذرا) ان کے نام تو لو کیا تم اُسے ایسی چیزیں بتاتے ہو

لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَم بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۗ بَلْ

جس کو وہ زمین میں (کہیں بھی) معلوم نہیں کرتا یا (محض) ظاہری (باطل اور جھوٹی) بات کی (تقلید کرتے ہو) اصل یہ ہے

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ

کہ کافروں کو ان کے فریب سجا دیئے گئے ہیں اور وہ (ہدایت کے) رستے سے روک لئے گئے ہیں۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ۔[3] اُن کو دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے

---

[3] آخر آیت میں ''کمن لیس کذلک'' خبر محذوف ہے، اور استفہام انکار کے لئے ہے، (مدارک) یعنی اللہ تعالیٰ جو ہر ایک کے تمام اعمال سے باخبر ہے اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے وہ ان معبودان باطلہ کی مانند نہیں ہوسکتا، جو نہ عالم الغیب ہیں نہ حاضر و ناظر۔

''وجعلوا اللہ شرکاء'' زجر ہے، مگر اس کے باوجود مشرکین صفات کارسازی سے عاری اور عاجز مخلوق کو اللہ کے شریک بناتے ہیں۔''قل سموھم'' یعنی ان خودساختہ معبودوں کے وہ کمالات تو بیان کرو جن کی وجہ سے تم انہیں الوہیت کا درجہ دیتے ہو۔''قل اذکروا صفاتھم وانظروا ھل فیھا مایستحقون به العبادة ویستأھلون الشرکة''(روح)۔

''ام تنبئونه'' کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایک چیز کی اطلاع دیتے ہو، جس کے وجود کا خود اسے علم نہیں ہے؟ یعنی تم اللہ کو بتاتے ہو کہ زمیں میں اس کے شریک موجود ہیں حالانکہ اس کا کوئی شریک نہیں، جب اللہ کا کوئی شریک نہیں تو اس کا علم کیسے ہو کیونکہ شریک باری تعالیٰ معدوم محض ہے اگر ہوتا تو اللہ کے علم میں ہوتا۔ یعنی عدم علم اللہ تعالیٰ کا عدم وجود شیء کیلئے مستلزم ہے۔

''ام بظاھر من القول'' یا ویسے ہی بکواس کرتے ہیں اور ظاہری طور پر اپنے ٹھاکروں کو معبود کہتے ہیں اگرچہ وہ صفات معبودیت سے عاری ہیں۔

''بل زین للذین'' الایۃ بلکہ ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ چکی ہے اس لئے ان کو اپنی تمام مشرکانہ اور معاندانہ چالیں اچھی معلوم ہوتی ہیں اور اس طرح توفیق ہدایت سے محروم ہوچکے ہیں اب ان کے راہ راست پر آنے کا کوئی امکان نہیں۔

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے اور ان کو اللہ (کے عذاب سے) کوئی بھی بچانے والا نہیں ۔

مَّثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ أُكُلُهَا دَآئِمٌ

جس باغ کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کے اوصاف یہ ہیں کہ اُس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اُس کے پھل ہمیشہ

وَّظِلُّهَا ط تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

(قائم رہنے والے) ہیں اور اُس کے سائے بھی۔ یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی ہیں۔ اور کافروں کا انجام دوزخ ہے

وَالَّذِيْنَ آتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ

اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس (کتاب) سے جو تم پر نازل ہوئی ہے خوش ہوتے ہیں۔ اور بعض فرقے

مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهُ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهٖ

اس کی بعض باتیں نہیں بھی مانتے۔ کہہ دو کہ مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ ہی کی عبادت کروں اور اُس کیساتھ (کسی کو) شریک نہ

إِلَيْهِ أَدْعُوْ وَإِلَيْهِ مَآبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ أَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ط

بناؤں میں اُسی کی طرف بلاتا ہوں اور اُسی کی طرف مجھے لوٹنا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ

کا فرمان نازل کیا ہے اور اگر تم علم (ودانش) آنے کے بعد ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے چلو گے تو اللہ کے سامنے کوئی نہ

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ

تمہارا مددگار ہو گا اور نہ کوئی بچانے والا ۔ اور (اے محمد ﷺ!) ہم نے تم سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے

أَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ط وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ أَنْ يَّأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ

اور ان کو بیویاں اور اولاد بھی دی تھی اور کسی پیغمبر کے اختیار کی بات نہ تھی کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے۔

لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ

ہر (حکم) قضا (کتاب میں) مرقوم ہے۔[4] اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جس کو چاہتا ہے) قائم رکھتا ہے

---

[4] ''آیت'' سے مراد اس آیت میں معجزہ ہے، اور یہاں یہ تصریح کی گئی، کہ معجزات اللہ تعالی کے اختیار میں ہیں، نبی کے اختیار میں نہیں، مفسر آلوسی لکھتا ہے: انما الایات عند الله، لا عندی فکیف اجیبکم الیها، واتیکم بها، او المعنی هو القادر علیها، لا انا حتی آتیکم بها: روح: ۳۵۳/۷، اور: ۸۹/۲۴، میں لکھتا ہے: فالمعجزات علی تشعب فنونها عطایا من اللّٰه تعالی، قسمها بینهم حسبما اقتضته مشیته المبنیة علی الحکم البالغة کسائر القسم، لیس لهم اختیار فی ایثار بعضها، والاستبداد باتیان المقترح بها.

اور اس مضمون والی آیات مختلف سورتوں میں ذکر ہیں، مثلاً سورۂ انعام: ۱۰۹، اعراف: ۲۰۳، یونس: ۲۰، رعد: ۷، طٰہٰ: ۱۳۳، غافر: ۷۸، عنکبوت: ۵۰۔

''معجزات''، ''معجزۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں، وہ خارق عادت، جس کو اللہ تعالی کسی نبی و رسول کے ہاتھ سے ظاہر کر دے، اور دوسرے اس سے عاجز ہوں۔ لفظ معجزہ عجز سے مشتق ہے جس کے معنی ناتواں ہونا، عاجز ہونا کے ہیں اور جو ''حزم'' (قادر ہونا) کی ضد ہیں اسی لفظ سے معجز بنا ہے، جس کے معنی ہیں عاجز کرنے والا، اعجاز دکھانے والا، اللہ تعالی اپنے نبیوں اور رسولوں کی سچائی ثابت کرنے کے لئے اور ان کی نبوت و رسالت کی دلیل کے طور پر جو خارق عادت نشانیاں ظاہر فرماتا ہے، ان کو معجزہ اسی مناسبت سے کہا جاتا ہے کہ جس نبی و رسول کے ہاتھ سے معجزہ ظاہر ہوتا ہے اس کی امت اور قوم کے لوگ نہ صرف یہ کہ مقابلہ میں اس معجزہ کی طرح کا کوئی کرشمہ دکھانے اور پیش کرنے سے عاجز ہوتے ہیں، بلکہ اگر کوئی چاہے کہ اس معجزہ کا توڑ کر دے تو یہ بھی ممکن نہیں ہوتا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ ''معجزہ'' کا لفظ اعجاز سے لیا گیا ہے، جس کے معنی عاجز کرنے کے ہیں، اور معجزہ اس چیز کو کہتے ہیں جو خارق عادت ہو، اور جس سے نبوت و رسالت کا دعوی ظاہر و ثابت ہوتا ہو۔ اور جو خوارق عادات ظہور نبوت سے پہلے ظاہر ہوتے ہیں، ان کو معجزہ نہیں کہتے بلکہ ارہاصات کہتے ہیں، جوار ہاص کی

جمع ہے ،ارہاص، کے لغوی معنی مکان کو اینٹ مٹی اور پتھر کے ساتھ مضبوط و مستحکم بنانے کے ہیں، لہذا ظہور نبوت سے پہلے ظاہر ہونے والے خوارق عادات گویا نبوت ورسالت کی عمارت مستحکم ومضبوط بنانے کا ابتدائی ذریعہ ہوتا ہیں۔

خوارق عادت کی قسمیں

خارق عادت، یعنی ایسی چیز کا وقوع پذیر ہونا جو جاری نظام قدرت سے الگ اور عادت وعام طریقہ کے خلاف ہو، اور جس کو کرشمہ سمجھا جاتا ہو، کی مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں، اور اسی اعتبار سے ان کی الگ الگ قسمیں ہیں، اور پھر ان قسموں کو الگ الگ ناموں سے تعبیر کیا گیا ہے، تاکہ ان سب کی اپنی اپنی حیثیت بھی متعین ہو جائے، اور ایک دوسرے سے ممتاز بھی رہیں، چنانچہ خوارق عادات کی پہلی قسم تو وہ ہے جو نبی اور رسول سے ظاہر ہو جس کو معجزہ کہا جاتا ہے، دوسری قسم وہ ہے جو عام مسلمانوں سے ظاہر ہو، اس کو"معونت" کہا جاتا ہے، تیسری قسم وہ ہے جو اولیاء اللہ سے ظاہر ہو، اور جس کو کرامت کہا جاتا ہے، اور چوتھی قسم وہ ہے جو کافروں فاسقوں سے ظاہر ہو، اس کو استدراج کہا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ان چاروں قسموں میں سے اول الذکر قسم کو چھوڑ کر باقی تینوں قسمیں اپنے مفہوم ومصداق کے اعتبار سے دعوی نبوت کی قید سے باہر ہیں، گویا ان تینوں قسموں میں سے کسی قسم کو بھی"معجزہ" نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ معجزہ تو وہی خرق عادت ہے، جو نبوت کے دعوی کے ساتھ ہو۔

سحر حرق عادت نہیں ہے

شعبدہ اور سحر یعنی جادو کو خرق عادت نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ شعبدہ اور سحر کا صدور وظہور اسباب ظاہری کے تابع ہوتا ہے اور کوئی بھی شخص ان اسباب، میں درک مہارت حاصل کر کے شعبدہ اور سحر ظاہر کرتا ہے، لہذا جو چیز ظاہری اسباب کے ذریعہ وجود میں آئے اس پر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہوسکتا، اسی وجہ سے دواؤں اور طبی تدابیر کے ذریعہ حاصل ہونے والی شفاء کو بھی خارق عادت نہیں کہا جاتا، اگر اس کو کوئی خارق عادت کہہ دے تو ظاہری صورت کے اعتبار سے ہوگا۔

کرامت کی تعریف

"کرامت" کی جمع کرامات ہے، جو اکرام اور تکریم کا اسم ہے۔اس لفظ کے لغوی معنی نفیس ہونا، عزت دار ہونا، اور سخی ہونا کے ہیں، قرآن کریم میں ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾ (بنی اسرائیل)۔اور اصطلاحی طور پر کرامت اس خارق

عادت فعل (کرشمہ) کو کہتے ہیں جو مومن نیکوکار کے ہاتھ پر ظاہر ہو، لیکن وہ نہ تو نبوت کے دعوے کے ساتھ ہو، اور نہ اس کا مقصود کفار کا معارضہ ومقابلہ ہو، کیونکہ جو خارق عادت فعل نبوت کے دعوے کے ساتھ ہو اور کفار کے معارضہ ومقابلہ پر ہو، اس کو معجزہ کہتے ہیں اہل سنت کرامت کے مقرّ اور قائل ہیں، جبکہ معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے اپنے کتابوں میں باب الکرامات لکھا ہے جیسا کہ صاحب مشکواۃ وغیرہ نے۔

اہل حق (یعنی تمام اہل سنت والجماعت) کا اس امر پر اتفاق ہے، کہ ولی سے کرامت کا ظاہر ہونا واقعی اور حقیقی چیز ہے۔ ولی اللہ اس نیک بندے کو کہتے ہیں جو حق تعالی کی ذات وصفات کا بقدر طاقت بشری عرفان رکھتا ہو، طاعات، نیکی کرنے اور منہیات، برائی کے ترک پر قائم ودائم ہو، سورۂ یونس میں ہے: أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللهِ لا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾۔

اولیاء اللہ سے کرامتوں کے ظہور ووقوع کا اثبات عقلا تو یوں محال نہیں ہے، کہ اللہ تعالی کے نزدیک کوئی مشکل اور بعید از امکان نہیں ہے، اس کی ذات جس طرح اپنے پیارے پیغمبروں کے ذریعہ معجزوں کا ظہور کرا سکتی ہے اسی طرح اپنے پیغمبر کے سچے تابعداروں اور نیکوکار مومنوں کے ہاتھ پر کرامتوں کا ظہور بھی کرا سکتی ہے، جیسا کہ رسالہ قشیریۃ ص:١٥٨، میں لکھا ہے کہ: **ظهور الكرامات على الاولياء جائز ،والدليل على جوازه انه امر موهوم حدوثه في العقل ،لايؤدى حصوله الى رفع اصل من الاصول ،فواجب وصفه سبحانه بالقدرة على ايجاده، واذاوجب كونه مقدورالله سبحانه فلاشئ يمنع جوارى حصوله۔**

جہاں تک نقلا اثبات کا تعلق ہے تو قرآن پاک واحادیث رسول دونوں میں کرامت کا ثبوت صراحتا مذکور ہے۔

پھر صحابہ کرام اور صحابہ کے بعد کے زمانہ کے اولیاء اللہ سے صادر ہونے والی کرامتوں کی روایتیں جس تسلسل کے ساتھ منقول ہیں وہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، اور قدر مشترک میں تو تواتر معنی اس درجہ کا ہے کہ اگر صاف ذہن اور کھلے دل ودماغ سے دیکھا جائے تو اس بارہ میں کسی کو شک وشبہ اور انکار کی مجال نہیں ہو سکتی۔

علماء نے یہ لکھا ہے کہ ولی سے کوئی بھی کرامت اس کے قصد واختیار کے تحت صادر نہیں ہوتی بلکہ بلاقصد واختیار صادر ہوتی ہے ان علماء کا قول یہ ہے کہ کرامت، معجزہ کی جنس سے ہے، یعنی جو چیزیں معجزہ کے طور پر ظاہر ہو چکی ہے جیسے تھوڑے سے کھانے کا بہت ہو جانا وغیرہ، معارف القرآن: ٦/٥٨٥، میں لکھا ہے کہ، حقیقت یہ ہے کہ جس طرح معجزہ میں اسباب طبعیہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا، بلکہ وہ براہ راست حق تعالی کا فعل ہوتا ہے جیسا کہ قران کریم میں فرمایا ہے: فَلَمْ

تَقْتُلُوهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَى وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلاءً حَسَناً إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۷﴾ (انفال: ۱۷)۔

اسی طرح کرامت میں بھی اسباب طبعیہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا، براہ راست حق تعالی کی طرف سے کوئی کام ہوجاتا ہے، اورمعجزہ اور کرامت دونوں خود صاحب معجزہ و کرامت کے اختیار میں بھی نہیں ہوتے، ان دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ ایسا کوئی خارق عادت کام اگر کسی صاحب وحی نبی کے ہاتھ پر ہوتو معجزہ کہلاتا ہے، غیر نبی کے ذریعہ اس کاظہور ہوتو کرامت کہلاتی ہے۔

کرامت کا صدور غیر اختیاری ہونے کے لئے بہت سے دلائل ہیں، بطور نمونہ ایک روایت ہم پیش کرتے ہیں جوکہ عمرؓ کی مشہور روایت ہے: مشکواۃ کتاب الفضائل کے اخر میں ہے کہ: **عن ابن عمرؓ، ان عمرؓ بعث جیشا وامّر علیهم رجلایدعی ساریَ، فینماعمریخطب فجعل یصیح ،یاساری الجبل ،فقدم رسول من الجیش، فقال یاامیر المؤمنین لقیناعدونافهزمونافاذابصائح یصیح یاساری الجبل، فاسندناظهورنا الی الجبل فهزمهم الله تعالی۔**

یعنی عمرؓ نے (ایران کے صوبہ ہمدان کے جنوب میں واقع مقام نہاوندکو) جولشکر بھیجا تھا اس کے ایک حصہ فوج کا سپہ لار ساریہ نامی شخص کو بنایا تھا (ایک دن) جبکہ فاروق اعظم مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے اور حاضرین میں اکابر صحابہ عثمان اور علیؓ کے علاوہ دوسرے صحابہ وتابعین بھی تھے، توانہوں نے دوران خطبہ اچانک چلا چلا کر کہنا شروع کیا کہ ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ (یعنی میدان جنگ کا موجودہ مورچہ چھوڑ کر پہاڑ کے دامن میں چلے جاؤ اور پہاڑ کو پشت بان کرکے نیا مورچہ بنالو، لوگوں کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا، اور پھر جب چند دنوں کے بعد لشکر سے ایک ایلچی آیا اور اس نے میدان جنگ کے حالات سنا کر کہا کہ امیر المومنین! دشمن نے توہمیں آلیا تھا، اور شکست سے دوچار ہواہی چاہتے تھے کہ اچانک ہمارے کانوں میں ایک شخص کی آواز آئی جو چلا چلا کر کہہ رہا تھا، ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ، چنانچہ یہ آواز سن کر ہم نے اپنا وہ مورچہ چھوڑ دیا اور پہاڑ کی سمت جا کر پہاڑ کو اپنا پشت بان بنالیا اور پھر اللہ تعالی نے دشمنوں کو شکست دی۔

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جب لوگوں نے خطبہ کے دوران فاروقؓ کو اس طرح بآواز بلند ساریہ کو مخاطب کرتے سنا تو حیرت زدہ ہوکر کہا کہ یہاں ساریہ کو پکار رہے ہیں وہ تو (سینکڑوں میل دور) نہاوند کے مقام پر دشمن کا مقابلہ کرنے میں مصروف ہے؟ **فقال واللہ ما القیت لہ بالاوانماھوشئ القی علی لسانی** ،فاروق اعظم نے

فرمایا: دراصل میں نے ایسا ہی منزل دیکھا کہ مسلمان مصروف جنگ ہیں، اوران کے لئے پہاڑکو پشت بان بنالینا نہایت ضروری ہے، اس لئے بے اختیار میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے، جب ساریہ کا خط اور ایلچی آیا، تو ٹھیک جمعہ کے روز عین نماز جمعہ کے وقت اس تاریخ کا واقعہ اس خط میں لکھا ہوا تھا اور ایلچی نے زبانی بھی بیان کیا۔ اس روایت کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ: ٦/٣٧٠، ابن عساکر: ٢٠/ص ٢٥، المنتظم: ٣٢٦/٤، البدایۃ والنہایۃ: ١٠/١٧٦، میں نقل کیا ہے، اور ابن کثیر نے آخر میں کہا ہے: **فهذه طرق يشدبعضهابعضا. وسلسلة الاحاديث الصحيحة: رقم ١١١٠ ۔**

اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے بعض صوفیاء کی عبارات نقل کرتے ہیں، **الفرق بين المعجزات و الكرامات ان الانبياء عليهم السلام مأمورون باظهارها، و الولى يجب عليه سترهاواخفاء ها، و النبى يدعى ذلک ويقطع القول به والولى لايدعيها، ولايقطع بكرامته، لجوازان يكون ذلک مكراً،** (رسالة قشيرية: ١٥٩) ۔ اس کے حاشیہ پر شیخ الاسلام زکریا الانصاری لکھتے ہیں: **بل قديكون افضل ممن ظهرله كرامات لان الافضلية انماهى بزيادة اليقين، لابظهور الكرامة۔(١٥٩)۔**

ابویزید بسطامی فرماتے ہیں: کہ: **لله خلق كثير يمشون على الماء وليس لهم عندالله قيمة. تاريخ اسلام: للذهبى: ٢٠/ ١١١، وحلية الاولياء: ١٠/ ٣٩،**

اور **حلية الاولياء: ١٠/ ٣٥** ۔ میں ان سے نقل کرتا ہے کہ "**قيل له انک تمرفى الهواء، قال واىّ اعجوبة هذا؟ طيرياكل الميتة يمرفى الهواء، و المؤمن اشرف منه .**

جبکہ حلیۃ الاولیاء: ١٠/٤٠، میں فرماتا ہے: **لونظرتم الى رجل اعطى من الكرامات حتى يرتفع فى الهواء، فلاتغتروابه حتى تنظرواكيف تجدونه عندالامر و النهى وحفظ الحدود واداء الشريعة۔ تاريخ اسلام: للذهبى: ٢٠/ ١١١، وشعب الايمان للبيهقى: ٣/٣٠٤، و الرسالة للقشيرى: /٩٤ .**

امام ذہبی مذکورہ عبارات کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے: **قلت بل قداغتراهل زماننا وخالفوا ابايزيد، واكبرمن ابى يزيد، وتهافتواعلى كل مجنون بوّال على عقبيه، له شيطان ينطق على لسانه بالمغيبات، نسأل الله السلامة ۔**

علی القاریؒ مرقات: ١/٤٨، ٣٩٤، میں لکھتے ہیں: **قالت الصوفية، الاستقامة خيرمن الف كرامة،**

اورشرح فقہ اکبر:۹٦، میں لکھتا ہے: کہ قال ابوعلی الجوزجانی ،کن طالباللاستقامة لاطالباللكرامة فان نفسک متحركة فى طلب الكرامة وربک يطلب منک الاستقامة۔

روح المعانی:۱۱/۱۷۹، میں لکھتا ہے:وبالجملة متى رأينا الشخص مومنامتقياحكمناعليه بالولاية نظرا لظاهر الحال ،ووجب علينامعاملته بماهواهله من التوقيروالاحترام غيرغالين فيه بتفضيله على رسول اونبى اونحوذلک ،مماعليه العوام اليوم فى معاملة من يعتقدونه وليا ، التى هى اشبه شئ بمعاملة المشركين من يعتقدونه الها، نسأل اللهتعالى العفوو العافية، ولايشترط فيه صدوركرامة على يده كمايشترط فى الرسول صدورمعجزة، ويكفيه الاستقامة كرامة ،كمايدل عليه مااشتهرعن ابى يزيدقدس سره ،بل الولى الكامل لا التفات له اليها،ولايودصدورهاعلى يده، الااذاتضمنت مصلحة للمسلمين خاصة اوعامة،وفى الجواهر و الدررللشعرانى سمعت شيخنايقول:

اذا زل الولى ولم يرجع لوقته عوقب بالحجاب،وهو ان يحبب اليه اظهار خرق العوائد المسمات فى لسان العامة كرامات ،فيظهربهاويقول لوكنت مواخذابهذه الذلة لقبض عنى التصريف وغاب عنه ان ذلک استدراج ،بل ولوسلم من الزلة فالواجب خوفه من المكرو الاستدراج ،وقال بعضهم : الكرامة حيض الرجال ،ومن اغتربالكرامات ،بالكرى مات ،واضر الكرامات للولى ما اوجب الشهرةفان الشهرة آفة .

وقدنقل عن الخواص انهاتنقص مرتبة الكمال، وايد ذلک بالاثر المشهور ،خص بالبلاء من عرفه الناس ،نعم ذكرفى اسرار القرآن، ان الولاية لاتتم الاباربعة مقامات: الاول مقام المحبة ،و الثانى مقام الشوق،و الثالث مقام العشق،و الرابع مقام المعرفة ،ولاتكون المحبة الابكشف الجمال، ولايكون الشوق الابالاستنشاق نسيم الوصال ،ولايكون العشق الابدنوالانوار،ولاتكون المعرفة الابالصحبة ،وتتحقق الصحبة بكشف الالوهية مع ظهور انوار الصفات،ولحصول ذلک اثار وعلامات مذكورة فيه ،فليراجعه من ارادها،و الكلام فى هذا المقام كثيروكتب القوم ملأى منه، وذكرناه كفاية لغرضنا،واحسن مايعتمدعليه فى معرفة الولى اتباع الشريعه الغراء، وسلوک المحجة البيضاء، فمن خرج عنهاقيدشبربعدعن الولاية بمراحل،فلاينبغى ان يطلق عليه اسم=

وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَإِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ

اور اُسی کے پاس اصل کتاب ہے۔ [5] اور اگر ہم کوئی عذاب جس کا ان لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں تمہیں دکھائیں

= الولی ولو اتی بالف الف خارق،فالولی الشرعی الیوم اعزمن الکبریت الاحمر،ولاحول ولاقوۃ الاباللہ.

اما الخیام فانها کخیامهم ☆ واری نساء الحی غیر نسائها

و کذافی مدارج السالکین: ۱۰۵/۲۔

مذکورہ عبارات سے یہ واضح ہوا کہ کرامت سے استقامت بہتر ہے،اگر چہ لوگوں کے نزدیک کرامت ایک بہت بڑی اور عظیم الشان چیز ہے،اور بعض جہال اس کرامت کو ولی کی الوھیت پر دلیل گردانتے ہیں،اور یہ بھی واضح ہوا کہ کرامت ولی کے اختیار میں نہیں جیسا کہ معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں،اور معجزہ کا ظاہر کرنا نبی پر لازم ہے جبکہ ولی کو چاہیئے کہ کرامت کو چھپائے۔

[5] ام الکتاب کے لفظی معنی اصل کتاب کے ہیں،مراد اس سے وہ لوح محفوظ ہے جس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا،معنی آیت کے یہ ہیں کہ حق تعالی اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت اور باقی رکھتا ہے، اور اس محو واثبات کے بعد جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ اللہ تعالی کے پاس محفوظ ہے۔جس پر نہ کسی کی دست رس ہے نہ اس میں کوئی کمی بیشی ہوسکتی ہے۔ائمہ تفسیر میں سے سعید بن جبیرؒ اور قتادہ وغیرہ نے اس ایت کو بھی احکام وشرائع کے محو واثبات یعنی مسئلہ نسخ کے متعلق قرار دیا ہے، اور اس آیت کا مطلب یہ بیان فرمایا: کہ اللہ تعالی جو ہر زمانے اور ہر قوم کے لئے مختلف رسولوں کے ذریعہ اپنی کتابیں بھیجتے ہیں، جن میں احکام شریعت اور فرائض کا بیان ہوتا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ سب احکام دائمی ہوں اور ہمیشہ باقی رہیں۔بلکہ قوموں کے حالات اور زمانے کے تغیرات کے مناسب اپنی حکمت کے ذریعہ جس حکم کو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں ثابت اور باقی رکھتے ہیں، اور اصل کتاب بہرحال ان کے پاس محفوظ ہے، جس میں پہلے ہی سے لکھا ہوا ہے کہ فلاں حکم جو فلاں قوم کے لئے نازل کیا گیا ہے یہ ایک خاص میعاد کے لئے یا خاص حالات کی بنا پر ہے، جب وہ میعاد گذر جائے گی یا وہ حالات بدل جائیں

گے تو یہ حکم بھی بدل جائے گا۔اس ام الکتاب میں اس کی میعاد اور وقت مقرر بھی پوری تعین کے ساتھ درج ہے، اور یہ بھی کہ اس حکم کو بدل کر کونسا حکم لایا جائے گا۔اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ احکام الٰہی کبھی منسوخ نہ ہونے چاہئیں، کیونکہ کوئی حکم جاری کرنے کے بعد منسوخ کرنا علامت اس کی ہے کہ حکم جاری کرنے والے کو حالات کا اندازہ نہ تھا اس لئے حالات دیکھنے کے بعد اس کو منسوخ کرنا پڑا، اور ظاہر ہے کہ حق تعالی کی شان اس سے بلند و بالا ہے کہ کوئی چیز اس کے علم سے باہر ہو۔کیونکہ تقریر مذکور سے معلوم ہو گیا کہ جس حکم کو منسوخ کیا جاتا ہے اللہ تعالی کے علم میں پہلے سے ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف اتنی مدت کے لئے جاری کیا گیا ہے اس کے بعد بدلا جائے گا۔

اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کسی مریض کا حال دیکھ کر کوئی حکیم یا ڈاکٹر ایک دوا اس وقت کے مناسب حال تجویز کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس دوا کا یہ اثر ہوگا، اس کے بعد اس دوا کو بدل کر فلاں دوسری دوا دی جائے گی۔خلاصہ یہ ہے کہ اس تفسیر کے مطابق آیت میں محو و اثبات سے مراد احکام کا منسوخ ہونا اور باقی رہنا ہے اور ائمہ تفسیر کی ایک جماعت سفیان ثوریؒ، وکیعؒ وغیرہ نے ابن عباسؓ سے اس آیت کی دوسری تفسیر نقل کی ،جس میں مضمون آیت کو نوشتہ تقدیر کے متعلق قرار دیا ہے، اور معنی آیت کے یہ بیان کیئے گئے ہیں، کہ قرآن و حدیث کی تصریحات کے مطابق مخلوقات کی تقدیریں اور ہر شخص کی عمر اور زندگی بھر میں ملنے والے رزق اور پیش آنے والی راحت یا مصیبت اور ان سب چیزوں کے مقداریں اللہ تعالی نے ازل میں مخلوقات کی پیدائش سے بھی پہلے لکھی ہوئی ہیں۔پھر بچہ کی پیدائش کی وقت فرشتوں کو بھی لکھوا دیا جاتا ہے اور ہر سال شب قدر میں اس سال کے اندر پیش آنے والے معاملات کا رقعہ فرشتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر فرد مخلوق کی عمر، رزق، حرکات و سکنات سب متعین ہیں۔اور لکھے ہوئے ہیں، مگر اللہ تعالی اس نوشتہ تقدیر میں سے جس کو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں باقی رکھتے ہیں "**وعنده ام الكتاب**"، یعنی اصل کتاب جس کے مطابق محو و اثبات کے بعد انجام کار عمل ہونا ہے۔وہ اللہ کے پاس ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا۔تشریح اس کی یہ ہے کہ بہت سی احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعمال سے انسان کی عمر اور رزق بڑھ جاتے ہیں بعض سے گھٹ جاتے ہیں صحیح بخاری میں ہے کہ صلہ رحمی زیادتی عمر کا سبب بنتی ہے۔اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ بعض اوقات آدمی کوئی ایسا گناہ کرتا ہے کہ اس کے سبب رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے اور ماں باپ کے خدمت اور اطاعت سے عمر بڑھ جاتی ہے اور تقدیر الٰہی کو کوئی چیز بجز دعا کے ٹال نہیں سکتی۔ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے جو عمر یا رزق وغیرہ کسی کی تقدیر میں لکھ دیئے ہیں، وہ بعض اعمال کی وجہ سے کم یا زیادہ ہو سکتے ہیں، اور دعاء کی وجہ سے بھی

تقدیر بدل جاسکتی ہے۔اس آیت میں اسی مضمون کا بیان اس طرح کیا گیا کہ کتاب تقدیر میں لکھی ہوئی عمر یا رزق یا مصیبت یا راحت وغیرہ میں جو تغیر وتبدل کسی عمل یا دعا کی وجہ سے ہوتا ہے،اس سے مراد وہ کتاب تقدیر ہے جو فرشتوں کے ہاتھ یا ان کے علم میں ہے۔اس میں بعض اوقات کوئی حکم کسی خاص شرط پر معلق ہوتا ہے جب وہ شرط نہ پائی جائے تو یہ حکم بھی نہیں رہتا اور پھر یہ شرط بعض اوقات تو تحریر میں لکھی ہوئی فرشتوں کے علم میں ہوتی ہے،بعض اوقات لکھی نہیں ہوتی صرف اللہ تعالی کی علم میں ہوتی ہے جب وہ حکم بدلا جاتا ہے تو سب حیرت میں رہ جاتے ہیں اس طرح کی تقدیر معلق کہلاتی ہے جس میں اس آیت کی تصریح کے مطابق محو واثبات ہوتا رہتا ہے،لیکن آیت کی اخری جملہ " وعنده ام الکتاب" نے یہ بتلا دیا کہ اس تقدیر معلق کے اوپر ایک تقدیر مبرم ہے جو ام الکتاب میں لکھی ہوئی اللہ تعالی کے پاس ہے،وہ صرف علم الہی کے لئے مخصوص ہے اس میں وہ احکام لکھے جاتے ہیں جو شرائط اعمال یا دعا کے بعد اخری نتیجہ کے طور پر ہوتے ہیں اسے لئے وہ محو واثبات اور کمی بیشی سے بالکل بری ہے۔(ابن کثیر)۔

لیکن اس سے مراد ہرگز یہ نہیں ہے جو کہ عوام میں مشہور ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں ایک معلق دوسرا مبرم۔ اور پھر ہر ایک کا تفسیر اپنی طرف سے کرتے ہیں۔ابن کثیر نے حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ "یمحوا اللہ مایشاء" قال من جاء اجله فذهب ویثبت الذی هو حی یجری الی اجله و کذا قال ابن جریر، یعنی جس کی اجل آجائے چل بستا ہے، نہ آئی ہو رہ جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے دن پورے کرلے،ابن جریر بھی اس قول کو پسند فرماتے ہیں۔اور قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ:هذا کقوله "ماننسخ من اية اوننسها" (بقرہ:۱۰۶) یعنی یہ آیت مثل آیت سورۂ بقرہ کے ہے،یعنی جو چاہے منسوخ کردے جو چاہے باقی اور جاری رکھے۔

اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ قال اللہ تعالی " مایلفظ من قول" الاية (ق:۱۸) قال یکتب کل من تکلم به من خیر اوشر حتی انه یکتب قوله اکلت وشربت وذهبت وجئت ورأیت وغیره حتی اذا کان یوم الخمیس وعرض قوله وعمله سائره فذلک قوله تعالی یمحوا اللہ مایشاء الخ ۔یعنی سب باتیں لکھی جاتی ہیں،جمعرات کے دن ان میں سے جو باتیں سزا و جزاء سے خالی ہوں نکال دی جاتی ہیں جیسے تیرا یہ قول کہ میں نے کھایا، میں نے پیا، میں آیا، میں گیا وغیرہ جو سچی باتیں ہیں اور ثواب وعذاب کی چیزیں نہیں،اور باقی جو ثواب عذاب کی چیزیں ہیں وہ رکھ لی جاتی ہیں۔=

أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾

یا تجھے اٹھا لیں سو تیرے ذمہ تو پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے ۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا

کیاانہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اُس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾

اوراللہ (جیسا چاہتا ہے) حکم کرتا ہے کوئی اُس کے حکم کا ردکرنے والانہیں اوروہ جلد حساب لینے والا ہے

= ابن ابی العزاس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:وقيل الزيادة و النقصان فى الصحف التى فى ايدى الملائكة وحمل قوله تعالى: (هذه الاية)على ان المحووالاثبات من الصحف التى فى ايدى الملائكة وان قوله وعنده ام الكتاب اللوح المحفوظ ويدل على هذاسياق الاية وهوقوله تعالى:لكل اجل كتاب ثم قرأ (هذه الاية) اى من ذٰلك الكتاب .وعنده ام الكتاب اى اصله،وهو اللوح المحفوظ وقيل يمحوا الله مايشاء من الشرائع وينسخه ويثبت مايشاء فلاينسخه، و السياق ادل على هذا الوجه من الوجه الاول، وهوقوله تعالى: وماكان لرسول ان يأتى باية،الاية فاخبرتعالى ان الرسول لاياتى بالايات من قبل نفسه ،بل من عندالله،ثم قال لكل اجل كتاب، الايةٓ اى ان الشرائع لهااجل وغاية تنتهى اليها،ثم تنسخ بالشريعة الاخرى،فينسخ الله مايشاء من الشرائع عند انقضاء الاجل ويثبت مايشاء.

یعنی اس سے مرادوہ زیادتی اورکمی ہے جوصحیفوں میں ہے،وہ صحیفیں جوفرشتوں کے ہاتھوں میں ہے اسی طرح یہ آیت بھی اس بات پردلالت کررہی ہے کہ محوواثبات صحیفوں سے ہے جوفرشتوں کے ہاتھوں میں ہے اورام الکتاب سے مرادلوح محفوظ ہے۔بعض کہتے ہیں اللہ پاک جن شرائع کومنسوخ کرنا چاہتا ہے مٹادیتا ہے،اورجن شرائع کوچاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔اورسیاق آیت اسی پرواضح دلالت کرتا ہے۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ط

جو لوگ اُن سے پہلے تھے وہ بھی (بہت) چالیں چلتے رہیں سو چال تو سب اللہ ہی کی ہے۔

يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ط وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾

ہرنفس جو کچھ کر رہا ہے وہ اُسے جانتا ہے اور کافر جلد معلوم کرلیں گے کہ عاقبت کا گھر (یعنی انجامِ محمود) کس کیلئے ہے

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم (اللہ کے) رسول نہیں ہو۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ

شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

اور وہ شخص جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے گواہ کافی ہے ۔

سورة إبراهيم (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

الٓرٰ كِتٰبٌ أَنْزَلْنٰهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ

الرٰ ۔ (یہ) ایک کتاب (ہے) اس کو ہم نے تم پر اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی

بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي

طرف لے جاؤ (یعنی) ان کے رب کے حکم سے غالب اور قابلِ تعریف (اللہ کے) رستے کی طرف۔ وہ اللہ کہ جو کچھ آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۲﴾

اور زمین میں ہے سب اُسی کا ہے اور کافروں کیلئے سخت عذاب (کی وجہ) سے خرابی ہے

اَلَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جو آخرت کی نسبت دنیا کو پسند کرتے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکتے

وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا

اور اس میں کجی چاہتے ہیں یہ لوگ پرلے سرے کی گمراہی میں ہیں ۔ اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا

مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ

مگر اپنی قوم کی زبان بولتا تھا تاکہ انہیں (احکامِ الٰہی) کھول کھول کر بتا دے پھر اللہ جسے چاہتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾

گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے [1]

---

[1] ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن اپنی مجلس میں فرمایا کہ:ان اللّٰہ تعالی فضل محمدﷺ علی الانبیاء وعلی اهل السماء فقالوا ياابا عباس ، بم فضله اللّٰہ علی اهل السماء؟ قال ان اللّٰہ تعالی قال لاهل السماء﴿ ومن يقل منهم انی اله من دونه فذٰلک نجزيه جهنم كذٰلک نجزی الظالمين﴾ (انبياء: ۲۹)وقال اللّٰہ تعالی لمحمدﷺ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُّبِيْناً ﴿۱﴾ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطاً مُّسْتَقِيْماً ﴿۲﴾(فتح)۔قالوا ومافضله علی الانبياء ؟قال ، قال اللّٰہ تعالی ،﴿ وماارسلنا من رسول الابلسان قومه﴾ (هذه الاية)وقال تعالی لمحمدﷺ﴿وماارسلناک الاكافة للناس﴾(سبا:۲۸)فارسله الی الجن و الانس.سنن دارمی: ۴۶ ۔یعنی ،اللہ تعالیٰ نے محمدﷺ کوتمام انبیاءعلیہم السلام اوراہل اسمان فرشتوں پرفضیلت عطاءفرمائی ہے، حاضرین مجلس نے یہ سن کرسوال کیا کہ اے ابوعباس!اہل اسمان پر نبی کریمﷺ کواللہ تعالیٰ نے کس طرح پرفضیلت دی ہے؟ابن عباسؓ نے کہااللہ تعالیٰ نے اہل اسمان سےتویوں خطاب فرمایا: (ومن يقل منهم ،الاية) گویااس خطاب میں نہ صرف یہ کہ نہایت سخت انداز اوررعب ودبدبہ کااظہارکیا بلکہ سخت عذاب کی دھمکی بھی دی گئی ،جبکہ نبی کریمﷺ کوخطاب

فرمایا گیا،تو بڑی ملائمت ،مہربانی اور کرم و عنایت کا انداز اختیار فرمایا گیا، چنانچہ محمد ﷺ سے اللہ تعالی نے یوں فرمایا: (ترجمہ) اے محمد ﷺ ہم نے تمہارے لئے عظمتوں اور برکتوں کے دروازے پوری طرح کھول دیئے ہیں، (جیسا کہ مکہ کا فتح ہونا) اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ نے تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں، لوگوں نے عرض کیا کہ اچھا یہ بتائے کہ تمام انبیاء پر نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے کس طور سے فضیلت دی ہے؟ ابن عباسؓ نے کہا اللہ تعالی نے دوسرے انبیاء کی نسبت یوں فرمایا: (ترجمہ) یعنی ہم نے ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا، تاکہ وہ قوم کے سامنے اللہ کے احکام وقوانین بیان کرے، اور اللہ تعالی جس کو چاہتا ہے، گمراہ کر دیتا ہے الخ۔ جبکہ اللہ تعالی نے محمد ﷺ کے بارے میں یہ فرمایا: (ترجمہ) یعنی اے محمد ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ جس طرح پچھلی امتوں کے رسول ان کے ہم زبان بھیجے گئے ان کو ترجمہ کرنے کی محنت کی ضرورت نہ رہی، رسول کریم ﷺ صرف عرب میں عربی زبان کے ساتھ کیوں مبعوث ہوئے؟ اور آپؐ کی کتاب قرآن بھی عربی زبان ہی میں کیوں نازل ہوئی؟ لیکن غور وفکر سے کام لیا جائے تو جواب صاف ہے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ کی بعثت اور دعوت تمام اقوام دنیا کے لئے عام ہوئی (جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا) جن میں سینکڑوں زبانیں رائج ہیں، تو ان سب کی ہدایت کے لئے دو ہی صورتیں ممکن تھیں، ایک یہ کہ قرآن ہر قوم کی زبان میں جدا جدا نازل ہوتا، اور رسول کریم ﷺ کی تعلیمات وہدایات بھی ہر قوم کی زبان میں جدا جدا ہوتیں، اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کے سامنے اس کا انتظام کوئی دشوار نہ تھا، لیکن تمام اقوام عالم کے لئے ایک رسول ایک کتاب ایک شریعت بھیجنے کا جو ایک عظیم مقصد ان تمام اقوام عالم میں ہزاروں طرح کے اختلافات کے باوجود دینی، اخلاقی، معاشرتی وحدت اور یکجہتی پیدا کرنا ہے، وہ اس صورت سے حاصل نہ ہوتا۔

اس کے علاوہ جب ہر قوم، ہر ملک کا قرآن وحدیث الگ زبان میں ہوتے تو اس میں تحریف قرآن کے بے شمار راستے کھل جاتے، اور قرآن کریم کے کلام کا محفوظ ہونا جو اس کی ایسی خصوصیت ہے کہ اغیار اور منکرین قرآن بھی اس کے تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتے، یہ معجزانہ خصوصیت قائم نہ رہتی، اور ایک ہی دین ایک ہی کتاب کے ہوتے ہوئے اس کے ماننے والوں کی اتنی مختلف راہیں ہو جاتیں کہ کوئی نقطہ وحدت ہی باقی نہ رہتا، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم کے ایک عربی زبان میں نازل ہونے کے باوجود اس کی تعبیر وتفسیر میں کس قدر اختلافات جائز حدود میں پیش آئے، اور ناجائز و باطل طریقوں سے اختلاف کی تو کوئی حد نہیں۔ لیکن ان سب کے باوجود مسلمانوں کی قومی وحدت اور ممتاز

تشخص ان سب لوگوں میں موجود ہے جو قران پر کسی درجہ میں بھی عامل ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی رسالت وبعثت کا پوری اقوام دنیا کے لئے عام ہونے کی صورت میں ان سب کی تعلیم وہدایت کی یہ صورت کہ قرآن ہر قوم کی زبان میں الگ الگ ہوتا اس کو تو کوئی ادنی سمجھ کا آدمی بھی درست نہیں سمجھ سکتا، اس لئے ضروری ہوا کہ قرآن کسی ایک ہی زبان میں آئے۔اور رسول کی زبان بھی وہی قرآن کی زبان ہو، پھر دوسری ملکی اور علاقائی زبانوں میں اس کے ترجمے پہونچائے اور پھیلائے جائیں، رسول کریم ﷺ کے نائب علماء ہر قوم ہر ملک میں آپ کی دی ہوئی ہدایات کو اپنی اپنی قوم وملک کی زبان میں سمجھائیں، اور شائع کریں، اس کے لئے حق تعالی شانہ نے تمام دنیا کی زبانوں میں سے عربی زبان کا انتخاب فرمایا جس کی بہت سی وجوہ ہیں۔

اول یہ کہ عربی زبان آسمان کی دفتری زبان ہے۔فرشتوں کی زبان عربی ہے، لوح محفوظ کی زبان عربی ہے، جیسا کہ آیت قرآن: " **بل هو قرآن مجيد، في لوح محفوظ** " (بروج:۲۱، ۲۲) سے معلوم ہوتا ہے، اور جنت جو انسان کا وطن اصلی ہے، اور جہاں اس کو لوٹ کر جانا ہے، اس کی زبان بھی عربی ہے، طبرانی فی الکبیر (۱۸۵/۱۱)، مستدرک حاکم (۸۷/۴)، شعب الایمان (۳۵/۴)، میں بروایت عبداللہ بن عباسؓ منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"**احبو العرب لثلاث، لانی عربی، و القرآن عربی، و کلام اهل الجنة عربی**".

اس روایت کو حاکم نے مستدرک میں صحیح کہا ہے، جامع صغیر میں بھی صحیح کی علامت بتائی ہے،، حافظ حدیث ابن تیمیہؒ نے کہا ہے کہ مضمون اس حدیث کا ثابت ہے درجہ حسن سے کم نہیں۔(فیض القدیر شرح جامع صغیر:۱۷۹/۱)۔

معنی حدیث کے یہ ہیں کہ تم لوگ تین وجہ سے عرب سے محبت کرو، ایک یہ کہ میں عربی ہوں، دوسرے یہ کہ قرآن عربی ہے، تیسرے یہ کہ اہل جنت کی زبان عربی ہے۔

تفسیر قرطبی وغیرہ میں یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ آدم علیہ السلام کی زبان جنت میں عربی تھی، زمین پر نازل ہونے اور توبہ قبول ہونے کے بعد عربی ہی زبان میں کچھ تغیرات ہو کر سریانی زبان پیدا ہوگئی،

عربی زبان کے انتخاب کی ایک وجہ خود اس زبان کی ذاتی صلاحتیں بھی ہیں کہ ایک مفہوم کی ادائیگی کے لئے اس میں بے شمار صورتیں اور طریقے ہیں۔

اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمان کو اللہ تعالی نے فطری طور پر عربی زبان سے ایک مناسبت عطاء فرمائی ہے، جس کی وجہ سے ہر شخص بآسانی عربی زبان بقدر ضرورت سیکھ لیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام جس ملک میں پہونچے، تھوڑے

ہی عرصہ میں بغیر کسی جبر واکراہ کے پورے ملک کی زبان عربی ہوگئی، مصر، شام، عراق سب میں کسی کی زبان بھی عربی نہ تھی، جو آج عربی ممالک کہلاتے ہیں۔

ایک یہ وجہ بھی ہے کہ عرب لوگ اگر چہ اسلام سے پہلے سخت بداعمالیوں کے شکار تھے۔مگر اس قوم کی صلاحیتیں اور ملکات اور جذبات ان حالتوں میں بھی بے نظیر تھے، یہی وجہ تھی کہ حق تعالی نے اپنے سب سے بڑے اور آخری رسول کو ان میں پیدا فرمایا، اور ان کی زبان کو قرآن کے لئے اختیار فرمایا، اور رسول کریم ﷺ کو سب سے پہلے انہی کی ہدایت وتعلیم کا حکم دیا:۔''وانذر عشیرتک الاقربین'' (شعراء:۲۱۴) اور سب سے پہلے اسی قوم کے ایسے افراد اپنے رسول کے گرد جمع فرمادیئے، جنہوں نے رسول کریم ﷺ پر اپنی جان، مال، اولاد سب کچھ قربان کیا، اور آپ ؐ کی تعلیمات کو جانوں سے زیادہ عزیز سمجھا، اور اس طرح ان پر رسول کریم ﷺ کی صحبت وتعلیم کا وہ گہرا رنگ چڑھا کہ پوری دنیا میں ایک ایسا مثالی معاشرہ پیدا ہوگیا جس کی نظیر اس سے پہلے اسمان وزمین نے نہیں دیکھی تھی، رسول کریم ﷺ نے اس بے مثال جماعت کو قرآنی تعلیمات کے پھیلانے اور شائع کرنے کیلئے کھڑا کردیا اور فرمایا:''بلغوا عنی ولو ایة'' (بخاری: ۳۴۶۱، عن عبداللہ بن عمرو ؓ) یعنی مجھ سے سنی ہوئی ہر بات کو امت تک پہنچادو جاں نثار صحابہ نے اس ہدایت کو پلے باندھا، اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہونچ کر قرآن اور اس کی تعلیمات کو جہان میں پھیلا دیا، رسول کریم ﷺ کی وفات پر پچیس سال گذرنے نہ پائے تھے کہ قرآن کی آواز مشرق ومغرب میں گونجنے لگی۔

دوسری طرف حق تعالی نے تقدیری اور تکوینی طور پر رسول کریم ﷺ کی امت دعوت جس میں دنیا کے مشرکین اور اہل کتاب یہود ونصاریٰ سب داخل ہیں، ان میں ایک خاص ملکہ اور جذبہ تعلیم وتعلم اور تصنیف وتالیف تبلیغ واشاعت کا ایسا پیدا فرمادیا کہ اس کی نظیر دنیا کی پچھلی تاریخ میں نہیں ملتی، اس کے نتیجہ میں عجمی اقوام میں نہ صرف قرآن وسنت کے علوم حاصل کرنے کا قوی جذبہ پیدا ہوا بلکہ عربی زبان کو حاصل کرنے اور اس کی ترویج واشاعت میں عجمیوں کا قدم عرب سے پیچھے نہیں رہا۔

یہ ایک حیرت انگیز حقیقت ہے کہ اس وقت عربی لغت اور محاورات اور اس کے قواعد نحو وصرف (گرائمر) پر جتنی کتابیں دنیا میں موجود ہے، وہ بیشتر عجمیوں کی لکھی ہوئی ہیں، قرآن وسنت کی جمع وتدوین، پھر تفسیر وتشریح میں بھی ان کا حصہ عربوں سے کم نہیں رہا۔

اس طرح رسول کریم ﷺ کی زبان اور آپ ؐ کی کتاب عربی ہونے کے باوجود پورے عالم پر محیط =

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسٰى بِاٰيٰتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ

اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے آؤ

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيّٰمِ اللّٰهِ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۵﴾

اور اُن کو اللہ کے دن یاد دلاؤ اس میں اُن لوگوں کیلئے جو صابر (وشاکر) ہیں (قدرتِ الٰہی کی) نشانیاں ہیں

وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجٰكُمْ مِّنْ آلِ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ نے جو تم پر مہربانیاں کی ہیں اُن کو یاد کرو جب کہ تمہیں فرعون کی قوم (کے ہاتھ)

فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ أَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ

سے مخلصی دی وہ لوگ تمہیں بُرے عذاب دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو مار ڈالتے تھے اور عورت ذات یعنی تمہاری لڑکیوں کو

نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۶﴾ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ

زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی (سخت) آزمائش تھی۔ اور جب تمہارے رب نے (تم

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿۷﴾

کو) آگاہ کیا کہ اگر شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے

= ہوگئی۔ اور دعوت وتبلیغ کی حدتک عرب وعجم کا فرق مٹ گیا، ہر ملک وقوم اور ہر عجمی زبان کے لوگوں میں ایسے علماء پیدا ہوگئے جنہوں نے قرآن وسنت کی تعلیمات کو اپنی قومی زبانوں میں نہایت سہولت کے ساتھ پہونچا دیا، اور رسول کریم ﷺ کو قوم کی زبان میں بھیجنے کی جو حکمت تھی وہ حاصل ہوگئی۔ آخر آیت میں فرمایا کہ ہم نے لوگوں کی سہولت کے لئے اپنے رسولوں کو ان کی زبان میں اس لئے بھیجا کہ وہ ہمارے احکام ان کو اچھی طرح سمجھا دیں، لیکن ہدایت اور گمراہی پھر بھی کسی انسان کے بس میں نہیں، اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے، وہ جس کو چاہتے ہیں گمراہی میں رکھتے ہیں، جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں، وہی بڑی قوت اور حکمت والے ہیں۔

وَقَالَ مُوْسٰى إِنْ تَكْفُرُوْٓا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيْعاً فَإِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ

اور موسیٰ نے (صاف صاف) کہہ دیا کہ اگر تم اور جتنے اور لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ناشکری کرو تو اللہ بھی بے نیاز

حَمِيْدٌ ﴿۸﴾ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ط

(اور) قابلِ تعریف ہے۔ بھلا تمہیں اُن لوگوں (کے حالات) کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے (یعنی) نوح اور عاد اور ثمود

وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللّٰهُ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنٰتِ

کی قوم اور جو اُن کے بعد تھے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں (جب) اُن کے پاس پیغمبر نشانیاں لے کر آئے

فَرَدُّوْا أَيْدِيَهُمْ فِيْٓ أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهٖ

تو اُنہوں نے اپنے ہاتھ اُن کے مونہوں پر رکھ دیئے (کہ خاموش رہو) اور کہنے لگے کہ ہم تو تمہاری رسالت کو تسلیم نہیں

وَإِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَا إِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۹﴾ قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللّٰهِ

کرتے اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم اس سے قوی شک میں ہیں ان کے پیغمبروں نے کہا کہ کیا (تمہیں) اللہ (کے

شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

بارے) میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے؟ وہ تمہیں اس لئے بلاتا ہے کہ تمہارے گناہ بخشے

وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلٰٓى أَجَلٍ مُّسَمًّى ط قَالُوْا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

اور فائدہ پہنچانے کیلئے ایک مدت مقرر تک تمہیں مہلت دے۔ وہ بولے تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو تمہارا یہ منشاء ہے کہ جن

تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَأْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾

چیزوں کو ہمارے بڑے پوجتے رہے ہیں ان (کے پوجنے) سے ہمیں بند کر دو تو (اچھا) کوئی کھلی دلیل لاؤ (یعنی معجزہ دکھاؤ)

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ

پیغمبروں نے اُن سے کہا کہ ہاں ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (نبوت کا)

يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَّأْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ

احسان کرتا ہے اور ہمارے اختیار کی بات نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر تمہیں (تمہاری فرمائش کے مطابق) معجزہ دکھائیں

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ

اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسا رکھنا چاہیئے ۔ اور ہم کیونکر اللہ پر بھروسا نہ رکھیں حالانکہ اُس نے ہمیں ہمارے (دین کے

هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَا آذَيْتُمُوْنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ

سیدھے) رستے بتائے ہیں اور جو تکلیفیں تم ہمیں دیتے ہو اُس پر صبر کریں گے اور اہلِ توکل کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیئے

﴿۱۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوْدُنَّ

اور جو کافر تھے انہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ (یا تو) ہم تمہیں اپنے ملک سے باہر نکال دیں گے یا ہمارے مذہب

فِيْ مِلَّتِنَا فَأَوْحٰى إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ

میں داخل ہو جاؤ تو اللہ نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے ۔ اور اُن کے بعد تمہیں اس زمین میں

الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾

آباد کریں گے ۔ یہ اُس شخص کیلئے ہے جو (قیامت کے روز) میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور میرے عذاب

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ

سے خوف کرے ۔ اور پیغمبروں نے (اللہ سے اپنی) فتح چاہی تو ہر سرکش ضدی نامراد رہ گیا ۔ اُس کے پیچھے دوزخ ہے

جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهُ وَيَأْتِيْهِ

اور اُسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا ۔ اس کو گھونٹ گھونٹ پئے گا اور گلے سے نہیں اتار سکے گا اور ہر طرف سے اُسے موت

الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

آ رہی ہو گی مگر وہ مرنے میں نہیں آئے گا اور اُس کے پیچھے سخت عذاب ہو گا ۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ

جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا اُن کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ آندھی کے دن اُس پر زور کی ہوا چلے (اور)

عَاصِفٍ لَّا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ط ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيْدُ

اُسے اڑا لے جائے (اسی طرح) جو کام وہ کرتے رہے ان پر ان کو کچھ دسترس نہ ہوگی یہی تو پرلے سرے کی گمراہی ہے

﴿۱۸﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ إِنْ يَّشَأْ يُذْهِبْكُمْ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے اگر وہ چاہے تو تمہیں نابود کر دے

وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾

اور (تمہاری جگہ) نئی مخلوق پیدا کر دے۔ اور یہ اللہ کو کچھ بھی مشکل نہیں

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

سب لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو ضعیف (العقل متبع اپنے روسائے) متکبرین سے کہیں گے

إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللهِ مِنْ شَيْءٍ قَالُوْا لَوْ

کہ ہم تو تمہارے پیرو تھے کیا تم اللہ کا کچھ عذاب ہم پر سے دفع کر سکتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر

هَدٰىنَا اللهُ لَهَدَيْنٰكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ

اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں ہدایت کرتے اب ہم چلائیں یا صبر کریں ہمارے حق میں برابر ہے کوئی جگہ (گریز اور)

مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللهَ وَعَدَكُمْ

رہائی کی ہمارے لئے نہیں ہے۔ جب (حساب کتاب کا) کام فیصل ہو چکے گا تو شیطان کہے گا (جو) وعدہ اللہ نے تم سے کیا

وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ

تھا (وہ تو) سچا (تھا) اور (جو) وعدہ میں نے تم سے کیا تھا وہ جھوٹا تھا اور میرا تم پر کسی طرح کا زور نہیں تھا

إِلَّآ أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ

ہاں میں نے تمہیں (گمراہی کی طرف) بلایا تو تم نے (جلدی سے) میرا کہا مان لیا تو (آج) مجھے ملامت نہ کرو

وَلُوْمُوْا أَنْفُسَكُمْ مَّا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ إِنِّيْ كَفَرْتُ

بلکہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، نہ میں تمہاری فریادرسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریادرسی کر سکتے ہو، میں اس بات سے انکار

بِمَا أَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

کرتا ہوں کہ تم مجھے شریک بناتے تھے۔ بیشک جو ظالم ہیں اُن کیلئے دردناک عذاب ہے

وَأُدْخِلَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ باغات میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

نہریں بہہ رہی ہیں، اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ اُن میں رہیں گے، وہاں اُن کی دعائے ملاقات سلام ہے

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے (وہ ایسی ہے) جیسے پاکیزہ درخت

أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ

جس کی جڑ مضبوط (یعنی زمین کو پکڑے ہوئے) ہو اور شاخیں آسمان میں۔ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا

بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾

(اور میوے) دیتا ہو اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا

اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مستحکم نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے،

مِنۡ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ آمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا

اُس کو ذرا بھی قرار (وثبات) نہیں۔اللہ مومنوں (کے دلوں) کو (صحیح اور) پکی بات سے[2] دنیا کی زندگی میں

وَفِى الۡآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيۡنَ وَيَفۡعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾

[۲] بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا) اور اللہ بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ كُفۡرًا وَّاَحَلُّوۡا قَوۡمَهُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ ﴿۲۸﴾

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا

جَهَنَّمَ يَصۡلَوۡنَهَا وَبِئۡسَ الۡقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا

(وہ گھر) دوزخ ہے (سب ناشکرے) اس میں داخل ہوں گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ اور ان لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کئے

---

[2] تمام مفسرین، محدثین اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔ خود نبی کریم ﷺ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی منقول ہے۔ چنانچہ براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اذأ قعد المؤمن فى قبره أتى ،ثم شهد ان لااله الاالله وان محمدرسول الله ،فذالك قوله ﴿يثبت الله الذين اٰمنوا بالقول الثابت﴾ الا ية مؤمن جب اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، پھر وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالی کے رسول ہیں۔ پس یہی مطلب ہے اللہ کے اس قول ﴿يثبت الله﴾ الاية کا۔ (بخاری: رقم: ۴۶۹۹)۔ محمد بن بشارؒ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ﴿يثبت الله الذين اٰمنوا ...﴾ نزلت فى عذاب القبر ,یعنی یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے (بخاری کتاب الجنائز رقم: ۱۳۶۹) اسی طرح ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ومن اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا،الاية طٰهٰ: ۱۲۴ تا ۱۲۶۔ سورۂ مومن کی ایت: ۴۵، ۴۶ میں بھی عذاب قبر کا مسئلہ ہے سورۂ التکاثر بھی عذاب قبر کے متعلق ہے۔

لِّيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

کہ (لوگوں کو) اس کے رستے سے گمراہ کردیں، کہہ دو کہ (چندروز) فائدے اٹھالو آخر کار تمہیں دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلٰوةَ

(اے پیغمبر!) میرے مومن بندوں سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں

وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ

اور اس دن کے آنے سے پیشتر جس میں نہ (اعمال کا) سودا ہوگا اور نہ دوستی (کام آئے گی) ہمارے دیئے ہوئے مال میں

وَلَا خِلَالٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ

سے در پردہ اور ظاہر خرچ کرتے رہیں ۔اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے مینہ

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ

برسایا پھر اُس سے تمہارے کھانے کیلئے پھل پیدا کئے

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾

اور کشتیوں (اور جہازوں) کو تمہارے زیرِ فرماں کیا تاکہ دریا (اور سمندر) میں اس کے حکم سے چلیں اور نہروں کو بھی تمہارے زیرِ فرماں کیا

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾

اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام میں لگا دیا کہ دونوں (دن رات) ایک دستور پر چل رہے ہیں اور رات اور دن کو بھی تمہاری خاطر کام میں لگا دیا

وَآتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا

اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تمہیں عنایت کیا اور اگر اللہ کے احسان گننے لگو تو شمار نہ کر سکو

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ

(مگر لوگ نعمتوں کا شکر نہیں کرتے) کچھ شک نہیں کہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔اور جب ابراہیم نے دعا کی

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾

کہ میرے پروردگار! اس شہر کو (لوگوں کیلئے) امن کی جگہ بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھ

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهُ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ

اے اللہ! انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے سو جس شخص نے میرا کہا مانا وہ میرے سے اور جس نے میری نافرمانی کی

فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٦﴾ رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ

تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اے اللہ! میں نے اپنی اولاد میدانِ (مکہ) میں جہاں

ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ

کھیتی نہیں تیرے عزت وحرمت والے گھر کے پاس لا بسائی ہے، اے اللہ! تا کہ یہ نماز پڑھیں، تو لوگوں کے دلوں کو ایسا

النَّاسِ تَهْوِيْ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٧﴾

کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو پھلوں سے روزی دے تا کہ (تیرا) شکر کریں

رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ

اے اللہ! جو بات ہم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں تو سب جانتا ہے۔ اور اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں

فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿٣٨﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى

(نہ) زمین میں نہ آسمان میں ۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بڑی عمر میں

الْكِبَرِ إِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٩﴾

اسمٰعیل اور اسحٰق بخشے بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے ۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿٤٠﴾

اے اللہ! مجھے (ایسی توفیق عنایت) کر کہ نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی (یہ توفیق بخش) اے اللہ! میری دعا قبول فرما

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

اے اللہ! حساب (کتاب) کے دن مجھے اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کی مغفرت فرما

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ

اور (مومنو) مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں اللہ اُن سے بے خبر ہے۔ وہ اُن کو اُس دن تک مہلت دے رہا ہے

لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْأَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ

جب کہ (دہشت کے سبب) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ (اور لوگ) سر اٹھائے ہوئے (میدانِ قیامت کی طرف)

لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾

دوڑ رہے ہوں گے۔ اُن کی نگاہیں اُن کی طرف لوٹ نہ سکیں گی اور اُن کے دل (مارے خوف کے) ہوا ہو رہے ہوں گے

وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَا

اور لوگوں کو اس دن سے آگاہ کر دو جب اُن پر عذاب آ جائے گا تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب!

أَخِّرْنَا إِلٰى أَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ

ہمیں تھوڑی سی مہلت عطا کر تا کہ ہم تیری دعوتِ (توحید) قبول کریں اور (تیرے) پیغمبروں کے پیچھے چلیں

أَوَلَمْ تَكُوْنُوْا أَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾

(تو جواب ملے گا کہ) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تم کو (اس حال سے جس میں تم ہو) زوال (اور قیامت کو حسابِ اعمال) نہیں ہو گا

وَسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ

جو لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے تم اُن کے مکانوں میں رہتے تھے اور تم پر ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے ان لوگوں کیساتھ

كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ﴿۴۵﴾

کس طرح (کا معاملہ) کیا تھا اور تمہارے (سمجھانے) کیلئے مثالیں بھی بیان کر دی تھیں

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ

اورانہوں نے (بڑی بڑی) تدبیریں کیں اوران کی (سب) تدبیریں اللہ کے ہاں (لکھی ہوئی) ہیں گو وہ تدبیریں ایسی

لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ

تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جاتے۔تو ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ نے جو اپنے پیغمبروں سے وعدہ کیا ہے اُس کے خلاف کرے گا

إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ

بیشک اللہ زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے۔جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی

وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾

اور آسمان بھی (بدل دیئے جائیں گے) اور سب لوگ اللہ یگانہ و زبردست کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٤٩﴾

اور اس دن تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾

اُن کے کرتے گندھک کے ہوں گے اور اُن کے مونھوں کو آگ لپٹ رہی ہوگی

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٥١﴾

یہ اس لئے کہ اللہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دے بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْا أَنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ

یہ (قرآن) لوگوں کے نام (اللہ کا پیغام) ہے تاکہ ان کو اُس سے ڈرایا جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہی اکیلا معبود ہے

وَّلِيَذَّكَّرَ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ ﴿٥٢﴾

اور تاکہ اہلِ عقل نصیحت پکڑیں۔

سورة الحجر (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

الٓرٰ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ وَقُرۡاٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱﴾ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ

الٓر۔ یہ (اللہ کی) کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں۔ کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے

کَفَرُوۡا لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۲﴾ ذَرۡهُمۡ یَاۡکُلُوۡا وَیَتَمَتَّعُوۡا وَیُلۡهِهِمُ

کہ اے کاش وہ مسلمان ہوتے۔ (اے محمد ﷺ!) ان کو ان کے حال پر رہنے دو کہ کھالیں اور فائدے اٹھالیں اور (طول)

الۡاَمَلُ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳﴾ وَمَاۤ اَهۡلَکۡنَا مِنۡ قَرۡیَةٍ

امل ان کو (دنیا میں) مشغول کئے رہے عنقریب ان کو (اس کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔ اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی

اِلَّا وَلَهَا کِتٰبٌ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۴﴾ مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ﴿۵﴾

مگر اس کا وقت معیّن تھا۔ کوئی جماعت اپنی مدت (وفات) سے نہ آگے نکل سکتی ہے نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔

وَقَالُوۡا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡ نُزِّلَ عَلَیۡهِ الذِّکۡرُ اِنَّکَ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۶﴾

اور (کفار) کہتے ہیں کہ اے شخص جس پر نصیحت (کی کتاب) نازل ہوئی ہے تو تو دیوانہ ہے۔

لَوۡ مَا تَاۡتِیۡنَا بِالۡمَلٰٓئِکَةِ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۷﴾ مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِکَةَ

اگر تو سچا ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا؟ (کہہ دو) کہ ہم فرشتوں کو نازل نہیں کیا کرتے

إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُّنظَرِينَ ﴿٨﴾ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ

مگرحق کے ساتھ اور اس وقت ان کو مہلت نہیں ملتی۔ بیشک یہ (کتاب) ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے [1]

---

[1] امام قرطبیؒ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ: ۷؍۱۵۹، میں اس جگہ سند متصل کے ساتھ ایک واقعہ امیر المؤمنین مامون کے دربا کا نقل کیا ہے کہ مامون کی عادت تھی کہ کبھی کبھی اس کے دربار میں علمی مسائل پر بحث ومباحثے اور مذاکرے ہوا کرتے تھے، جس میں ہر اہل علم کو آنے کی اجازت تھی، ایسے ہی ایک مذاکرہ میں ایک یہودی بھی آ گیا، جو صورت، شکل اور لباس وغیرہ کے اعتبار سے بھی ایک ممتاز آدمی معلوم ہوتا تھا، پھر گفتگو کی تو وہ بھی فصیح وبلیغ اور عاقلانہ گفتگو تھی، جب مجلس ختم ہوگئی تو مامون نے اس کو بلا کر پوچھا کہ تم اسرائیلی ہو؟ اس نے اقرار کیا، مامون نے بطور امتحان کہا اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو اپنے اور اپنے آباءواجداد کے دین کو نہیں چھوڑتا، بات ختم ہوگئی، یہ شخص چلا گیا، پھر ایک سال کے بعد یہی شخص مسلمان ہو کر آیا، اور مجلس مذاکرہ میں فقہ اسلامی کے موضوع پر بہترین تقریر اور عمدہ تحقیقات پیش کیں، مجلس ختم ہونے کے بعد مامون نے اس کو بلا کر کہا کہ تم وہی شخص ہو جو گذشتہ سال آئے تھے؟ جواب دیا ہاں وہی ہوں، مامون نے پوچھا کہ اُس وقت تو تم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر اب مسلمان ہونے کا سبب کیا ہوا؟ اس نے کہا میں یہاں سے لوٹا تو میں نے موجودہ مذاہب کی تحقیق کرنے کا ارادہ کیا، میں ایک خطاط اور خوش نویس آدمی ہوں، کتابیں لکھ کر فروخت کرتا ہوں، تو اچھی قیمت سے فروخت ہو جاتی ہیں، میں نے امتحان کرنے کے لئے تورات کے تین نسخے کتابت کئے، جن میں بہت جگہ اپنی طرف سے کمی بیشی کر دی اور یہ نسخے لے کر میں کنیسہ میں پہنچا، یہودیوں نے بڑی رغبت سے ان کو خرید لیا، پھر اسی طرح انجیل کے تین نسخے کمی بیشی کے ساتھ لکھ کر نصاریٰ کے عبادت خانہ میں لے گیا وہاں بھی نصاریٰ نے بڑی قدر ومنزلت کے ساتھ یہ نسخے مجھ سے خرید لئے، پھر میں نے یہی کام قرآن مجید کے ساتھ کیا، اس کے بھی تین نسخے عمدہ کتابت کئے جن میں اپنی طرف سے کمی بیشی کی تھی، ان کو لے کر جب میں فروخت کرنے کے لئے نکلا تو جس کے پاس لے گیا اس نے دیکھا کہ صحیح بھی ہے یا نہیں، جب کمی بیشی نظر آئی تو اس نے مجھے واپس کر دیا، اس واقعہ سے میں نے یہ سبق لیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی حفاظت کی ہوئی ہے، اس لئے مسلمان ہو گیا، اس واقعہ کے راوی (قاضی یحیی بن اکثمؒ) کہتے ہیں کہ اتفاقاً اسی سال مجھے =

لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾

نگہبان ہیں اور ہم نے تم سے پہلے لوگوں میں بھی پیغمبر بھیجے تھے۔

وَمَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ

اوران کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آتا تھا مگر وہ اس کے ساتھ استہزاء کرتے تھے۔اسی طرح ہم اس (تکذیب وضلال) کو

=حج کی توفیق ہوئی، وہاں سفیان بن عیینہؒ سے ملاقات ہوئی ،تو یہ قصہ ان کو سنایا انھوں نے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہونا چاہیئے ، کیونکہ اس کی تصدیق قرآن مجید میں موجود ہے، یحیٰ بن اکثمؒ نے پوچھا قرآن کی کونسی آیت میں ہے؟ تو فرمایا کہ قرآن کریم نے جہاں تورات وانجیل کا ذکر کیا ہے، اس میں تو فرمایا ''بما استحفظوا من کتاب اللہ ''یعنی یہود ونصاریٰ کو کتاب اللہ تورات وانجیل کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے یہی وجہ ہوئی کہ جب یہود ونصاریٰ نے فریضۂ حفاظت ادانہ کیا تو یہ کتابیں مسخ ومحرف ہوکر ضائع ہوگئیں، بخلاف قرآن کریم کے کہ اس کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا ''انا لہ لحٰفظون ''یعنی ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔اور یہ ظاہر ہے کہ معانی قرآن وہی ہیں جن کے تعلیم دینے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا ہے ''لتبین للناس ما نزل الیھم ''یعنی آپ ﷺ کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ آپ بتلادیں لوگوں کو، اس کلام کا مفہوم ، جو ان کے لئے نازل کیا گیا ہے، اور یہی معنی اس آیت کے ہیں ،''یعلمھم الکتاب والحکمۃ ''اوراسی لئے آپ نے فرمایا ''انمابعثت معلما'' (التمھید: ۵/ ۱۱۸)، یعنی میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، اور جب رسول اللہ ﷺ کو معانی قرآن کے بیان اور تعلیم کے لئے بھیجا گیا تو آپ نے امت کو جن اقوال وافعال کے ذریعہ تعلیم دی، انہی اقوال وافعال کا نام حدیث ہے۔

جولوگ آجکل دنیا کو اس مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں کہ احادیث کا ذخیرہ جو مستند کتب میں موجود ہے وہ اس لئے قابل اعتبار نہیں کہ وہ زمانہ رسول اللہ ﷺ سے بہت بعد میں مدون کیا گیا ہے۔اول تو ان کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں۔کیونکہ حدیث کی حفاظت وکتابت خود عہد رسالت میں شروع ہوچکی تھی بعد میں اس کی تکمیل ہوئی اس کے علاوہ حدیث رسول درحقیقت تفسیر قرآن اور معانی ہیں، ان کی حفاظت اللہ تعالی نے اپنے ذمہ لی ہے، پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآن کے صرف الفاظ محفوظ رہ جائیں معانی (یعنی احادیث رسول) ضائع ہوجائیں؟۔

فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۲﴾ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳﴾

گنہگاروں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں۔ سو وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور پہلوں کی روش بھی یہی رہی ہے۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا

اور اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں۔ تو بھی یہی کہیں کہ ہماری آنکھیں مخمور ہوگئی

سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی

ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ اور ہم نے ہی آسمان میں بُرج بنائے

السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ

اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو سجا دیا۔ اور ہر شیطان راندۂ درگاہ سے اسے محفوظ کر دیا۔

رَّجِیْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْاَرْضَ

ہاں اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو چمکتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لپکتا ہے۔ اور زمین

مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾

کو بھی ہم ہی نے پھیلایا اور اس پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیئے اور اس میں ہر ایک سنجیدہ چیز اگائی۔

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ ﴿۲۰﴾

اور ہم ہی نے تمہارے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کو تم روزی نہیں دیتے اس میں معاش کے سامان پیدا کئے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾

اور ہمارے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم ان کو بمقدارِ مناسب اتارتے رہتے ہیں۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ

اور ہم ہی ہوائیں چلاتے ہیں (جو بادلوں کے پانی سے) بھری ہوئی (ہوتی ہیں) اور ہم ہی آسمان سے مینہ برساتے ہیں

لَهُ بِخٰزِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ

اور ہم ہی تم کو اسکا پانی پلاتے ہیں اور تم تو اس کا خزانہ نہیں رکھتے۔ اور ہم ہی حیات بخشتے اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہم ہی

الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْکُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

سب کے وارث ہیں۔ اور جو لوگ تم میں پہلے گزر چکے ہیں ہمیں معلوم ہیں اور جو پیچھے آنے والے ہیں وہ بھی ہمیں

الْمُسْتَأْخِرِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَإِنَّ رَبَّکَ هُوَ یَحْشُرُهُمْ إِنَّهُ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾

معلوم ہیں۔ اور تمہارا پروردگار (قیامت کے دن) ان سب کو جمع کرے گا وہ بڑا دانا (اور) خبردار ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾

اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے۔

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَإِذْ قَالَ رَبُّکَ

اور جنوں کو اس سے بھی پہلے بے دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا تھا۔ اور جب تمہارے پروردگار نے

لِلْمَلٰٓئِکَةِ إِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾

فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔

فَإِذَا سَوَّیْتُهُ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهُ

جب اس کو (صورتِ انسانیہ میں) درست کرلوں اور اس میں اپنی (بے بہا چیز یعنی) روح پھونک دوں تو اس کے آگے

سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّهُمْ أَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

سجدے میں گر پڑنا تو فرشتے تو سب کے سب سجدے میں گر پڑے۔

إِلَّا إِبْلِیْسَ أَبٰی أَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰإِبْلِیْسُ مَا لَکَ

مگر شیطان کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کیا۔ (اللہ نے) فرمایا کہ ابلیس! تجھے کیا ہوا

أَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ أَكُنْ لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ
کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ (اس نے) کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ انسان کو جس کو تو نے کھنکھناتے سڑے

صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾
ہوئے گارے سے بنایاہے سجدہ کروں۔ (اللہ نے) فرمایا یہاں سے نکل جا تو مردُود ہے۔

وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِيْ إِلٰى يَوْمِ
اور تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت (برسے گی)۔ (اس نے) کہا کہ پروردگار! مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ

يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾ إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ
(مرنے کے بعد) زندہ کئے جائیں گے۔ فرمایا کہ تجھے مہلت دی جاتی ہے۔ وقت مقرر (یعنی

الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِيْ لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ
قیامت) کے دن تک۔ (اس نے) کہا کہ پروردگار جیسا تو نے مجھے رستے سے الگ کیا ہے میں بھی زمین میں لوگوں

وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾
کے لئے (گناہوں کو) آراستہ کر دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا۔ ہاں ان میں جو تیرے مخلص بندے ہیں (ان پر قابو چلنا مشکل ہے)

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ
(اللہ نے) فرمایا کہ مجھ تک (پہنچنے کا) یہی سیدھا رستہ ہے۔ جو میرے (مخلص) بندے ہیں ان پر تجھے

سُلْطٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ
کچھ قدرت نہیں (کہ ان کو گناہ میں ڈال سکے) ہاں بدراہوں میں سے جو تیرے پیچھے چل پڑے۔ اور ان سب کے وعدے

لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ
کی جگہ جہنم ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں ہر ایک دروازے کے لئے ان میں جماعتیں

مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ

تقسیم کر دی گئی ہیں۔ جو متقی ہیں وہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) ان میں سلامتی

آمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا

سے داخل ہو جاؤ۔ اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہوگی اس کو ہم نکال (کر صاف کر) دیں گے (گویا) بھائی بھائی

عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا

تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ نہ ان کو وہاں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے

بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾

نکالے جائیں گے۔ (اے پیغمبر!) میرے بندوں کو بتا دو کہ میں بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہوں۔

وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾

اور یہ کہ میرا عذاب بھی درد دینے والا عذاب ہے۔ اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کا احوال سنا دو۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ

جب وہ ابراہیم کے پاس آئے تو سلام کہا (انہوں نے) کہا ہمیں تو تم سے ڈر لگتا ہے۔ (مہمانوں نے) کہا کہ ڈریئے نہیں

اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ

ہم آپ کو ایک دانشمند لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ (وہ) بولے کہ جب مجھے بڑھاپے نے آ لیا

فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾

تو تم خوشخبری دینے لگے اب کاہے کی خوشخبری دیتے ہو؟ (انہوں نے) کہا کہ ہم آپ کو سچی خوشخبری دیتے ہیں آپ مایوس نہ ہوں

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ

(ابراہیم نے) کہا کہ اللہ کی رحمت سے (میں مایوس کیوں ہونے لگا اس سے) مایوس ہونا گمراہوں کا کام ہے۔ پھر کہنے لگے

فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلٰى قَوْمٍ

کہ فرشتو! تمہیں (اور) کیا کام ہے؟ (انہوں نے) کہا کہ ہم ایک گنہگار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں (کہ اس کو عذاب

مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ إِلَّا آلَ لُوْطٍ إِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾

کریں)۔ مگر لوط کے گھر والے کہ ان سب کو ہم بچا لیں گے ۔

إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا إِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

البتہ ان کی بیوی (کہ) اس کے لئے ہم نے ٹھہرا دیا ہے کہ وہ پیچھے رہ جائے گی۔

فَلَمَّا جَآءَ آلَ لُوْطِ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾

پھر جب فرشتے لوط کے گھر گئے ۔ تو لوط نے کہا تم تو نا آشنا سے لوگ ہو۔

قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَأَتَيْنٰكَ

وہ بولے کہ (نہیں) بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں لوگ شک کرتے تھے۔ اور ہم آپ کے پاس

بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ

یقینی بات لے کر آئے ہیں اور ہم سچ کہتے ہیں۔ تو آپ کچھ رات رہے سے اپنے گھر والوں کو لے نکلیں

وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾

اور خود ان کے پیچھے چلیں اور آپ میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور جہاں آپ کو حکم ہو وہاں چلے جایئے

وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾

اور ہم نے لوط کی طرف وحی بھیجی کہ ان لوگوں کی جڑ صبح ہوتے ہوتے کاٹ دی جائے گی۔

وَجَآءَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ

اور اہلِ شہر (لوط کے پاس) خوش خوش (دوڑے) آئے۔ (لوط نے) کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں (کہیں ان کے بارے

فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿٦٨﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿٦٩﴾

میں) مجھے رسوا نہ کرنا ۔ اور اللہ سے ڈرو اور میری بے آبروئی نہ کرنا۔

قَالُوْا أَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٠﴾

وہ بولے کیا ہم نے تمہیں سارے جہان (کی حمایت و طرفداری) سے منع نہیں کیا ۔

قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْٓ إِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٧١﴾ لَعَمْرُكَ

(انہوں نے) کہا کہ اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یہ میری (قوم کی) لڑکیاں ہیں (ان سے شادی کرلو۔ (اے محمد ﷺ!) تمہاری جان کی قسم!

إِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٢﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾

وہ اپنی مستی میں مدہوش (ہو رہے) تھے۔[2] سو ان کو سورج نکلتے نکلتے چنگھاڑ نے آ پکڑا۔

---

[2] قولہ "لعمرک" روح المعانی میں جمہور مفسرین کا قول یہ نقل کیا ہے کہ لعمرک کے مخاطب رسول کریم ﷺ ہیں، اللہ تعالی نے آپ کی حیات کی قسم کھائی ہے بیہقی نے شعب الایمان:۱۷۸/۲،۱۸۴، و الشریعۃ للاجری:۳۹۷/۱، والخلال فی السنۃ:۲۴۱/۱، میں اورابونعیم وابن مردویہ وغیرہ نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالی نے تمام مخلوقات وکائنات میں کسی کو محمد مصطفی ﷺ سے زیادہ مرتبہ وعزت عطانہیں فرمایا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے کسی پیغمبر یا کسی فرشتے کی حیات پر کبھی قسم نہیں کھائی، اوراس آیت میں رسول کریم ﷺ کی عمروحیات کی قسم کھائی ہے جو نبی کریم ﷺ کا انتہائی اعزاز واکرام ہے۔

کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ اللہ تعالی کے اسماء وصفات کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم کھائے، کیونکہ قسم اس کی کھائی جاتی ہے جس کوسب سے زیادہ بڑا سمجھا جائے اور ظاہر ہے سب سے زیادہ بڑا صرف للہ تعالی ہی ہوسکتا ہے۔حدیث میں ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ اپنی ماؤں اور باپوں کی اور بتوں کی قسم نہ کھاؤ،اور اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھاؤ،اوراللہ کی قسم بھی صرف اس وقت کھاؤ جب تم اپنے قول میں سچے ہو(رواہ ابوداود، و النسائی عن ابی ھریرۃ السلسلۃ الصحیحۃ رقم: ١١١٩)۔=

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ﴿۷۴﴾

اور ہم نے اس (شہر) کو (الٹ کر) نیچے اوپر کر دیا اور ان پر کنکر کی پتھریاں برسائی گئیں

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿۷۵﴾ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿۷۶﴾

بیشک اس (قصے) میں اہلِ فراست کے لئے نشانی ہے۔ اور وہ (شہر) اب تک سیدھے رستے پر (موجود) ہے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿۷۷﴾ وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ

بیشک اس میں ایمان لانے والوں کے لئے نشانی ہے۔ اور بَن کے رہنے والے (یعنی قومِ شعیب کے لوگ)

لَظَالِمِينَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿۷۹﴾

بھی گنہگار تھے۔ تو ہم نے ان سے بھی بدلا لیا اور یہ دونوں شہر کھلے رستے پر (موجود) ہیں

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿۸۰﴾

اور (وادی) حجر کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔

= اور صحیحین میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے عمر بن خطابؓ کو دیکھا کہ اپنے باپ کی قسم کھا رہے ہیں تو رسول پاک ﷺ نے پکار کر فرمایا کہ خبردار رہو اللہ تعالی باپوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے جس کو حلف کرنا ہو اللہ کے نام کا حلف کرے ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری: ٦٦٤٦، مسلم: ١٦٤٦، عن ابن عمرؓ)۔

لیکن یہ حکم عام مخلوقات کے لئے ہے اللہ تعالی خود اپنی مخلوقات میں سے مختلف چیزوں کی قسم کھاتے ہیں، یہ ان کے لئے مخصوص ہے جس کا مقصد کسی خاص اعتبار سے اس چیز کا اشرف اور عظیم النفع ہونا بیان کرنا ہے، اور عام مخلوق کو غیر اللہ کی قسم کھانے سے روکنے کا جو سبب ہے وہ یہاں موجود نہیں کیونکہ حق تعالی کے کلام میں اس کا کوئی امکان نہیں کہ وہ اپنی کسی مخلوق کو سب سے زیادہ بڑا اور افضل سمجھیں، کیونکہ علی الاطلاق بڑائی تو صرف اللہ تعالی کی ذات سے مخصوص ہے۔

وَآتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ

اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں اور وہ ان سے منہ پھیرتے رہے۔ اور وہ پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے تھے

بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَا أَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا

(کہ) امن (واطمینان) سے رہیں گے۔ تو چیخ نے ان کو صبح ہوتے ہوتے آ پکڑا۔ اور جو کام وہ کرتے تھے وہ ان کے کچھ

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

بھی کام نہ آئے۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (مخلوقات) ان میں ہے

إِلَّا بِالْحَقِّ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾

اس کو تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے اور قیامت تو ضرور آ کر رہے گی تو تم (ان لوگوں سے) اچھی طرح سے درگزر کرو۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ آتَيْنٰكَ سَبْعًا

کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار ہی (سب کچھ) پیدا کرنے والا (اور) جاننے والا ہے۔ اور ہم نے تمہیں سات (آیتیں)

مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ

جو (نماز میں) دہرا کر پڑھی جاتی ہیں (یعنی سورۂ الحمد) اور عظمت والا قرآن عطا فرمایا ہے۔ اور ہم نے کفار کی کئی جماعتوں

أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

کو جو متمتع کیا ہے تم ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنا اور نہ ان کے حال پر تأسف کرنا اور مومنوں سے خاطر اور تواضع سے پیش آنا

وَقُلْ إِنِّيْ أَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾

اور کہہ دو کہ میں تو اعلانیہ ڈر سنانے والا ہوں۔ (اور ہم ان کفار پر اسی طرح عذاب نازل کریں گے) جس طرح (قسم کھانے والوں یا قرآن کو)

الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾

بانٹ لینے والوں پر یعنی قرآن کو (کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے سے) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

تمہارے پروردگار کی قسم! ہم ان سے ضرور پرسش کریں گے۔ ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾

پس جو حکم تمہیں (اللہ کی طرف سے) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنا دو اور مشرکوں کا (ذرا) خیال نہ کرو۔

إِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا

ہم تمہیں ان لوگوں سے بچانے کے لئے جو تم سے استہزاء کرتے ہیں کافی ہیں۔[۳] جو اللہ کے ساتھ اور معبود قرار

آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ

دیتے ہیں سو عنقریب ان کو (ان باتوں کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے تمہارا دل تنگ

بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ

ہوتا ہے۔ تو تم اپنے پروردگار کی تسبیح کہتے اور (اس کی) خوبیاں بیان کرتے رہو

مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

اور سجدہ کرنے والوں میں داخل رہو۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کئے جاؤ یہاں تک کہ تمہاری موت (کا وقت) آ جائے

---

[3] اس میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان کے لیڈر پانچ آدمی تھے، عاص بن وائل، اسود بن المطلب، اسود بن عبدیغوث، ولید بن مغیرہ، حارث بن طلاطلہ، یہ پانچوں معجزانہ طور پر ایک ہی وقت میں جبرئیل علیہ السلام کے اشارے سے ہلاک کردیئے گئے۔

سورة نحل (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

أَتٰىٓ أَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱﴾

اللہ کا حکم (یعنی عذاب گویا) آ ہی پہنچا تو (کافرو!) اس کے لئے جلدی مت کرو یہ لوگ جو (اللہ کا) شریک بناتے ہیں وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ أَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ أَنْ

وہی فرشتوں کو پیغام دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے کہ (لوگوں کو) بتا دو

أَنْذِرُوْٓا أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاتَّقُوْنِ ﴿۲﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ

کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ ہی سے ڈرو۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو مبنی بر حکمت پیدا کیا

تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳﴾ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ

اس کی ذات ان (کافروں) کے شرک سے اونچی ہے۔ اسی نے انسان کو نطفے سے بنایا مگر وہ اس (خالق) کے بارے میں

خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴﴾ وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ

اعلانیہ جھگڑنے لگا۔ اور چار پایوں کو بھی اسی نے پیدا کیا ان میں تمہارے لئے گرمی کے لباس اور بہت سے فائدے ہیں

وَمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ ﴿۵﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ

اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو اور جب شام کو انہیں (جنگل سے) لاتے ہو اور جب صبح کو (جنگل) چرانے لے

تَسْرَحُوْنَ ﴿۶﴾ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَالِغِيْهِ إِلَّا بِشِقِّ

جاتے ہو تو ان سے تمہاری عزت و شان ہے۔ اور (دُور دراز) شہروں میں جہاں تم زحمتِ شاقہ کے بغیر پہنچ نہیں سکتے

الْأَنْفُسِ ؕ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۷﴾ وَالْخَيْلَ

وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار نہایت شفقت والا مہربان ہے۔ اور اسی نے گھوڑے

وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۸﴾

اور خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور رونق و زینت (بھی ہیں) اور وہ (اور چیزیں بھی) پیدا کرتا ہے جن کی تمہیں خبر نہیں

وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ؕ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۹﴾

اور اللہ پر سیدھی راہ کا بتا دینا ہے اور بعض رستے ٹیڑھے ہیں اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو سیدھے رستے پر چلا دیتا

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ﴿۱۰﴾

وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا جسے تم پیتے ہو اور اس سے درخت بھی (شاداب ہوتے ہیں)

يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ؕ

جن میں تم اپنے چار پایوں کو چراتے ہو اسی پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور (اور بے شمار درخت)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۱﴾

اگاتا ہے اور ہر طرح کے پھل (پیدا کرتا ہے) غور کرنے والوں کے لئے اس میں (قدرت الٰہی کی بڑی) نشانی ہے

وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ

اور اسی نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو کام میں لگایا اور اسی کے حکم سے ستارے بھی کام میں لگے ہوئے

بِأَمْرِهِ ؕ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۱۲﴾ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ

ہیں سمجھنے والوں کے لئے اس میں (قدرتِ الٰہی کی بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اور جو طرح طرح کے رنگوں کی چیزیں

مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ؕ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۳﴾

اس نے زمین میں پیدا کیں نصیحت پکڑنے والوں کے لئے اس میں نشانی ہے

وَهُوَ الَّذِىْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً

اور وہی تو ہے جس نے دریا کو تمہارے اختیار میں کیا تا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زیور نکالو

تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ

جسے تم پہنتے ہو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں دریا میں پانی کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں اور اس لئے بھی (دریا کو تمہارے اختیار میں کیا)

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ

کہ تم اللہ کے فضل سے (معاش) تلاش کرو اور تا کہ اس کا شکر کرو۔ اور اسی نے زمین پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیئے

اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾

کہ تمہیں لے کر کہیں جھک نہ جائے اور نہریں اور رستے بنا دیئے تا کہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک (آسانی سے) جا سکو

وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ

اور نشانات بنا دیئے اور لوگ ستاروں سے بھی رستے معلوم کرتے ہیں۔[1] تو جو (اتنی مخلوقات) پیدا کرے کیا

كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ

وہ ویسا ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کر سکے تو پھر تم غور کیوں نہیں کرتے؟ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو گن نہ سکو

---

[1] قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ستاروں میں تین فائدے رکھے ہیں۔ آسمان کی زینت، بھولے بھٹکوں کی رہبری، اور شیطان کی مار۔ کسی اور بات کا ان کے ساتھ عقیدہ رکھنا اپنی رائے سے بات بنانا اور تکلیف اٹھانا اور اپنے حصہ کو کھونا ہے۔ جاہلوں نے ستاروں کے ساتھ علم نجوم کو متعلق رکھ کر فضول باتیں بنائی ہیں کہ اس کے وقت جو نکاح کرے یوں ہوگا، فلاں ستارے کے وقت پر سفر کرنے سے یہ ہوتا ہے، فلاں ستارے کے وقت جو تولد ہوا ہو وہ ایسا، وغیرہ وغیرہ یہ سب ڈھکوسلے ہیں۔ (ابن ابی حاتم) ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ سبحان اللہ قتادہ کا یہ قول کتنا صحیح کس قدر مفید اور معلومات سے پر ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾

بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو کچھ تم چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو سب سے اللہ واقف ہے

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی تو نہیں بنا سکتے بلکہ خود ان کو اَور بناتے ہیں

أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

(وہ) لاشیں ہیں بے جان ان کو یہ بھی تو معلوم نہیں کہ اٹھائے کب جائیں گے۔[2] تمہارا معبود تو اکیلا اللہ ہے

---

[2] ان دلیلوں سے معلوم ہوا کہ سب کچھ کرنے والا صرف اللہ تعالی ہی ہے، اور مشرکین جن بندگان کو بزعم خود متصرف ومختار سمجھ کر پکارتے ہیں، پیدائش کائنات میں ان کا کوئی دخل نہیں، بلکہ وہ خود ایک عاجز مخلوق ہیں ''اموات غیر احیاء ''یعنی سب کچھ جاننے والا تو اللہ تعالی ہے، اور مشرکین کے مزعومہ معبود تو فوت ہو چکے ہیں، وہ ان کی دعاء اور پکار سے بے خبر ہیں، اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ قبروں سے کب اٹھائے جائیں گے، ''و الذین یدعون من دون اللہ'' سے عموم مجاز کے طور پر مشرکین کے تمام معبود مراد ہیں، خواہ وہ جماد ہوں، خواہ ذوی العقول ہوں، ویجوز ان یکون المراد من المخبر عنه بما ذکر مایتناول جمیع معبوداتھم، من ذوی العقول وغیرھم ۔فیرتکب فی '' اموات'' عموم المجاز لیشمل ماکان له حیات ثم مات کعزیر، او سیموت کعیسی علیھما السلام و الملائکة ومالیس من شانه الحیاة اصلا کا لاصنام (روح)۔

شاہ عبدالقادر دہلویؒ موضح قران میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: شاید یہ ان کو فرمایا جو مرے بزرگوں کو پوجتے ہیں، شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں یعنی جن چیزوں کو اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب مردے ہیں، خواہ دواماً مثلا بت، یا فی الحال مثلا جو بزرگ مر چکے، اور ان کی پوجا کی جاتی ہے، یا انجام ومآل کے اعتبار سے مردہ ہیں مثلا عیسیٰ علیہ السلام، روح القدس اور ملائکۃ اللہ، جن کی بعض فرقے پرستش کرتے ہیں (تفسیر عثمانی)۔

فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾

تو جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکار کر رہے ہیں اور وہ سرکش ہو رہے ہیں

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

یہ جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اللہ ضرور اس کو جانتا ہے وہ سرکشوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا

الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ

اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا اتارا ہے تو کہتے ہیں کہ (وہ تو) پہلے لوگوں کی

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ

حکایتیں ہیں۔ (اے پیغمبر! ان کو بکنے دو) یہ قیامت کے دن اپنے (اعمال کے) پورے بوجھ بھی اٹھائیں گے

وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور جن کو یہ بے تحقیق گمراہ کرتے ہیں ان کے بوجھ بھی (اٹھائیں گے) سن رکھو کہ جو بوجھ یہ اٹھا رہے ہیں بُرے ہیں

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ

ان سے پہلے لوگوں نے بھی (ایسی ہی) مکاریاں کی تھیں تو اللہ (کا حکم) ان کی عمارت کے ستونوں پر آ پہنچا اور چھت ان پر

السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

ان کے اوپر سے گر پڑی۔ اور (ایسی طرف سے) ان پر عذاب آ واقع ہوا جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاۗقُّوْنَ فِيْهِمْ

پھر وہ ان کو قیامت کے دن بھی ذلیل کرے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم جھگڑا کرتے

قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾

تھے؟ جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ آج کافروں کی رسوائی اور بُرائی ہے

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ

(ان کا حال یہ ہے کہ) جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے لگتے ہیں (اور یہ) اپنے ہی حق میں ظلم کرنے والے (ہوتے

مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

ہیں) تو مطیع ہو جاتے ہیں کہ ہم کوئی بُرا کام نہیں کرتے تھے ہاں جو کچھ تم کیا کرتے تھے اللہ اسے خوب جانتا ہے

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

سو دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ اس میں رہو گے اب تکبر کرنے والوں کا بُرا ٹھکانہ ہے

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْا خَيْرًا لِّلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا

اور (جب) پرہیزگاروں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ بہترین (کلام) جو

فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۰﴾

لوگ نیکوکار ہیں ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو بہت ہی اچھا ہے اور پرہیزگاروں کا گھر بہت خوب ہے

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ

(وہ) بہشت جاودانی (ہیں) جن میں وہ داخل ہوں گے ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں جو چاہیں گے ان کے لئے

كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۱﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

میسر ہوگا اللہ پرہیزگاروں کو ایسا ہی بدلا دیتا ہے۔ (ان کی کیفیت یہ ہے کہ) جب فرشتے ان کی جانیں نکالنے لگتے ہیں

طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾

اور یہ پاک ہوتے ہیں تو السلام علیکم کہتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) جو عمل تم کیا کرتے تھے ان کے بدلے میں بہشت میں داخل ہو جاؤ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ كَذٰلِكَ فَعَلَ

کیا یہ (کافر) اس بات کے منتظر ہیں کہ فرشتے ان کے پاس (جان نکالنے) آئیں یا تمہارے پروردگار کا حکم (عذاب) آ

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾

پہنچے اسی طرح ان لوگوں نے کیا تھا جوان سے پہلے تھے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے

فَأَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِئُوْنَ ﴿۳۴﴾

تو ان کو ان کے اعمال کے بُرے بدلے ملے اور جس چیز کے ساتھ وہ ٹھٹھے کیا کرتے تھے اس نے ان کو (ہر طرف سے) گھیر لیا

وَقَالَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَا

اور مشرک کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم ہی اس کے سوا کسی چیز کو پوجتے اور نہ ہمارے بڑے ہی (پوجتے) اور نہ اس کے

آبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ

(فرمان کے) بغیر ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے (اے پیغمبر!) اسی طرح

فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾

ان سے اگلے لوگوں نے کیا تھا تو پیغمبروں کے ذمے (اللہ کے احکام کو) کھول کر پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ

اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو

فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ

تو ان میں بعض ایسے ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی

فَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾

سو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا

إِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ

اگر تم ان (کفار) کی ہدایت کے لئے خواہش مند ہیں تو جس کو اللہ گمراہ کر دیتا ہے اس کو وہ ہدایت نہیں دیا کرتا اور ایسے لوگوں کا کوئی

نٰصِرِيْنَ ۝ [۳۷] وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ

مددگار بھی نہیں ہوتا۔ اور یہ اللہ کی پکی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ اسے (قیامت کے دن قبر سے) نہیں

بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ [۳۸]

اٹھائے گا ہر گز نہیں یہ (اللہ کا) وعدہ سچا ہے اور اس کا پورا کرنا اسے ضرور ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا

تاکہ جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دے اور اس لئے کہ کافر جان لیں کہ وہ

كٰذِبِيْنَ ۝ [۳۹] اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ [۴۰]

جھوٹے تھے۔ جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہماری بات یہی ہے کہ اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

اور جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ کے لئے وطن چھوڑا ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے

وَّلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ [۴۱] الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ

اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے اگر وہ (اسے) جانتے۔[3] یعنی وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر

يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ [۴۲] وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ

بھروسا رکھتے ہیں۔ اور ہم نے تم سے پہلے مردوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے اگر تم

---

[3] امام قرطبی نے اس جگہ ہجرت اور ترک وطن کی قسمیں اور ان کے کچھ احکام پر ایک مفید مضمون تحریر فرمایا ہے اتمام فائدہ کی لئے اس کو نقل کرتا ہوں، قرطبی نے بحوالہ ابن عربی لکھا ہے وطن سے نکلنا اور زمین میں سفر کرنا کبھی تو کسی چیز سے بھاگنے اور بچنے کی لئے ہوتا ہے، اور کبھی کسی چیز کی طلب و جستجو کے لئے۔ پہلی قسم کا سفر جو کسی چیز سے

بھاگنے او بچنے کے لئے ہو اس کو ہجرت کہتے ہیں، اور اس کے چھ قسمیں ہیں۔

اول، یعنی دارلکفر سے دارالاسلام کی طرف جانا، یہ قسم سفر عہد رسالت مین بھی فرض تھی اور قیامت تک بشرط استطاعت وقدرت فرض ہے جبکہ دارالکفر مین اپنے جان ومال اور ابرو کا امن نہ ہو یا دینی فرائض کی ادائیگی ممکن نہ ہو، اس کے باوجود دارالحرب مین مقیم رہا تو گناہگار ہوگا۔

دوسرا دارالبدعت سے نکل جانا، ابن قاسم کہتے ہیں کہ مین نے امام مالک سے سنا ہے کہ کسی مسلمان کے لئے اس مقام میں قیام کرنا حلال نہیں، جس میں سلف صالحین پر سب وشتم کیا جاتا ہو، ابن عربی یہ قول نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ بالکل صحیح ہے، کیونکہ اگر تم کسی منکر کا ازالہ نہیں کر سکتے تو تم پر لازم ہے کہ خود وہاں سے زائل یعنی علیٰحدہ ہو جاؤ، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "**واذا رأیت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنهم**" الایة. (**انعام: ٦٨**)

تیسرا سفر وہ ہے کہ جس جگہ پر حرام کا غلبہ ہو وہاں سے نکل جانا، کیونکہ طلب حلال ہر مسلمان پر فرض ہے۔

چوتھا جسمانی اذیتوں سے بچنے کے لئے سفر، یہ سفر جائز اور اللہ تعالی کی طرف سے انعام ہے کہ انسان جس جگہ دشمنوں سے جسمانی اذیت کا خطرہ محسوس کرے وہاں سے نکل جائے، تا کہ اس خطرہ سے نجات ہو، یہ چوتھی قسم کا سفر سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے کیا، جبکہ قوم کی ایذاؤں سے نجات حاصل کرنے کے لئے عراق سے ملک شام کی طرف روانہ ہوئے اور فرمایا "**انی مهاجر الی ربی**" (**عنکبوت: ٢٦**) ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی ایک سفر مصر سے مدین کی طرف کیا "**فخرج منها خائفا یترقب**" .(**قصص: ١٨**).

پانچواں سفر آب وہوا کی خرابی اور امراض کی خطرہ سے بچنے کے لئے ہے، شریعت اسلام نے اس کی بھی اجازت دی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ (اصحاب العرنیین) کو مدینہ سے باہر جنگل میں قیام کرنے کا ارشاد فرمایا: کیونکہ شہری آب وہوان کو موافق نہ تھی، اسی طرح فاروق اعظم نے ابوعبیدہؓ کو حکم بھیجا تھا، کہ دارالخلافہ اردن سے منتقل کر کے کسی سطح مرتفع پر لے جائیں، جہاں آب وہوا خراب نہ ہو۔

لیکن یہ اس وقت میں ہے جب کسی مقام پر طاعون یا وبائی امراض پھیلے ہوئے نہ ہوں، اور جس جگہ کوئی وبا پھیل جائے اس کے لئے حکم یہ ہے کہ جو لوگ اس جگہ پہلے سے موجود ہیں، وہ تو وہاں سے بھاگیں نہیں اور جو باہر ہیں وہ اس کے اندر نہ جائیں، جیسا کہ فاروق اعظمؓ کو سفر شام کے وقت پیش آیا، کہ سرحد شام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ ملک شام میں طاعون پھیلا ہوا ہے تو اپ کو اس ملک میں داخل ہونے میں تردد پیش آیا، صحابہ کرام سے مسلسل مشوروں کے بعد اخر میں جب عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان کو یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اذاوقع بارض وانتم بها فلاتخرجوامنها واذاوقع فلاتهبطوا عليها (رواه الترمذی: ۱۰۶۵، وقال حديث حسن صحيح) یعنی جب کسی خطہ میں طاعون پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو اب وہاں سے نہ نکلو اور جہاں تم پہلے سے موجود نہیں وہاں طاعون پھیلنے کی خبر سنو تو اس میں داخل نہ ہو۔

اس وقت فاروق اعظم نے حکم حدیث کی تعمیل کرتے ہوئے پوری قافلہ کو لے کر واپسی کا اعلان کر دیا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ حدیث شریف کے اس حکم میں ایک خاص حکمت یہ بھی ہے کہ جو لوگ اس جگہ مقیم ہیں جہاں کوئی وباء پھیل چکی ہے یہاں کے لوگوں میں وبائی جراثیم کا موجود ہونا ظن غالب ہے، وہ اگر یہاں سے بھاگیں گے تو جس میں یہ مادہ وبائی سرایت کر چکا ہے وہ تو بچے گا نہیں، اور جہاں یہ جائے گا وہاں کے لوگ اس سے متاثر ہوں گے، اس لئے یہ حکیمانہ فیصلہ فرمایا۔

چھٹا سفر اپنے مال کی حفاظت کے لئے ہے، جب کوئی شخص کسی مقام میں چوروں ڈاکوؤں کا خطرہ محسوس کرے، تو وہاں سے منتقل ہو جائے، شریعت اسلام نے اس کی بھی اجازت دی ہے، کیونکہ مسلمان کے مال کا بھی ایسا ہی احترام ہے جیسا اس کی جان کا ہے۔

یہ چھ قسمیں تو اس ترک وطن کی ہیں جو کسی چیز سے بھاگنے اور بچنے کے لئے کیا گیا ہو، اور جو سفر کسی چیز کی طلب و جستجو کی لئے کیا جائے اس کی نو قسمیں ہیں:۔

۱۔ سفر عبرت:۔ یعنی دنیا کی سیاحت و سفر، اس کام کے لئے کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اور قدرت کاملہ کا، اور اقوام سابقہ کا مشاہدہ کر کے عبرت حاصل کر لے۔ قران کریم نے ایسے سفر کی ترغیب دی ہے۔ اولم یسیروا فی

الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلھم ''(یوسف: ۱۰۹) ذوالقرنین کے سفرکوبھی بعض علماء نے اسی قسم کا سفر قرار دیا ہے،اور بعض نے فرمایا کہ ان کا سفر زمین پراللہ کا قانون نافذ کرنے اور دعوت کے لئے تھا۔

۲۔ سفر حج اس کا چند شرائط کے ساتھ فرض اسلامی ہونا سب کومعلوم ہے۔

۳۔ سفر جہاد،اس کا فرض یاواجب یامستحب ہونا بھی سب مسلمانوں کومعلوم ہے۔

۴۔ سفرمعاش، جب کسی شخص کواپنے وطن میں ضرورت کے مطابق معاشی سامان حاصل نہ ہوسکے تو اس پرلازم ہے کہ یہاں سے سفر کر کے دوسری جگہ تلاش روزگار کرلے۔

۵۔ سفرتجارت،یعنی قدرےضرورت سے زائد مال حاصل کرنے کے لئے سفرکرنا،یہ بھی شرعاجائز ہے،حق تعالی کاارشادہے۔**لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم** ''(بقرہ:۱۹۸) **ابتغاء** فضل سے مراد اس ایت میں تجارت ہے ۔اللہ تعالی نے سفر حج میں بھی تجارت کی اجازت دیدی ہے تو تجارت کی لئے ہی سفرکرنابدرجہ اولی جائز ہوا۔

۶۔ طلب علم کے لئے سفر،اس کا بقدرضرورت دین فرض عین ہونا،اورزائدازضرورت کا فرض کفایہ ہونامعلوم ومعروف ہے۔

۷۔ کسی مقام کومقدس اورمتبرک سمجھ کراس کی طرف سفرکرنا، یہ بجزتین مسجدوں کی درست نہیں مسجدحرام مکہ مکرمہ مسجدنبوی مدینہ طیبہ مسجد اقصی بیت المقدس۔

۸۔اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے سفر،جس کورباط کہاجاتاہے،احادیث کثیرہ میں اس کی بڑی فضیلت مذکورہے۔

۹۔ عزیزوں اوردوستوں سے ملاقات کے لئے سفر،حدیث میں اس کوبھی باعث اجروثواب قراردیاگیاہے جیسا کہ صحیح مسلم:رقم:۶۷۱۴،کی حدیث میں اقرباءواحباب کی ملاقات کے لئے سفرکرنے والے کے لئے فرشتوں کی دعا کرذکرفرمایاگیاہے(یہ جب ہی کہ ان کی ملاقات سے اللہ تعالی کی رضامقصود ہوکوئی مادی غرض نہ ہو) واللہ اعلم۔قرطبی فی تفسیر سورۃ النساء۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ

نہیں جانتے تو علماء سے پوچھ لو۔ دلیلوں اورکتابوں کے ساتھ

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ

اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے تا کہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دو اور تا کہ

يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ

وہ غور کریں۔[4] کیا جولوگ بُری بُری چالیں چلتے ہیں اس بات سے بےخوف ہیں کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے

---

[4] آیت مذکورہ کا یہ جملہ "فاسئلوا اهل الذكران كنتم لاتعلمون" اگر چہ ایک خاص مضمون کے بارے میں آیا ہے، مگر الفاظ عام ہیں جو تمام معاملات کو شامل ہیں، اس لئے قرآنی اسلوب کے اعتبار سے درحقیت یہ اہم ضابطہ ہے، جو عقلی بھی ہے، نقلی بھی، کہ جولوگ احکام کو نہیں جانتے وہ جاننے والوں سے پوچھ کر عمل کریں، اور نہ جاننے والوں پر فرض ہے کہ جاننے والوں کے بتلانے پر عمل کریں، اسی کا نام تقلید نہیں ہے، (جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے) یہ قرآن کا واضح حکم بھی ہے، اور عقلا بھی اس کے سوا عمل کو عام کرنے کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی، امت میں عہد صحابہ سے لے کر آج تک بلا اختلاف اسی ضابطہ پر عمل ہوتا آیا ہے، عام علماء کا یہ قول ہے کہ جولوگ عالم نہیں وہ علماء سے فتوی لے کر عمل کریں، اور یہ ظاہر ہے کہ ناواقف عوام کو علما اگر قرآن وحدیث کے دلائل بتلا بھی دیں تو وہ ان دلائل کو بھی انہیں علماء کے اعتماد پر قبول کریں گے۔

بعض لوگ اس جملہ سے تقلید مروجہ کے لئے استدلال کرتے ہیں لیکن ان کا یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ یہ ایت یہود کی بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور دیگر تفاسیر میں ہے، اور آیت کے سیاق سے بھی معلوم ہوتا ہے، کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض مان لے کہ یہ آیت عام ہے پھر بھی اس سے مروجہ تقلید ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالی نے'' ان كنتم لاتعلمون'' کی قید لگائی ہے، تو کیا مقلد عالم ہوتا ہے یا جاہل؟ اگر عالم ہوتا ہے تو پھر تقلید کی ضرورت کیوں محسوس کرتا ہے؟ اور اگر جاہل ہوتا ہے تو اس آیت سے تقلید کے اثبات پر اس نے استدلال کیسے کیا؟

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس میں اہل الذکر کا لفظ آیا ہے کہ عوام الناس علماء سے مطلوبہ مسائل کے بارے میں اللہ تعالی اور نبی ﷺ کا حکم معلوم کریں گے، اور علماء کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کا حکم بتائیں گے، جس کے نتیجے میں عوام الناس کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہو جائیں گے، اور علماء ان تک حق کی رسائی کا ذریعہ اور واسطہ بن جائیں گے، اس آیت میں اللہ تعالی نے "فاسئلوا اهل الرائی" نہیں فرمایا، کہ علماء کی آراء اور اجتہاد کی تابعداری کرو، بلکہ" اهل الذکر" فرمایا ہے، اور اهل الذکر اور اهل الرائی میں بڑا فرق ہے، قرآن پاک میں معنوی تحریف کرکے ان کے غلط استعمال سے عوام الناس کو گمراہ کرنے سے مقلدین کو اجتناب کرنا چاہئے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ امی کونسے علماء سے درپیش مسائل کا حل طلب کرے گا، ان سے جو وفات پا چکے ہیں یا ان سے جو بقید حیات ہیں؟ ظاہر ہے تصفیہ طلب مسائل کے حل کے لئے آنجھانی عالم کا انتخاب ناممکن ہے، تو لامحالہ زندہ علماء کرام سے ہی رابطہ کرنا پڑے گا جو کہ قرآن وحدیث کے موافق جواب دیں گے، تو ایسی صورت میں امی نہ تو حنفی رہ سکے گا اور نہ شافعی وحنبلی وغیرہ بلکہ وہ متبع کتاب وسنت کہلائے گا۔

اسی اتباع سے بعض علماء نے تقلید سے تعبیر کیا ہے، خطیب بغدادی نے کتاب الفقیه و المتفقه: ۶۸/۲، میں اور ابن تیمیہ نے فتاوی (مواضع مختلفہ) میں اس کو تقلید کہا ہے، خطیب نے فرمایا ہے:۔ واما فی الفروع فیسوغ فیه التقلید بدلیل قوله تعالی: فاسئلوا اهل الذکر، الایة، لانّا لو منعنا التقلید فی هذه المسائل التی هی من فروع الدین لاحتاج کل احد ان یتعلم ذٰلک، وفی ایجاب ذلک قطع عن المعائش وهلاک الحرث و الماشية، فوجب ان یسقط ۔ یہ تقلید بمعنی اتباع ہے، پہلے ہم یہ بیان کر چکے ہیں، کہ علماء نے اس کو علی سبیل المجاز تقلید کہا ہے، احکام الفصول: ۶۴۲، نفائس الاصول: ۳۹۱۹/۹، میں ہے کہ:۔ انما نسمیه التقلید علی سبیل المجاز و الاتساع ۔ اور اکثر لکھتے ہیں کہ رجوع العامی الی المفتی والقاضی الی العدول فی شهادتهم لیس بتقلید لوجود الحجة، (کتاب التحریر مع تیسیر التحریر: ۲۴۱/۴، وکتاب التقریر: ۳۴۰، التحبیر: ۴۰۱۳/۸، ومسلم الثبوت: ۱۸۹، وفواتح الرحموت: ۴۴۴/۲، وعضدالدین علی مختصر ابن الحاجب: ۳۰۵/۲، و الغیث الهامع: ۸۹۴/۳ وغیره۔

اس آیت میں" ذکر" سے مراد باتفاق قران کریم ہے، اور رسول اللہ ﷺ کو اس آیت میں مامور فرمایا ہے، کہ آپؐ قران کی نازل شدہ آیات کا بیان اور وضاحت لوگوں کے سامنے کر دیں، اس میں اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ قرآن کریم کے حقائق ومعارف واحکام کا صحیح سمجھنا رسول کریم ﷺ کے بیان پر موقوف ہے، اگر ہر انسان صرف عربی زبان

اورعربی آدب سے واقف ہوکرقرآن کے احکام کوحسب منشأ الٰہی سمجھنے پرقادرہوتا تورسول اکرمﷺ کوبیان وتوضیح کی خدمت سپرد کرنے کے کوئی معنی نہیں رہتی۔

علامہ شاطبیؒ نے ''الموافقات''میں پوری تفصیل سے ثابت کیا ہے کہ سنت رسولﷺ پوری کی پوری کتاب اللہ کا بیان ہے، کیونکہ قرآن کریم نے رسولﷺ کے متعلق فرمایا ہے ''**انک لعلی خلق عظیم**'' (القلم:۴) اورعائشہ صدیقہ ام المومنینؓ نے اس ''خلق عظیم'' کی تفسیر یہ فرمائی:۔ **کان خلقه القرآن** ،(مسند احمد:۲۴۶۰۱)اس کا حاصل یہ ہوا کہ رسولﷺ سے جوبھی کوئی قول وفعل ثابت ہے وہ سب قرآن ہی کے ارشادات ہیں،بعض تو ظاہری طور پرکسی آیت کی تفسیر وتوضیح ہوتے ہیں جن کوعام اہل علم جانتے ہیں اوربعض جگہ بظاہر قرآن میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہوتا،مگر رسولﷺ کے قلب مبارک میں بطوروحی اس کا القاء کیا جاتا ہے،وہ بھی ایک حیثیت سے قرآن ہی کے حکم میں ہوتا ہے۔کیونکہ حسب تصریح قرآنی آپؐ کی کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں ہوتی بلکہ حق تعالی کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔''**وما ینطق عن الھوی ان ھو الاوحی یوحی**'' (النجم:۳) اس سے معلوم ہوا کہ رسولﷺ کی تمام عبادات،معاملات،اخلاق،عادات سب کی سب بوحی الٰہی اوربحکم قرآن ہیں۔اورجہاں کہیں آپؐ نے اپنے اجتہاد سے کوئی کام کیا ہے توبالاخر وحی الٰہی سے،یااس پرکوئی نکیر نہ کرنے سے اس کی تصحیح اورپھر تائید کردی جاتی ہے،اس لئے وہ بھی بحکم وحی ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت نے رسولﷺ کا مقصد بعثت قرآن کریم کی تفسیر وبیان کوقرار دیا ہے،جیسا کہ سورۂ (جمعہ:۲) وغیرہ کی متعدد آیات میں تعلیم کتاب کے الفاظ سے اس مقصد بعثت کوذکر کیا گیا ہے،اب وہ ذخیرہ حدیث جس کوصحابہ وتابعین سے لیکر متاخرین محدثین تک امت کے باکمال افراد نے اپنی جانوں سے زیادہ حفاظت کرکے امت تک پہنچایا ہے،اوراس کی چھان بین میں عمریں صرف کرکے روایات حدیث کے درجے قائم کردیئے ہیں،اورجس روایت کوبحیثیت سنداس درجہ کا نہیں پایا،کہ اس پراحکام شرعیہ کی بنیاد رکھی جائے اس کوذخیرہ حدیث سے الگ کرکے صرف ان روایات پرمستقل کتابیں لکھ دی ہیں جوعمر بھر کی تنقیدوں اورتحقیقات کے بعد صحیح اورقابل اعتماد ثابت ہوئی ہیں۔اگرآج کوئی شخص اس ذخیرہ حدیث کوکسی حیلے بہانے سے ناقابل اعتماد کہتا ہے تواس کا صاف مطلب یہ ہے کہ رسول اللہﷺ نے اس حکم قرآنی کی خلاف ورزی کی،کہ مضامین قرآن کوبیان نہیں کیا،یا یہ کہ آپﷺ نے توبیان کیا تھا مگر وہ قائم ومحفوظ نہیں رہا،بہردوصورت قرآن بحیثیت معنے کے محفوظ نہ رہا جس کی حفاظت کی ذمہ داری خودحق تعالی نے اپنے ذمہ رکھی ہے۔''**وانالہ لحافظون**'' اس کا یہ دعویٰ اس نص قرآن کے خلاف ہے،اس سے ثابت ہوا کہ جوشخص سنت رسول کواسلام کی حجت ماننے سے انکار کرتا ہے وہ درحقیقت قرآن ہی کا منکر ہے(**نعوذباللہ من ذلک**)۔

الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾

یا (ایسی طرف سے) ان پر عذاب آئے جہاں سے ان کو خبر ہی نہ ہو

أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ

یا ان کو چلتے پھرتے پکڑ لے وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ یا جب ان کو عذاب کا ڈر پیدا ہو گیا ہو تو ان کو پکڑ لے

فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾ أَوَ لَمْ يَرَوْا إِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ

بیشک تمہارا پروردگار بہت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے۔ کیا ان لوگوں نے اللہ کی مخلوقات میں سے ایسی

يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهُ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

چیزیں نہیں دیکھیں جن کے سائے دائیں سے (بائیں کو) اور بائیں سے (دائیں کو) لوٹتے رہتے ہیں (یعنی) اللہ کے

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

آگے عاجز ہو کر سجدے میں پڑے رہتے ہیں اور تمام جاندار جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب اللہ کے آگے

مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ

سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے بھی اور وہ ذرا غرور نہیں کرتے۔ اور اپنے پروردگار سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے ہیں

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا إِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ

اور جو ان کو ارشاد ہوتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اللہ نے فرمایا ہے کہ دو دو معبود نہ بناؤ معبود

إِنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَإِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

وہی ایک ہے تو مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے

وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا أَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾

سب اسی کا ہے اور اسی کی عبادت لازم ہے تو تم اللہ کے سوا اوروں سے کیوں ڈرتے ہو؟ ۔

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور جو نعمتیں تمہیں میسر ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کے آگے چلاتے ہو

ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ إِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾

پھر جب وہ تم سے تکلیف کو دُور کر دیتا ہے تو کچھ لوگ تم میں سے اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں

لِيَكْفُرُوْا بِمَا آتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

تاکہ جو ہم نے ان کو عطا فرمائی ہیں ان کی ناشکری کریں تو (مشرکو!) دنیا میں فائدے اٹھاؤ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ تَاللّٰهِ

اور ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے ایسی چیزوں کا حصہ مقرر کرتے ہیں جن کو جانتے ہی نہیں (کافرو!) اللہ کی قسم!

لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ

کہ جو تم افتراء کرتے ہو اس کی تم سے ضرور پرسش ہوگی۔ اور یہ لوگ اللہ کے لئے تو بیٹیاں تجویز کرتے ہیں (اور) وہ

سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثٰى

ان سے پاک ہے اور اپنے لئے (بیٹے) جو مرغوب (ودلپسند) ہیں۔ حالانکہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے)

ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ

کی خبر ملتی ہے تو اس کا منہ (غم کے سبب) کالا پڑ جاتا ہے۔ اور وہ اندوہناک ہو جاتا ہے اور اس خبرِ بد

بِهٖ أَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ أَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ

سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور سوچتا ہے) کہ آیا ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے؟

أَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ وَلِلّٰهِ

دیکھو یہ جو تجویز کرتے ہیں بہت بُری ہے۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے انہی کے لئے بُری باتیں (شایاں)

الْمَثَلُ الْأَعْلٰى وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٠﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ

ہیں اور اللہ کو صفتِ اعلیٰ (زیب دیتی ہے) اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کے سبب

بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى

پکڑنے لگے تو ایک جاندار کو زمین پر نہ چھوڑے لیکن ان کو ایک وقت مقرر تک مہلت

فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾

دیئے جاتا ہے جب وہ وقت آ جاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ

اور یہ اللہ کے لئے ایسی چیزیں تجویز کرتے ہیں جن کو خود ناپسند کرتے ہیں اور زبان سے جھوٹ بکے جاتے ہیں

أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾

کہ ان کو (قیامت کے دن) بھلائی (یعنی نجات) ہوگی کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے (دوزخ کی) آگ (تیار) ہے اور یہ

تَاللّٰهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلٰى أُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

(دوزخ میں) سب سے آگے بھیجے جائیں گے۔ اللہ کی قسم! ہم نے تم سے پہلی امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے تو شیطان نے

أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾

ان کے کردارِ (ناشائستہ) ان کو آراستہ کر دکھائے تو آج بھی وہی ان کا دوست ہے اور ان کے لئے عذاب الیم ہے

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

اور ہم نے جو تم پر کتاب نازل کی ہے تو اس کے لئے کہ جس امر میں ان لوگوں کو اختلاف ہے تم اس کا فیصلہ کر دو

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَاللّٰهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا

اور (یہ) مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی برسایا

بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٥﴾

پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا بیشک اس میں سننے والوں کے لئے نشانی ہے

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ

اور تمہارے لئے چار پایوں میں بھی (مقام) عبرت (وغور) ہے کہ ان کے پیٹوں میں جو گوبر اور لہو ہے اسکے درمیان سے

لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ ﴿٦٦﴾ وَمِن ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ

ہم تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔اور کھجور اور انگور کے میووں سے بھی (تم پینے

تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۗ إِنَّ فِي ذٰلِكَ

کی چیزیں تیار کرتے ہو) کہ ان سے شراب بناتے ہو اور عمدہ رزق (کھاتے ہو) جو لوگ سمجھ رکھتے ہیں ان کیلئے ان

لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي

(چیزوں)میں (قدرتِ الٰہی کی) نشانی ہے۔ اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ

کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور (اونچی اونچی) چھتریوں میں جو لوگ بناتے ہیں گھر بنا اور ہر قسم کے میوے کھا

الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ

اور اپنے پروردگار کے صاف رستوں پر چلی جا اس کے پیٹ سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں

أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٦٩﴾

اس میں لوگوں (کے کئی امراض) کی شفا ہے بیشک سوچنے والوں کے لئے اس میں بھی نشانی ہے

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ

اور اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے اور تم میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نہایت خراب عمر کو پہنچ جاتے ہیں

لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾

اور (بہت کچھ) جاننے کے بعد ہر چیز سے بے علم ہو جاتے ہیں بیشک اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اور) قدرت والا ہے

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا

اور اللہ نے رزق (ودولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تو جن لوگوں کو فضیلت دی ہے وہ اپنا رزق اپنے مملوکوں کو

بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ أَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ

تو دے ڈالنے والے ہیں نہیں کہ سب اس میں برابر ہو جائیں تو کیا یہ لوگ نعمتِ الٰہی کے منکر ہیں؟

يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ

اور اللہ ہی نے تم میں سے تمہارے لئے عورتیں پیدا کیں اور عورتوں سے

أَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ

تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے، اور کھانے کو تمہیں پاکیزہ چیزیں دیں تو کیا بے اصل چیزوں پر اعتقاد رکھتے ہیں

وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ

اور اللہ کی نعمتوں سے انکار کرتے ہیں؟ اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو ان کو آسمانوں اور زمین میں روزی دینے کا ذرا

لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾

بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ (کسی اور طرح کا) مقدور رکھتے ہیں

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْأَمْثَالَ ؕ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

تو (لوگو!) اللہ کے بارے میں (غلط) مثالیں نہ بناؤ (صحیح مثالوں کا طریقہ) اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ

اللہ ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے جو (بالکل) دوسرے کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا

وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ

اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے ہاں سے (بہت سا) مال طیب عطا فرمایا ہے اور وہ اس میں سے (رات دن)

هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا رہتا ہے تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟ (ہرگز نہیں) الحمدللہ لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں سمجھ رکھتے

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ

اور اللہ ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ دو آدمی ہیں ایک ان میں سے گونگا (اور دوسرے کی ملک) ہے (بے اختیار و ناتواں)

لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ

کہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور اپنے مالک کو دوبھر ہو رہا ہے وہ جہاں اسے بھیجتا ہے (خیر سے کبھی) بھلائی نہیں لاتا کیا ایسا

هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾

(گونگا بہرا) اور وہ شخص جو (سنتا بولتا اور) لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے دونوں برابر ہیں؟

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ

اور آسمانوں اور زمین کا علم اللہ ہی کو ہے اور (اللہ کے نزدیک) قیامت کا آنا یوں ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ (اس سے بھی)

اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ

جلد تر کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اللہ ہی نے تمہیں تمہاری ماؤں کے شکم سے پیدا کیا

مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ

کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اس نے تمہیں کان اور آنکھیں

وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ

اور دل (اور ان کے علاوہ اور) اعضاء بخشے تاکہ تم شکر کرو۔ کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی فضا میں

السَّمَآءِ ؕ مَا یُمۡسِکُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۷۹﴾

گھرے ہوئے (اُڑتے رہتے) ہیں ان کو اللہ ہی تھامے رکھتا ہے ایمان والوں کے لئے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ بُیُوۡتِکُمۡ سَکَنًا وَّ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ جُلُوۡدِ الۡاَنۡعَامِ بُیُوۡتًا

اور اللہ ہی نے تمہارے لئے گھروں کو رہنے کی جگہ بنایا اور اسی نے چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے لئے ڈیرے بنائے

تَسۡتَخِفُّوۡنَہَا یَوۡمَ ظَعۡنِکُمۡ وَ یَوۡمَ اِقَامَتِکُمۡ ۙ وَ مِنۡ اَصۡوَافِہَا

جن کو تم سبک دیکھ کر سفر اور حضر میں کام میں لاتے ہو اور ان کی اون اور ریشم

وَ اَوۡبَارِہَا وَ اَشۡعَارِہَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰی حِیۡنٍ ﴿۸۰﴾

اور بالوں سے تم اسباب اور برتنے کی چیزیں (بناتے ہو جو) مدت تک (کام دیتی ہیں)۔

وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الۡجِبَالِ اَکۡنَانًا

اور اللہ ہی نے تمہارے (آرام کے) لئے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کے سائے بنائے اور پہاڑوں میں غاریں بنائیں

وَّ جَعَلَ لَکُمۡ سَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمُ الۡحَرَّ وَ سَرَابِیۡلَ تَقِیۡکُمۡ بَاۡسَکُمۡ ؕ

اور کرتے بنائے جو تم کو گرمی سے بچائیں اور (ایسے) کرتے (بھی) جو تم کو (اسلحۂ) جنگ (کے ضرر) سے محفوظ رکھیں

کَذٰلِکَ یُتِمُّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تُسۡلِمُوۡنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا

اسی طرح اللہ اپنا احسان تم پر پورا کرتا ہے تاکہ تم فرمانبردار بنو۔ اور اگر یہ لوگ اعراض کریں تو (اے پیغمبر!) تمہارا کام فقط

عَلَیۡکَ الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۸۲﴾ یَعۡرِفُوۡنَ نِعۡمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنۡکِرُوۡنَہَا وَ اَکۡثَرُہُمُ

کھول کر سنا دینا ہے۔ یہ اللہ کی نعمتوں سے واقف ہیں مگر (واقف ہو کر) ان سے انکار کرتے ہیں

الۡکٰفِرُوۡنَ ﴿۸۳﴾ وَ یَوۡمَ نَبۡعَثُ مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍ شَہِیۡدًا ثُمَّ

اور یہ اکثر ناشکرے ہیں۔ اور جس دن ہم ہر امت میں سے گواہ (یعنی پیغمبر) کھڑا کریں گے تو نہ تو کفار کو (بولنے کی)

لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَإِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا
اجازت ملے گی اور نہ ان کے عذر قبول کئے جائیں گے ۔ اور جب ظالم لوگ عذاب دیکھ لیں
الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾
تو پھر نہ تو ان کے عذاب ہی میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی
وَإِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا
اور جب مشرک اپنے (بنائے ہوئے) شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ پروردگار! یہ وہی ہمارے شریک ہیں
الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾
جن کو ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے تو وہ (ان کے کلام کو مسترد کر دیں گے اور) ان سے کہیں گے کہ تم تو جھوٹے ہو
وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾
اور اس دن اللہ کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے اور جو طوفان وہ باندھا کرتے تھے سب ان سے جاتا رہے گا
اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا
جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکا ہم ان کو عذاب پر عذاب دیں گے اس لئے کہ
كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ
شرارت کیا کرتے تھے۔ اور (اس دن کو یاد کرو) جس دن ہم ہر امت میں سے خود ان پر گواہ کھڑے کریں گے
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
اور (اے پیغمبر!) تمہیں ان لوگوں پر گواہ لائیں گے اور ہم نے تم پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان
تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾
(مفصل) ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْأِحْسَانِ وَإِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى

اللہ تمہیں انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے

وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾

اور بے حیائی اور نامعقول کاموں سے اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو

وَأَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ إِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا

اور جب اللہ سے مضبوط عہد کرو تو اس کو پورا کرو اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو ان کو مت توڑو کہ تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو

وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔ اور اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے

كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ

محنت سے تو سوت کاتا پھر اس کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ بنانے لگو

أَنْ تَكُوْنَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبٰى مِنْ أُمَّةٍ ۭ إِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ

کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ غالب رہے بات یہ ہے کہ اللہ تمہیں اس سے آزماتا ہے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً

اور جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو قیامت کو اس کی حقیقت تم پر ظاہر کر دے گا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم (سب) کو ایک ہی

وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ

جماعت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جو عمل تم کرتے ہو (اس دن)

تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا

ان کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔ اور اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ نہ بناؤ کہ (لوگوں کے) قدم جم

وَتَذُوقُوا السُّوٓءَ بِمَا صَدَدتُّمْ عَن سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۹۴﴾

چکنے کے بعد لڑکھڑا جائیں اور اس وجہ سے کہ تم نے لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکا تم کو عقوبت کا مزہ چکھنا پڑے اور بڑا سخت عذاب ملے

وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ إِنَّمَا

اور اللہ سے جو تم نے عہد کیا ہے (اس کو مت بیچو اور) اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو (کیونکہ ایفائے عہد کا) جو (صلہ)

عِندَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۹۵﴾

اللہ کے ہاں مقرر ہے وہ اگر سمجھو تو تمہارے لئے بہتر ہے

مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوٓا أَجْرَهُم

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے (کہ کبھی ختم نہیں ہوگا) اور جن لوگوں نے صبر کیا

بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ

ہم ان کو ان کے اعمال کا نہایت اچھا بدلا دیں گے۔ جو شخص نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا

اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے

يَعْمَلُونَ ﴿۹۷﴾ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔ اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے پناہ مانگ لیا کرو

﴿۹۸﴾ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۹۹﴾

کہ جو مومن ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں ان پر اس کا کچھ زور نہیں چلتا

إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿۱۰۰﴾

اس کا زور انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو رفیق بناتے ہیں اور اس کے (وسوسے کے) سبب (اللہ کے ساتھ) شریک مقرر کرتے ہیں

وَإِذَا بَدَّلْنَآ ءَايَةً مَّكَانَ ءَايَةٍ وَّاللهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوٓا إِنَّمَآ

اور جب ہم کوئی آیت کسی آیت کی جگہ بدل دیتے ہیں اور اللہ جو کچھ نازل فرماتا ہے اسے خوب جانتا ہے تو (کافر) کہتے

أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ

ہیں کہ تم تو (یونہی) اپنی طرف سے بنالاتے ہو حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر نادان ہیں۔ کہہ دو کہ اس کو روح القدس

مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ ءَامَنُوا

تمہارے پروردگار کی طرف سے سچائی کے ساتھ لے کر نازل ہوئے ہیں تا کہ یہ (قرآن) مومنوں کو ثابت قدم رکھے

وَهُدًى وَّبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ

اور حکم ماننے والوں کے لئے تو (یہ) ہدایت اور بشارت ہے۔اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ یہ کہتے ہیں،اس کو تو سکھاتا ہے

بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَّهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۰۳﴾

ایک آدمی،مگر جس کی طرف (تعلیم کی) نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے۔[5]

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۰۴﴾

جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے ان کو اللہ ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لئے عذاب الیم ہے

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللهِ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْكَٰذِبُونَ ﴿۱۰۵﴾

جھوٹ کی افتراء تو وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی جھوٹے ہیں

---

5 مفسر قرطبی نے کہا ہے، کہ عربی زبان کے سوا عجمی ترکیب تو قران میں ہے ہی نہیں، البتہ عجمی نام ضرور ہیں جیسے ابراھیم، نوح، لوط علیہم السلام وغیرہ ، اوراس سوال کے جواب میں کہ کیا قران مجید میں اس کے سوا بھی عجمی زبان کے الفاظ ہیں، تو باقلانی اور طبری نے صاف انکار کردیا ہے، اور فرمایا کہ اگر کوئی عجمی لفظ ہے بھی تو وہ حقیقت میں عربی ہی ہے یعنی موافقت ہے۔اس مسئلے کی مزید تفصیل امام شافعیؒ کی کتاب ''الرسالۃ'' میں موجود ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهٖٓ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ

جوشخص ایمان لانے کے بعداللہ کے ساتھ کفر کرے وہ نہیں جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ

مطمئن ہو بلکہ وہ جو (دل سے اور) دل کھول کر کفر کرے تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا سخت عذاب ہوگا

عَظِيمٌ ﴿١٠٦﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں عزیز رکھا

وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِينَ ﴿١٠٧﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى

اور اس لئے کہ اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہی لوگ ہیں جن کے

قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُونَ ﴿١٠٨﴾

دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا رکھی ہے اور یہی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں

لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿١٠٩﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ

کچھ شک نہیں کہ یہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والے ہوں گے۔ پھر جن لوگوں نے ایذائیں اٹھانے کے بعد

هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جٰهَدُوا وَصَبَرُوٓا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا

ترکِ وطن کیا پھر جہاد کئے اور ثابت قدم رہے تمہارا پروردگار ان کو بیشک ان کے بعد

لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٠﴾ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ

بخشنے والا (اور ان پر) رحمت کرنے والا ہے جس دن ہر نفس اپنی طرف سے جھگڑا کرنے آئے گا اور ہر شخص کو

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١١١﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً

اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کا نقصان نہیں کیا جائے گا۔ اور اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے

كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ

کہ (ہرطرح) امن چین سے بستی تھی ہر طرف سے رزق بافراغت چلا آتا تھا مگر ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی

اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ

تو اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزہ چکھا دیا۔

جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور ان کے پاس انہی میں سے ایک پیغمبر آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلایا سو ان کو عذاب نے آ پکڑا اور وہ ظالم تھے

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ

پس اللہ نے جو تم کو حلال طیب رزق دیا ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو اگر اسی کی عبادت کرتے ہو۔

تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ

اس نے تم پر مردار اور لہو اور سؤر کا گوشت حرام کر دیا اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے

لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

(اس کو بھی) ہاں اگر کوئی ناچار ہو جائے تو بشرطیکہ گناہ کرنے والا نہ ہو اور نہ حد سے نکلنے والا تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ

اور یونہی جھوٹ جو تمہاری زبان پر آ جائے مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے

لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۗ إِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا

کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو جو لوگ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں ان کا

يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ

بھلا نہیں ہوگا۔ (جھوٹ کا) فائدہ تو تھوڑا سا ہے مگر (اس کے بدلے) ان کو عذابِ الیم (بہت) ہوگا اور جو چیزیں ہم تمہیں

هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْکَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

پہلے بیان کر چکے ہیں وہ ہم نے یہودیوں پر حرام کر دی تھیں اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ وہی اپنے آپ پر

أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ

ظلم کرتے تھے۔ پھر جن لوگوں نے نادانی سے بُرا کام کیا پھر اس کے بعد توبہ کی اور

تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَأَصْلَحُوْا إِنَّ رَبَّکَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾

نیکوکار ہو گئے تو تمہارا پروردگار (ان کو) توبہ کرنے اور نیکوکار ہو جانے کے بعد بخشنے والا اور (ان پر) رحمت کرنے والا ہے

إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَکُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

بیشک ابراہیم (لوگوں کے) امام (اور) اللہ کے فرمانبردار تھے جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے

شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهٖ ۭ اجْتَبٰهُ وَهَدَاهُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾

اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے اللہ نے ان کو برگزیدہ کیا تھا اور (اپنی) سیدھی راہ پر چلایا تھا

وَآتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَإِنَّهُ فِى الْآخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبی دی تھی اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے

ثُمَّ أَوْحَيْنَآ إِلَيْکَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ

پھر ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ دینِ ابراہیم کی پیروی اختیار کرو جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ

مشرکوں میں سے نہ تھے۔ ہفتے کا دن تو انہی لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا

وَإِنَّ رَبَّکَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

اور تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

(اے پیغمبر!) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ

اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے بحث کرو جو اس کے رستے سے بھٹک گیا تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ

اور جو رستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔[6] اور اگر تم ان کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو

---

[6] اس آیت میں دعوت تبلیغ کا مکمل نصاب، اس کے اصول اور آداب کی پوری تفصیل چند کلمات میں سموئی ہوئی ہے، تفسیر قرطبی میں ہے کہ، ہرم بن حیان کی موت کا وقت آیا تو عزیزوں نے درخواست کی کہ ہمیں کچھ وصیت فرمائے، تو فرمایا کہ وصیت تو لوگ اموال کی کیا کرتے ہے، وہ میرے پاس ہے نہیں، لیکن میں تم کو اللہ کی آیات خصوصا سورۃ نحل کی آخری آیتوں کی وصیت کرتا ہوں، کہ ان پر مضبوطی سے قائم رہو وہ آیات یہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔

"دعوة" کے لفظی معنی بلانے کے ہیں، انبیاء علیہم السلام کا پہلا فرض منصبی لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے، پھر تمام تعلیمات نبوت و رسالت اسی دعوت کی تشریحات ہیں، قرآن میں (کئی جگہوں) رسول اللہ ﷺ کی خاص صفت داعی الی اللہ ہونا ذکر ہے (احقاف: ۳۱، آل عمران: ۱۴۰، حم سجدہ: ۲۴، احزاب: ۴۶)۔

تعبیر میں کبھی اس لفظ کو دعوت الی اللہ کا عنوان دیا جاتا ہے، اور کبھی دعوت الی الخیر کا اور کبھی دعوت الی سبیل اللہ کا، حاصل سب کا ایک ہے، کیونکہ اللہ کی طرف بلانے سے اس کے دین اور صراط مستقیم ہی کی طرف بلانا مقصود ہے۔

"الی سبیل ربک" اس میں اللہ جل شانہ کی خاص صفت رب، اور پھر اس کی نبی ﷺ کی طرف اضافت میں اشارہ ہے کہ دعوت کا کام صفت ربوبیت اور تربیت سے تعلق رکھتا ہے، جس طرح حق تعالی جل شانہ نے آپ کی تربیت فرمائی، آپ کو بھی تربیت کے انداز سے دعوت دینا چاہئے، جس میں مخاطب کے حالات کی رعایت کر کے وہ طرز اختیار کیا جائے کہ مخاطب پر بار نہ ہو۔ اور اس کی تاثیر زیادہ سے زیادہ ہو۔ خود لفظ دعوت بھی اس مفہوم کو ادا کرتا ہے، کہ پیغمبر کا کام صرف اللہ کے احکام پہونچا دینا اور سنا دینا نہیں بلکہ لوگوں کو ان کی تعمیل کی طرف دعوت دینا ہے، اور ظاہر ہے کہ

کسی کو دعوت دینے والا اس کے ساتھ ایسا خطاب نہیں کیا کرتا جس سے مخاطب کو وحشت ونفرت ہو، یا جس میں اس کے ساتھ استہزاء وتمسخر کیا گیا ہو۔ جبکہ اس میں نصاب تبلیغ کو بھی اشارہ ہے۔

"**بالحکمة**" لفظ حکمت قرآن کریم میں بہت سے معانی کے لئے استعمال ہوا ہے، اس جگہ بعض ائمہ تفسیر نے حکمت سے مراد قرآن کریم، بعض نے قرآن وسنت، بعض نے حجت قطعیہ کو قرار دیا ہے، اور روح المعانی نے بحوالہ بحر محیط حکمت کی تفسیر یہ کی ہے: **انها الکلام الصواب الواقع من النفس اجمل موقع** ۔ یعنی حکمت اس درست کلام کا نام ہے جو انسان کے دل میں اتر جائے، اس تفسیر میں تمام اقوال جمع ہو جاتے ہیں، اور صاحب روح البیان نے بھی تقریباً یہی مطلب ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے، کہ حکمت سے مراد وہ بصیرت ہے جس کے ذریعہ انسان مقتضیات احوال کو معلوم کر کے اس کے مناسب کلام کرے، وقت اور موقع ایسا تلاش کرے کہ مخاطب پر بار نہ ہو، نرمی کی جگہ نرمی اور سختی کی جگہ سختی اختیار کرے، اور جہاں یہ سمجھے ...... کہ صراحتاً کہنے میں مخاطب کو شرمندگی ہوگی، وہاں اشارات سے کلام کرے، یا کوئی ایسا عنوان اختیار کرے کہ مخاطب کو نہ شرمندگی ہو اور نہ اس کے دل میں اپنے خیال پر جمنے کا تعصب پیدا ہو۔

"**الموعظة**" موعظہ اور وعظ کے لغوی معنی یہ ہیں کہ کسی خیر خواہی کی بات کو اس طرح کہا جائے کہ اس سے مخاطب کا دل قبولیت کے لئے نرم ہو جائے، مثلاً اس کے ساتھ قبول کرنے کے ثواب وفوائد اور نہ کرنے کے عذاب ومفاسد ذکر کئے جائیں (قاموس ومفردات راغب)۔

"**الحسنة**" کے معنی یہ ہیں کہ بیان اور عنوان بھی ایسا ہو جس سے مخاطب کا قلب مطمئن ہو، اس کے شکوک وشبہات دور ہوں، اور مخاطب یہ محسوس کرے کہ آپ کی اس میں کوئی غرض نہیں۔ صرف اس کی خیر خواہی کے لئے کہہ رہے ہیں۔ "موعظۃ" کے لفظ سے خیر خواہی کی بات مؤثر انداز میں کہنا تو واضح ہو گیا تھا، مگر خیر خواہی کی بات بعض اوقات دل خراش عنوان سے یا اس طرح بھی کہی جاتی ہے جس سے مخاطب اپنی اہانت محسوس کرے (روح المعانی)۔ اس طریقہ کو چھوڑنے کے لئے لفظ "حسنۃ" کا اضافہ کر دیا گیا،

"**وجادلهم بالتی هی احسن**" لفظ "**جادل**" مجادلہ سے مشتق ہے، اس جگہ مجادلہ سے مراد بحث ومناظرہ ہے، اور "**بالتی هی احسن**" سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی دعوت میں کہیں بحث ومناظرہ کی ضرورت پیش آجائے تو وہ مباحثہ بھی اچھے طریقہ سے ہونا چاہئیے۔

روح المعانی میں ہے کہ اچھے طریقہ سے یہ مراد ہے کہ گفتگو میں لطف اور نرمی اختیار کی جائے، دلائل ایسے پیش

کئے جائیں جومخاطب آسانی سے سمجھ سکے، دلیل میں وہ مقدمات پیش کئے جائیں جومشہور ومعروف ہوں، تاکہ مخاطب کے شکوک دور ہوں، اور وہ ہٹ دھرمی کے راستہ پر نہ پڑ جائے، اور قرآن کریم کی دوسری آیات اس پر شاہد ہیں، کہ یہ احسان فی المجادلہ صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں، اہل کتاب کے بارے میں تو خصوصیت کے ساتھ قرآن کا ارشاد ہے: **و لاتجادلوا اهل الکتاب الابالتی هی احسن** ، (عنکبوت:۴۶)۔ اور دوسری آیت میں موسیٰ اور ھارون علیہم السلام کو "**قو لالہ قو لا لینا**" (طه: ۴۴) کی ہدایت دے کر یہ بھی بتلا دیا کہ فرعون جیسے سرکش کافر کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنا ہے۔

آیت مذکورہ میں دعوت کے لئے تین چیزوں کا ذکر ہے، اول حکمت، دوسرے موعظہ حسنہ، تیسرے **مجادلہ بالتی ھی احسن** ، بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ تین چیزیں مخاطبین کی تین قسموں کی بناء پر ہیں، دعوت بالحکمۃ اہل فہم کے لئے ، دعوت بالموعظہ، عوام کے لئے ، مجادلہ ان لوگوں کیلئے جن کے دلوں میں شکوک وشبہات ہو، یا جوعناد اور ہٹ دھرمی کے سبب بات ماننے سے منکر ہوں۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ اداب دعوت ہرایک کے لئے استعمال کرنے ہیں، کہ دعوت میں سب سے پہلے حکمت سے مخاطب کے حالات کا جائزہ لے کر اس کے مناسب کلام تجویز کرنا ہے۔ پھر اس کلام میں خیر خواہی و ہمدردی کے جذبہ کے ساتھ ایسے شواہد اور دلائل سامنے لانا ہے، جن سے مخاطب مطمئن ہو سکے، اور طرز بیان وکلام ایسا مشفقانہ اور نرم رکھنا ہے کہ مخاطب کو اس کا یقین ہو جائے کہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں میری ہی مصلحت اور خیر خواہی کے لئے کہہ رہے ہیں، مجھے شرمندہ کرنا یا میری حیثیت کو مجروح کرنا ان کا مقصد نہیں۔

البتہ صاحب روح المعانی نے اس جگہ ایک نہایت لطیف نکتہ یہ بیان فرمایا کہ آیت کے نسق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصول دعوت اصل میں دو ہی چیزیں ہیں، حکمت اور موعظت، تیسری چیز مجادلہ، اصول دعوت میں داخل نہیں، ہاں طریقہ دعوت میں کبھی اس کی بھی ضرورت پیش آجاتی ہے۔

صاحب روح المعانی کا استدلال اس پر یہ ہے کہ اگر یہ تینوں چیزیں اصول دعوت ہوتیں تو مقتضائے مقام یہ تھا کہ تینوں چیزوں کو عطف کے ساتھ اس طرح بیان کیا جاتا، **بالحکمة و الموعظة الحسنة وا لجدال الاحسن** ، مگر قرآن کریم نے حکمت وموعظت کو تو عطف کے ساتھ ایک ہی نسق میں بیان فرمایا، اور مجادلہ کے لئے الگ جملہ "**جادلھم بالتی ھی احسن**" اختیار کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجادلہ فی العلم دراصل دعوت الی اللہ کا رکن یا شرط

نہیں، بلکہ طریق دعوت میں پیش آنے والے معاملات کے متعلق ایک ہدایت ہے، جیسا کہ اس کے بعد کی آیت میں صبر کی تلقین فرمائی ہے کیونکہ طریقہ دعوت میں لوگوں کو ایذاؤں پر صبر کرنا ناگزیر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اصول دعوت دو چیزیں ہیں، حکمت اور موعظت، جن سے کوئی دعوت خالی نہ ہونا چاہئے خواہ علماء وخواص کو ہو یا عوام الناس کو، البتہ دعوت میں کسی وقت ایسے لوگوں سے بھی سابقہ پڑجاتا ہے جو شکوک واوہام میں مبتلا اور داعی کے ساتھ بحث مباحثہ پر آمادہ ہیں۔ تو ایسی حالات میں مجادلہ کی تعلیم دی گئی، مگر اس کے ساتھ ''بالتی ھی احسن'' کی قید لگا کر بتلا دیا کہ جو مجادلہ اس شرط سے خالی ہو اس کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں۔

دعوت الی اللہ دراصل انبیاء علیہم السلام کا منصب ہے، امت کے علماء اس منصب کو ان کا نائب ہونے کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں، تو لازم یہ ہے کہ اس کے آداب اور طریقے بھی انہی سے سیکھیں، جو دعوت ان طریقوں پر نہ رہے وہ دعوت کے بجائے عداوت اور جنگ وجدال کا موجب ہو جاتی ہے۔ دعوت پیغمبرانہ کے اصول میں جو ہدایت قرآن کریم میں موسٰی وہارون کے لئے نقل کی گئی ہے کہ: فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر اویخشی، یعنی فرعون سے نرم بات کرو شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔ یہ ہر داعی حق کو ہر وقت سامنے رکھنا ضروری ہے کہ فرعون جیسا سرکش کافر جس کی موت بھی علم الٰہی میں کفر ہی پر ہونے والی تھی، اس کی طرف بھی جب اللہ تعالی اپنے داعی کو بھیجتے ہیں تو نرم گفتار کی ہدایت کے ساتھ بھیجتے ہیں، آج ہم جن لوگوں کو دعوت دیتے ہیں وہ فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں، اور ہم میں سے کوئی ہارون اور موسٰی علیہما السلام کے برابر ہادی وداعی نہیں۔ تو جو حق تعالی نے اپنے دونوں پیغمبروں کو نہیں دیا کہ مخاطب سے سخت کلامی کریں، اس پر فقرے کسیں، اس کی توہین کریں، وہ حق ہمیں کہاں سے حاصل ہو گیا۔

قرآن کریم انبیاء علیہم السلام کی دعوت وتبلیغ اور کفار کے مجادلات سے بھرا ہوا ہے، اس میں کہیں نظر نہیں آتا کہ کسی اللہ کے رسول نے حق کے خلاف ان پر طعنہ زنی کرنے والوں کے جواب میں کوئی ثقیل کلمہ بھی بولا ہو۔ اس کی چند مثالیں دیکھئے:

سورۂ اعراف کی ایت: ۵۹ سے ۶۷ تک دو پیغمبر نوح اور ہود علیہما السلام کے ساتھ ان کی قوم کے مجادلے اور سخت الزامات کے جواب میں ان بزرگوں کے کلمات قابل ملاحظہ ہیں:

شعیب علیہ السلام نے قوم کو حسب دستور انبیاء اللہ کی طرف دعوت دی اور ان میں جو بڑا عیب، ناپ تول میں کمی کرنے کا تھا، اس سے باز آنے کی ہدایت فرمائی، تو ان کی قوم نے تمسخر کیا، اور توہین آمیز خطاب کیا:۔ (ھود: ۸۷).

موسٰی علیہ السلام کوفرعون کی طرف بھیجنے کے وقت جونرم گفتار کی ہدایت من جانب اللہ دی گئی تھی، اس کی پوری تعمیل کرنے کے باوجودفرعون کا خطاب موسٰی علیہ السلام سے یہ تھا:**قَالَ اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِکَ سِنِیْنَ(الشعراء:۱۸)**. اس میں موسٰی علیہ السلام پر اپنا یہ احسان بھی جتلایا کہ بچپن میں ہم نے تجھے پالا ہے، پھر یہ احسان بھی جتلایا کہ بڑے ہونے کے بعدبھی کافی مدت تک تم ہمارے پاس رہے، پھر یہ عتاب کیا کہ موسٰی علیہ السلام کے ہاتھ سے جوایک قبطی بغیرارادہ قتل کے مارا گیا تھااس پرغصہ وناراضگی کا اظہار کرکے یہ بھی کہا کہ تم کافروں میں سے ہوگئے۔

اب اس موقعہ پرموسٰی علیہ السلام کا جواب سنئے: جوپیغمبرانہ آداب دعوت اور پیغمبرانہ اخلاق کا شاہکار ہے، کہ اس میں سب سے پہلے تواس کوتاہی اور کمزوری کا اعتراف کرلیا، جوان سے سرزدہوگئی تھی، یعنی اسرائیلی آدمی سے لڑنے والے قبطی کو ہٹانے کے لئے ایک مُکا اس کو مارا تھا، جس سے وہ مرگیا، تو گو یہ قتل عمدا ارادۃً نہیں تھا، مگر کوئی دینی تقاضا بھی نہیں تھا، بلکہ شریعت موسٰی کے لحاظ سے بھی وہ شخص قتل کا مستحق نہیں تھا، اس لئے پہلے یہ اعتراف فرمایا:"**فعلتھااذاوانامن الضالین**"

مراد یہ ہے کہ یہ فعل عطاء نبوت سے پہلے سرزدہوگیا تھا، جبکہ مجھے اس بارہ میں اللہ کا کوئی حکم معلوم نہیں تھا، اس کے بعدفرمایا:**فَفَرَرْتُ مِنكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾(الشعراء)**

پھراس کے احسان جتلانے کا جواب یہ دیا کہ تمہارا یہ احسان جتانا صحیح نہیں، کیونکہ میری پرورش کا معاملہ تمہارے ہی ظلم وعدوان کا نتیجہ تھا، کہ تم نے اسرائیلی بچوں کے قتل کا حکم دے رکھا تھا، اس لئے والدہ نے مجبور ہوکر مجھے دریا میں ڈالا اور تمہارے گھر تک پہونچنے کی نوبت آئی فرمایا:"**وتلک نعمۃ تمنھاعلیّ ان عبدت بنی اسرائیل**"**شعراء۲۲**:

یہ ایک طویل مکالمہ ہے جوفرعون کے دربار میں موسٰی علیہ السلام اورفرعون کے درمیان ہورہا ہے، جوسورۂ شعراء میں بیان ہوا ہے، اللہ کے مقبول رسول موسٰی علیہ السلام کے اس مکالمہ کواول سے آخرتک دیکھئے، نہ کہیں جذبات کا اظہار ہے، نہ اس کی بدگوئی کا جواب ہے، نہ اس کی سخت کلامی کے جواب میں کوئی سخت کلمہ ہے، بلکہ مسلسل اللہ جل شانہ کی صفت کمال کا بیان ہے، اورتبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔

یہ مختصر سانمونہ ہے انبیاء علیہم السلام کے مجادلات کا جواپنے معانداورضدی قوم کے مقابلہ میں کئے گئے ہیں اور، **مجادلہ بالتی ھی احسن** جوقرآن کریم کی تعلیم ہے، اس کے عملی تشریح ہے، مجادلات کے علاوہ دعوت وتبلیغ=

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿١٢٦﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ

ان سے پہنچی اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور صبر ہی کرو اور تمہارا صبر بھی اللہ ہی کی مدد سے

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٧﴾

ہے اور ان کے بارے میں غم نہ کرو اور جو یہ بداندیشی کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو،

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿١٢٨﴾

یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

= میں ہر مخاطب اور ہر موقعہ کے مناسب کلام کرنے میں حکیمانہ اصول اور عنوان و تعبیر میں حکمت و مصلحت کے رعایتیں بھی جو انبیاء علیہم السلام نے اختیار فرمائی ہے، اور دعوت الی اللہ کو مقبول و موثر اور پائیدار بنانے کے لئے جو طرز عمل اختیار فرمایا ہے وہی دراصل دعوت کی روح ہے اس کی تفصیلات تو تمام تعلیمات نبوی علیہ السلام نے پھیلی ہوئی ہیں، جو اصحاب السیر نے تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

آخری آیت میں ایک عام قاعدہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد حاصل ہونے کا یہ بتلا دیا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوا وَّالَّذِيْنَ هُم مُّحْسِنُون جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ان لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو دو صفتوں کے حامل ہوں، ایک تقوی، دوسرے احسان، تقوی کا حاصل نیک عمل کرنا، اور احسان کا مفہوم اس جگہ خلق اللہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے یعنی جو لوگ شریعت کے تابع، اعمال صالحہ کا پابند ہوں اور دوسروں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتے ہوں، حق تعالیٰ ان کے ساتھ ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی معیت (نصرت) حاصل ہو اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے؟



سورة بنیٓ اسرآئیل (مکیة)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ

وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک

الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنۡ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ﴿۱﴾

جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم اُسے اپنی نشانیاں دکھائیں، بیشک وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے [1]

---

[1] اس ایت میں معجزہ اسراء کا ذکر ہے معجزہ اسراء یعنی معجزہ معراج کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ روحانی تھا کہ جسمانی۔ بعض صحابہ اور بعض تابعین سے منقول ہے کہ معراج روحانی تھا, یعنی رسول اللہ ﷺ کو یہ خواب میں کرائی گئی اور تمام ملکوت کا آپؐ نے حالت خواب میں مشاہدہ فرمایا، لیکن جمہور صحابہ اور جمہور امت کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا معراج بجسد عنصری تھا اور حالت بیداری میں تھا، مسجد حرام سے لیکر مسجد اقصی تک، اور پھر وہاں سے لیکر ساتوں اسمانوں کے اوپر، جہاں تک اللہ تعالی نے چاہا، آپ کو عجائب ملکوت کا بجسد عنصری بحالت بیداری بچشم سر مشاہدہ کرایا۔ وذهب معظم السلف و المسلمين الى انه كان اسراء بالجسدوفى اليقضة الخ قرطبى. والاصح بل الصحيح ان الاسراء فى اليقضة بعد البعثة مرة واحدة الخ(جامع البيان).

معراج کے دو حصے ہیں، ایک مسجد حرام سے لیکر مسجد اقصیٰ تک، دوم مسجد اقصیٰ سے لے کر "الٰی ماشاء اللہ" معراج کا پہلا حصہ یہاں مذکور ہے اور دوسرا حصہ سورۃ النجم میں اور احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ معراج کے دونوں حصے ایک وقت میں واقع نہیں ہوئے، بلکہ پہلی بار مسجد حرام سے، مسجد اقصیٰ تک ہوا، پھر دوسری بار دوسرے وقت میں مکہ سے آسمانوں تک ہوا، مگر جمہور کا قول یہی ہے کہ مسجد حرام سے لیکر اسمانوں تک کا سارا واقعہ مسلسل ایک ہی وقت میں پیش آیا۔ وانه ركب البراق بمكة ووصل الى بيت المقدس وصلى فيه ثم اسرى

بجسده الخ۔(قرطبی)۔

واقعہ معراج کواس لئے ذکرکیا گیا کہ مشرکین مکہ بطورتمسخرنبی کریمﷺ سے عذاب کامطالبہ کرتے تھے، تواللہ تعالی نے ان پرقحط سالی کاعذاب مسلط کردیاجوکئی سال تک جاری رہا،جیسا کہ سورۂ نحل میں مذکورہوچکاہے۔مگراس عذاب کودیکھ کربھی وہ ایمان نہ لائے،بلکہ معجزہ کامطالبہ کرنے لگے،تواللہ تعالی نے واقعہ معراج ظاہرکرکےان کوایک بہت بڑامعجزہ دکھایا،کہ اگراس کے بعدبھی نہ مانوگےتوہلاک کردئے جاؤگے،چنانچہ جنگ بدرکبری میں ان منکرین کوقتل کردیاگیا۔

سبحان الذی الخ سبحاناتسبیحا،کےمعنوں میں ہےاوروہ فعل مقدرکامفعول مطلق ہے ای سبحوا سبحانا الذی الخ،یعنی ہرعیب سے پاک سمجھوجس طرح کہ پاک سمجھنے کاحق ہے،اس ذات پاک کوجس نے توحیدبیان کرنے والےاپنے بندۂ خاص کوسیرکرائی،تسبیح،کےمعنی ہرعیب اوربرائی سے پاک اورمنزہ کے ہیں،ومعناہ التنزیه و البراء ة لله عزوجل من کل نقص.قرطبی.

شرک ایک بہت بڑاعیب ہے جوذات باری تعالی کے لائق نہیں اوراس کی ذات اس سے پاک ہے جیسا کہ فرمایا:سبحان الله عمایشرکون اورسبحانه وتعالی عمایشرکون اس طرح اس میں دعوی سورت کاذکرہے کہ کسی کواللہ کاشریک نہ بناؤاوراسے ہرشریک سے پاک سمجھو،نیزیہ دلیل وحی ہےیعنی میں تمہیں اللہ کےوحی سنارہاہوں کہ اللہ کوشریک سے پاک سمجھویہ پہلی ایت معجزہ بھی ہے،جس میں معجزہ معراج کاذکرکیاگیاہےایات معجزہ سےمقصودتخویف ہے یعنی اگریہ معجزہ دیکھ کربھی مسئلہ توحیدنہیں مانوگےتواللہ تعالی کاعذاب آئے گا۔

''عبد'' سے مرادنبی کریمﷺ ہے واقعہ معراج رسول اللہﷺ کے لئے بہت بڑاشرف ہے جوکسی اورپیغمبرکونصیب نہیں ہوا،اس موقع پراللہ تعالی نے نبی کریمﷺ کوایسے نام یعنی عبدسے یادفرمایاجواسے سب سے زیادہ پسندتھا،قال العلماء لوکان للنبیﷺ اسم اشرف منه لسمّاه به فی تلک الحالة العلية.(قرطبی).نیزآپ کی امت کوتواضع کاسبق دیناتھااوریہ بتاناتھاکہ محمدﷺ باین شرف واعزازاللہ تعالی کے بندے ہیں اورصفت بندگی کسی حال میں ان سے جدانہیں ہوسکتی۔''لیلا''کی تنکیرتقلیل کے لئے ہےیعنی ہم نے رات کےتھوڑے سے حصے میں اپنے بندےکوسیرکرائی۔لام،عاقبت کے لئے ہےاور''من ایاتنا'' سےوہ عجائب قدرت مرادہےجوآپ گواس سیرکےدوران میں دکھائے گئے،من عجائب قدرتنا،وقدرأی هناک الانبیاء و الایات الکبری.معالم۔

جناب شیخ حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ " من ایاتنا" سے مشرکین کی ہلاکت مراد ہے یعنی ہم نے یہ عظیم معجزہ معراج اپنے بندۂ خاص کو اس لئے دکھایا تھا کہ اس کے بعد اگر مشرکین مکہ مسئلہ توحید کا انکار کرے تو ہم ان معاندین کی ہلاکت میں آپ کو اپنے قدرت کا ایک عظیم اور حیرت انگیز نشان دکھائیں۔ چنانچہ جب مشرکین نے معجزہ اسراء کے بعد بھی مسئلہ توحید کو نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں بے ساز وسامان مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھوں مشرکین کے مسلح اور کئی گنا بڑے لشکر کو ذلت وخواری کے ساتھ معجزانہ طور پر شکست دی۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: لنریک من ایاتنا الکبری، طٰہٰ: ۲۳۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پیغام توحید دیا "اننی انا اللہ لا الہ الا انا" طٰہٰ: ۱۴، اس کے بعد اس مسئلہ توحید کی خاطر عصا اور ید بیضا عطا فرمایا کہ قوم فرعون کے سامنے مسئلہ توحید پیش کرو، اپنی سچائی اور مسئلہ کی حقانیت ظاہر کرنے کے لئے یہ معجزہ دکھاؤ اگر انہوں نے ان معجزات کے بعد بھی مسئلہ نہ مانا تو ہم فرعون اور اس کی قوم کو آپ کے سامنے اس طرح ہلاک کریں گے کہ ان کی ہلاکت بھی ہماری قدرت کا ایک عجیب کرشمہ اور اعجاز ہوگی۔

چنانچہ قوم فرعون کو سمندر کے خشک راستوں میں جو بنی اسرائیل کی سلامتی کے لئے معجزانہ طور پر بنائے گئے تھے داخل کر کے ہلاک کیا گیا۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے صبح اٹھ کر واقعہ معراج کا پہلا حصہ مشرکین کے سامنے بیان کیا کہ میں آج رات بیت المقدس سے ہو کر آ گیا ہوں، تو سب نے تعجب کیا اور نہ مانا، مشرکین میں سے ایک شخص دوڑتا ہوا ابوبکرؓ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا اے ابوبکرؓ کیا اب بھی محمد ﷺ کو مانو گے؟ فرمایا بات کیا ہے؟ اس نے کہا محمد ﷺ کہتے ہیں کہ میں آج رات بیت المقدس کی سیر کر آیا ہوں تو صدیقؓ اکبر نے فرمایا اس میں کونسی تعجب کی بات ہے؟ آپ نے سچ فرمایا ہے ہم تو آپ کی آسمانوں والی باتیں مان لیتے ہیں تو زمین والی کیوں نہ مانیں گے؟ مشرکین نے ازمائش کے لئے آپؐ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھیں اس سے آپؐ کو بہت غم ہوا کیونکہ آپؐ بیت المقدس کی نشانیاں یاد کرنے کے لئے تو وہاں نہیں گئے تھے۔ جو لوگ سالہا سال کسی جگہ رہے اس جگہ کی ساری علامتیں تو انہیں بھی معلوم نہیں ہوتیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا نقشہ آپؐ کے سامنے حاضر کر کے آپؐ کا غم دور فرما دیا، چنانچہ مشرکین نے جو بات پوچھی آپؐ نے صحیح بتا دی راستے میں آپؐ کو جو قافلے ملے ان کے بارے میں آپؐ نے جو کچھ بتایا وہ بھی بالکل درست ثابت ہوا۔ خازن، معالم۔

مگر ان تمام باتوں کے باجود مشرکین مکہ نے اس اعجاز قدرت کو جادو کہہ کر رد کر دیا اور نہ مانا، اخر جنگ بدر میں

عذاب قتل سے ہلاک کئے گئے۔ اس باب میں احادیث تواتر کو پہنچ گئے ہیں، ہم ان صحابہ کرام کے اسمائے گرامی بمعہ حوالہ جات ذکر کرتے ہیں جنہوں نے واقعہ معراج کو نقل کیا ہے، اختصار کے طور پر ہم دیگر کتابوں کے علاوہ صرف سبل الہدیٰ:۳/۶۷۔ اور خصائص کبریٰ:۱/۳۷۸، ذکر کرتے ہیں ان دونوں کتابوں میں ان صحابہ کرام سے یہ روایت نقل کئے گئے ہیں:

(۱). اسامة بن زیدؓ(۲)انس بن مالکؓ(۳)ابی بن کعبؓ(۴)بریدة ابن الحصیبؓ(۵)بلال بن سعدؓ،(۶)بلال بن حمامة (۷)جابربن عبداللهؓ(۸)حذیفة بن الیمانؓ(۹)سمرة بن جندبؓ(۱۰) سهل بن سعدؓ(۱۱)شدادبن اوسؓ(۱۲)صهیب بن سنانؓ(۱۳)عبدالله بن عباسؓ(۱۴)عبدالله بن عمربن الخطابؓ(۱۵)عبدالله بن عمروؓ(۱۶)عبدالله بن ابی اوفیؓ(۱۷)عبدالله بن زبیرؓ(۱۸)عبدالله بن اسعدبن زرارةؓ(۱۹)عبدالله بن مسعودؓ(۲۰)عباس بن عبد المطلبؓ(۲۱)عثمان بن عفانؓ (۲۲) علی ابن ابی طالبؓ(۲۳)عمربن الخطابؓ(۲۴)انس بن عیاضؓ(۲۵)مالک بن صعصعةؓ(۲۶)ابوبکر الصدیقؓ(۲۷)ام هانیءؓ(۲۸)ابوایوب الانصاریؓ(۲۹)ابو الحمراءؓ(۳۰)ابو الدرداءؓ(۳۱)ابوذر الغفاریؓ(۳۲) ابوسعیدخدریؓ(۳۳) ابوسفیان بن حربؓ(۳۴)ابوسلمةبن دحیةؓ(۳۵)ابوسلمیٰ راعی رسول اللهﷺ(۳۶)ابولیلیٰ الانصاریؓ (۳۷) ابوهریرةؓ (۳۸) اسماء بنت ابی بکرؓ(۳۹)ام المومنین عائشةؓ(۴۰)ام کلثوم بنت رسول اللهﷺ(۴۱)ام المومنین ام سلمةؓ(۴۲)عبدالرحمٰن بن قرطؓ(۴۳)ابو حبةالانصاریؓ. مزید تفصیل کے لئے سبل الہدیٰ:۳/۱، سے لے کر ص:۱۸۰، تک مطالعہ کیجئے۔ واقعہ کی وضاحت کے لئے صرف ایک حدیث۔(جو کہ دلائل النبوۃ ۲/۳۹۰،(للبیہقیؒ) وکتاب الشریعۃ:۲/۳۰۸، وتاریخ دمشق:۳/۵۰۹، وتاریخ اسلام للذہبی:۱/۲۷۶، میں نقل کیا ہے لمبی حدیث ہے) ذکر کرتے ہیں، جو کہ ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے کہ: ایک مرتبہ رسول اللہﷺ کے اصحابؓ نے آپﷺ سے معراج کے واقعہ کے ذکر کی درخواست کی تو آپﷺ نے پہلے تو یہی آیت یعنی: ''سبحان الذی '' کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ میں عشاء کے بعد مسجد میں سویا ہوا تھا جو ایک آنے والے نے آکر مجھے جگایا۔ میں اٹھ بیٹھا لیکن کوئی نظر نہ ایا، ہاں کچھ جانور سا نظر آیا میں نے غور سے اسے دیکھا، اور برابر دیکھتا ہوا مسجد کے باہر چلا گیا، تو مجھے ایک عجیب جانور نظر پڑا ہمارے جانوروں میں سے تو اس کے کچھ

مشابہ خچر ہے۔

ملتے ہوئے اوراوپر کواٹھے ہوئے کانوں والا تھااس کا نام براق ہے، مجھ سے پہلے کے انبیاء بھی اسی پرسوار ہوتے رہے۔ میں اس پرسوار ہوکر چلا ہی تھا جو میری دائیں جانب سے کسی نے آواز دی کہ محمد میری طرف دیکھ میں تجھ سے کچھ پوچھوں گا۔لیکن نہ میں نے جواب دیا نہ ٹھہرا۔ پھر جوذرا اور آگے بڑھا تو بائیں طرف سے بھی آواز آئی لیکن میں وہاں بھی نہ ٹھہرا، نہ دیکھا، نہ جواب دیا۔

پھر کچھ آگے گیا کہ ایک عورت دنیا بھر کی زینت کئے ہوئے باہیں کھولے کھڑی ہوئی ہے اس نے مجھے اسی طرح آواز دی کہ میں کچھ دریافت کرنا چاہتی ہوں لیکن میں نے نہ اسکی طرف التفات کیا نہ ٹھہرا۔ پھر آپ کا بیت المقدس پہنچنا دودھ کا برتن لینا اور جبریل علیہ السلام کے فرمان سے خوش ہوکر دودفعہ تکبیر کہنا ہے پھر جبریل علیہ السلام نے پوچھا آپؐ کے چہرے پرفکر کیسے ہے؟ میں نے وہ دونوں واقعے راستے کے بیان کئے،تو آپؐ نے فرمایا کہ پہلا شخص تو یہودی تھا اگر آپ اس جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپؐ کی امت یہودی ہوجاتی۔

دوسرا نصرانیوں کا دعوت دینے والا تھا وہاں اگر آپ ٹھہرتے اوراس سے باتیں کرتے تو آپؐ کی امت نصرانی ہوجاتی اوروہ عورت جوتھی وہ دنیا تھی اگر آپ اسے جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت دنیا کوآخرت پرترجیح دے کر گمراہ ہوجاتی۔

پھر میں اور جبریل علیہ السلام بیت المقدس میں گئے ہم دونوں نے دودورکعتیں نفل نماز ادا کیں، پھر ہمارے سامنے معراج لائی گئی جس سے بنی آدم کی روحیں چڑھتی ہیں۔ دنیا نے ایسی اچھی چیز کبھی نہیں دیکھی (تم نہیں دیکھتے کہ مرنے والے کی آنکھیں آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہیں۔ یہ اسی سیڑھی کودیکھتے ہوئے تعجب کے ساتھ) ہم دونوں اوپر چڑھ گئے میں نے اسمٰعیل نامی فرشتے سے ملاقات کی جوآسمان دنیا کا سردار ہے جس کے ماتحت ستر ہزار فرشتے ہیں جن میں سے ہرایک فرشتے کے ساتھ اس کے لشکری فرشتوں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ’’**وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ** ‘‘المدثر:۳۱، تیرے رب کے لشکروں کوصرف وہی جانتا ہے جبرئیل علیہ السلام نے اس اسمان کا دروازہ کھلوانا چاہا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ اورکون ہیں؟ بتلایا کہ محمد ﷺ ہیں، کہا گیا، کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ جواب دیا کہ ہاں۔ وہاں میں نے آدم علیہ السلام کودیکھا اسی ہیئت میں جس میں وہ اس دن تھے جس دن اللہ تعالی نے انہیں پیدا کیا تھا۔ان کی اصلی صورت پر۔ان کے

سامنے ان کی اولاد کی روحیں پیش کی جاتی ہیں۔ نیک لوگوں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں پاک روح ہے اور پاک جسم بھی ہے اسی علیین میں لے جاؤ۔ اور بدکاروں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں خبیث روح ہے جسم بھی خبیث ہے اسے سجین میں لے جاؤ۔ کچھ ہی چلا ہوں گا، کہ میں نے دیکھا کہ خوان لگے ہوئے ہیں جن پر نہایت نفیس گوشت بھنا ہوا ہے۔ اور دوسری جانب اور خوان لگے ہوئے ہیں جن پر بدبودار سڑا گوشت رکھا ہوا ہے۔ کچھ لوگ ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس بھی نہیں آتے اور اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں۔

میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا آپ کی امت کی وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کی رغبت کرتے تھے۔ پھر میں کچھ اور چلا، تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا ان کے ہونٹ اونٹ کی طرح کے ہیں، ان کے منہ پھاڑ پھاڑ کر فرشتے انہیں اس گوشت کے لقمے دے رہے ہیں، جو ان کے دوسرے راستے سے واپس نکل جاتا ہے وہ چیخ کر چلا رہے ہیں اور اللہ تعالی کے سامنے عاجزی کر رہے ہیں میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ آپؐ کے امت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھا جایا کرتے تھے، جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھائیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ ضرور بھڑکتی ہوئی جہنم کی آگ میں جائیں گے۔

میں کچھ دور اور چلا دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل لٹکی ہوئی ہیں اور ہائے وائے کر رہے ہیں، میرے پوچھنے پر جواب ملا، کہ یہ آپؐ کی امت کی زناکار عورتیں ہیں۔ میں کچھ دور اور گیا، تو دیکھا کہ کچھ لوگوں کے پیٹ بڑے بڑے گھڑوں جیسے ہیں جب وہ اٹھنا چاہتے ہیں تو گر گر پڑتے ہیں اور بار بار کہہ رہے کہ اے اللہ قیامت قائم نہ ہو، فرعونی جانوروں سے وہ روندے جاتے ہیں، اور اللہ تعالی کے سامنے آہ وزاری کر رہے ہیں، میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے، سود خوار ان لوگوں کی طرح ہی کھڑے ہوں گے جنہیں شیطان نے باؤلا بنا رکھا ہے۔

میں کچھ اور چلا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پہلو سے گوشت کاٹ کاٹ کر فرشتے انہیں کھلا رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ جس طرح اپنے بھائی کا گوشت اپنی زندگی میں کھاتا رہا، اب بھی کھا، میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا آپؐ کی امت کے عیب جو، اور اوارہ کش لوگ ہیں۔

پھر ہم دوسرے آسمان پر چڑھے، تو میں نے وہاں ایک نہایت ہی حسین شخص کو دیکھا جو اور حسین لوگوں پر وہی اہمیت رکھتا ہے جو فضیلت چاند کو اور ستاروں پر ہے میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ آپ کے

بھائی یوسف علیہ السلام ہیں، اوران کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں، میں نے انہیں سلام کیا، جس کا جواب انہوں نے دیا۔

پھر ہم تیسرے آسمان کی طرف چڑھے اسے کھلوایا، وہاں یحیٰی وعیسیٰ علیہما السلام کو دیکھا ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ آدمی تھے، میں نے انہیں سلام کیا، اورنہوں نے مجھے جواب دیا۔

پھر میں چوتھے اسمان کی طرف چڑھا وہاں ادریس علیہ السلام کو پایا، جنہیں اللہ تعالی نے بلند مقام پر اٹھالیا ہے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا۔

پھر پانچویں اسمان کی طرف چڑھا، وہاں ہارون علیہ السلام تھے آدھی داڑھی سفید تھی اور آدھی سیاہ اور بہت لمبی داڑھی تھی قریب قریب ناپ تک، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے سوال کیا، انہوں نے بتلایا کہ یہ اپنی قوم کی ہردلعزیز ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں ان کے ساتھ ان کی قوم کی جماعت ہے انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب دیا۔

پھر میں چھٹے آسمان کی طرف چڑھا، وہاں موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، آپ کا گندم گوں رنگ تھا بال بہت تھے اگر دو کرتے بھی پہن لے تو بال ان سے گذر جائیں۔ آپ فرمانے لگے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالی کے پاس ان سے بڑے مرتبے کا ہوں حالانکہ یہ مجھ سے بڑے مرتبے کے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں، آپؑ کے پاس بھی آپ کی قوم کے لوگ تھے آپ نے بھی میرے سلام کا جواب دیا۔

پھر میں ساتویں آسمان کی طرف چڑھا وہاں میں نے اپنے والد ابراہیم خلیل الرحمان علیہ السلام کو اپنی پیٹھ بیت المعمور سے ٹکائے ہوئے بیٹھے دیکھا۔ آپ بہت ہی بہتر آدمی ہیں۔ دریافت پر مجھے آپ کا نام بھی معلوم ہوا۔ میں نے سلام کیا، آپ نے جواب دیا، میں نے اپنی امت کو نصفا نصف دیکھا، نصف کے تو سفید بگلا جیسے کپڑے تھے اور نصف کے سخت سیاہ کپڑے تھے۔ میں بیت المعمور میں گیا میرے ساتھ ہی سفید کپڑے والے سب گئے، اور دوسرے، جن کے خاکی کپڑے تھے وہ سب روک دیئے گئے۔ ہیں وہ بھی خیر پر۔

پھر ہم سب نے وہاں نماز ادا کی، اور وہاں سے سب باہر آئے اس بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں لیکن جو ایک دن پڑھ گئے ان کی باری قیامت تک نہیں آتی،

پھر میں سدرۃ المنتہی کی جانب بلند کیا گیا جس کا ہر ہر پتہ اتنا بڑا تھا کہ میرے ساری امت کو ڈھانک لے۔ اس

میں سے ایک نہر جاری تھی جس کا نام سلسبیل ہے۔ پھر اس میں سے دو چشمے پھوٹے ہیں ایک نہر کوثر دوسرا نہر رحمت، میں نے اس میں غسل کیا میرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے۔

پھر میں جنت کی طرف چڑھایا گیا۔ وہاں میں نے ایک حور دیکھی اس سے پوچھا تو کس کی ہے؟ اس نے کہا زید بن حارثہ کی، وہاں میں نے نہ بگڑنے والا پانی اور مزہ متغیر نہ ہونے والا دودھ کی اور بے نشہ لذیذ شراب اور صاف ستھرے شہد کی نہریں دیکھیں۔ اس کے انار بڑے بڑے ڈولوں کے برابر تھے۔ اسکے پرندے تمہارے ان بختی (اونٹ) جیسے تھے۔ بے شک اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں، نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال تک گذرا۔

پھر میرے سامنے جہنم پیش کی گئی جہاں غضب الہی ناراضگی الہی تھی اس میں اگر پتھر اور لوہا ڈالا جائے تو وہ اسے بھی کھا جائے۔ پھر میرے سامنے سے وہ بند کر دی گئی،

میں پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا دیا گیا اور مجھے ڈھانپ لیا گیا پس میرے اور اس کے درمیان صرف بقدر دو کمانوں کے فاصلہ رہ گیا، بلکہ اور قریب، اور سدرۃ المنتہی کے ہر ایک پتے پر فرشتہ آ گیا، اور مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ اور فرمایا کہ تیرے لئے ہر نیکی کے عوض دس ہیں، تو جب کسی نیکی کا ارادہ کرے گا، گو بجا نہ لائے، تاہم نیکی لکھی جائے گی، اور جب بجا بھی لائے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور برائی کی محض ارادے پر بغیر کیئے ہوئے کچھ بھی نہ لکھا جائے گا۔ اور اگر کر لی تو صرف ایک ہی برائی شمار ہو گی۔

پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے اور آپ کے مشورے سے جانے اور کمی ہونے کا ذکر ہے، اخر جب پانچ رہ گئیں، تو نداء کی گئی کہ میرا فریضہ پورا ہو گیا، میں نے اپنے بندوں پر تخفیف کر دی اور انہیں ہر نیکی کے بدلے اسی جیسی دس نیکیاں دیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے واپسی پر اب کی مرتبہ بھی مجھے پھر واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن میں نے کہا اب تو جاتے ہوئے مجھے کچھ شرم سی محسوس ہوتی ہے۔

پھر آپؐ نے صبح کو مکہ میں ان عجائبات کا ذکر کیا، کہ میں اس شب بیت المقدس پہنچا، آسمانوں پر چڑھایا گیا، اور یہ یہ دیکھا، اس پر ابوجہل بن ہشام کہنے لگا تعجب کی بات، سنو، اونٹوں کو مارتے پیٹتے ہم تو بیت المقدس مہینہ بھر میں پہنچیں اور مہینہ بھر ہی واپس لگ جائے، یہ کہتے ہیں دو ماہ کی مسافت ایک ہی رات طے کر آئے، آپؐ نے فرمایا سنو، جاتے وقت میں نے تمہارے قافلے کو فلاں جگہ دیکھا تھا اور آتے وقت وہ مجھے عقبہ میں ملا۔ سنو، اس میں فلاں فلاں شخص ہے فلاں=

وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِىٓ إِسْرَآئِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُوا مِنْ
اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کیلئے رہنما مقرر کیا تھا کہ میرے سوا کسی کو
دُونِىْ وَكِيلًا ﴿۲﴾ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ؕ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ﴿۳﴾
کارساز نہ ٹھہرانا۔اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کیساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا بیشک نوح (ہمارے) شکر گزار بندے تھے
وَقَضَيْنَآ إِلٰى بَنِىٓ إِسْرَآئِيلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ
اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا کہ تم زمین میں دو دفعہ فساد مچاؤ گے
وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ﴿۴﴾ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا
اور بڑی سرکشی کرو گے۔پس جب پہلے (وعدے) کا وقت آیا تو ہم نے اپنے سخت لڑائی لڑنے والے بندے تم پر مسلط
أُولِى بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلٰلَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ﴿۵﴾
کر دیئے اور وہ شہروں کے اندر پھیل گئے اور وہ وعدہ پورا ہو کر رہا
ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ
پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور تم کو

=اس رنگ کے اونٹ پر ہے اور اس کے پاس یہ اسباب ہے۔ابو جہل نے کہا، خبریں تو دے رہا ہے دیکھیں کیسی نکلیں؟ اس پر ان سے ایک شخص نے کہا میں بیت المقدس کا حال تم سب سے زیادہ میں جانتا ہوں، اس کی عمارت کا حال، اسکی شکل وصورت پہاڑ سے اس کی نزدیکی وغیرہ، پس رسول اللہ ﷺ سے حجابات دور کر دیئے گئے اور جیسے ہم گھر میں بیٹھے گھر کی چیزوں کو دیکھتے ہیں اسی طرح آپؐ کے سامنے بیت المقدس کر دیا گیا۔آپؐ فرمانے لگے اسکی بناوٹ اس طرح کی ہے، اس کی ہیئت اس طرح کی ہے، وہ پہاڑ سے اس قدر نزدیک ہے وغیرہ، اس نے کہا بے شک آپؐ سچ فرماتے ہیں۔پھر اس نے کفار کے مجمع کی طرف دیکھ کر کہا محمد ﷺ اپنی بات میں سچے ہیں۔یا کچھ ایسے ہی الفاظ کہے۔

أَكْثَرَ نَفِيرًا ۝ ﴿٦﴾ إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا

جماعت کثیر بنا دیا۔ اگر تم نیکی کرو گے تو اپنی جانوں کیلئے کرو گے اور اگر اعمال بد کرو گے تو (ان کا) وبال بھی تمہاری ہی

فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوٓءُوا وُجُوهَكُمْ

جانوں پر ہوگا پھر جب دوسرے (وعدے) کا وقت آیا (تو ہم نے پھر اپنے بندے بھیجے) تا کہ تمہارے چہروں کو (بڑوں) بگاڑ دیں

وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا

اور جس طرح پہلی دفعہ مسجد (بیت المقدس) میں داخل ہو گئے تھے اُسی طرح پھر اس میں داخل ہو جائیں اور جس چیز پر غلبہ

تَتْبِيرًا ۝ ﴿٧﴾ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا

پائیں اُسے تباہ کر دیں۔ [2] یقین ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر وہی (حرکتیں) کرو گے تو ہم بھی وہی

---

[2] ان آیات میں بنی اسرائیل کے دو واقعے عبرت ونصیحت کے لئے ذکر کئے گئے، کہ انہوں نے ایک مرتبہ معاصی اور حکم ربانی کی مخالفت میں انہماک کیا، تو اللہ تعالی نے انکے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا جنہوں نے ان کو تباہ کیا پھر ان کو کچھ تنبیہ ہوگئی اور شرارت کم کر دی تو سنبھل گئے ،مگر کچھ عرصہ کے بعد پھر وہی شرارتیں اور بداعمالیاں ان میں پھیل گئیں تو پھر اللہ تعالی نے ان کو ان کے دشمن کے ہاتھ سزا دلائی ،قرآن کریم میں دو واقعوں کا ذکر ہے مگر تاریخ میں اس طرح کے چھ (٦) واقعات مذکور ہیں۔

پہلا واقعہ: سلیمان علیہ السلام بانی مسجد اقصی کی وفات کے کچھ عرصہ کے بعد پیش آیا کہ بیت المقدس کے حاکم نے بے دینی اور بدعملی اختیار کر لی تو مصر کا ایک بادشاہ اس پر چڑھ آیا اور بیت المقدس کا سامان سونے چاندی کو لوٹ کر لے گیا مگر مسجد اور شہر کو منہدم نہیں کیا۔

دوسرا واقعہ سے تقریبا چار سو سال بعد کا ہے کہ بیت المقدس میں بسنے والے بعض یہودیوں نے بت پرستی شروع کر دی اور باقیوں میں نا اتفاقی اور باہمی جھگڑے ہونے لگے، اس کی نحوست پر مصر کے کسی بادشاہ نے ان پر چڑھائی کر دی اور کسی قدر شہر اور مسجد کی عمارت کو بھی نقصان پہنچایا پھر انکی حالت کچھ سنبھل گئی۔

تیسرا واقعہ اس کے چند سال بعد جب بخت نصر شاہ بابل نے بیت المقدس پر چڑھائی کر دی اور شہر کو فتح کر کے بہت سامان لوٹ لیا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنا کر لے گیا اور پہلے بادشاہ کے خاندان کے ایک فرد کو اپنے قائم مقام کے حیثیت سے اس شہر کا حاکم بنا دیا۔

چوتھا واقعہ اس نئے بادشاہ نے جو بت پرست اور بدعمل تھا، بخت نصر سے بغاوت کی تو بخت نصر دوبارہ چڑھ آیا اور کشت وخون اور قتل وغارت کی کوئی حد نہ رہی، شہر میں آگ لگا کر میدان کر دیا، یہ حادثہ تعمیر مسجد سے تقریباً چار سو پندرہ (۴۱۵) سال کے بعد پیش آیا، اور اس کے بعد یہود یہاں سے جلاوطن ہو کر بابل چلے گئے جہاں نہایت ذلت وخواری سے رہتے ہوئے ستر سال گذر گئے، اس کے بعد شاہ ایران نے شاہ بابل پر چڑھائی کر کے بابل فتح کر لیا پھر شاہ ایران کو ان جلاوطن یہودیوں پر رحم آیا اور ان کو واپس ملک شام میں پہنچا دیا، اور ان کا لوٹا ہوا سامان بھی واپس کر دیا اب یہود اپنے اعمال بد اور معاصی سے تائب ہو چکے تھے یہاں نئے سرے سے آباد ہوئے تو شاہ ایران کے تعاون سے پھر مسجد اقصیٰ کو سابق نمونہ کے مطابق بنا دیا۔

پانچواں واقعہ : یہ پیش آیا کہ جب یہود کو یہاں اطمینان اور آسودگی دوبارہ حاصل ہو گئی تو اپنے ماضی کو بھول گئے اور پھر بدکاری اور بداعمالی میں منہمک ہو گئے تو مسیح علیہ السلام کے پیدائش سے ایک سو ستر سال پہلے یہ واقعہ پیش آیا، کہ جس بادشاہ نے انطاکیہ آباد کیا تھا اس نے چڑھائی کر دی اور چالیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا چالیس ہزار کو قیدی اور غلام بنا کر اپنے ساتھ لے گیا اور مسجد کی بھی بہت بے حرمتی کی، مگر عمارت مسجد بچ گئی، مگر پھر اس بادشاہ کے جانشینوں نے شہر اور مسجد کو بالکل میدان کر دیا اس کے کچھ عرصہ کے بعد بیت المقدس پر سلاطین روم کی حکومت ہو گئی انہوں نے مسجد کو پھر درست کیا اور اس کے آٹھ سال بعد عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

چھٹا واقعہ: عیسیٰ علیہ السلام کے صعود اور رفع جسمانی کے چالیس برس بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ یہودیوں نے اپنے حکمران سلاطین روم سے بغاوت اختیار کر لی رومیوں نے پھر شہر اور مسجد کو تباہ کر کے وہی حالت بنا دی جو پہلے تھی، اس وقت کے بادشاہ کا نام طیطس تھا جو نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی، اس کے بعد قسطنطین اول عیسائی ہوا ہے اور اس کے بعد سے عمر بن خطابؓ کے زمانہ تک یہ مسجد ویران پڑی رہی، یہاں تک کہ آپ نے اس کی تعمیر کرائی۔ یہ چھ واقعات تفسیر بیان القرآن میں بحوالہ تفسیر حقانی لکھے گئے ہیں۔

اب یہ بات کہ قرآن کریم نے جن دوواقعوں کا ذکر کیا ہے وہ ان میں سے کون سے ہیں؟اس کی قطعی تعین تو مشکل ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ ان میں سے جو واقعات زیادہ سنگین اور بڑے ہیں جن میں یہود کی شرارتیں بھی زیادہ ہوئیں اور سزا بھی سخت ملی ان پر محمول کیا جائے اور وہ چوتھا اور چھٹا واقعہ ہے۔قرطبی نے اپنی کتاب تذکرہ:۲۰۴/۲ میں یہاں ایک طویل مرفوع بروایت حذیفہؓ نقل کی ہے اس سے بھی اس کی تعین ہوتی ہے کہ ان دوواقعوں سے مراد چوتھا اور چھٹا واقعہ ہے اس طویل حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ بیت المقدس اللہ تعالی کے نزدیک بڑی عظیم القدر مسجد ہے آپؐ نے فرمایا کہ وہ دنیا کے سب گھروں میں ایک ممتاز عظمت والا گھر ہے جس کو اللہ تعالی نے سلیمان بن داوٗد علیہ السلام کے لئے سونے چاندی اور جواہرات ،یاقوت وزمرد سے بنایا تھا،اور یہ اس طرح کہ جب سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر شروع کی تو حق تعالی نے جنات کو ان کے تابع کر دیا،جنات نے یہ تمام جواہرات اور سونے چاندی جمع کر کے ان سے مسجد بنائی ،حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ پھر بیت المقدس سے یہ سونا چاندی اور جواہرات کہاں اور کس طرح گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب نبی اسرائیل نے اللہ تعالی کی نافرمانی کی، اور گناہوں اور بداعمالیوں میں مبتلا ہو گئے ،انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا،تو اللہ تعالی نے ان پر بخت نصر بادشاہ کو مسلط کر دیا جو مجوسی تھا،اس نے سات سو برس بیت المقدس پر حکومت کی،اور قرآن کریم میں آیت: **فاذاجاء وعداولٰھما بعثنا علیکم عبادلنا اولی بأس شدید** ۔سے یہی واقعہ مراد ہے، بخت نصر کا لشکر مسجد قدس میں داخل ہوا مردوں کو قتل اور عورتوں ،بچوں کو قید کیا، اور بیت المقدس کے تمام اموال اور سونے چاندی جواہرات کو ایک لاکھ ستر ہزار گاڑیوں میں بھر کر لے گیا اور اپنے ملک بابل میں رکھ دیا اور سو برس تک ان بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا کر طرح طرح کی بامشقت خدمت، ذلت کے ساتھ ان سے لیتا رہا۔پھر اللہ تعالی نے فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو اس کے مقابلے کے لئے کھڑا کر دیا جس نے بابل کو فتح کیا اور باقی ماندہ بنی اسرائیل کو بخت نصر کی قید سے آزاد کرایا اور جتنے اموال وہ بیت المقدس سے لایا تھا وہ سب واپس بیت المقدس میں پہنچا دیئے اور پھر بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ اگر تم پھر نافرمانی اور گناہوں کی طرف لوٹ جاوٗ گے،تو ہم بھی پھر قتل وقید کا عذاب تم پر لوٹا دیں گے۔ایت قرآن: **عسی ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا** ۔سے یہی مراد ہے پھر جب بنی اسرائیل بیت المقدس سے میں لوٹ آئے اور سب اموال اور سامان بھی قبضے میں آگیا تو پھر معاصی اور بداعمالیوں کی طرف لوٹ گئے،اس وقت اللہ تعالی نے ان پر شاہ روم قیصر کو مسلط کر دیا ایت: **فاذاجاء وعدالاخرۃ=**

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿۸﴾ إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ

پہلاسلوک کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کیلئے قید خانہ بنا رکھا ہے ۔ یہ قرآن وہ رستہ دکھاتا ہے

أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيْرًا

جو سب سے سیدھا ہے اور مومنوں کو، جو نیک عمل کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ اُن کیلئے اجرعظیم ہے

﴿۹﴾ وَأَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا ﴿۱۰﴾

اور یہ بھی (بتاتا ہے) کہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾

اور انسان جس طرح (جلدی سے) بھلائی مانگتا ہے اسی طرح برائی مانگتا ہے اور انسان جلد باز (پیدا ہوا) ہے

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ

اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایاہے۔ رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور دن کی نشانی

= لِيَسُوْؤُوا وجوهكم سے یہی مراد ہے،شاہ روم نے ان لوگوں سے برّی اور بحری دونوں راستوں پر جنگ کی، اور بہت سے لوگوں کو قتل اور قید کیا اور پھر تمام ان اموال بیت المقدس کوایک لاکھ ستر ہزار گاڑیوں پر لاد کرلے گیا اور اپنے کنیسۃ الذہب میں رکھ دیا یہ سب اموال ابھی تک وہیں ہیں۔اور وہیں رہیں گے۔ یہاں تک کہ مہدیؑ پھران کو بیت المقدس میں ایک لاکھ ستر ہزار کشتیوں میں واپس لائیں گے،اور اسی جگہ اللہ تعالی تمام اولین واخرین کو جمع کر دیں گے۔

بیان القرآن میں ہے کہ دوواقعے جن کا ذکر قرآن میں آیاہے اس سے مراد دوشریعتوں کی مخالفت ہے، پہلے شریعت موسوی کی مخالفت،اور پھرعیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد شریعت عیسویہ کی مخالفت ہے،اس طرح پہلی مخالفت میں وہ سب واقعات درج ہوسکتے ہیں جواوپر بیان کئے گئے ہیں۔واقعات کے تفصیل کے بعدایت مذکورہ کی تفسیر دیکھئے۔

مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ
کوروشن تاکہ تم اپنے رب کا فضل (یعنی) روزی تلاش کرو اور برسوں کا شمار اور حساب جانو
وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ
اور ہم نے ہر چیز کی (بخوبی) تفصیل کردی ہے۔ اور ہم نے ہر انسان کے اعمال کو (بہ صورت کتاب) اس کے گلے میں لٹکا
وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ
دیا ہے اور قیامت کے روز (وہ) کتاب اُسے نکال دکھائیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔ (کہا جائے گا کہ) اپنی کتاب پڑھ
كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ
لے تو آج اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔ جو شخص ہدایت اختیار کرتا ہے تو اپنے لئے اختیار کرتا ہے
لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ
اور جو گمراہ ہوتا ہے تو گمراہی کا ضرر بھی اُسی کو ہو گا اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا
اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾
اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے
وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا
اور جب ہمارا ارادہ کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ لوگوں کو (فواحش پر) مامور کر دیا تو وہ نافرمانیاں کرتے
فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ
رہے پھر اُس پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو گیا اور ہم نے اُسے ہلاک کر ڈالا۔ اور ہم نے نوح کے بعد بہت سی اُمتوں کو ہلاک
مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾
کر ڈالا اور تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے اور دیکھنے والا کافی ہے

مَّنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ

جو شخص دنیا (کی آسودگی) کا خواہش مند ہو تو ہم اس میں سے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں

جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾

پھر اُس کیلئے جہنم کو (ٹھکانا) مقرر کر رکھا ہے جس میں وہ بُرے حال میں، (بارگاہ الٰہی) سے راندہ ہو کر داخل ہوگا۔

وَمَنْ أَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ

اور جو شخص آخرت کا طلبگار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اُسے لائق ہے اور وہ مومن بھی ہو، ایسے لوگوں کی

مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ

کوشش مقبول ہوتی ہے۔ ہم ان کو اور ان سب کو تمہارے رب کی بخشش سے مدد دیتے ہیں

وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ

اور تمہارے رب کی بخشش کسی سے رُکی ہوئی نہیں۔ دیکھو ہم نے کس طرح بعض کو

عَلٰى بَعْضٍ وَلَلْاٰخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَّأَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ

بعض پر فضیلت بخشی ہے اور آخرت درجوں میں (دنیا سے) بہت برتر اور برتری میں کہیں بڑھ کر ہے۔ اور اللہ کیساتھ کوئی

اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْا

اور معبود نہ بنانا کہ ملامتیں سن کر اور بے کس ہو کر بیٹھے رہ جاؤ گے۔ اور تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی

إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ

عبادت نہ کرو اور ماں باپ کیساتھ بھلائی کرتے رہو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں

كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾

تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ اُنہیں جھڑکنا، اور ان سے بات ادب کیساتھ کرنا

وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَقُلۡ رَّبِّ

اور عجز و نیاز سے اُن کے آگے جھکے رہو اور اُن کے حق میں دعا کروکہ اے اللہ! جیسا

ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيۡ صَغِيۡرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِيۡ نُفُوۡسِكُمۡ

انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہےتو بھی اُن (کے حال) پر رحمت فرما۔ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے

اِنۡ تَكُوۡنُوۡا صٰلِحِيۡنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلۡاَوَّابِيۡنَ غَفُوۡرًا ﴿۲۵﴾

تمہارا رب اس سے بخوبی واقف ہے اگر تم نیک ہو گے تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخش دینے والا ہے

وَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰى حَقَّهٗ وَالۡمِسۡكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا ﴿۲۶﴾

اور رشتہ داروں اور محتاجوں اورمسافروں کو اُن کا حق ادا کرو اورفضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ

اِنَّ الۡمُبَذِّرِيۡنَ كَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّيٰطِيۡنِ وَكَانَ الشَّيۡطٰنُ لِرَبِّهٖ

کہ فضول خرچی کرنے والےتو شیطان کے بھائی ہیں اورشیطان اپنے رب (کی نعمتوں) کا کفران کرنے والا (یعنی

كَفُوۡرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ تَرۡجُوۡهَا فَقُلۡ

ناشکرا) ہے۔اوراگرتم اپنے رب کی رحمت (یعنی فراخ دستی) کے انتظار میں جس کی تمہیں امید ہواُن (مستحقین) کی طرف

لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُوۡلَةً اِلٰى عُنُقِكَ

توجہ نہ کرسکوتو ان سے نرمی سے بات کہہ دیا کرو۔ اوراپنے ہاتھ کو نہ تو گردن کے گرد بندھا ہوا (یعنی بہت تنگ) کرلو

وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ الۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا ﴿۲۹﴾

(کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ بالکل کھول ہی دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو اور انجام یہ ہو) کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ

اِنَّ رَبَّكَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ ؕ اِنَّهٗ

بے شک تمہارارب جس کی روزی چاہتا ہےفراخ کر دیتا ہے (اورجس کی روزی چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے وہ اپنے بندوں

كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ
سے خبردار ہے اور (ان کو) دیکھ رہا ہے ۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا (کیونکہ)

نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا
اُن کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں کچھ شک نہیں کہ اُن کا مار ڈالنا بڑا سخت گناہ ہے ۔ اور زنا کے پاس بھی نہ جانا

الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ
کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے ۔ اور جس (نفس) کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے اُسے قتل نہ کرنا

اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا
مگر جائز طور پر (یعنی بفتویٰ شریعت) اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے ، ہم نے اُس کے وارث کو اختیار دیا ہے (کہ ظالم قاتل

فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ
سے بدلہ لے) تو اس کو چاہیے کہ قتل (کے قصاص) میں زیادتی نہ کرے کہ وہ منصور و فتحیاب ہے ۔ اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ پھٹکنا

اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ
مگر ایسے طریق سے کہ بہت بہتر ہو یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو کہ عہد کے بارے میں ضرور

مَسْــــُٔـوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ
پرسش ہوگی ۔ اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو اور (جب تول کر دو تو) ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو

ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ
یہ بہت اچھی بات اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے ۔ اور (اے بندے) جس چیز کا تجھے علم نہیں اُس کے پیچھے نہ پڑ

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــــُٔـوْلًا ﴿۳۶﴾
کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب (جوارح) سے ضرور باز پرس ہو گی

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ
اور زمین پر اکڑ کر (اور تن کر) مت چل کہ تو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں (کی چوٹی) تک پہنچ جائے گا
طُولًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿۳۸﴾
ان سب (عادتوں) کی برائی تیرے رب کے نزدیک بہت نا پسند ہے
ذٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۗ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا
(اے پیغمبر) یہ اُن (ہدایتوں) میں سے ہیں جو اللہ نے دانائی کی باتیں تمہاری طرف وحی کی ہیں، اللہ کیساتھ کوئی اور معبود نہ
آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَدْحُورًا ﴿۳۹﴾
بنانا کہ (ایسا کرنے سے) ملامت زدہ اور (بارگاہ الٰہی سے) راندہ بنا کر جہنم میں ڈال دیئے جاؤ گے
أَفَأَصْفَاكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا ۚ إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ
(مشرکو) کیا تمہارے رب نے تم کو تو لڑکے دیئے اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنایا، کچھ شک نہیں کہ (یہ) تم
قَوْلًا عَظِيمًا ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا
بڑی (نامعقول) بات کہتے ہو۔ اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح کی باتیں بیان کی ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں
وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ
مگر وہ اس سے اور بدک جاتے ہیں ۔ کہہ دو کہ اگر اللہ کیساتھ اور معبود ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں
إِذًا لَابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ
تو وہ ضرور (اللہ) مالک عرش کی طرف (لڑنے بھڑنے کیلئے) راستہ نکالتے ۔ وہ پاک ہے اور جو کچھ یہ بکواس کرتے ہیں
عُلُوًّا كَبِيرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ
اُس سے (اس کا رتبہ) بہت عالی ہے ۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو لوگ ان میں ہیں سب اُسی کی تسبیح کرتے ہیں

وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ

اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اُس کی تعریف کیساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم اُن کی تسبیح کو

تَسْبِيْحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿٤٤﴾ وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا

نہیں سمجھتے بیشک وہ بُرد بار (اور) غفار ہے ۔ اور جب قرآن پڑھا کرتے ہو تو ہم

بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿٤٥﴾

تم میں اور ان لوگوں میں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے حجاب پر حجاب حائل کر دیتے ہیں

وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْ آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِذَا

اور اُن کے دلوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں کہ اُسے سمجھ نہ سکیں اور اُن کے کانوں میں بوجھ پیدا کر دیتے ہیں اور جب

ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلٰى أَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿٤٦﴾

تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتے ہو تو وہ بدک جاتے ہیں اور پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖ إِذْ يَسْتَمِعُوْنَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوٰى

یہ لوگ جب تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو جس نیت سے یہ سنتے ہیں ہم اُسے خوب جانتے ہیں اور جب یہ سرگوشیاں

إِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ إِنْ تَتَّبِعُوْنَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿٤٧﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ

کرتے ہیں جب ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے۔[3] دیکھو انہوں نے

---

[3] کسی نبی یا پیغمبر پر جادو کا اثر ہو جانا ایسا ممکن ہے جیسا بیماری کا اثر ہو جانا، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام بشری خواص سے الگ نہیں ہوتے جیسے ان کو زخم لگ سکتا ہے، بخار اور درد ہو سکتا ہے، ایسے ہی جادو کا اثر بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ بھی خاص اسباب طبعیہ جنات وغیرہ کے اثر ہوتا ہے اور حدیث میں ثابت بھی ہے کہ ایک مرتبہ رسول

اللہ ﷺ پر سحر کا اثر ہو گیا تھا، آخری آیت میں جو کفار نے آپؐ کو مسحور کہا اور قرآن نے اس کی تردید کی کہ ان کی مراد در حقیقت مسحور کہنے سے مجنون کہنا تھا اسی کی تردید قرآن نے فرمائی ہے اسی لئے حدیث سحر اس کے خلاف اور متعارض نہیں۔

ایات مذکورہ میں سے پہلی و دوسری ایت میں جو مضمون آیا ہے اسکا ایک خاص شان نزول ہے، جو قرطبی نے سعید بن جبیرؓ سے نقل کیا ہے کہ جب قرآن میں (سورۃ تبت یدابی لھب) نازل ہوئی جس میں ابولہب کی بیوی کی بھی مذمت مذکور ہے تو اس کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں گئی اس وقت صدیق اکبرؓ مجلس میں موجود تھے اس کو دور سے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، کہ آپؐ یہاں سے ہٹ جائیں تو بہتر ہے کیونکہ یہ عورت بڑی بدزبان ہے یہ ایسی باتیں کہے گی جس سے آپؐ کو تکلیف پہنچے گی آپؐ نے فرمایا نہیں اس کے اور میرے درمیان اللہ تعالی پردہ حائل کر دیں گے چنانچہ وہ مجلس میں پہنچی، مگر رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھ سکی، تو صدیق اکبرؓ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ آپ کے ساتھی نے ہماری ہجوہ کی ہے۔صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ واللہ وہ تو کوئی شعر ہی نہیں کہتے جس میں عادۃً ہجوہ کی جاتی ہے، تو وہ یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ تم بھی ان کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو، اس کے چلے جانے کے بعد صدیق اکبرؓ نے عرض کیا، کہ کیا اس نے آپ کو نہیں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جبتک وہ یہاں رہی ایک فرشتہ میرے اور اس کے درمیان پردہ کرتا رہا۔

دشمنوں کی نظر سے مستور رہنے کا ایک عمل

کعبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مشرکین کی انکھوں سے مستور ہونا چاہتے تو قرآن کی تین آیتیں پڑھ لیتے تھے۔اس کے اثر سے کفار اپ کو نہ دیکھ سکتے تھے وہ تین آیتیں یہ ہیں:

ایک آیت: وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا [کھف:۵۷]

دوسری آیت سورۂ نحل:۱۰۸، میں ہے:اولئک الذین طبع اللہ علیٰ قلوبھم وسمعھم وابصارھم،

اور تیسری آیت سورۂ جاثیہ:أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللهُ عَلٰى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۲۳﴾

کعبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ معاملہ میں نے ملک شام کے ایک شخص سے بیان کیا، اس کو کسی

ضرورت سے رومیوں کے ملک میں جانا تھا وہاں گیا اور ایک زمانہ تک وہاں مقیم رہا، پھر رومی کفار نے اس کو ستایا تو وہ وہاں سے بھاگ نکلا ان لوگوں نے اس کا تعاقب کیا، اس شخص کو وہ روایت یاد آ گئی اور مذکورہ تین آیتیں پڑھیں قدرت نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ جس راستہ پر یہ چل رہے تھے اسی راستہ پر دشمن گذر رہے تھے مگر وہ ان کو نہ دیکھ سکتے تھے۔

امام ثعلبیؒ کہتے ہیں، کہ کعبؓ سے جو روایت نقل کی گئی ہے میں نے ''رئ'' کے رہنے والے ایک شخص کو بتلائی، اتفاق سے دیلم کے کفار نے اس کو گرفتار کر لیا کچھ عرصہ ان کی قید میں رہا، پھر ایک روز موقع پا کر بھاگ کھڑا ہوا، یہ لوگ اس کے تعاقب میں نکلے مگر اس شخص نے بھی یہ تین آیتیں پڑھ لیں، اس کا یہ اثر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ وہ اس کو نہ دیکھ سکے حالانکہ ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور ان کے کپڑے ان کے کپڑوں سے چھو جاتے تھے۔

امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ ان تینوں کے ساتھ وہ آیت سورۃ یٰسٓ کی بھی ملائی جائیں جن کو نبی ﷺ نے ہجرت کے وقت پڑھا تھا جبکہ مشرکین مکہ نے آپؐ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا آپؐ نے یہ آیت پڑھیں اور ان کے درمیان سے نکلتے ہوئے چلے گئے، بلکہ ان کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے گئے ان میں سے کسی کو خبر نہیں ہوئی وہ آیات سورت یس کی ایات یہ ہیں: یٰسٓ ،وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ، اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ، عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ، لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنه لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ، اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ، وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ .

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ مجھے خود اپنے ملک اندلس میں قرطبہ کے قریب قلعہ منثور میں یہ واقعہ پیش آیا، کہ میں دشمن کے سامنے بھاگا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا دشمن نے دو گھوڑے سوار میرے تعاقب میں بھیجے اور میں بالکل کھلے میدان میں تھا کوئی چیز پردہ کرنے والی نہ تھی مگر میں سورۂ یس کی یہ آیتیں پڑھ رہا تھا یہ دونوں سوار میرے برابر سے گذرے پھر جہاں سے آئے تھے یہ کہتے ہوئے لوٹ گئے کہ یہ شخص کوئی شیطان ہے کیونکہ وہ مجھے دیکھ نہ سکے اللہ تعالیٰ نے ان کو مجھ سے اندھا کر دیا تھا (قرطبی)۔

ضَرَبُوْا لَکَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٤٨﴾ وَقَالُوْآ أَءِ ذَا

کس کس طرح کی تمہارے بارے باتیں بنائی ہیں سو یہ گمراہ ہو رہے ہیں اور رستہ نہیں پا سکتے۔ اور کہتے ہیں کہ جب ہم

كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَإِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٤٩﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً

(مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور چور چور ہو جائیں گے تو کیا از سر نو پیدا ہو کر اُٹھیں گے۔ کہہ دو کہ (خواہ تم) پتھر ہو جاؤ

أَوْ حَدِيْدًا ﴿٥٠﴾ أَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ

یا لوہا۔ یا کوئی اور چیز جو تمہارے نزدیک (پتھر اور لوہے سے بھی) بڑی (سخت) ہو (جھٹ کہیں گے) کہ (بھلا) ہمیں

مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ إِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ

دوبارہ کون جلائے گا؟ کہہ دو کہ وہی جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تو (تعجب سے) تمہارے آگے سر ہلائیں گے

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿٥١﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ

اور پوچھیں گے کہ ایسا کب ہو گا؟ کہہ دو یقین ہے کہ جلد ہو گا۔ جس دن وہ تمہیں پکارے گا

فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿٥٢﴾ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ

تو تم اُس کی تعریف کیساتھ جواب دو گے اور خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت کم (مدت) رہے۔ اور میرے بندوں سے

يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ

کہہ دو کہ (لوگوں سے) ایسی باتیں کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہوں کیونکہ شیطان (بری باتوں سے) اُن میں فساد ڈلوا دیتا ہے

إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿٥٣﴾ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ إِنْ يَّشَأْ

کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ تمہارا رب تم سے خوب واقف ہے، اگر چاہے

يَرْحَمْكُمْ أَوْ إِنْ يَّشَأْ يُعَذِّبْكُمْ وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿٥٤﴾

تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو عذاب دے۔ اور ہم نے تم کو اُن پر (داروغہ) بنا کر نہیں بھیجا

وَرَبُّکَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ

اور جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں تمہارا رب اُن سے خوب واقف ہے۔ اور ہم نے بعض پیغمبروں کو

عَلٰی بَعْضٍ وَّآتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ

بعض پر فضیلت بخشی اور داؤد کو زبور عنایت کی۔ کہو (کہ اے مشرکو) جن لوگوں کی نسبت تمہیں (معبود ہونے کا) گمان ہے

فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ﴿۵۶﴾ أُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ

اُن کو بلا دیکھو وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اُس کو بدل دینے کا کچھ اختیار بھی نہیں رکھتے۔ یہ لوگ جن کو (اللہ کے سوا)

یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ إِلٰی رَبِّہِمُ الْوَسِیْلَةَ أَیُّہُمْ أَقْرَبُ

پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے ہاں ذریعہ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون اُن میں (اللہ کا) زیادہ مقرب

وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ إِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾

(ہوتا) ہے اور اُس کی رحمت کے اُمیدوار رہتے ہیں اور اُس کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے

وَإِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُہْلِکُوْہَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ أَوْ مُعَذِّبُوْہَا عَذَابًا

اور (کفر کرنے والوں کی) کوئی بستی نہیں مگر قیامت کے دن سب سے پہلے ہم اُسے ہلاک کردیں گے یا سخت عذاب سے

شَدِیْدًا کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتَابِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾ وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُّرْسِلَ

معذب کریں گے یہ کتاب (یعنی تقدیر) میں لکھا جا چکا ہے۔ اور ہم نے نشانیاں بھیجنی اس لئے موقوف کردیں

بِالْآیٰتِ إِلَّا أَنْ کَذَّبَ بِہَا الْأَوَّلُوْنَ وَآتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا

کہ اگلے لوگوں نے اس کی تکذیب کی تھی اور ہم نے ثمود کو اونٹنی (نبوتِ صالح کی کھلی) نشانی دی تو اُنہوں نے اس پر ظلم کیا

بِہَا وَمَا نُرْسِلُ بِالْآیٰتِ إِلَّا تَخْوِیْفًا ﴿۵۹﴾ وَإِذْ قُلْنَا لَکَ إِنَّ رَبَّکَ أَحَاطَ

اور ہم جو نشانیاں بھیجا کرتے ہیں تو ڈرانے کو۔ جب ہم نے تم سے کہا کہ تمہارا رب لوگوں کو احاطہ کیے ہوئے ہے،

بِالنَّاسِ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ

اور جو نمائش (معراج) ہم نے تمہیں دکھائی اُس کو لوگوں کیلئے آزمائش کیا، اور اسی طرح (تھوہر کے) درخت کو جس پر

الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْآنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝۶۰

قرآن میں لعنت کی گئی ہے، اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو اُن کو اس سے بڑی (سخت) سرکشی پیدا ہوئی ہے

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَآئِكَةِ اسْجُدُوْا لِآدَمَ فَسَجَدُوْا إِلَّا إِبْلِيْسَ قَالَ ءَأَسْجُدُ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا بولا بھلا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں

لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۝۶۱ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ

جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے ۔کہنے لگا کہ دیکھ تو یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے

لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ إِلَّا قَلِيْلًا ۝۶۲

اگر تو مجھ کو قیامت کے دن تک کی مہلت دے تو میں تھوڑے سے شخصوں کے سوا اس کی (تمام) اولاد کی جڑ کاٹتا رہوں گا

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝۶۳

اللہ نے فرمایا (یہاں سے) چلا جا، جو شخص ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو تم سب کی جزا جہنم ہے (اور وہ) پوری سزا ہے

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ

اور ان میں سے جس کو بہکا سکے اپنی آواز سے بہکاتا رہ[۴] اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہ

وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُوْرًا ۝۶۴

اور ان کے مال اور اولاد میں شریک ہوتا رہ اور ان سے وعدے کرتا رہ اور شیطان جو وعدے اُن سے کرتا ہے سب دھوکا ہے

---

[۴] ''استفزاز'' کے اصلی معنی قطع کرنے کے ہیں مراد اس جگہ حق سے قطع کر دینا ہے'' بصوتک'' سے

آوازمعروف مراد ہیں،عبداللہ بن عباسؓ نے یہاں صوت کے متعلق فرمایا،کہ اس سے مراد گانے مزامیر اورلہولعب کے اوازیں ہیں یہی شیطان کی اواز ہے جس سے وہ لوگوں کوحق سے قطع کرتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مزامیر،موسیٰقی اورگانا بجانا حرام ہے(قرطبی)۔

ابن جوزیؒ نے تلبیس ابلیس ص:٢٣١، میں ان چیزوں کی حرمت ثابت کرنے کے متعلق لکھا ہے کہ:وقداستدل اصحابنابالقران و السنة علی کراھیة الغناء، فاما الاستدلال من القرآن فبثلاث ایات، یعنی قران کریم سے استدلال میں تین آیتیں پیش کرتے ہیں: پہلی ایت یہی ہے:اس کی تفسیر میں سفیان ثوریؒ وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت سے مرادغناومزامیر ہیں۔دوسری ایت:سورۂ لقمان:٦۔تیسری ایت سورۂ نجم:٦١۔

اوراحادیث اس باب میں بہت زیادہ ذکر کئے ہیں فرماتا ہے:اماالسنة فروایتناعن ابن عمرؓ انه سمع صوت زمارة راع فوضع اصبعیه فی اذنیه وعدل راحلته عن الطریق وھویقول، یانافع اتسمع ؟فاقول نعم فیمضی حتی قلت لا،فوضع یدیه واعادراحلته الی الطریق وقال رأیت رسول اللهﷺسمع زمارة راع فصنع مثل ھذا،وکذارواہ البیھقی فی الشعب:١٢٠/٧،

وعن ابی امامةؓ قال نھی رسول اللهﷺعن شراء المغنیات وبیعھن وتعلیمھن وقال ثمنھن حرام وقرأ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُواً أُولٰئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ[٦ لقمان](تلبیس ابلیس٢٣٢۔

ابوامامہؓ سے روایت ہے رسول اللہﷺ نے گانے والی لونڈیوں کے خریدنے اور بیچنے اورتعلیم کرنے سے منع فرمایا اورارشادفرمایا کہ ان کی قیمت حرام ہے اور یہ آیت پڑھی : یعنی بعض لوگ ایسے ہیں کہ لہو کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے گمراہ کردیں اوراس کو ایک تمسخر سمجھیں ایسے ہی لوگوں کے لئے ذلت بخش عذاب ہے ۔مزیدتفصیل کے لئے مذکورہ کتاب مطالعہ کیجئے ۔

إِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾

۔ جو میرے (مخلص) بندے ہیں ان پر تیرا کچھ زور نہیں اور (اے پیغمبر!) تمہارا رب کارساز کافی ہے

رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اُس کے فضل سے (روزی) تلاش کرو بیشک وہ تم پر

بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ

مہربان ہے۔ اور جب تمہیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے (یعنی ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارتے ہو سب اس

اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾

(رب) کے سوا گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو! اور انسان ہے ہی ناشکرا،

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا

کیا تم (اس سے) بےخوف ہو کہ اللہ تمہیں خشکی کی طرف (لے جا کر زمین میں) دھنسا دے یا تم پر سنگریزوں کی بھری ہوئی

ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى

آندھی چلا دے پھر تم اپنا کوئی نگہبان نہ پاؤ۔ یا (اس سے) بےخوف ہو کہ تمہیں دوسری دفعہ دریا میں لے جائے پھر تم

فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ

پر تیز ہوا چلائے اور تمہارے کفر کے سبب تمہیں ڈبو دے پھر تم اس غرق کے سبب اپنے لئے کوئی

ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ

پیچھا کرنے والا نہ پاؤ۔ اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو خشکی اور دریا میں سواری دی

فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾

اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ فَمَنْ أُوْتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِيْنِهٖ

جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے پیشواؤں کیساتھ بلائیں گے تو جن (کے اعمال) کی کتاب اُن کے داہنے ہاتھ میں دی

فَأُوْلٰئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧١﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ

جائے گی وہ اپنی کتاب کو (خوش ہوکر) پڑھیں گے اوران پر دھاگے برابر بھی ظلم نہ ہوگا [5] اور جو شخص اس دنیا میں اندھا

---

[5] اس آیت میں لفظ امام بمعنی کتاب ہے جیسا کہ سورۂ یٰسٓ میں ہے: وکل شئ احصیناه فی امام مبین، اس میں امام مبین سے مراد واضح کتاب ہے، اور کتاب کو امام اس لئے کہا جاتا ہے کہ بھول چوک اور اختلاف کے وقت کتاب ہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جیسے کسی امام مقتدا کی طرف رجوع کیا جاتا ہے (قرطبی)۔

اور ترمذی کی حدیث بروایت ابو ہریرہؓ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام سے مراد اس آیت میں کتاب ہے حدیث کے الفاظ یہ ہے: ''یوم ندعو اکل اناس بامامھم قال یدعیٰ احدھم فیعطیٰ کتابه بیمنه ''یعنی آیت ''یوم ندعوا کل اناس بامامھم '' کی تفسیر میں خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ایک شخص کو بلایا جائے گا اور اس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی متعین ہوگیا کہ امام بمعنی کتاب ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کتاب سے مراد نامہ اعمال ہے۔ اور علی مرتضیٰؓ اور مجاہد وغیرہ مفسرین سے یہاں لفظ امام کے معنی مقتدی اور پیشوا کے بھی منقول ہیں کہ ہر شخص کو اس کے مقتدی و پیشوا کا نام لے کر پکارا جائے خواہ وہ مقتدیٰ و پیشوا، انبیاء علیہم السلام، اور ان کے نائب مشائخ وعلماء ہوں، یا گمراہی اور معصیت کی طرف دعوت دینے والے پیشوا (قرطبی)۔

اس معنی کے لحاظ سے مطلب ایت کا یہ ہوگا، کہ میدان حشر میں ہر شخص کو اس کے مقتدیٰ اور پیشوا کے نام سے پکارا جائے گا۔ اور سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے گا۔ مثلاً متبعین ابراہیم علیہ السلام اور متبعین موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام و متبعین محمد ﷺ، پھر ان کے ذیل میں ممکن ہے کہ ان متبعین کے بلا واسطہ مقتداؤں کا نام بھی لیا جائے۔

قرآن مجید کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ صرف کفار کو دیا جائے گا جیسا کہ ایک ایت میں ہے: ''انه کان لایؤمن باللہ العظیم'' اور ایک دوسری ایت میں ہے: ''انه ظن ان لن یحور '' پہلی=

أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمٰى وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿۷۲﴾

ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا اور (نجات کے) رستے سے بہت دُور

وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ

اور اے پیغمبر! جو وحی ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے قریب تھا کہ یہ (کافر) لوگ تم کو اُس سے بھکا دیں تا کہ تم اُس کے سوا اور

=ایت میں صراحتا ایمان کی نفی کی گئی ہے اور دوسری میں انکار آخرت مذکور ہے وہ بھی کفر ہی ہے۔اس تقابل سے معلوم ہوا کہ داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ اہل ایمان کو دیا جائے گا۔خواہ متقی ہوں یا گناہ گار،مومن اپنے اعمال نامہ کو خوشی کے ساتھ پڑھے گا بلکہ دوسروں کو بھی پڑھوائے گا، یہ خوشی ایمان کی اور عذاب ابدی سے نجات کی ہوگی ،گو بعض اعمال پر سزا بھی ہوگی۔اور قرآن کریم میں اعمال نامہ داہنے یا بائیں ہاتھ میں دیے جانے کی کیفیت مذکور نہیں لیکن بعض احادیث میں " تطایرا لکتب " کا لفظ آیا ہے،(احمد عن عائشہؓ مرفوعا) اور بعض روایات حدیث میں ہے کہ سب اعمال نامہ عرش کے نیچے جمع ہوں گے۔پھر ایک ہوا چلے گی جو سب کو اڑا کر لوگوں کے ہاتھ میں پہنچا دے گی،کسی کے داہنے ہاتھ میں،کسی کے بائیں ہاتھ میں (**اخرجه العقيلی عن انس مرفوعا**)**روح المعانی**.

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ لفظ امام بمعنی مقتدیٰ اور پیشوا کے ہے نہ کہ بمعنی امّ،جیسا کہ علامہ زمخشری نے اعجوبات تفسیر میں نقل کیا ہے،ایک شخص نے کلام پاک کی آیت: **یوم ندعوا کل اناس بامامهم** ،کی تفسیر علم صرف کی ناواقفیت کی وجہ سے یہ کی، کہ جس دن پکاریں گے ہر شخص کو اُن کی ماؤں کے ساتھ۔امام کا لفظ جو مفرد تھا اس کو،امّ، کی جمع سمجھ گیا۔اگر وہ علم صرف سے واقف ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ امّ کی جمع امام نہیں آتی۔اور یہ جو مشہور ہے کہ ماؤں کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا،اس لئے کہ عیسی علیہ السلام کا خیال رکھا جائے گا۔تو جواب یہ ہے کہ پھر آدم علیہ السلام کا کیا ہوگا؟ جبکہ یہ قول بہت احادیث سے بھی مخالف ہے۔سب سے واضح حدیث وہ ہے جو کہ ابوداؤد،رقم:۴۹۴۸ ،وابن حبان ،رقم:۵۷۸۸، وابن قیم فی تحفۃ المودود:۸۱، نے ابوالدرداءؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**انکم تدعون یوم القیامة باسماء کم ،واسماء اباء کم ،فاحسنوا اسماء کم۔**

یعنی تم قیامت میں بلائے جاؤ گے اپنے ناموں،اور اپنے باپ، دادوں کے ناموں سے،تو اچھے نام رکھا کرو۔

عَلَيْنَا غَيْرَهُ وَإِذًا لَّاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَا أَن ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ

باتیں ہماری نسبت بنالو اور اس وقت وہ تمہیں دوست بنالیتے۔ اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رہنے دیتے تو تم کسی قدر ان کی

تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ﴿۷۴﴾ إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ

طرف مائل ہونے ہی لگے تھے۔ اس وقت ہم تمہیں زندگی میں بھی (عذاب کا) دُوگنا اور مرنے پر بھی دُوگنا

وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ﴿۷۵﴾

عذاب چکھاتے پھر تم ہمارے مقابلے میں کسی کو اپنا مددگار نہ پاتے

وَإِن كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذًا

اور قریب تھا کہ یہ لوگ تمہیں زمین (مکہ) سے پھسلا دیں تاکہ تمہیں وہاں سے جلا وطن کر دیں اور اس وقت

لَّا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا

تمہارے پیچھے یہ بھی نہ رہتے مگر کم۔ جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے تھے اُن کا (اور ان کے بارے میں ہمارا یہی)

وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ﴿۷۷﴾ أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ

طریق رہا ہے اور تم ہمارے طریق میں تغیر و تبدل نہ پاؤ گے [6] [اے نبی ﷺ] سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے

---

[6] یہاں شیخ امیر علی ملیح آبادیؒ نے تفسیر مواہب الرحمٰن میں عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ نقل کیا ہے، کہ ابوالنصر موسیٰ نے اپنے والد سید عبدالقادر جیلانیؒ سے روایت کی کہ آپ فرماتے تھے کہ میں نے پچیس سال تک صحرائے عراق میں سفر کیا اور کسی مقام پر مسکن نہیں بنایا ہر روز اس دنیائے فانی کے مقامات میں جہاں وقت آیا سویا اور جہاں جگہ پائی رہا، اور حق تعالیٰ کے روزی پر شکر کیا اتفاق سے ایک دفعہ ایک مقام پر سفر واقع ہوا کہ دو روز تک کچھ میسر نہ آیا اور تیسرے روز رات میں مجھے بے تابی ہوئی، آخر میں ایک کھیت پر پہنچا مگر وہاں کوئی آدمی نہ تھا، جس سے اجازت لے کر حلال رزق حاصل کیا جاوے ناگاہ ایک آواز نہایت خوشگوار، کہ میں نے کبھی نہیں سنی تھی، میری کان میں آئی کہ، اے عبدالقادر! قدر ضرورت اس رزق میں سے

لے لے کہ ہم نے تیرے واسطے حلال کر دیا، میں اس آواز کے شوق میں اس جانب متوجہ ہوا اور دیکھا تو ناگاہ وہ صحرا ایک نور سے منور ہو گیا کہ اس کے مثل میں نے نہیں دیکھا، اور اس میں سے ایک تمثال عجیب جس سے غش آجاوے ظاہر ہو کر خطاب کیا کہ میں ہوں تیرا رب اور تیری سعی اس راہ میں مقبول ہے تو اپنی جان کو زیادہ ہلاکت میں مت ڈال، کہ ہم نے اس میں سے تجھے مباح کیا، شیخ کہتے ہیں کہ میں نے تأمل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ **ولاتجد لسنتنا تحویلاً** یعنی تو ہمارے طریقہ مقررہ کے واسطے تغیر نہیں پاوے گا اور ظاہر ہے کہ شریعت الٰہی تا قیامت یکساں ہے اس میں تغیر نہیں ہوگا تو میرے واسطے اس حلت واباحت کے کیا معنی ہیں پس میں نے ضرور گمان کیا کہ یہ فتنہ شیطان ہے، پس میں نے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی **اعوذ باللہ العلی العظیم من الشیطان الرجیم ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العزیز الحکیم**: اتنے میں وہ نور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور آواز غم ناک آئی کہ افسوس اے عبدالقادر! تو اپنے علم سے بچ گیا ورنہ میں نے بہت سے اس مقام تک طے کرنے والوں کو یہاں سے واپس کر دیا ہے میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور جواب دیا کہ اے شیطان! مجھ کو اللہ تعالیٰ تجھ سے بچاوے پھر تو اپنی تلبیس سے باز نہیں آیا، تو نے مجھے مغرور کیا کہ میں اپنے علم سے بچا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جو علم مجھے دیا تھا اُس کی مجھے ہدایت دی اور اپنے لطف عام سے مجھے بچا دیا (بحوالہ شذرات الذہب:۴/۲۰۰)۔

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد شیخ امیر علی صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں سے ظاہر ہوا کہ شریعت الٰہیہ میں کسی شخص خاص کے واسطے کوئی تحویل نہیں ہوتی ہے، بعض فقیری لباس والے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ جو شخص درجہ فقر میں کامل ہوا اُس سے نماز، روزہ وغیرہ ظاہری عبادات ساقط ہو جاتے ہیں اُس پر فرض نہیں رہتے، باطل ہے، اور جو اعتقاد کرے گمراہ ہے۔ اسی طرح شراب وغیرہ کا اُس کے حق میں مباح جاننا اس خیال سے کہ وہ شراب نہیں پیتا، نہیں معلوم کیا چیز ہے اور ہم نے ایک مرتبہ دودھ دیکھا تھا، یہ سب گمراہی وفتنہ شیطان ہے کیونکہ اس کے معتقد لوگ دنیاوی منفعتوں کی لالچ سے اُس کے پاس جاتے اور نفع اٹھا کر دین میں اُس کے معتقد اور گمراہ ہوتے ہیں اور خوف نہیں کرتے کہ شراب کو ایک نظر بندی کرنے والا اُن کی نظر میں دودھ دکھلا سکتا ہے پھر دودھ کو چھوڑ کر وہ شراب کیوں منگواتا ہے اور حکم شریعت کا جس طرح متعلق ہے اُس میں تحویل نہیں ہو سکتی ہے۔

شیخ مخدوم جہانیاںؒ نے لکھا کہ میں بحکم "**سیروا فی الارض**" سیر عبرت حاصل کرنے کو جاتے جاتے ساحل ملیبار پر اترا اور شہر میں جا کر میں نے مرد صالح دریافت کیا، لوگوں نے مجھے ایک مکان کا پتہ دیا وہاں جا کر میں نے دیکھا تو

وہ شہر کے قاضی عبدالعزیزؒ نامی ہیں انہوں نے شرعی اخلاق سے مجھے مہمان کیا، رات کو میں نے اُن سے دریافت کیا کہ یہاں کوئی شخص اہل اللہ میں سے ہے؟ اُنہوں نے مجھ سے انکار کیا میں نے کہا کہ کوئی درویش ہیں آخر اُنہوں نے کراہت کے ساتھ کہا کہ مرد خدا یہاں باہر شہر کے ایک شخص شریعت سے بے باک مدعی ہے اس کے اس شہر والے معتقد ہیں میں نے دل میں گمان کیا کہ قاضی شرع ہونے سے شائداس کی بے شرع پابندی سے ناخوش ہیں صبح کو میں نے بعد نماز کے پھر قاضی صاحب سے اس کا پتہ پوچھا انہوں نے بہت کراہت سے بیان کیا اس جانب شہر کے ہے اور راستہ میں بہت لوگ آتے جاتے ہونگے اگر جانا منظور ہے تو کوئی دقت نہیں ہے باوجود کراہت قاضی صاحب کے روانہ ہوا راستہ میں تانتا لگا تھا بلاتکلف میں شہر سے باہر لوگوں کے میل میں چلا گیا یہاں تک کہ اس ٹیلہ پر پہنچا جس پر وہ درویش رہتے تھے دیکھا کہ تمام ٹیلہ آدمیوں کی کثرت سے بھرا ہوا ہے اور سرہی سر معلوم ہوتے ہیں میں متحیر ہوا کہ وہ کون ہیں؟ کہ فوراً ایک درویش نے آواز دی، کہ آؤ فلانے مبارک ہو، ادھر آؤ میں قریب گیا اور تعجب کیا کہ انہوں نے میرا نام کیونکر جانا اور گمان کیا کہ کامل بزرگ ہیں قاضی صاحب کا خیال ان کی نسبت بدگمانی ہے جب پاس گیا تو انہوں نے خاطر سے بٹھلایا اور لوگ اپنی اپنی مرادوں کے واسطے ہجوم کرتے اور پان چوستے جاتے تھے، اتنے میں انہوں نے بوتل اُٹھا کر ایک کوزہ بھر کر پیا اور دوسرا کوزہ مجھے تواضع کیا میں نے اس کو دیکھا تو وہ شراب تھی میں نے انکار کیا، تھوڑی دیر بعد میں چلا آیا، پھر دوسرے روز گیا اور اسی طرح بیٹھا دوسرے روز انہوں نے شراب کے بارہ میں اصرار کیا اور کہا کہ تو کچھ وہم مت کر، اگر راہ چاہتا ہے تو یہ ہے، میں کچھ حیران ہوا اور متردد ہو کر آخر میں نے یہ مضبوط سمجھا کہ شریعت میں حرام ہے تو ظہور خیر اور انوار اس راہ سے نہیں ہوسکتا ہے میں نے انکار کیا وہ بزرگ کسی قدر ناخوش ہوئے پھر میں رخصت ہو کر چلا آیا، رات میں سویا تو میں نے خواب میں ایک باغ نہایت نفیس دیکھا کہ اُس کے مثل نظر سے نہیں گذرا اور نہ میرے گمان میں آتا تھا میں نے اسے دیکھا اور اس کی تازگی وخوشبو سے بے اختیار اس کی طرف چلا کہ اُسمیں داخل ہوں جب دروازہ پر پہنچا تو عین دروازہ پر وہی فقیر دیکھا کہ ہاتھ میں سونٹا لیے ہوئے روکتا ہے اور وہی پیالہ بھرا شراب سے اس کے ہاتھ میں ہے مجھ سے کہا کہ اگر اس کو پیو، تو اندر جانے پاؤ گے ورنہ اجازت نہیں ہے میں نے انکار کیا تو اُس نے مجھے اجازت نہ دی، یہ خواب دیکھ کر میں چونکا اور دیر تک متحیر رہا اور طرح طرح کے ترددات کے بعد پھر سو گیا اور وہی خواب دیکھا پھر چونکا تو مجھے زیادہ تحیر اور اضطراب ہوا اور تردد زیادہ ہو گیا پھر اُسی حال میں سویا تیسری مرتبہ بھی اسی طرح عجائب دیکھے پھر جو خواب سے اٹھا تو مجھے تذبذب ہوا کہ اس=

الـلَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ

تک (ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی) نمازیں اور صبح کو قرآن پڑھا کرو کیونکہ صبح کے وقت قرآن پڑھنا موجبِ حضور (ملائکہ) ہے

فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

اور بعض حصہ شب میں بیدار رہا کرو یہ تمہارے لئے زیادت ہے قریب ہے کہ اللہ تمہیں مقامِ محمود میں داخل کرے

= میں کوئی بھید ہے اور خیال آیا کہ یہ کوئی کامل درویش ہے اور شائد کہ اس کی ناخوشی سے مجھے ضرر پہنچے اور دل میں خیال کیا کہ صبح کو اس کا کہنا مان لینا چاہئے اور معاً شراب کے خیال سے مجھے تشویش پیدا ہوئی اور میں نے اٹھ کر تہجد کی نماز آخر وقت پڑھی، اور بعد نماز کے بہت عاجزی والحاح کے ساتھ جناب باری تعالیٰ میں گریہ وزاری کی کہ میں اس حال میں متردد ومتحیر ہوں اور میرے خیال میں یہی آیا ہے، الٰہی تیری ہدایت کا امیدوار ہوں اگر تو مجھے ہدیت نہ دے تو میری گمراہی ہے، الٰہی جو بہتر ہو مجھے اسی کی ہدایت ہو، اس گریہ وزاری میں آنکھ لگ گئی دیکھتا ہوں کہ ایک محفل میں لوگ آتے جاتے ہیں میں بھی حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ مجلس سرور عالم ﷺ ہے اور کثرت نور سے آنکھیں نہیں ٹھرتی ہیں اور اصحاب ؓ بھی موجود ہیں، میں بھی پایان مجلس میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا تو میں نے ادب سے سلام کیا اور عرض کیا کہ میری ماں باپ آپ ؐ پر قربان ہوں شراب حرام ہے آپ ؐ نے فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شراب سب پر حرام فرمائی ہے میں نے عرض کیا کہ ایک فقیر مجھ سے اصرار کرتا ہے آپ ؐ نے فرمایا کہ وہ یہی ہے میں نے دیکھا تو دور ایک طرف وہی فقیر کھڑا ہے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ یہی ہے آپ نے عصائے مبارک پھینک کر مارا وہ گرا اور لوٹ کر سور ہو کر ایک طرف کو بھاگا۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ جا اب تو اس کو نہ پاویگا اور جان لے کہ شراب حرام ہے۔ اتنے میں میری آنکھ کھلی تو فجر کا وقت شروع تھا میں نے جلدی نماز پڑھی اور میری ساری ہمت اُس طرف تھی کہ میں جا کر اس فقیر کو دریافت کروں نماز کے بعد فوراً روانہ ہوا ہنوز تڑکا شروع تھا مگر بعض لوگ اس طرف سے پھرے آتے تھے اور کہتے تھے کہ افسوس ہماری شامت اعمال سے آج شاہ صاحب نہیں معلوم کہاں چلے گیے۔ میں زیادہ تیز روانہ ہوا جا کر ٹیلہ پر چڑھا تو حقیقت میں وہاں کوئی نہ تھا پھر میں نے اللہ تعالیٰ کہ حمد وثناء کی اور قاضی عبدالعزیزؒ سے وہ قصہ بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں آپ کو پہلے ہی منع کرتا تھا، والحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

وَقُلْ رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ

اور کہو کہ اے اللہ! مجھے اچھی طرح داخل کرنا اور اچھی طرح نکالنا

وَّاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ

اور اپنے ہاں سے زور و قوت کو میرا مددگار بنانا[7] اور کہہ دو کہ حق آ گیا

---

[7] سابقہ آیات میں اعداء اسلام کی مخالفت اور نبی کریم ﷺ کو مختلف قسم کی تکلیفوں میں مبتلا کرنے کی تدبیریں اور اس کا جواب مذکور تھا اس کے بعد آیات صدر میں رسول اللہ ﷺ کو اقامت صلاۃ کا حکم دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ دشمنوں کے مکر و کید اور ایذاؤں سے بچنے کا بہترین علاج نماز کی قامت ہے جیسا کہ سورۂ حجر کی ایت میں اس سے زیادہ واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ﴿۹۸﴾

یعنی ہم جانتے ہیں کہ کفار کے دل ازار اقوال سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہیں تو آپ اللہ تعالی کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ (قرطبی)۔

اس ایت میں دشمنوں کی ایذاؤں کا علاج اللہ کے ذکر حمد و تسبیح اور نماز میں مشغول ہو جانے کو قرار دیا ہے ذکر اللہ اور نماز بالخاصہ ان سے بچنے کا علاج ہے اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ دشمنوں کی ایذاؤں سے بچنا اللہ تعالی کی مدد پر موقوف ہے اور اللہ کی مدد حاصل کرنے کا سب سے افضل ذریعہ نماز ہے جیسا کہ قران کریم کا ارشاد ہے: "واستعینوا بالصبر والصلاۃ" (البقرۃ: ۴۵) یعنی مدد حاصل کرو صبر اور نماز کے ذریعہ۔

جمہور ائمہ تفسیر نے اس ایت کو پانچوں نمازوں کے لئے جامع حکم قرار دیا ہے کیونکہ "دلوک" کا لفظ اگرچہ اصل میں میلان کے معنی میں اتا ہے اور میلان افتاب زوال کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور غروب کو بھی کہہ سکتے ہیں لیکن جمہور صحابہ و تابعین نے اس جگہ لفظ دلوک کے معنی زوال افتاب ہی کے لئے ہیں (قرطبی، مظہری، ابن کثیر)۔

الی غسق اللیل: لفظ "غسق" کے معنی رات کی تاریکی مکمل ہو جانے کے ہیں امام مالکؒ نے ابن عباسؓ سے

''غسق'' کی یہی تفسیر نقل فرمائی ہے۔

اس طرح ''دلوک الشمس الی غسق اللیل'' میں چار نمازیں آگئیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اوران میں سے دو نمازوں کا ابتدائی وقت بھی بتلایا دیا گیا، کہ ظہر کا وقت زوال افتاب سے شروع ہوتا ہے اور عشاء کا وقت غسق لیل سے یعنی جس وقت رات کی تاریکی مکمل ہوجائیں، اسی لئے امام ابوحنیفہؒ نے وقت عشاء کی ابتداء اس وقت سے قرار دی ہے جبکہ شفق احمر کے بعد شفق ابیض بھی غروب ہوجائے یہ سب جانتے ہیں کہ غروب افتاب کے متصل افق مغرب پر ایک سرخی نمودار ہوتی ہے۔ اوراس سرخی کے بعد ایک قسم کی سفیدی افق پر پھیلی ہوئی نظر آتی ہے پھر وہ سفیدی بھی غروب ہوجاتی ہے یہ ظاہر ہے کہ رات کی تاریکی مکمل اسی وقت ہوگی جبکہ افق کی سفیدی بھی ختم ہوجائے اس لئے اس لفظ میں امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ دوسرے ائمہ نے شفق احمر کے غروب ہونے پر وقت عشاء کی ابتداء قرار دی ہے اوراسی کو غسق لیل کی تفسیر قرار دیا ہے۔

''وقرآن الفجر' اس جگہ لفظ قران بولکر نماز مراد لی گئی ہے کیونکہ قران نماز کا جزء اہم ہے اکثر ائمہ تفسیر ابن کثیر، قرطبی وغیرہ نے یہی معنی لکھے ہیں اس لئے مطلب ایت کا یہ ہوگیا کہ ''دلوک الشمس الی غسق اللیل'' کے الفاظ میں چار نمازوں کا بیان تھا یہ پانچویں نماز فجر کا بیان ہے اس کو الگ کرکے بیان کرنے میں اس نماز کی خاص اہمیت اور فضیلت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

''کان مشھودا'' یہ لفظ شہادت سے مشتق ہے جس کے معنی ہے حاضر ہونا، اس وقت میں حسب تصریح احادیث صحیحہ دن اور رات کے دونوں فرشتوں کی جماعتیں حاضر نماز ہوتی ہے اس لئے اس کو مشہود کہا گیا ہے۔ اس ایت میں پانچ نمازوں کا حکم اجمال کے ساتھ آیا ہے جس کی مکمل تفسیر وتشریح نبی کریم ﷺ نے اپنے قول وفعل سے بتلائی ہیں اور جب تک اس تشریح پر عمل نہ کیا جائے کوئی شخص نماز ادا نہیں کرسکتا۔ معلوم نہیں کہ جو لوگ قران کو بغیر حدیث اور بیان رسول کے سمجھنے کا دعوی کرتے ہیں وہ نماز کیسے پڑھتے ہیں اسی طرح اس آیت میں نماز کے اندر قرأت قرآن کا ذکر بھی اجمالا آیا ہے اس کی تفصیل رسول اللہ ﷺ کے قول وعمل سے یہ ثابت ہوئی کہ نماز فجر میں قرأت طویل کی جائے بقدر استطاعت اور ظہر وجمعہ میں اس سے کم اور عصر وعشاء میں متوسط اور مغرب میں مختصر، مغرب میں طول قرأت اور فجر میں اختصار جو بعض روایات میں آیا ہے وہ عملاً متروک ہے، امام قرطبی نے صحیح مسلم کی روایت جس میں مغرب کی نماز میں، سورۂ اعراف اور مرسلات وغیرہ طویل سورتوں کا پڑھنا یا صبح کی نماز میں صرف معوذتین پر اکتفاء کرنا منقول ہے اس کو نقل کرکے

فرمایا ہے، فمتروک بالعمل ولانکارہ علیٰ معاذ،التطویل وبأمرہ الائمۃ بالتخفیف ،یعنی یہ اتفاقی واقعات مغرب میں طول قرأت اور فجر میں اختصار کے نبیﷺ کے دائمی عمل سے نیز زبانی ارشادات کی وجہ سے متروک ہیں (قرطبی)۔لیکن اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ بعض اوقات پر محمول ہے۔

''ومن اللیل فتھجد بہ '' لفظ تہجد ہجود سے مشتق ہے اور یہ لفظ دو متضاد معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کے معنی سونے کے بھی آتے ہیں اور جاگنے کے بھی،اس جگہ ''ومن اللیل فتھجد بہ '' کے معنی یہ ہیں کہ رات کے کچھ حصہ میں قرآن کے ساتھ بیدار رہا کرو کیونکہ 'بـــہ' کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے(مظہری) قرآن کے ساتھ بیدار رہنے کا مطلب نماز ادا کرنا ہے اسی رات کی نماز کو اصطلاح شرع میں نماز تہجد کہا جاتا ہے اور عموماً اس کا یہ مفہوم لیا گیا ہے کہ کچھ دیر سو کر اٹھنے کے بعد جو نماز پڑھی جائے وہ نماز تہجد ہے،لیکن تفسیر مظہری میں ہے کہ اس آیت کا مفہوم اتنا ہے کہ رات کے کچھ حصے میں نماز کے لئے سونے کو ترک کردو اور یہ مفہوم جس طرح کچھ دیر سونے کے بعد جاگ کر نماز پڑھنے پر صادق آتا ہے اسی طرح شروع ہی میں نماز کے لئے نیند کو مؤخر کر کے نماز پڑھنے پر بھی صادق ہے اس لئے نماز تہجد کے لئے پہلے سونے کی شرط قرآن کا مدلول نہیں پھر بعض روایات حدیث سے بھی تہجد کے اسی عام معنی پر استدلال کیا ہے،

امام ابن کثیرؒ نے حسن بصریؒ سے نماز تہجد کی جو تعریف کی ہے وہ بھی اسی عموم پر شاہد ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ''قال الحسن البصریؒ ھو ماکان بعدالعشآء ویحمل علیٰ ماکان بعدالنوم '' حسن بصری فرماتے ہیں کہ نماز تہجد ہر اس نماز پر صادق ہے جو عشآء کے بعد پڑھی جائے البتہ تعامل کی وجہ سے اس کو کچھ نیند کے بعد پر محمول کیا جائے گا،اس کا حاصل یہ ہے کہ نماز تہجد کے اصل مفہوم میں بعد النوم ہونا شرط نہیں،اور الفاظ قرآن میں بھی یہ شرط موجود نہیں لیکن عموماً تعامل رسول اللہﷺ اور صحابہ کرامؓ کا یہی رہا ہے کہ نماز آخر رات میں بیدار ہو کر پڑھتے تھے اس لئے افضل صورت یہی ہوگی۔

''نـافلۃً لک'' لفظ نفل اور نافلہ کے لغوی معنی زائد کے ہیں اسی لئے اس نماز اور صدقہ،خیرات وغیرہ کو نفل کہتے ہیں جو شرعاً واجب اور ضروری نہ ہو جس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں نہ کوئی گناہ ہے اور نہ کسی قسم کی برائی،اس آیت میں نماز تہجد کے ساتھ ''نـافلۃً لک'' کے الفاظ سے ظاہراً یہ سمجھا جاتا ہے کہ نماز تہجد خصوصیت کے ساتھ نبیﷺ کے لئے نفل ہے حالانکہ اس کے نفل ہونے میں نبیﷺ اور پوری امت سب ہی شریک ہیں اسی لئے بعض مفسرینؒ نے اس جگہ نافلہ کو فریضہ کی صفت قرار دے کر معنی یہ قرار دئے ہیں کہ عام امت پر تو صرف پانچ وقت کی نماز فرض ہے مگر رسول

اللہ ﷺ پر تہجد بھی ایک زائد فرض ہے تو یہاں لفظ ''نافلۃ'' بمعنی فرض زائد کے ہے نفل کے عام معنی میں نہیں ۔اور تحقیق صحیح اس معاملہ کی یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں جب سورۂ مزمل نازل ہوئی تو اس وقت پانچ نمازیں تو فرض ہوئی نہ تھیں صرف تہجد کی نماز سب پر فرض تھی اسی فرض کا ذکر سورۂ مزمل میں ہے پھر شب معراج میں پانچ نمازیں فرض کردی گئیں تو تہجد کی فرضیت عام امت سے تو باتفاق منسوخ ہوگئی اور اس میں اختلاف رہا کہ نبی ﷺ سے بھی اس کی فرضیت منسوخ ہوئی یا یہ خصوصی طور پر آپؐ کے ذمہ فرض رہا اور اس آیت میں ''نافلة لک'' کے یہی معنی ہیں کہ تہجد آپؐ کے ذمہ ایک زائد فرض ہے مگر تفسیر قرطبی میں ہے کہ یہ کئی وجوہ سے صحیح نہیں، اول یہ کہ فرض کو نفل سے تعبیر کرنے کی کوئی وجہ نہیں اگر کہا جائے کہ مجاز ہے تو یہ ایک ایسا مجاز ہوگا جس کی کوئی حقیقت نہیں، دوسرے احادیث صحیحہ میں صرف پانچ نمازوں کی تعیین کے ساتھ فرض ہونے کا ذکر ہے اور ایک حدیث میں اس کے آخر میں یہ بھی مذکور ہے کہ شب معراج میں جو اول پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں پھر تخفیف کر کے پانچ کردی گئیں تو اگرچہ عدد گھٹا دیا گیا مگر ثواب پچاس ہی کا ملے گا اور پھر فرمایا ''لایبدل القول لدیّ''، یعنی میرا قول بدلا نہیں کرتا جب پچاس کا حکم دیا تھا تو ثواب پچاس ہی کا دیا جائے گا اگرچہ عمل میں کمی کردی گئی۔

ان روایات کا حاصل یہی ہے کہ عام امت اور خود رسول اللہ ﷺ پر پانچ نمازوں کے سوا کوئی اور نماز فرض نہیں ہے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ 'نافلة' کا لفظ اگر اس جگہ فریضہ زائد کے معنی میں ہوتا تو اس کے بعد لفظ 'لک' کے بجائے 'علیک' ہونا چاہیئے تھا جو وجوب پر دلالت کرتا ہے لفظ 'لک' تو صرف جواز اور اجازت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
اسی طرح تفسیر مظہری میں صحیح اسی کو قرار دیا ہے کہ جب تہجد کی فرضیت امت سے منسوخ ہوئی تو رسول اللہ ﷺ سے بھی منسوخ ہوگئی اور سب کے لئے نفل رہ گیا مگر اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس میں نبی ﷺ کی خصوصیت کیا ہے نفل ہونا تو سب ہی کے لئے ثابت ہے پھر ''نافلة لک'' فرمانے کا کیا حاصل ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ حسب تصریح احادیث تمام امت کی نوافل اور تمام نفلی عبادات ان کے گناہوں کا کفارہ اور فرض نمازوں میں جو کوتاہی، کمی رہ جائے اس کی تکمیل کا کام دیتی ہیں، مگر رسول اللہ ﷺ گناہوں سے بھی معصوم ہیں اور نماز کے آداب میں کوتاہی سے بھی، اس لئے آپ کے حق میں نفلی عبادات بالکل زائد ہی ہے جو کسی کوتاہی کا تدارک نہیں بلکہ محض زیادت تقرب کا ذریعہ ہے (قرطبی، مظہری)۔

سنت مؤکدہ کے لئے فقہاء کا جو عام ضابطہ ہے کہ جس کام پر رسول اللہ ﷺ نے عملاً مداومت فرمائی ہو اور بلا مجبوری کے نہ چھوڑا ہو وہ سنت مؤکدہ ہے بجز اس کے کہ کسی دلیل شرعی سے یہ ثابت ہو جائے کہ یہ کام نبی ﷺ کے لئے

مخصوص تھا عام امت کے لئے نہیں تھا اس ضابطہ کا تقاضا بظاہر یہی ہے کہ نماز تہجد بھی سب کے لئے سنت مؤکدہ قرار پائے نہ کہ نفل کیونکہ اس نماز پر صرف رسول اللہ ﷺ کی مداومت سنت متواترہ سے ثابت ہے اور خصوصیت کی کوئی دلیل نہیں اس لئے عام امت کے لئے بھی سنت مؤکدہ ہونا چاہیئے تفسیر مظہری میں اسی کو مختار اور راجح قرار دیا ہے اور اس کے مؤکد ہونے پر ابن مسعودؓ کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں نبی ﷺ نے اس شخص کے بارے میں جو پہلے تہجد پڑھا کرتا تھا پھر چھوڑ دیا یہ ارشاد فرمایا ''اس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے'' اس طرح کی وعید اور تنبیہ صرف نفل میں نہیں ہوسکتی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔

اور جن لوگوں نے تہجد کو صرف نفل قرار دیا ہے وہ اس مواظبت اور مداومت کو نبی ﷺ کی خصوصیت قرار دیتے ہیں اور تہجد پڑھنے والے کے ترک تہجد پر جو زجر کے الفاظ ارشاد فرمائے وہ دراصل مطلقاً ترک پر نہیں بلکہ اول عادت ڈالنے کے بعد ترک کرنے پر ہیں، کیونکہ آدمی جس نفل کی عادت ڈال لے باتفاق امت اس کو چاہیئے کہ اس پر مداومت کرے اگر عادت ڈالنے کے بعد چھوڑے گا تو قابل ملامت ہوگا کیونکہ عادت کے بعد بلا عذر ترک ایک قسم کے اعراض کی علامت ہے اور جو شروع سے عادی نہ ہو تو اس پر کوئی ملامت نہیں، واللہ اعلم۔

صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ صدیقہؓ کی روایت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان یا غیر رمضان میں کبھی گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے، ان گیارہ رکعات میں حنفیہ کے نزدیک تین رکعتیں وتر کی ہوتی تھیں باقی آٹھ تہجد کی۔ اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں عائشہؓ کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے جن میں وتر بھی شامل ہیں اور دو رکعتیں سنت فجر کی بھی (مظہری) سنت فجر کو رات کی نماز میں بوجہ رمضان کے شمار کرلیا ہے۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ عادت رسول اللہ ﷺ کی یہ تھی کہ تہجد کی نماز میں آٹھ رکعات ادا فرماتے تھے۔ لیکن عائشہؓ ہی کی ایک روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ کبھی کبھی اس تعداد سے کم چار یا چھ رکعات پر بھی اکتفاء فرمایا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں آپ سے یہ منقول ہے کہ مسروقؒ نے عائشہؓ سے تہجد کی نماز کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ سات، نو، اور گیارہ رکعات ہوتی تھیں علاوہ سنت فجر کے۔

جو عام روایات حدیث ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ابتداء میں دو رکعت ہلکی مختصر قرأت کے ساتھ پھر باقی رکعات میں قرأت بھی طویل اور رکوع سجدہ بھی طویل ہوتا اور یہ طول بسا اوقات بہت زیادہ ہو جاتا تھا کبھی کچھ کم (راقم الحروف نے کتاب التراویح میں اس کے متعلق مختصر تحقیق کیا ہے)۔ قرآن کریم نے اس نماز کا ذکر مختلف آیات =

وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ

اور باطل نابود ہو گیا بیشک باطل نابود ہونے والا ہے ۔اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں

مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿٨٢﴾

جو مومنوں کیلئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے

وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ

اور جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو رُوگردانی کرتا ہے اور پہلو پھیر لیتا ہے اور جب اُسے سختی پہنچتی ہے

يَئُوسًا ﴿٨٣﴾ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ

تو ناامید ہو جاتا ہے ۔کہہ دو کہ ہر شخص اپنے طریق کے مطابق عمل کرتا ہے سو تمہارا رب اُس شخص سے خوب واقف ہے

=میں کیا ہے،مثلاً العمران:۱۷،۱۱۳،طٰہٰ:۱۳۰،فرقان:۶۴، الم سجدہ۱۶،زمر:۹،قٓ :۴۰،ذاریات:۱۷،۱۸،الطّور:۴۹، مزمل:اول سے اخر تک،۲۰،الدھر:۲۶۔اس سے معلوم ہوا کہ نماز تہجد فرض نماز کے بعد عنداللہ محبوب ترین نماز ہے جیسا کہ حدیث ابی ہریرہؓ میں ہے کہ:**سمعت رسول اللہ ﷺ یقول "افضل الصلاۃ بعد المفروضۃ صلاۃ فی جوف اللیل**[**مسنداحمد: ۲/ ۳۴۲**] ابو ہریرہؓ سے روایت ہے،کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے،فرضوں کے بعد افضل نماز درمیان رات کی نماز ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے اس آیت میں مقام محمود کا وعدہ کیا گیا ہے اور یہ مقام تمام انبیآء علیہم السلام میں سے صرف نبی ﷺ کے لئے مخصوص ہے اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں مگر صحیح وہ ہے جو احادیث صحیحہ میں خود رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے یہ مقام شفاعت کبریٰ کا ہے کہ میدان حشر میں جس وقت تمام بنی آدم جمع ہوں گے اور ہر نبی سے شفاعت کی درخواست کریں گے تو تمام انبیآء علیہم السلام عذر کر دیں گے صرف رسول اللہ ﷺ کو یہ شرف عطا ہوگا کہ تمام بنی آدم کی شفاعت کر دیں گے،مزید تفصیل کے لئے ابن کثیر اور تفسیر مظہری ملاحظہ کیجئے۔

بِمَنْ هُوَ أَهْدٰى سَبِيلًا ﴿٨٤﴾ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ
جو سب سے زیادہ سیدھے رستے پر ہے۔اور تم سے رُوح کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دو
الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٥﴾
کہ وہ میرے رب کی ایک مخلوق ہے اور تم لوگوں کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے[8]

---

[8] اسی آیت میں کفار کے طرف سے روح کے متعلق ایک سوال اور حق تعالی کی طرف سے اس کا جواب مذکور ہے لفظ روح ،لغات ومحاورات میں نیز قرآن کریم میں متعدد معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے معروف ومشہور معنی تو وہی ہے جو عام طور پر اس لفظ سے سمجھے جاتے ہیں یعنی ''جان''،جس سے حیات اور زندگی قائم ہے قرآن کریم میں یہ لفظ جبرئیل امین کے لئے بھی استعمال ہوا ہے ''نزل به الروح الامين على قلبک '' (الشعراء:۱۹۳)اور عیسی علیہ السلام کے لئے بھی کئی ایات میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ سورۂ نساء:۱۷۱،میں ہے اور خود قرآن کریم اور وحی کو بھی روح کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اوحینا الیک روحا من امرنا (الشوریٰ: ۵۲) ۔اس لئے یہاں پہلی بات غور طلب یہ ہے کہ سوال کرنے والوں نے روح کا سوال کس معنی کے لحاظ سے کیا تھا،بعض مفسرین نے سیاق وسباق کی رعایت سے یہ سوال وحی اور قرآن یا وحی لانے والے فرشتے جبرئیل کے متعلق قرار دیا ہے کیونکہ اس سے پہلے بھی'' نـنـزل من القران'' میں قرآن کا ذکر تھا اور بعد کی آیات میں پھر قرآن ہی کا ذکر ہے اس کے مناسب اس کو سمجھا کہ اس سوال میں بھی روح سے مراد وحی وقرآن یا جبرئیل ہی ہیں اور مطلب سوال کا یہ ہوگا کہ آپؐ پر وحی کس طرح آتی ہے کون لاتا ہے قران کریم نے اس کے جواب میں اس پر اکتفا کیا کہ اللہ کے حکم سے وحی آتی ہے تفصیلات اور کیفیات جن کا سوال تھا وہ نہیں بتلائیں۔

لیکن احادیث صحیحہ مرفوعہ میں جو اس آیت کا شان نزول بتلایا گیا ہے وہ تقریبا اس میں صریح ہے کہ سوال کرنے والوں نے روح حیوانی کا سوال کیا تھا اور مقصد سوال کا روح کی حقیقت معلوم کرنا تھا کہ وہ کیا چیز ہے بدن انسانی میں کس طرح آتی جاتی ہے اور کس طرح اس سے حیوان اور انسان زندہ ہو جاتا ہے صحیح بخاری ومسلم میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے غیر آباد حصے میں چل رہا تھا رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں ایک چھڑی (کھجور کی شاخ) کی تھی آپ کا گذر چند یہودیوں پر ہوا یہ لوگ آپس میں کہنے لگے، کہ محمد ﷺ آ رہے ہیں ان

سے روح کے متعلق سوال کرو، دوسروں نے منع کیا مگر سوال کرنے والوں نے سوال کر ہی ڈالا، یہ سوال سنکر رسول پاک ﷺ لکڑی پر ٹیک لگا کر خاموش کھڑے ہو گئے جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ آپؐ پر وحی نازل ہونے والی ہے کچھ وقفہ کے بعد وحی نازل ہوئی تو آپؐ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی ''ویسئلونک عن الروح'' یہاں ظاہر ہے کہ قرآن یا وحی کو روح یہ قرآن کی ایک خاص اصطلاح تھی ان لوگوں کا سوال کو اس پر محمول کرنا بہت بعید ہے البتہ روح حیوانی وانسانی کا معاملہ ایسا ہے کہ اس کے سوال ہر شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے جمہور مفسرین ابن کثیر ابن جریر، قرطبی، بحر محیط، روح المعانی سبھی نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے کہ سوال روح حیوانی کی حقیقت سے تھا، رہا یہ معاملہ کہ سیاق وسباق میں ذکر قرآن کا چلا آیا ہے درمیان میں روح کا سوال جواب بے جوڑ ہے، تو اس کا جواب واضح ہے کہ اس سے پہلی آیات میں کفار ومشرکین کی مخالفت اور معاندانہ سوالات کا ذکر آیا ہے جن سے منظور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں امتحان کرنا تھا۔ یہ سوال بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اس لئے بے جوڑ نہیں، خصوصا شان نزول کے متعلق ایک دوسری حدیث صحیح منقول ہے اس میں یہ بات زیادہ وضاحت سے آگئی ہے کہ سوال کرنے والوں کا مطلب رسول پاک ﷺ کی رسالت کا امتحان لینا تھا۔ چنانچہ مسند احمد میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قریش مکہ جو جا و بے جا سوالات رسول اللہ ﷺ سے کرتے رہتے تھے ان کو خیال پیدا ہوا کہ یہود علم والے ہیں ان کو پچھلی کتابوں کا بھی علم ہے ان سے کچھ سوالات حاصل کئے جاویں جن کے ذریعہ رسول پاک ﷺ کا امتحان لیا جائے اس لئے قریش نے یہود سے دریافت کرنے کے لئے اپنے آدمی بھیجے انہوں نے کہا کہ تم نے ان سے روح کے متعلق سوال کرو۔ (ابن کثیر)۔

اور عبداللہ بن عباسؓ ہی سے بھی اس ایت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ یہود نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے سوال میں یہ بھی کہا تھا کہ آپؐ ہمیں یہ بتلائیں کہ روح پر عذاب کس طرح ہوتا ہے؟ اس وقت تک رسول پاک ﷺ پر اس بارے میں کوئی بات نازل نہ ہوئی تھی اسلئے اس وقت آپؐ نے فوری جواب نہیں دیا پھر جبرئیل امین یہ ایت لیکر نازل ہوئے ''قل الروح من امر ربی'' (ابن کثیر ملخصا)۔

اس سے پہلے یہاں ایک بات اور قابل نظر ہے کہ شان نزول کے متعلق جو دو حدیثیں ابن مسعودؓ، وابن عباسؓ کی اوپر نقل کی گئی ہیں ان میں سے ابن مسعودؓ کی روایت کے مطابق یہ واقعہ سوال مدینہ میں پیش آیا اور اسی لئے بعض مفسرین نے اس آیت کو مدنی قرار دیا ہے اگرچہ اکثر حصہ سورۂ بنی اسرائیل کا مکی ہے اور ابن عباسؓ کی روایت کا تعلق مکہ مکرمہ کے واقعہ سے ہے اس کے مطابق یہ آیت بھی پوری سورت کی طرح مکی باقی رہتی ہے اسی لئے ابن کثیر نے اسی احتمال کو راجح

قرار دیا ہے اور ابن مسعودؓ کی روایت کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ اس آیت کا نزول مدینہ میں دوسری مرتبہ ہوا، ہو جیسا کہ بہت سی آیات قرآن کا نزول مکرر سب علماء کے نزدیک مسلّم ہے اور تفسیر مظہری نے ابن مسعود کی روایت کو راجح قرار دیکر واقعہ مدینہ کا اور آیت کو مدنی قرار دیا ہے جس کی دو وجہ بتلائیں، ایک یہ کہ یہ روایت صحیحین میں ہے اور سند اس کی روایت ابن عباسؓ سے زیادہ قوی ہے، دوسرے یہ کہ اس میں خود صاحب واقعہ ابن مسعودؓ اپنا واقعہ بیان کر رہے ہے، بخلاف روایت ابن عباسؓ کے کہ اس میں ظاہر یہی ہے کہ ابن عباسؓ نے یہ بات کسی سے سنی ہوگی۔

قران کریم نے یہ جواب دیا ہے: قل الروح من امر ربی اس جواب کی تشریح میں مفسرین کے کلمات اور تعبیرات مختلف ہیں، ان میں سب سے زیادہ اقرب اور واضح وہ ہے جو تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس جواب میں جتنی بات کا بتلانا ضروری تھا اور جو عام لوگوں کی سمجھ میں آنے کے قابل ہے صرف وہ بتلا دی گئی اور روح کی مکمل حقیقت جس کا سوال تھا اس کو اس لئے نہیں بتلایا کہ وہ عوام کی سمجھ سے باہر بھی تھی اور ان کی کوئی ضرورت اس کے سمجھنے پر موقوف بھی نہ تھی، یہاں رسول پاک ﷺ کو یہ حکم ہوا کہ آپؐ ان کے جواب میں یہ فرما دیجئے، کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے، یعنی وہ عام مخلوقات کی طرح نہیں جو مادہ کے فطورات اور توالد و تناسل کے ذریعہ وجود میں آتی ہیں، بلکہ وہ بلا واسطہ حق تعالی کے حکم ''کن'' سے پیدا ہونے والی چیز ہے، اس جواب نے یہ تو واضح کر دیا کہ روح کو مادیات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا جس سے وہ تمام شبہات رفع ہو گئے جو روح کو عام مادیات پر قیاس کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور انسان کے لئے اتنا ہی علم روح کے متعلق کافی ہے اس سے زائد علم کے ساتھ اس کا کوئی دینی یا دنیوی کام اٹکا ہوا نہیں اس لئے وہ حصہ سوال فضول اور لایعنی قرار دیکر اس کا جواب نہیں دیا گیا خصوصا جبکہ اس کی حقیقت کا سمجھنا عوام کے لئے تو کیا بڑے بڑے حکماء و عقلاء کے لئے بھی اسان نہیں۔

جصاص نے اس جواب سے یہ مسئلہ نکالا، کہ مفتی اور عالم کے ذمہ یہ ضروری نہیں کہ سائل کے ہر سوال اور اس کی ہر شق کا جواب ضرور دے، بلکہ دینی مصالح پر نظر رکھ کر جواب دینا چاہئے جو جواب مخاطب کے فہم سے بالاتر ہو یا اس کے غلط فہمی میں پڑ جانے کا خطرہ ہو، تو اس کا جواب نہیں دینا چاہئے اسی طرح بے ضرورت یا لایعنی سوالات کا جواب بھی نہیں دینا چاہئے البتہ جس شخص کو کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جس کے متعلق اس کو کچھ عمل کرنا لازم ہے اور خود وہ عالم نہیں تو مفتی اور عالم کو اپنے علم کے مطابق اس کا جواب دینا ضروری ہے (جصاص) امام بخاری نے کتاب العلم میں اس مسئلے کیلئے ایک مستقل ترجمۃ الباب رکھ کر بتلایا ہے کہ جس سوال کے جواب سے مغالطہ میں پڑنے کا خطرہ ہو اسکا جواب نہیں دینا چاہئے۔

قرآن کریم نے اس سوال کا جواب مخاطب کی ضرورت اورفہم کے مطابق دیدیا حقیقت روح کو بیان نہیں فرمایا، مگراس سے یہ لازم نہیں آتا کہ روح کی حقیقت کوکوئی انسان سمجھ ہی نہیں سکتا، اور یہ کہ خودرسول کریم ﷺ کو بھی اس کی حقیقت معلوم نہیں تھی، صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت نہ اس کی نفی کرتی ہے اور نہ اثبات اگرکسی نبی ورسول کو وحی کے ذریعہ یا کسی ولی کوکشف والہام کے ذریعہ اس کی حقیقت معلوم ہوجائے تو اس آیت کے خلاف نہیں بلکہ عقل وفلسفہ کی روسے بھی اس پرکوئی بحث وتحقیق کی جائے تو اس کوفضول ولایعنی تو کہا جائے گا مگرنا جائز نہیں کہا جاسکتا، اسی لئے بہت سے علما متقدمین ومتاخرین نے روح کے متعلق مستقل کتابیں لکھی ہیں، علامہ شبیراحمد عثمانیؒ نے ایک مختصر سے رسالے میں اس مسئلے کو بہترین انداز سے لکھا ہے اوراس میں جس قدرحقیقت سمجھنا عام انسان کے لئے ممکن ہے وہ سمجھادی ہے جس پر ایک تعلیم یافتہ انسان قناعت کرسکتا ہے اورشبہات واشکالات سے بچ سکتا ہے۔

امام بغویؒ نے اس جگہ عبداللہ بن عباسؓ سے ایک مفصل روایت اس طرح نقل فرمائی ہے کہ یہ ایت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جبکہ مکہ کے قریشی سرداروں نے جمع ہوکرمشورہ کیا کہ محمدﷺ ہمارے اندر پیدا ہوئے اور جوان ہوئے ان کی امانت ودیانت اورسچائی میں کبھی کسی کوشبہ نہیں ہوا، اورکبھی ان کے متعلق جھوٹ بولنے کی تہمت بھی کسی نے نہیں لگائی اوراس کے باوجوداب جودعوی نبوت کا وہ کررہے ہیں ہماری سمجھ میں نہین آتا اس لئے ایسا کروکہ اپناایک وفدمدینہ طیبہ کے علماء یہود کے پاس بھیج کران سے ان کے بارے میں تحقیقات کرو، چنانچہ قریش کا ایک وفدعلماء یہود کے پاس مدینہ پہنچا علماء یہود نے ان کومشورہ دیا کہ ہم تمہیں تین چیز بتلاتے ہیں تم ان سے ان تینوں کا سوال کروا گرانہوں تینوں کا جواب دیدیا تو وہ نبی نہیں، اسی طرح تینوں میں سے کسی کا جواب نہ دیا تو بھی نبی نہیں اوراگردوکا جواب دیا تیسری چیزکا جواب نہیں دیا توسمجھوکہ وہ نبی ہیں، وہ تین سوال یہ بتلائے کہ ایک توان سے ان لوگوں کا حال پوچھوجوقدیم زمانے میں شرک سے بچنے کے لئے کسی غارمیں چھپ گئے تھے کیونکہ ان کا واقعہ عجیب ہے دوسرے اس شخص کا حال پوچھوجس نے زمین کے مشرق ومغرب کا سفر طے کیا کہ اس کا کیا واقعہ ہے، تیسرے روح کے متعلق دریافت کرو۔

یہ وفدواپس آیا اورتینوں سوال رسول پاک ﷺ کے سامنے پیش کردیئے، آپ نے فرمایا میں اس کا جواب تمہیں کل دونگا مگراس پرانشاءاللہ نہیں کہا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چندروزتک وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، بارہ پندرہ سے لیکر چالیس دن تک کی مختلف روایات ہیں جن میں سلسلہ وحی بندرہا۔ قریش مکہ کوطعن وتشنیع کا موقع ملا، کہ کل جواب دینے کوکہا تھا آج اتنے دن ہوگئے جواب نہیں ملا۔ رسول کریم ﷺ کوبھی یہ پریشانی ہوئی پھرجبرئیل امین یہ آیت لیکرنازل ہوئے:''=

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ بِهٖ عَلَیْنَا

اور اگر ہم چاہیں تو جو (کتاب) تمہاری طرف بھیجتے ہیں اُسے (دلوں سے) محو کر دیں پھر تم اس کیلئے ہمارے مقابلے میں کسی

وَکِیْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ کَانَ عَلَیْکَ کَبِیْرًا ﴿۸۷﴾

کو مددگار نہ پاؤ [9]۔ مگر (اس کا قائم رہنا) تمہارے رب کی رحمت ہے، کچھ شک نہیں کہ تم پر اُس کا بڑا فضل ہے

=ولاتقولن لشایٔ انی فاعل ذلک غداالاان یشاء الله'' جس میں آپؐ کو یہ تلقین کی گئی کہ آئندہ کسی کام کرنے کا وعدہ کیا جائے تو انشاءاللہ کہہ کر کیا جائے اوراس کے بعدروح کے متعلق یہ آیت سنائی جواوپر مذکور ہوئی اور غار میں چھپنے والوں کے متعلق اصحاب کہف کا واقعہ اورمشرق سے مغرب تک سفر کرنے والے ذوالقرنین کا واقعہ جوسورۂ کہف میں آنے والا ہے اس کی آیات نازل ہوئیں جن میں اصحاب کہف وذوالقرنین کا واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ جواب میں بیان فرمایا گیاہےاورروح کے متعلق جس حقیقت کا سوال تھااس کا جواب نہیں دیا گیا جس سے یہود کی بتلائی ہوئی علامت صدق نبوت کی ظاہر ہوگئی اس واقعہ کو ترمذی نے مختصراً بیان کیا ہے۔(مظہری)۔

[9] یہاں قرطبی اورابن کثیر نے چنداحادیث قرآن کے اٹھ جانے کے متعلق نقل کیے ہیں۔

پہلی روایت حذیفہؓ سے نقل ہے جو کہ ابن ماجہ نے رقم:۴۰۴۹، کتاب الفتن باب ذہاب القرآن میں نقل کیا ہے کہ:قال قال رسول اللهﷺیدرس الاسلام کمایدرس وشی الثوب.حتی لایدری ماصیام ولاصلاة ولانسک ولاصدقة ،ولیسری علی کتاب الله عزوجل فی لیلةفلایبقی فی الارض منه آیة وتبقی طوائف من الناس، الشیخ الکبیرو العجوزیقولون ادرکناابائناعلی هذه الکلمةلا اله الاالله‌فنحن نقولها،فقال له ،صلة ،ماتغنی عنهم .لااله الاالله وهم لایدرون ماصلاة ولاصیام ولانسک ولاصدقة؟فاعرض عنه حذیفة ثم ردهاعلیه ثلاثا.کل ذلک یعرض عنه حذیفة ثم اقبل علیه فی الثالثة فقال یاصلة تنجیهم من النارثلاثا۔

حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایااسلام پرانا ہوجاوے گا جیسے کپڑے کی بیل پرانی ہوجاتی ہے یہاں تک کہ کوئی (نام کے مسلمانوں میں سے) یہ نہ جانے گا کہ روزہ کیا ہےنماز کیا ہےقربانی کیا ہےصدقہ کیا=

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

کہہ دو کہ اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لا سکیں

لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا

اگر چہ وہ ایک دوسرے کے مددگار رہوں۔اور ہم نے قرآن میں سب باتیں طرح طرح سے انسان کے لئے بیان کردی ہیں

= ہے،اوراللہ کی کتاب ایک ہی رات میں اٹھائی جائے گی (یعنی اس کے حروف غائب ہوجاویں گے) تو زمین میں ایک آیت بھی قرآن کی باقی نہ رہے گی۔اور چند گروہ مسلمانوں کے رہ جاویں گے ان میں بوڑھے اور بوڑھیاں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو یہ کلمہ کہتے ہوئے پایا: لا الہ الا اللہ تو ہم بھی کہتے ہیں (باقی اور کوئی بات دین کی ان کو معلوم نہ ہوگی)۔صلہ بن زفر نے کہا (جو تابعی ہے اور حذیفہؓ سے راوی ہے) فقط لا الہ الا اللہ کہنے سے ان کو کیا فائدہ ہوگا،اور وہ نہیں جانتے ہوں گے،روزے اور نماز اور قربانی اور زکواۃ کو،تو حذیفہؓ نے تین بار ان کی طرف سے منہ پھرا،لیکن صلہ نے پھر پوچھا؟ پھر پوچھا تین بار؟،ہر بار حذیفہؓ جواب نہیں دیتے تھے،تیسری بار میں انہوں نے رُخ کیا صلہ کی طرف اور کہا اے صلہ یہ کلمہ ان کو دوزخ سے نجات دلوادے گا،تین بار اس کو کہا۔دوسری روایت عبداللہ بن مسعودؓ سے امام بیہقی نے شعب الایمان:۳۹۸/۳،اوردارمی:۸۳۴باب فضائل القرآن، میں نقل کیا ہے کہ:قال اقرأ القرآن قبل ان یرفع فانه لاتقوم الساعة حتی یرفع قالوا هذه المصاحف ترفع فكیف بمافی صدور الناس ؟قال یعدی علیه لیلافیرفع من صدوركم فیصبحون فیقولون لكأنا كنانعلم شیئاثم یقعون فی الشعر ۔اس کے بعد دوسری سند سے امام بیہقی:۳۹۹/۳،اور حاکم مستدرک:۵۰۴/۴، میں نقل کرتا ہے کہ ان اول ماتفقدون من دینكم الامانة واخرمایبقی الصلوٰة ،وان هذا القرآن الذی بین اظهركم اوشك ان یرفع قالواكیف وقداثبته الله فی قلوبناواثبتناه فی المصاحف قال یسری علیه لیلافیذهب مافی قلوبكم ویرفع مافی المصاحف ثم قرأ عبدالله هذه الایة ،یعنی یہ قرآن عنقریب اٹھالیا جائے گا،پوچھا گیا کہ کیسے؟اوراس کو تو اللہ تعالی نے ہمارے دلوں میں محفوظ کردیا ہے اور ہم نے مصاحف میں لکھ لیا ہے،فرمایا کہ ایک رات میں ہوا آوے گی پس نہ چھوڑے گی وہ کوئی آیت دل میں اور نہ مصحف میں مگر اٹھالے جاوے گی پھر تم صبح کروگے اس حال میں کہ ہم تمہارے پاس قرآن سے کچھ نہ ہوگا،پھر ابن مسعودؓ نے یہ آیت پڑھی۔

لِلنَّاسِ فِیۡ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰۤی اَکۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوۡرًا ﴿۸۹﴾

مگر اکثر لوگوں نے انکار کرنے کے سوا قبول نہ کیا

وَ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفۡجُرَ لَنَا مِنَ الۡاَرۡضِ یَنۡۢبُوۡعًا ﴿۹۰﴾

اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ (عجیب وغریب باتیں نہ دکھاؤ یعنی یا تو) ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کر دو

اَوۡ تَکُوۡنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الۡاَنۡہٰرَ خِلٰلَہَا تَفۡجِیۡرًا

یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو اور اس کے بیچ میں نہریں بہا نکالو

﴿۹۱﴾ اَوۡ تُسۡقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمۡتَ عَلَیۡنَا کِسَفًا اَوۡ تَاۡتِیَ بِاللّٰہِ

یا جیسا تم کہا کرتے ہو ہم پر آسمان کے ٹکڑے لا گراؤ یا اللہ

وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیۡلًا ﴿۹۲﴾ اَوۡ یَکُوۡنَ لَکَ بَیۡتٌ مِّنۡ زُخۡرُفٍ اَوۡ تَرۡقٰی

اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے لے آؤ ۔ یا تمہارا سونے کا گھر ہو یاتم آسمان پر چڑھ

فِی السَّمَآءِ ؕ وَ لَنۡ نُّؤۡمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیۡنَا کِتٰبًا نَّقۡرَؤُہٗ ؕ

جاؤ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ کوئی کتاب نہ لاؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں

قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ ہَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا ﴿۹۳﴾ وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ

کہہ دو کہ میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا انسان ہوں ۔اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آ گئی تو ان

اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَہُمُ الۡہُدٰۤی اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوۡلًا ﴿۹۴﴾

کو ایمان لانے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوئی کہ کہنے لگے کہ کیا اللہ نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟

قُلۡ لَّوۡ کَانَ فِی الۡاَرۡضِ مَلٰٓئِکَۃٌ یَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّیۡنَ

کہہ دو کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے (کہ اس میں) چلتے پھرتے (اور) آرام کرتے (یعنی بستے)

لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُولًا ﴿٩٥﴾

تو ہم اُن کے پاس فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتے

قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿٩٦﴾

کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے وہی اپنے بندوں سے خبردار (اور ان کو) دیکھنے والا ہے

وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِهِ

اور جس شخص کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جن کو گمراہ کرے تو تم اللہ کے سوا ان کے رفیق نہیں پاؤ گے،

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا ۖ مَّأْوَاهُمْ

اور ہم ان کو قیامت کے دن اوندھے منہ، اندھے، گونگے، اور بہرے (بنا کر) اٹھائیں گے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

جَهَنَّمُ ۖ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا ﴿٩٧﴾ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُم بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا

جب (اس کی آگ) بجھنے کو ہوگی تو ہم اُن کو کیلئے اور بھڑکا دیں گے یہ اُن کی سزا ہے اس لئے کہ وہ ہماری آیتوں سے کفر کرتے تھے

بِآيَاتِنَا وَقَالُوا أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿٩٨﴾

اور کہتے تھے کہ جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا از سرِ نو پیدا کئے جائیں گے؟

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ

کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ! جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اس بات پر قادر ہے کہ ان جیسے (لوگ)

مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ أَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيهِ فَأَبَى الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا ﴿٩٩﴾

پیدا کر دے اور اُس نے ان کیلئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے جس میں کچھ بھی شک نہیں تو ظالموں نے انکار کرنے کے سوا (اسے) قبول نہ کیا

قُل لَّوْ أَنتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي إِذًا لَّأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنفَاقِ ۚ

کہہ دو کہ اگر میرے رب کی رحمت کے خزانے تمہارے ہاتھ میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے خوف سے (ان کو) بند کر رکھتے

وَ كَانَ الْإِنسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسٰى تِسْعَ آيٰتٍ بَيِّنٰتٍ فَاسْئَل

اور انسان دل کا بہت تنگ ہے ۔ اور ہم نے موسیٰ کو نو کھلی نشانیاں دیں

بَنِيْ إِسْرَآئِيلَ إِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَونُ إِنِّيْ لَأَظُنُّكَ يٰمُوسٰى

تو بنی اسرائیل سے دریافت کرلو کہ جب وہ اُن کے پاس آئے تو فرعون نے ان سے کہا کہ موسیٰ! میں خیال کرتا ہوں کہ تم پر

مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ أَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ إِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ

جادو کیا گیا ہے ۔[10] انہوں نے کہا کہ تم یہ جانتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے رب کے سوا

---

[10] اس میں موسیٰ علیہ السلام کو نو ایات بینات عطا فرمانے کا ذکر ہے "ایت" کا لفظ معجزے کے معنی میں بھی آتا ہے، اور آیات قرآن یعنی احکام الہیہ کے معنی میں بھی، اس جگہ دونوں معنی کا احتمال ہے اسی لئے ایک جماعت مفسرین نے اس جگہ ایات سے مراد معجزات لئے ہیں اور نو کے عدد سے یہ ضرور نہیں ہے کہ نو سے زائد نہوں مگر اس جگہ نو کا ذکر کسی خاص اہمیت کی بناء پر کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن عباس نے یہ نو معجزات اس طرح شمار فرمائیں ہیں :(۱)۔عصیٰ موسیٰ، جو اژدھا بن جاتی تھی (۲)۔ید بیضا، جس کو گریباں میں ڈالکر چمکنے لگتا تھا(۳)۔زبان میں لکنت تھی وہ دور کردی گئی (۴)۔بنی اسرائیل کے دریا پار کرنے کے لئے دریا کو پھاڑ کر گئے، دو حصے الگ کردیئے اور راستہ دیدیا(۵)۔ٹڈی دل کا عذاب غیر معمولی صورت میں بھیج دیا گیا(٦۔)طوفان بھیج دیا گیا(۷)۔بدن کے کپڑوں میں بیجد جوئیں پیدا کردی گئیں جن سے بچنے کا کوئی راستہ نہ رہا(۸)۔مینڈکوں کا ایک عذاب مسلط کردیا گیا، کہ ہر کھانے پینے کی چیز میں مینڈک آجاتے تھے(۹)۔خون کا عذاب بھیج دیا گیا کہ ہر برتن اور کھانے پینے میں خون مل جاتا تھا۔

اور ایک صحیح حدیث کے مضمون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آیات سے مراد احکام الہیہ ہیں یہ حدیث ابوداوٗد نسائی، ترمذی ابن ماجہ میں بسند صحیح صفوان بن عسال سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ مجھے اس نبی کے پاس لے چلو، ساتھی نے کہا کہ نبی نہ کہو اگر ان کو خبر ہوئی کہ ہم بھی ان کو نبی کہتے ہیں تو ان کی

چارانکھیں ہوجاوینگی یعنی ان کوفخر ومسرت کا موقع ملجاوے گا پھر یہ دونوں رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اوردریافت کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کوجونوآیات بینات دیگئی تھیں وہ کیا ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ کسی کوشریک نہ کرو (۲) چوری نہ کرو (۳) زنانہ کرو (۴) جس جان کواللہ نے حرام کیا ہے اس کوناحق قتل نہ کرو (۵) کسی بے گناہ پرجھوٹا الزام لگا کرقتل وسزا کے لئے پیش نہ کرو (۶) جادونہ کرو (۷) سودنہ کھاؤ (۸) پاکدامن عورت پر بدکاری کا بہتان نہ باندھو (۹) میدان جہاد سے جان بچا کر نہ بھاگو۔ اوراے یہودخاص کرتمہارے لئے یہ بھی حکم ہے کہ یوم سبت (سنیچر) کے جوخاص احکام تمہیں دیئے گئے انکی خلاف ورزی نہ کرو۔

رسول کریم ﷺ سے یہ بات سنکر دونوں نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کی نبی ہیں آپ نے فرمایا کہ پھرتمہیں میرا اتباع کرنے سے کیا چیز روکھتی ہے کہنے لگے کہ داودعلیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا کی تھی کہ ان کی ذریت میں ہمیشہ نبی ہوتے رہیں اورہمیں خطرہ ہے کہ اگرہم آپ کا اتباع کرنے لگےتو یہودہمیں قتل کردینگے چونکہ یہ تفسیرصحیح حدیث سے ثابت ہے اس لئے بہت سے مفسرین نے اسی کوترجیح دی ہے۔ یہی معنی امام طحاوی کتاب مشکل الاثار: ۵۵/۱میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعدذکرکرتے ہیں حدیث صفوانؓ سےنقل کیا ہے:

عن صفوانؓ قال قال یهودی لصاحبه اذهب بنا الی هذا النبی فقال له صاحبه لاتقل نبی انه لوسمعک کان له اربع اعین ،فاتیا رسول اللهﷺ فسألاه عن تسع ایات بینات، فقال لهما :لاتشرکوا بالله شیئا ولاتسرقوا ولاتزنوا ولاتقتلوا النفس التی حرم الله الابالحق ولاتمشوا ببرئ الی ذی سلطان یقتله ولاتسحروا ولاتاکلوا الربا ولاتقذفوا محصنةً ولاتولوا الفرار یوم الزحف وعلیکم خاصة الیهود،ان لاتعدوا فی السبت، قال فقبّلا یدیه ورجلیه وقالا نشهدانک نبی، قال فمایمنعکم ان تتبعونی قالا ان داودعا ربه ان لایزال من ذریته نبی وانانخاف ان اتّبعناک ان تقتلنایهود۔ ترمذی:۳۱۴۴،نسائی فی الکبری رقم:۸۶۵۶،ابن ماجہ:۳۷۰۵۔

یعنی صفوان بن عسالؓ سے روایت ہے کہا، ایک یہودی نے دوسرے یہودی سے کہا، میرے ساتھ اس نبی کی طرف چل، اس کے دوست نے اسے کہا، اسے نبی نہ کہہ اگراس نے سن لیاتواس کی چارانکھیں ہوں گی، وہ دونوں رسول ﷺ کے پاس آئے ،اورآپؐ سے نواحکام ظاہر پوچھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہراؤ

اور چوری نہ کرو، اور زنا نہ کرو، اور اس جان کو نہ مارو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ، کسی بے گناہ کو بادشاہ کے پاس نہ لے جاؤ، کہ وہ اسے قتل کردے، اور جادو نہ کرو، اور لڑائی کے دن بھاگنے کے لئے پیٹھ نہ پھیرو، اور تم پر اے یہود، خاص طور پر واجب ہے کہ ہفتہ کے دن زیادتی نہ کرو، راوی نے کہا ان دونوں نے آپؐ کے ہاتھ اور پاؤں چوم لیے اور کہا ہم دونوں گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپؐ اللہ کے نبی ہیں، فرمایا تم کو میری پیروی کرنے سے کون سی چیز منع کرتی ہے؟ ان دونوں نے کہا داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ نبوت ہمیشہ اس کی اولاد میں رہے، اور تحقیق ہم ڈرتے ہیں اگر ہم نے آپ کی پیروی کی تو یہود ہم کو مار ڈالیں گے۔

آگے فرماتے ہیں: فكان فى هذا الحديث ان التسع ايات التى اتاهاالله موسٰى هى التسع الايات المذكورات فى هذا الحديث وانهاعبادات ،لانذارات ،ولاتخويفات ولاوعيدات ، پھر فرماتا ہے۔ فاماماذكرناانه قدروى عن ابن عباسؓ فى تاويلهاوفى التسع الايات المذكورات فيهاهى اليد،و العصا،و الطوفان،و الجراد،و القمل،و الضفادع،و الدم،و السنين،ونقص من الثمرات ۔ اس حدیث میں پھر تفصیلی بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے:

وكانت الايات المذكورات فى حديث ابن عباسؓ وفى حديث من ذكرناه معه من التابعين انذارات وتخويفات ووعيدات وكانت الايات هى العلامات، كمافى سورة المومنون : ۵۰ ، واسراء: ۱۲ .فكانت تلك الايات حججاعلى الخلق، لانهم يعلمون انهالاتكون الامن عندالله تعالى وان المخلوقين عاجزون عنها ، پھر آگے فرماتا ہے: و الايات ايضافقدتكون عبادات ،ومن ذلك ماذكره الله تعالى فى سورت مريم: ۱۰ ،وآل عمران: ۴۱ . پھر بعد میں لکھتا ہے فكان تصحيح مافى حديث ابن عباسؓ ومافى حديث صفوان فى ذلك انمافى حديث صفوان هوعلى الايات التى تعبدوابهاوكان مافى حديث ابن عباسؓ هو الايات التى اُوعدوابهاوخُوفوبهاواُنذروابهاان لم يعلموا ماتعبدوابه ماقدبينه لهم على لسان رسوله عليه السلام ،فصح ذلك مافى الحديثين جميعاوعقلناعن رسول الله ان مراده بمافى احدهماغيرمراده بمافى الاخرمنهماوالله نسأله التوفيق.

پھر آخر میں فرماتا ہے: وحديث عكرمه فى تحقيق الايات التسع المرادات بقوله : ولقداتيناموسٰى تسع ايات بينات، الاسراء: ۱۰۱ ،وذلك مماقددفعه حديث صفوان عن =

وَالْأَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَافِرْعَوْنُ مَثْبُورًا ﴿١٠٢﴾

ان کو کسی نے نازل نہیں کیا (اور وہ بھی تم لوگوں کے) سمجھانے کو اور اے فرعون! میں خیال کرتا ہوں کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے

فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَفِزَّهُمْ مِنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ جَمِيعًا ﴿١٠٣﴾

تو اس نے چاہا کہ ان کو سرزمینِ (مصر) سے نکال دے تو ہم نے اُس کو اور جو اُس کیساتھ تھے سب کو ڈبو دیا

وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ

اور اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس ملک میں رہو سہو پھر جب آخرت کا وعدہ آ جائے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے

جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا ﴿١٠٤﴾ وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۗ

لے آئیں گے ۔اور ہم نے اس قرآن کو سچائی کیساتھ نازل کیا ہے اور وہ سچائی کیساتھ نازل ہوا

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿١٠٥﴾

اور (اے محمد ﷺ!) ہم نے تمہیں صرف خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے

وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ﴿١٠٦﴾

اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کو ٹھہر ٹھہر پڑھ کر سناؤ اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اتارا ہے

=رسول اللهﷺ،لان حديث صفوان هذامخرجه تفسيرقوله تعالى:ولقداتيناموسیٰ تسع ايات بينات ،كمامخرج حديث عكرمه عن ابن عباسؓ ان تلك الايات هی الايات التی ذكرهافی حديثه عنه فضادذلك حديث صفوان، وليس لاحدمع رسول اللهﷺحجة،ولان معقولاان الذی فی حديث عكرمة هذامحال، لان فيه المجیء بالنذرات و الوعيدات و التخويفات قبل المجیء بالشريعة التی تكون هذه الاشياء عندابائتها. والله نسأله التوفيق۔

قُلْ آمِنُوا بِهٖٓ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا ۭ إِنَّ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ إِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ

کہہ دو کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ (یہ فی نفسہٖ حق ہے) جن لوگوں کو اس سے پہلے علم (کتاب) دیا گیا ہے جب وہ ان کو

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا

پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے بیشک ہمارے رب

لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾

کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں (اور) روتے جاتے ہیں اور اُس سے اُن کو اور زیادہ عاجزی پیدا ہوتی ہے

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ أَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ

کہہ دو کہ تم (اللہ کو) اللہ (کے نام سے) پکارو یا رحمٰن (کے نام سے) جس نام سے پکارو اُس کے سب نام اچھے ہیں

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾

اور نماز نہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ آہستہ بلکہ اس کے بیچ کا طریقہ اختیار کرو

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيْكٌ

اور کہو کہ سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ اور نہ اُس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے۔ اور نہ اس وجہ

فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

سے کہ وہ عاجز و ناتواں ہے نہ اُس کا کوئی مددگار ہے۔ اور اُس کو بڑا جان کر اُس کی بڑائی کرتے رہو۔



سورة الكهف (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰى عَبۡدِهِ الۡكِتٰبَ وَلَمۡ يَجۡعَلۡ لَّهٗ عِوَجًا ﴿۱﴾

سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر (یہ) کتاب نازل کی اور اس میں کسی طرح کی کجی (اور پیچیدگی) نہ رکھی

قَيِّمًا لِّيُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِيۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡهُ وَيُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الَّذِيۡنَ

بلکہ سیدھی (اور سلیس اتاری) تاکہ (لوگوں کو) سخت عذاب سے جو اس کی طرف سے آنے والا ہے ڈرائے اور مومنوں کو جو

يَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ﴿۲﴾ مّٰكِثِيۡنَ فِيۡهِ اَبَدًا ﴿۳﴾

نیک عمل کرتے ہیں خوشخبری سنائے کہ اُن کیلئے (اُن کے کاموں کا) نیک بدلہ (یعنی جنت ہے)۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے

وَّيُنۡذِرَ الَّذِيۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿۴﴾ مَّا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمۡ

اور اُن لوگوں کو بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے (کسی کو) بیٹا بنا لیا ہے۔ اُن کو اس بات کا کچھ بھی علم نہیں اور نہ اُن کے باپ دادا ہی کو تھا

كَبُرَتۡ كَلِمَةً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ اِنۡ يَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿۵﴾

(یہ) بڑی سخت بات ہے جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے (اور کچھ شک نہیں کہ) جو کچھ یہ کہتے ہیں محض جھوٹ ہے

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا

(اے پیغمبر!) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید تم ان کے پیچھے رنج کر کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے

﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٧﴾

جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کیلئے آرائش بنایا ہے تا کہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے [۱]

وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ﴿٨﴾ أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ

اور جو چیز زمین پر ہے ہم اس کو (نابود کر کے) بنجر میدان کر دیں گے ۔کیا تم خیال کرتے ہو کہ غار

الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ

اور لوح والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے [۲] جب وہ جوان غار میں جا رہے

---

[۱] ابن قیم نے فضیل بن عیاض سے احسن عملا ، کے متعلق ایک قول نقل کیا ہے مدارج السالکین: ۸۹/۲، میں؛ فرمایا :هو اخلصه و اصوبه، قالوا یاابا علی ،مااخلصه و اصوبه؟فقال ان العمل اذاکان خالصا ولم یکن صوابالم یقبل واذاکان صوابا ولم یکن خالصالم یقبل حتی یکون خالصاصوابا .الخالص ان یکون لله والصواب ان یکون علی السنة.ثم قرأ قوله تعالیٰ ﴿فمن کان یرجولقاء ربه فلیعمل عملاصالحا ولا یشرک بعبادةربه احدا﴾[الکهف : ۱۱۰]

یعنی،فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اخلص اور اصوب ہو،انہوں نے پوچھا کہ اخلص اور اصوب کیا ہے؟ تو فضیل نے فرمایا کہ عمل جب خالص اللہ تعالی کے لئے ہو لیکن سنت کے خلاف ہوں تو وہ ہرگز قبول نہیں ہوتا اور قرآن اور سنت سے ثابت ہوں لیکن خالص نہ ہوں تو پھر بھی قبول نہیں ہوتا یہاں تک کہ خالص بھی ہوں،اور قرآن وسنت سے ثابت بھی ہوں یعنی خالص وہ ہے جو اللہ تعالی کے لئے ہوں اور اصوب وہ ہے جو قرآن اور سنت سے ثابت ہو پھر یہ ایت کریمہ تلاوت کیا، یہی معنی سورۃ کھف ۱۱۰،بھی ہے۔

[۲] اس واقعہ میں چند مباحث ہیں،اول یہ کہ اصحاب کہف واصحاب رقیم ایک ہی جماعت کے دونام ہیں، یا الگ الگ دو جماعتیں ہیں،اگر چہ کسی صحیح حدیث میں اس کی کوئی تصریح نہیں،مگر امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں اصحاب کہف اور اصحاب رقیم دو عنوان الگ الگ دیئے، پھر اصحاب رقیم کے تحت میں وہ مشہور قصہ تین شخصوں کے غار میں بند ہو جانے پھر دعاؤں کے ذریعہ راستہ کھل جانے کا ذکر کیا ہے، جو اکثر کتب حدیث میں مفصل موجود ہے،امام بخاریؒ کی اس صنیع سے یہ

سمجھا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک اصحاب کہف ایک الگ جماعت ہے اور اصحاب رقیم ان تین شخصوں کو کہا گیا ہے جو کسی زمانے میں غار میں چھپے تھے، پھر پہاڑ سے ایک بڑا پتھر اس غار کے دہانے پر آ گرا جس سے غار بالکل بند ہوگیا، ان کے نکلنے کا راستہ نہ رہا، ان تینوں نے اپنے اپنے خاص نیک اعمال کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ یہ کام اگر ہم نے خالص آپ کی رضا کے لئے کیا تھا تو اپنے فضل سے ہمارا راستہ کھول دے، پہلے شخص کی دعاء سے پتھر کچھ سرک گیا، روشنی آنے لگی، دوسرے کی دعاء سے اور زیادہ سرکا، پھر تیسرے کی دعاء سے راستہ بالکل کھل گیا، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے شرح بخاری میں یہ واضح کیا ہے کہ از روئے روایت حدیث کی کوئی صریح دلیل نہیں ہے کہ اصحاب رقیم مذکورہ تین شخصوں کا نام ہے، بات صرف اتنی ہے کہ واقعہ غار کے ایک راوی نعمان بن بشیرؓ کی روایت میں بعض راویوں نے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ نعمان بن بشیرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رقیم کا ذکر کرتے ہوئے سنا، آپ غار میں بندرہ جانے والے تین آدمیوں کا واقعہ سنا رہے تھے، یہ اضافہ فتح الباری میں بزار اور طبرانی کی روایت سے نقل کیا ہے، مگر اول تو اس حدیث کے عام راویوں کی روایات جو صحاح ستہ اور حدیث کی دوسری کتابوں میں مفصل موجود ہیں، اُن میں کسی نے نعمان بن بشیرؓ کا یہ جملہ نقل نہیں کیا، خود بخاری کی روایت بھی اس جملے سے خالی ہے، پھر اس جملے میں بھی اس کی تصریح نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غار میں بند ہونے والے ان تین شخصوں کو اصحاب الرقیم فرمایا تھا، بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ رقیم کا ذکر فرما رہے تھے، اس ضمن میں ان تین شخصوں کا ذکر فرمایا، لفظ رقیم کی مراد کے متعلق صحابہ وتابعین اور عام مفسرین میں جو اختلاف اقوال اوپر نقل کیا گیا ہے وہ خود اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے رقیم کی کوئی مراد متعین کرنے کے بارے میں کوئی روایت حدیث نہیں تھی، ورنہ کیسے ممکن تھا کہ نبی ﷺ ایک لفظ کی مراد خود متعین فرمادیں پھر صحابہ وتابعین اور دوسرے مفسرین اس کے خلاف کوئی قول اختیار کریں، اسی لئے ابن حجرؒ نے اصحاب کہف ورقیم کے دو الگ الگ جماعتیں ہونے سے انکار فرمایا، اور صحیح یہ قرار دیا کہ یہ دونوں ایک ہی جماعت کا نام ہیں، غار میں بند ہوجانے والے تین شخصوں کا ذکر رقیم کے ذکر کے ساتھ آ گیا ہو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی تین شخص اصحاب الرقیم تھے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس جگہ یہ بھی واضح کر دیا کہ قرآن نے جو قصہ اصحاب کہف کا بیان کیا ہے اس کا سیاق خود یہ بتلا رہا ہے کہ اصحاب کہف ورقیم ایک ہی جماعت ہے، یہی وجہ ہے کہ جمہور مفسرین اور محدثین ان دونوں کے ایک ہی ہونے پر متفق ہیں۔

دوسرا مسئلہ اس جگہ خود اس قصے کی تفصیلات کا ہے جس کے دو حصے ہیں، ایک وہ جو اس قصہ کی اصل مقصود ہے، جس سے یہود کے سوال کا جواب بھی ہوجاتا ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایات ونصائح بھی، دوسرا حصہ وہ ہے جس کا تعلق

اس قصہ کی صرف تاریخی اور جغرافیائی حیثیت سے ہے، بیان مقصود میں اس کا کوئی خاص دخل نہیں، مثلاً یہ قصہ کس زمانے میں اور کس شہر اور بستی میں پیش آیا، جس کافر بادشاہ سے بھاگ کر ان لوگوں نے غار میں پناہ لی تھی وہ کون تھا، اس کے کیا عقائد و خیالات تھے، اور اس نے ان لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جس سے یہ بھاگنے اور غار میں چھپنے پر مجبور ہو گئے۔ پھر یہ کہ ان لوگوں کی تعداد کیا تھی، اور زمانہ دراز تک سوتے رہنے کا کل زمانہ کتنا تھا اور پھر یہ لوگ اب تک زندہ ہیں یا مر گئے،

قرآن حکیم نے اپنے حکیمانہ اصول اور اسلوب خاص کے تحت سارے قرآن میں ایک قصہ یوسف علیہ السلام کے سوا کسی قصے کو پوری تفصیل اور ترتیب سے بیان نہیں کیا، جو عام تاریخی کتابوں کا طریقہ ہے، بلکہ ہر قصے کے صرف وہی اجزاء موقع بموقع بیان فرمائے ہیں جن سے انسانی ہدایات اور تعلیمات کا تعلق تھا۔

قصہ اصحاب کہف میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ قرآن میں اس کے صرف وہ اجزاء بیان کئے گئے جو مقصود اصلی سے متعلق تھے باقی اجزاء جو خالص تاریخی یا جغرافیائی تھے ان کا کوئی ذکر نہیں فرمایا، اصحاب کہف کی تعداد اور سونے کے زمانے کی مدت کے سوالات کا ذکر تو فرمایا اور جواب کی طرف اشارہ بھی فرمایا مگر ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کر دی کہ ایسے مسائل میں زیادہ غور و فکر اور بحث و تکرار مناسب نہیں ان کو اللہ کے حوالے کرنا چاہئے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جن کا فرض منصبی معانی قرآن کو بیان کرنا ہے آپ نے بھی کسی حدیث میں ان اجزاء قصہ کو بیان نہیں فرمایا، اور اکابر صحابہ کرام و تابعین نے اسی قرآنی اسلوب کی بنا پر ایسے معاملات میں ضابطہ کار یہ قرار دیا کہ: ابھموا ما ابھمه الله [اتقان للسیوطیؒ] یعنی غیر ضروری چیز کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا تم بھی اسے مبہم رہنے دو (کہ اس میں بحث و تحقیق کچھ مفید نہیں)۔

اکابر صحابہؓ و تابعین کے اس طرز عمل کا مقتضیٰ یہ تھا کہ اس تفسیر میں بھی ان اجزاءِ قصہ کو نظر انداز کر دیا جائے جن کو قرآن اور حدیث نے نظر انداز کیا ہے، لیکن یہ زمانہ وہ ہے جس میں تاریخی اور جغرافیائی انکشافات ہی کو سب سے بڑا کمال سمجھ لیا گیا ہے اور متاخرین علمائے تفسیر نے اسی لئے کم و بیش ان اجزاء کو بھی بیان فرمادیا ہے، اس لئے تفسیر زیر نظر میں قصے کے وہ اجزاء جو خود قرآن میں مذکور ہیں ان کا بیان تو آیات قرآن کی تفسیر کے تحت میں آجائے گا، باقی تاریخی اور جغرافیائی اجزائے قصہ کو یہاں بقدر ضرورت بیان کیا جاتا ہے، اور بیان کرنے کے بعد بھی آخری نتیجہ وہی رہے گا کہ ان معاملات میں کوئی قطعی فیصلہ ناممکن ہے، کیونکہ اسلامی اور پھر مسیحی تاریخوں میں اس کے متعلق کچھ لکھا گیا ہے وہ خود اس قدر مختلف و متضاد ہے کہ ایک مصنف اپنی تحقیق و رائے کے پیش نظر مقدمات و قرائن کی مدد سے کسی ایک چیز کو متعین کرتا ہے تو دوسرا اسی طرح دوسری صورت کو ترجیح دیتا ہے۔

امام قرطبیؒ اندلسی نے اپنی تفسیر میں اس جگہ چندواقعات ، کچھ سماعی ، کچھ چشم دید،نقل کئے ہیں، جومختلف شہروں سے متعلق ہیں،قرطبی نے سب سے پہلے تو ضحاکؒ کی روایت سے یہ نقل کیا ہے کہ ''رقیم'' روم کے ایک شہر کا نام ہے ،جس کے ایک غار میں اکیس آدمی لیٹے ہوئے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سور ہے ہیں، پھرامام نے تفسیر ابن عطیہؒ سے نقل کیا ہے کہ میں نے بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ شام میں ایک غار ہے جس میں کچھ مردہ لاشیں ہیں، وہاں کے مجاورین یہ کہتے ہیں کہ یہی لوگ اصحاب کہف ہیں، اوراس غار کے پاس ایک مسجداور مکان کی تعمیر ہے جس کو رقیم کہا جاتا ہے اوران مردہ لاشوں کے ساتھ ایک مردہ کتے کا ڈھانچہ بھی موجود ہے۔

اور دوسرا واقعہ اندلس غرناطہ کا نقل کیا ہے، ابن عطیہؒ کہتے ہیں کہ غرناطہ میں ایک لوشہ نامی گاؤں کے قریب ایک غار ہے جس میں کچھ مردہ لاشیں ہیں اوران کے ساتھ ایک مردہ کتے کا ڈھانچہ بھی موجود ہے، ان میں سے اکثر لاشوں پر گوشت باقی نہیں رہا، صرف ہڈیوں کے ڈھانچے ہیں، اور بعض پراب تک گوشت پوست بھی موجود ہیں، اس پرصدیاں گذر گئیں، مگر صحیح سند سے انکا کچھ حال معلوم نہیں۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہی اصحاب کہف ہیں، ابن عطیہؒ کہتے ہیں کہ یہ خبرسن کر میں خود ۵۰۴ھ میں وہاں پہنچا تو واقعی یہ(۹) لاشیں اسی حالت پر پائیں اوران کے قریب ہی ایک مسجد بھی ہے۔اورایک رومی زمانے کی تعمیر بھی ہے جس کورقیم کہا جاتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں کوئی عالیشان محل ہوگا اس وقت تک بھی اس کی بعض دیواریں موجود ہیں اور یہ ایک غیر آباد جنگل میں ہے اور فرمایا کہ غرناطہ کے بالائی حصہ میں ایک قدیم شہر کے آثار ونشانات پائے جاتے ہیں ، جورومیوں کے طرز کے ہیں اس شہر کا نام رقیوس بتلایا جاتا ہے ،ہم نے اس کے کھنڈروں میں بہت سے عجائبات اور قبریں دیکھی ہیں، قرطبی جو اندلس ہی کے رہنے والے ہیں ان تمام واقعات کو نقل کرنے کے بعد بھی کسی کو متعین طور پر اصحاب کہف کہنے سے گریز کرتے ہیں اور خود ابن عطیہؒ نے بھی اپنے مشاہدے کے باوجود یہ جزم نہیں کیا کہ یہی لوگ اصحاب کہف ہیں، محض عام شہرت نقل کی ہے، مگر دوسرے اندلسی مفسر ابوحیانؒ جو ساتویں صدی ۶۵۴ھ میں خاص غرناطہ میں پیدا ہوئے وہیں رہے بسے ہیں وہ بھی اپنی تفسیر بحرمحیط میں غرناطہ کے اس غار کا اسی طرح ذکر کرتے ہیں جس طرح قرطبی نے کیا ہے اور ابن عطیہ کے اپنے مشاہدہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے، کہ ہم جب اندلس میں تھے (یعنی قاہرہ منتقل ہونے سے پہلے) تو بہت لوگ اس غار کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اگرچہ وہ لاشیں اب تک وہاں موجود ہیں اور زیارت کرنے والے ان کو شمار بھی کرتے ہیں مگر ہمیشہ ان کی تعداد بتانے میں غلطی کرتے ہیں، پھر فرمایا کہ ابن عطیہؒ نے جس شہر ''رقیوس'' کا ذکر کیا ہے جو غرناطہ کی جانب قبلہ میں واقع ہے تو=

فَقَالُوا رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾

تو کہنے لگے کہ اے اللہ! ہم پر اپنے ہاں سے رحمت نازل فرما اور ہمارے کام میں درستی مہیا کر[2]

=اس شہر سے میں خود بے شمار مرتبہ گذرا ہوں اور اس میں بڑے بڑے غیر معمولی پتھر دیکھے ہیں ،اس کے بعد کہتے ہیں :ویترجح کون اھل الکھف بالاندلس لکثرۃ دین النصاریٰ بھاحتیٰ ھی بلاد مملکتھم العظمیٰ (بحر محیط) یعنی اصحاب کہف کے اندلس میں ہونے کی ترجیح کے لئے یہ بھی قرینہ ہے کہ وہاں نصرانیت کا غلبہ ہے ، یہاں تک کہ یہی خطہ ان کی سب سے بڑی مذہبی مملکت ہے'' اس میں یہ بات واضح ہے کہ ابوحیان کے نزدیک اصحاب کہف کا اندلس میں ہونا راجح ہے(قرطبی)امام ابن جریر اور ابن ابی حاتمؒ نے بروایت عوفی ،ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ رقیم ایک وادی کا نام ہے جو فلسطین سے نیچے ایلۃ (عقبہ) کے قریب ہے اور ابن جریر وابن ابی حاتم اور چند دوسرے محدثین نے ابن عباسؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ رقیم کیا ہے،لیکن میں نے کعب احبارؓ سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ رقیم اس بستی کا نام ہے جس میں اصحاب کہف غار میں جانے سے پہلے مقیم تھے(روح المعانی)۔ابن ابی شیبہؒ،ابن المنذرؒ،ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے معاویہؓ کے ساتھ رومیوں کے مقابلے میں ایک جہاد کیا جس کو غزوۃ المضیق کہتے ہیں ،اس موقع پر ہمارا گذر اس غار پر ہوا جس میں اصحاب کہف ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے،معاویہؓ نے ارادہ کیا کہ غار کے اندر جائیں اور اصحاب کہف کی لاشوں کا مشاہدہ کریں ،مگر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا مشاہدہ کرنے سے اس ہستی کو منع کردیا ہے جو آپ سے بہتر تھی ،یعنی نبی کریم ﷺ ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:لو اطلعت علیھم لولیت منھم فرارا ولملئت منھم رعباً: یعنی اگر آپ ان کو دیکھیں تو آپ ان سے بھاگیں گے اور رعب وہیبت سے مغلوب ہو جائیں گے۔مگر معاویہؓ نے ابن عباسؓ کی اس بات کو شاید اس لئے قبول نہیں کیا کہ قران کریم نے ان کی جو حالات بیان کی ہے یہ وہ ہے جو ان کی زندگی کے وقت تھی ، یہ کیا ضروری ہے کہ اب بھی وہی حالت ہو اس لئے کچھ آدمیوں کو دیکھنے کے لئے بھیجا، وہ غار پر پہونچے ،مگر جب غار میں داخل ہونا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک سخت ہوا بھیج دی جس نے ان سب کو غار سے نکال دیا (روح المعانی)۔

[2] قصہ کا یہ ٹکڑا بھی وہی ہے جس پر نہ کسی آیت قرآن کا سمجھنا موقوف ہے نہ مقصد قصہ پر اس کا کوئی خاص اثر ہے

اور نہ قرآن وسنت میں اس کا بیان ہے صرف تاریخی حکایات ہیں اسی لئے ابوحیان نے فرمایا:۔

والرواة مختلفون فی قصصهم وکیف کان اجتماعهم وخروجهم، ولم یأت فی الحدیث الصحیح کیفیة ذالک ولافی القرآن (بحر محیط).

اصحاب کہف کے قصہ میں روایوں کا سخت اختلاف ہے اور اس میں کہ یہ اپنے اس پروگرام پر کس طرح متفق ہوئے اور کس طرح نکلے، نہ کسی صحیح حدیث میں اس کی کیفیت مذکور ہے نہ قرآن میں۔

تاہم موجودہ طبائع کی دلچسپی کے لئے جیسے اوپر اصحاب کہف کے مقام سے متعلق کچھ معلومات لکھی گئی ہیں، اس واقعہ کے زمانہ وقوع اور اسباب وقوع کے متعلق بھی مختصر معلومات تفسیری اور تاریخی روایات سے نقل کیجاتی ہیں، اس قصہ کو پوری تفصیل اور استیعاب کے ساتھ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں مختلف روایات سے نقل فرمایا ہے، مگر یہاں صرف وہ مختصر واقعہ لکھا جاتا ہے جس کو ابن کثیرؒ نے سلف وخلف کے بہت سے مفسرین کے حوالہ سے پیش کیا ہے، وہ فرماتے ہیں ''اصحاب کہف بادشاہوں کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار تھے، قوم بت پرست تھی، ایک روز ان کی قوم اپنے کسی مذہبی میلے کے لئے شہر سے باہر نکلی، جہاں ان کا سالانہ اجتماع ہوتا تھا وہاں جا کر یہ لوگ اپنے بتوں کی پوجا پاٹ کرتے، اور ان کے لئے جانوروں کی قربانی دیتے تھے، ان کا بادشاہ ایک جابر ظالم دقیانوس نامی تھا جو قوم کو اس بت پرستی پر مجبور کرتا تھا اس سال جبکہ پوری قوم اس میلے میں جمع ہوئی۔

تو یہ اصحاب کہف نوجوان بھی پہنچے اور وہاں اپنی قوم کی یہ حرکتیں دیکھیں کہ اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھروں کو خدا سمجھتے اور ان کی عبادت کرتے اور ان کے لئے قربانی کرتے ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ عقل سلیم عطاء فرمادی کہ قوم کی اس احمقانہ حرکت سے ان کو نفرت ہوئی، اور عقل سے کام لیا تو ان کی سمجھ میں آ گیا کہ یہ عبادت تو صرف اس ذات کی ہونی چاہئے جس نے زمین وآسمان اور ساری مخلوقات پیدا فرمائی ہیں یہ خیال بیک وقت ان چند نوجوانوں کے دل میں آیا اور ان میں سے ہر ایک نے قوم کی اس احمقانہ عبادت سے بچنے کے لئے اس جگہ سے ہٹنا شروع کیا۔ اور ان میں سب سے پہلے ایک نوجوان مجمع سے دور ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گیا اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور وہ بھی اسی درخت کے نیچے بیٹھ گیا اسی طرح پھر تیسرا اور چوتھا آدمی آتا گیا اور درخت کے نیچے بیٹھتا رہا مگر ان میں کوئی دوسرے کو نہ پہچانتا تھا اور نہ یہ کہ یہاں کیوں آیا ہے؟ مگر ان کو درحقیقت اس قدرت نے =

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ

تو ہم نے غار میں کئی سال تک اُن کے کانوں پر (نیند کا) پردہ ڈالے (یعنی ان کو سلائے) رکھا۔ پھر اُن کو جگا اٹھایا تا کہ ظاہر

اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴿۱۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ

کریں کہ جتنی مدت وہ (غار میں) رہے دونوں جماعتوں میں سے اُس کی مقدار کس کو خوب یاد ہے۔ ہم اُن کے حالات تم

= یہاں جمع کیا تھا جس نے ان کے دلوں میں ایمان پیدا فرمایا۔

کیا اصحاب کہف اب بھی زندہ ہے ؟

اس معاملے میں صحیح اور ظاہر یہی ہے کہ ان کی وفات ہوچکی ہے تفسیر مظہری میں ابن اسحاق کی مفصل روایت میں ہے کہ اصحاب کہف کی بیداری اور شہر میں ان کے واقعہ عجیبہ کی شہرت ہوجانے اور اس وقت کے بادشاہ ''بیدوسیس'' کے پاس پہنچ کر ملاقات کرنے کے بعد اصحاب کہف نے ملک بیدوسیس سے رخصت چاہی، اور رخصتی سلام کے ساتھ اس کے لئے دعاء کی اور ابھی بادشاہ اسی جگہ موجود تھا کہ یہ لوگ اپنے لیٹنے کی جگہوں پر جا کر لیٹ گئے اور اسی وقت اللہ تعالی نے ان کو موت دیدی۔

اور عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ابن جریر، ابن کثیر وغیرہ سبھی مفسرین نے نقل کی ہے کہ:

قال قتادة غزا ابن عباسؓ مع حبیب بن مسلمة فمروا بکھف فی بلاد الروم فرأوا فیه عظاما فقال قائل هذه عظام اهل الکهف فقال ابن عباس لقد بلیت عظامهم من اکثر من ثلاثمائة سنة (ابن کثیر)	قتادہ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے حبیب بن مسلمہ کے ساتھ ایک جہاد کیا تو بلاد روم میں ایک غار پر ان کا گذر ہوا جس میں مردہ لاشوں کی ہڈیاں تھیں کسی نے کہا کہ یہ اصحاب کہف کی ہڈیاں ہیں تو ابن عباس نے فرمایا کہ ان کی ہڈیاں تو اب سے تین سو برس پہلے خاک ہوچکی ہیں۔

یہ سب اس تاریخی قصے کے وہ اجزاء تھے جن کو نہ قرآن نے بیان کیا نہ حدیث رسول اللہ ﷺ نے اور نہ اس واقعہ کا کوئی خاص مقصد یا قران کی کسی ایت کا سمجھنا اس پر موقوف ہے اور نہ تاریخی روایات سے ان چیزوں کا کوئی قطعی فیصلہ کیا جاسکتا ہے، باقی رہے قصے کے وہ اجزاء جن کا خود قران کریم نے ذکر فریا ہے ان کی تفصیل انہی ایات کے تحت میں آتی ہے۔

بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾

سے صحیح صحیح بیان کرتے ہیں وہ کئی جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے اُن کو زیادہ ہدایت دی تھی

وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ إِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

اوران کے دلوں کومربوط (یعنی مضبوط) کردیا۔ جب وہ (اٹھ) کھڑے ہوئے تو کہنے لگے کہ ہمارارب آسمانوں اورزمین کا

لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ إِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ إِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾

مالک ہے ہم اس کے سوا کسی کو معبود (سمجھ کر) نہ پکاریں گے (اگر ایسا کیا) تو اس وقت ہم نے بعید از عقل بات کہی

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّوْلَا يَأْتُوْنَ عَلَيْهِم بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ

ان ہماری قوم کے لوگوں نے اُس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں بھلا یہ اُن (کے معبود ہونے) پر کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ

تو اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ، افتراء کرے۔ اور جب تم نے ان (مشرکوں) سے اور جن کی یہ

وَمَا يَعْبُدُوْنَ إِلَّا اللّٰهَ فَأْوٗٓا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ

اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ان سے کنارہ کرلیا ہے تو غار میں چل رہو تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت وسیع کردے گا

وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ أَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ

اور تمہارے کاموں میں آسانی (کے سامان) مہیا کرے گا۔اور جب سورج نکلے تو تم دیکھو کہ (دھوپ)

تَّزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ

ان کے غار سے داہنی طرف سمٹ جائے اور جب غروب ہو تو ان سے بائیں طرف کترا جائے

وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ

اور وہ اس کے میدان میں تھے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ جس کو اللہ ہدایت دے وہ ہدایت یافتہ ہے

وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ

اور جس کو گمراہ کرے تو تم اُس کیلئے کوئی دوست راہ بتانے والا نہ پاؤ گے۔[3] اور تم ان کو خیال کرو کہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوئے ہیں

وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ

اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ بدلاتے تھے اور اُن کا کتا چوکھٹ پر دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

اگر تم اُن کو جھانک کر دیکھتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور اُن سے دہشت میں آجاتے

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ

اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کریں، ایک کہنے والے نے کہا کہ تم (یہاں)

---

[3] دھوپ کے ان کے اوپر نہ پڑنے کی یہ صورت غار کی کسی خاص وضع کی بنا پر بھی ہوسکتی ہے کہ اس کا دروازہ جنوب یا شمال میں ایسی وضع پر ہو کہ دھوپ طبعی اور عادی طور پر اس کے اندر نہ پہونچے، ابن قتیبہؒ نے اس کی وضع خاص متعین کرنے کے لئے یہ تکلف کیا کہ ریاضی کی اصول وقواعد کی رو سے اس جگہ کا طول بلد، عرض بلد اور غار کا رخ متعین کیا (مظہری)۔ اور اس کے بالمقابل زجاج نے کہا کہ دھوپ کا ان سے الگ رہنا کسی وضع اور ہیئت کی بنا پر نہیں بلکہ ان کی کرامت سے بطور خرق عادت تھا۔

اور اس آیت کے آخر میں جو یہ ارشاد ہے ذلک من آیات اللہ، یہ بھی بظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے کہ دھوپ سے حفاظت کا یہ سامان غار کی کسی خاص وضع وہیئت کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی تھی (قرطبی) اور صاف بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان کے لئے ایسا سامان مہیا فرما دیا تھا کہ دھوپ ان کے جسموں پر نہ پڑے، خواہ یہ سامان غار کی خاص ہیئت اور وضع کے ذریعے ہو یا کوئی بادل وغیرہ دھوپ کے وقت حائل کر دیا جاتا ہو، یا براہ راست آفتاب کے شعاعوں کو ان سے بطور خرق عادت کے ہٹا دیا جاتا ہو، آیت میں یہ سب احتمالات ہیں کسی ایک کو متعین کرنے پر زور دینے کی ضرورت نہیں۔

قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوْا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ

کتنی مدت رہے انہوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم انہوں نے کہا کہ جتنی مدت تم رہے ہو تمہارا رب ہی اس کو خوب

فَابْعَثُوْٓا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَآ أَزْكٰى طَعَامًا

جانتا ہے تو اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو وہ دیکھے کہ نفیس کھانا کونسا ہے

فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ﴿۱۹﴾

تو اُس میں سے کھانا لے آئے اور آہستہ آئے جائے اور تمہارا حال کسی کو نہ بتائے

إِنَّهُمْ إِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ أَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ

اگر وہ تم پر دسترس پالیں گے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے یا پھر اپنے مذہب میں داخل کر لیں گے اور اس وقت تم کبھی

وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا إِذًا أَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا أَنَّ

فلاح نہیں پاؤ گے ۔ اور اسی طرح ہم نے (لوگوں کو) ان (کے حال) سے خبردار کر دیا تاکہ وہ جانیں

وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ إِذْ يَتَنَازَعُوْنَ

کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت (جس کا وعدہ کیا جاتا ہے) اس میں کچھ بھی شک نہیں۔ اس وقت لوگ ان کے بارے

بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۚ رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ

میں باہم جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ان (کے غار) پر عمارت بنا دو اُن کا رب اُن (کے حال) سے خوب واقف ہے

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾ سَيَقُوْلُوْنَ

جو لوگ اُن کے معاملے میں غلبہ رکھتے تھے وہ کہنے لگے کہ ان (کے غار) پر مسجد بنائیں گے [4] (بعض لوگ) اٹکل پچو کہیں

---

[4] **اصحاب کھف کا حال اھل شھر پر کھل جانا**

اصحاب کہف کے نکلنے کے وقت جو ظالم اور مشرک بادشاہ ''دقیانوس'' اس شہر پر مسلط تھا وہ مرگیا اور اس پر صدیاں گذر گئیں یہاں تک اس مملکت پر قبضہ اہل حق کا ہوگیا جو توحید پر یقین رکھتے تھے ان کا بادشاہ ایک نیک صالح آدمی تھا (جس کا نام تفسیر مظہری میں تاریخی روایات سے بیدوسیس لکھا ہے) اس کے زمانے میں اتفاقاً قیامت اور اس میں سب مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے مسئلے میں کچھ اختلافات پھیل گئے، ایک فرقہ اس کا منکر ہوگیا کہ یہ گلنے سڑنے پھر ریزہ ریزہ ہو کر ساری دنیا میں پھیل جانے کے بعد پھر زندہ ہوجائیں گے، بادشاہ وقت بیدوسیس کو اس کی فکر ہوئی کہ کس طرح ان کے شکوک وشبہات دور کئے جائیں، جب کوئی تدبیر نہ بنی تو اس نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور راکھ کے ڈھیر پر بیٹھ کر اللہ سے دعاء کی اور الحاح وزاری شروع کی، کہ یا اللہ آپ ہی کوئی ایسی صورت پیدا فرمادیں کہ ان لوگوں کا عقیدہ صحیح ہوجائے اور یہ راہ پر آجائیں، اس طرف یہ بادشاہ گریہ وزاری اور دعاء میں مصروف تھا دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اس کی دعاء کی قبولیت کا یہ سامان کردیا کہ اصحاب کہف بیدار ہوئے اور انہوں نے اپنے ایک آدمی کو (جس کا نام تملیخا بتلایا جاتا ہے) ان کے بازار میں بھیج دیا وہ کھانا خریدنے کے لئے دکان پر پہنچا اور تین سو برس پہلے بادشاہ دقیانوس کے زمانے کا سکّہ کھانے کی قیمت میں پیش کیا تو دکاندار حیران رہ گیا، کہ یہ سکّہ کہاں سے آیا، کس زمانے کا ہے، بازار کے دوسرے دکانداروں کو دکھلایا، سب نے یہ کہا کہ یہ اس شخص کو کہیں پرانا خزانہ ہاتھ آگیا ہے اس میں سے یہ سکّہ نکال کر لایا ہے، اس نے انکار کیا کہ نہ مجھے کوئی خزانہ ملا نہ کہیں سے لایا یہ میرا اپنا روپیہ ہے، بازار والوں نے اس کو گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کردیا، یہ بادشاہ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے، ایک نیک صالح، اللہ والا تھا، اور اس نے سلطنت کے پرانے خزانے کے آثار قدیمہ میں کہیں وہ تختی بھی دیکھی تھی جس میں اصحاب کہف کے نام اور ان کے فرار ہوجانے کا واقعہ بھی لکھا ہوا تھا، بعض کے نزدیک خود ظالم باشاہ ''دقیانوس'' نے یہ تختی لکھوائی تھی، کہ یہ اشتہاری مجرم ہیں، ان کے نام اور پتے محفوظ رہیں، جب کہیں ملیں گرفتار کرلئے جائیں، اور بعض روایات میں ہے کہ شاہی دفتر میں بعض ایسے مؤمن بھی تھے جو دل سے بت پرستی کو برا سمجھتے اور اصحاب کہف کو حق پر سمجھتے تھے، مگر ظاہر کرنے کی ہمت نہیں تھی، انہوں نے یہ تختی بطور یادگار کے لکھ لی تھی، اسی تختی کا نام رقیم ہے جس کی وجہ سے اصحاب کہف کو اصحاب ''رقیم'' بھی کہا گیا۔ الغرض اس بادشاہ کو اس واقعہ کا کچھ علم تھا اور اس وقت وہ اس دعاء میں مشغول تھا کہ کسی طرح لوگوں کو اس بات کا یقین آجائے کہ مردہ اجسام کو دوبارہ زندہ کردینا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے کچھ بعید نہیں، اس لئے تملیخا سے اس کے حالات کی تحقیق کی تو اس کو اطمینان ہوگیا کہ یہ انہی لوگوں میں سے ہے اور اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کیا کرتا تھا کہ مجھے ان لوگوں سے ملادے، جو دقیانوس کے

زمانے میں اپنا ایمان بچا کر بھاگ گے تھے، بادشاہ اس پر مسرور ہوا اور کہا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے میری دعاء قبول فرمائی، اس میں لوگوں کے لئے شاید کوئی ایسی حجت ہو جس سے ان کو حشر اجساد کا یقین آجائے، یہ کہہ کر اس شخص سے کہا کہ مجھے اس غار پر لے چلو جہاں سے تم آئے ہو، بادشاہ بہت سے اہل شہر کے مجمع کے ساتھ غار پہنچا، جب غار قریب آیا تو تملیخا نے کہا کہ آپ ذرا ٹھریں، میں جا کر اپنے ساتھیوں کو حقیقت معاملہ سے باخبر کردوں کہ اب بادشاہ مسلمان مؤحد ہے اور قوم بھی مسلمان ہے، وہ ملنے کے لئے آئے ہیں، ایسا نہ ہو کہ اطلاع سے پہلے آپ پہنچیں، تو وہ سمجھیں کہ ہمارا دشمن چڑھ آیا ہے اس کے مطابق تملیخا نے پہلے جا کر ساتھیوں کو تمام حالات سنائے تو وہ لوگ اس سے بہت خوش ہوئے، بادشاہ کا استقبال تعظیم کے ساتھ کیا، پھر وہ اپنے غار کی طرف لوٹ گئے، اور اکثر روایات میں یہ ہے کہ جس وقت تملیخا نے ساتھیوں کو یہ سارا قصہ سنایا اسی وقت سب کی وفات ہوگئی، بادشاہ سے ملاقات نہیں ہوسکی، ابو حیان نے یہاں یہ روایت نقل کی ہے کہ ملاقات کے بعد اہل غار نے بادشاہ اور اہل شہر سے کہا کہ اب ہم آپ سے رخصت چاہتے ہیں اور غار کے اندر چلے گئے، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان سب کو وفات دیدی،,, **واللہ اعلم بحقیقة الحال**،،

بہرحال اب اہل شہر کے سامنے یہ واقعہ عجیبہ قدرت الٰہیہ کا واشگاف ہو کر آ گیا تو سب کو یقین ہو گیا کہ جس ذات کی قدرت میں یہ داخل ہے کہ تین سو برس تک زندہ انسانوں کو بغیر کسی غذا اور سامان زندگی کے زندہ رکھے اور اس طویل عرصہ تک ان کو نیند میں رکھنے کے بعد پھر صحیح سالم، قوی، تندرست اٹھا دے اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ مرنے کے بعد بھی ان اجسام کو زندہ کردے، اس واقعہ سے ان کی انکار کا سبب دور ہو گیا، کہ حشر اجساد کو مستبعد اور خارج از قدرت سمجھتے تھے، اب معلوم ہوا کہ **مالک الملکوت** کی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس کرنا خود جہالت ہے، اسی طرف اس آیت میں ارشاد فرمایا: **لیعلمو آان وعداللہ حق وأن الساعة لاریب فیھا**: یعنی ہم نے اصحاب کہف کو زمانہ دراز تک سلانے کے بعد جگا کر بٹھا دیا تا کہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کا عدہ یعنی قیامت میں سب مردوں کے اجسام کو زندہ کرنے کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں۔

اصحاب کھف کی وفات کے بعد لوگوں میں اختلا ف ر ائے ،

اصحاب کہف کی بزرگی اور تقدس کے تو سب ہی قائل ہو چکے تھے، ان کی وفات کے بعد سب کا خیال ہوا کہ غار کے پاس کوئی عمارت بطور یادگار کے بنائی جائے، عمارت کے بارے میں اختلاف رائے ہوا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل شہر میں اب بھی کچھ بت پرست لوگ موجود تھے وہ بھی اصحاب کہف کی زیارت کو آتے تھے، ان لوگوں نے

عمارت بنانے میں یہ رائے دی کہ کوئی رفاہ عام کی عمارت بنادی جائے ،مگر ارباب حکومت اور بادشاہ مسلمان تھے اور انہی کا غلبہ تھا،ان کی رائے یہ ہوئی کہ یہاں مسجد بنادی جائے جو یادگار بھی رہے اور آئندہ بت پرستی سے بچانے کا سبب بھی بنے، یہاں اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے درمیان میں قرآن کا یہ جملہ ہے: **ربھم اعلم بھم** ،یعنی ان کا رب ان کے حالات کو پوری طرح جانتا ہے،ابوحیان نے اس جملے کے معنی میں دو احتمال ذکر کئے ہیں،ایک یہ کہ یہ قول انہی حاضرین اہل شہر کا ہو، کیونکہ ان کی وفات کے بعد جب ان کی یادگار بنانے کی رائے ہوئی تو جیسا عموماً یادگاری تعمیرات میں ان لوگوں کے نام اور خاص حالات کا کتبہ لگایا جاتا ہے جن کی یادگار میں تعمیر کی گئی ہے تو ان کے نسب اور حالات کے بارے میں مختلف گفتگوئیں ہونے لگیں، جب کسی حقیقت پر نہ پہنچے تو خود انہوں نے ہی آخر میں عاجز ہو کر کہہ دیا: **ربھم اعلم بھم**: اور یہ کہہ کر اصل کام یعنی یادگار بنانے کی طرف متوجہ ہو گئے، جو لوگ غالب تھے ان کی رائے مسجد بنانے کی ہوگئی۔دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ یہ کلام حق تعالیٰ کی طرف سے ہے، جس میں اس زمانے کے باہم جھگڑا اور اختلاف کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جب تمہیں حقیقت حال کا علم نہیں، اور اس کے علم کے ذرائع بھی تمہارے پاس نہیں تو کیوں اس بحث میں وقت ضایع کرتے ہو،اور ممکن ہے کہ زمانہ رسول اللہ ﷺ میں یہود وغیرہ جو اس واقعہ میں اسی طرح کی بے اصل باتیں اور بحثیں کیا کرتے تھے ان کو تنبیہ مقصود ہو[**واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**]۔

بعض لوگ اس آیت کریمہ سے قبروں پر مسجد بنانے کے جواز پر استدلال کرتے ہیں،وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ کہنے والے عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار نصاریٰ تھے جیسا کہ بعض کتب تفسیر،مثلا: **حاشیة الشهاب: ۶/ ۸۷**، میں ہے، **وكونه مسجدا،يدل على جواز البناء على قبور الصلحاء ونحوهم كمااشار اليه فى الكشاف: ۲/ ۷۱۱، ۷۱۲،وجواز الصلاة فى ذلك البناء** ۔لیکن علامہ الوسیؒ نے تفسیر روح المعانی: ۱۵/ ۲۳۷، میں اس کو منہ توڑ جواب دیا ہے۔فرمایا ہے کہ: **واستدل بالاية على جواز البناء ،على قبور الصلحاء واتخاذمسجدعليها وجواز الصلاة فى ذلك وممن ذكرذلك، الشهاب الخفاجى فى حواشيه على البيضاوى،وهوقول باطل عاطل فاسدكاسد،فقدروى احمد الخ** ۔شہاب لکھتا ہے کہ احادیث کے ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے: **وذكرابن حجر الهيتميؒ،فى الزواجر: ۱/ ۲۷۳،انه وقع فى كلام بعض الشافعية عدّ اتخاذ القبورمساجداو الصلوة اليه واستلامهاو الطواف بها ونحوذلك،من الكبائر وكأنه اخذ ذلك مماذكرمن الاحاديث الخ** ۔معلوم ہوا کہ قبر پر مسجد بنانا ان کی شریعت میں جائز تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ

قول بلاردوانکار بیان فرمایا ہے اور اصول یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ یارسول اللہ ﷺ اگلی امتوں کی شریعتوں کا کوئی حکم بلاردوکد کے بیان فرمائیں تو وہ ہمارے لئے بھی شریعت یعنی جائز اور مشروع ہے۔

اس شبہ کے تین جوابات ہیں:۔

پہلا جواب یہ ہے، کہ علم اصول میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ شریعت ماقبل اسلام، اگلی امتوں کی شریعت ہمارے لئے شریعت نہیں ہے، اس کے دلائل کثرت کے ساتھ موجود ہیں، ملاحظہ ہو مطولات کتب، احکام الاحکام لابن حزم وغیرہ۔ ان میں سے ایک دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے ''**اعطیت خمسا لم یعطهن احد من الانبیآء قبلی ،وکان النبی یبعث الیٰ قومه خاصة وبعثت الیٰ الناس کآفة**'' (**بخاری،مسلم**) مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملی تھیں، ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں پوری دنیا کے لئے بھیجا گیا ہوں،،

سورۂ کہف کی مذکورہ آیت اگر بناء مسجد علی القبر پر دلالت بھی کرتی ہو تو یہ اگلی امت کی شریعت ہے، جو منسوخ ہوچکی ہے، اس آیت کے مدلول ومفاد پر عمل کرنے کا ہم سے کوئی مطالبہ نہیں کیا گیا ہے، لہذا ہمارے لئے قبر پر مسجد بنانا جائز اور مشروع نہیں۔

دوسرا جواب: اگر بالفرض تسلیم کرلیا جائے کہ انہیں لوگوں کا قول صحیح ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگلی امتوں کی شریعت ہمارے لئے بھی شریعت ہے، لیکن یہ اصول ان لوگوں کے نزدیک بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ''ہماری شریعت میں اس کے خلاف کچھ وارد نہ ہو'' اور مسئلہ زیر بحث میں یہ شرط مفقود ہے، کیونکہ قبر پر مسجد بنانے کی ممانعت متواتر احادیث سے ثابت ہے، یہ اس بات کی محکم دلیل ہے کہ مذکورہ آیت کا مدلول ومفاد ہمارے لئے شریعت نہیں۔ ذیل میں ہم بعض وہ احادیث ذکر کرتے ہیں جن میں قبروں کو مسجد بنانے سے منع کیا گیا ہے۔

(۱) **عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ فی مرضه الذی لم یقم منه''لعن الله الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیآئهم مساجد''قالت فلولا ذاک اُبرز قبره، غیر انه خشی ان یتخذ مسجدا**[**بخاری: ۱/۱۷۷، ۱۸۶، مسلم: ۱/۲۰۱، مسنداحمد: ۶/۸۰، ۱۲۱**].

عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں ارشاد فرمایا: یہودیوں اور نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیآء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ قبر نبوی کو سجدہ گاہ بنالیا جائے گا تو نبی ﷺ کی قبر کھلی فضا میں بنائی جاتی''، یعنی اس پر کوئی پردہ نہ کیا جاتا اور آپ بھی گھر کے باہر عام قبرستان میں

دفن کئے جاتے۔(گھر میں دفن کیا جانا رسول اللہﷺ کی خصوصیت ہے،صحابہ کرام نے رسول اللہﷺ کو گھر میں کیوں دفن کیا عائشہؓ کے بیان سے صاف واضح ہے کہ اس کا سبب قبر نبوی کو سجدہ گاہ بنا لیے جانے یا اس پر کسی کے مسجد تعمیر کردینے کے خطرہ کا سد باب کرنا تھا،اس لیے نبیﷺ کے سوا کسی کو قبرستان کی بجائے گھر میں دفن کرنا اور اس کے جواز میں نبیﷺ کے حجرہ میں دفن کئے جانے کو بطور دلیل وحجت پیش کرنا کسی طرح جائز نہیں،اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ میت کو گھر میں دفن کرنا حکم شرعی کے خلاف ہے اور سنت یہ ہے کہ مردوں کو قبرستان ہی میں دفن کیا جائے۔نبی کریمﷺ اپنے صحابہ کو عام قبرستان بقیع میں دفن فرماتے تھے،نیز آپﷺ کا ارشاد ہے''اپنے گھروں میں قبریں مت بناؤ''اور آپﷺ کے قول وعمل کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا فعل ہرگز قابل اتباع نہیں ہے۔ابن عروہ حنبلیؒ نے الکواکب الدراری میں ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کے قبرستانوں ہی میں مردوں کو دفن کرنا اور گھر میں دفن نہ کرنا امام احمد بن حنبلؒ کو زیادہ پسند تھا،کیونکہ اس سے میت کے زندہ ورثاء کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا اور یہ اخروی زندگی کے زیادہ مناسب اور اس کو بہت زیادہ یاد دلانے والا بھی ہے،نیز یہ میت کے لئے رحمت ومغفرت کی دعا کرنے کی طرف راغب اور متوجہ کرتا ہے،صحابہ کرام،تابعین عظام اور تبع تابعین سب کا یہی معمول تھا کہ مردوں کو آبادی سے باہر صحرا قبرستان میں دفن کیا کرتے تھے۔سوال ہوسکتا ہے کہ جب گھر میں دفن کرنا حکم شرعی کے خلاف ہے تو نبی کریمﷺ کو حجرہ عائشہؓ میں کیوں دفن کیا گیا؟عائشہؓ نے اسی اشکال کا جوب دیا ہے کہ نبیﷺ کو اس لئے حجرہ میں دفن کیا گیا کہ آپﷺ کی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنایا جاسکے،قبر نبوی کو کھلی جگہ بنانے میں خطرہ تھا کہ اسے مسجد بنالیا جائے گا'یعنی میدان میں اس کے داروگیر مشکل تھی۔دوسرا جواب یہ ہے کہ خود نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیاء جہاں وفات پاتے ہیں وہیں دفن کئے جاتے ہیں،،علاوہ ازیں آپ کو غیر سے ممتاز کرنا اور زیادہ امدورفت کی جگہ سے آپﷺ کی قبر کو محفوظ رکھنا وغیرہ وہ اسباب ومصالح ہیں جن کے پیش نظر صحابہ کرام نے آپؐ کو خصوصیت کے ساتھ مذکورہ حکم شرعی(گھروں میں قبریں مت بناؤ)سے مستثنیٰ قرار دیا اور عام قبرستان میں دفن کرنے کے بجائے گھر میں دفن کیا۔

عائشہؓ کی خیال کی تائید ابوبکر الصدیقؓ کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔زنجویہ نے بہ طریق عمر مولی غفرہ روایت کیا ہے کہ جب صحابہ کرام نے رسول اللہ کی جائے تدفین کے متعلق باہم مشورہ کیا تو بعض صحابہ کرام نے یہ رائے دی کہ ہم آپ کو اس جگہ دفن کریں،جہاں آپؐ نماز پڑھتے تھے یعنی مسجد میں مگر ابوبکرؓ نے اس رائے کو سختی سے منع کردیا اور فرمایا'اعوذ باللہ' کہ ہم آپؐ کے قبر کو بت اور استانہ بنادیں۔جس پر رسوم بندگی ادا کی جائیں یعنی ایسا کرنے سے

آپ ﷺ کی قبر کو قبلہ حاجات اور مقصود و مسجود بنا لئے جانے کا خطرہ ہے، تو کچھ دوسرے صحابہ نے یہ مشورہ دیا کہ نبی کریم ﷺ کو عام قبرستان 'البقیع' میں دفن کیا جائے جہاں آپ ﷺ کے بھائی مہاجرین مدفون ہیں ابوبکرؓ نے اسے بھی رد کر دیا اور فرمایا ہمیں یہ ہرگز گوارہ نہیں اور انہیں آپ ﷺ کی قبر کھلی جگہ قبرستان میں بنادی جائے کہ لوگ اس سے لپٹنا اور وہاں دعا و التجا شروع کر دیں۔ یہ خاص اللہ کا حق ہے کہ اس سے دعاء و التجاء کی جائے اور اللہ کا حق رسول کے حق سے برتر و بالا ہے۔ آگر آپ ؐ کی قبر کو کھلی فضا میں بنا دیں گے تو اس طرح اللہ کے حق کو ضایع کرنے والے ہوں گے اور پھر اس برائی کے ازالہ کے لئے اگر ہم قبر سے جسم اطہر کو نکال کر کسی بند جگہ لے جانا چاہیں گے تو قبر شریف کھودنے کی جسارت کون کریگا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا، تو آپ ؐ کی کیا رائے ہے تب ابوبکر الصدیقؓ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **ماقبض الله نبیاقط الادفن حیث قبض روحه:[رواه ابن ماجة: باب وفات النبی ﷺ : ۲/ ۲۹۹، رقم: ۱۶۲۸، وأحمدؒ: ۱/ ۲۲۸]**. ہر نبی وہی دفن کیا گیا جہاں اس کی روح قبض کی گئی صحابہ نے نبی کریم ﷺ کی چار پائی کے چاروں طرف نشان لگایا اور علیؓ، عباسؓ، فضل بن عباسؓ اور دیگر اہل بیت نے وہاں سے چار پائی اٹھائی اور ٹھیک چار پائی کی جگہ قبر کھودی گئی۔ علامہ ابن کثیر اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں اس کی سند منقطع ہے۔ عمر مولی غفرۃ نے صدیق اکبرؓ کا زمانہ نہیں پایا ہے نیز وہ ضعیف بھی ہے۔

(۲) **عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ "قاتل الله الیهود اتخذوا قبور انبیآئهم مساجد"**

[بخاری: ۱/ ۶۲، مسلم: ۱/ ۲۰۱، سنن ابی داؤد: ۲/ ۴۳، مسند احمد: ۲/ ۲۸۴، ۳۶۶، ۳۹۶]۔

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ کی مار ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیآء علیہم السلام کی قبریں سجدہ گاہ بنالیا۔

(۴،۳) **عن عائشةؓ وابن عباسؓ لما حضره الوفاة جعل یلقی علیٰ وجهه طرف خمیصة له فاذا اغتم کشفها عن وجهه وهویقول "لعن الله الیهود والنصاریٰ اِتخذوا قبور انبیآئهم مساجد" تقول عائشةؓ یحذر ماصنعوا[بخاری: ۱/ ۶۲، ۲/ ۶۳۹، ۸۶۵، مسلم: ۱/ ۲۰۱، نسائی: ۱/ ۱۱۵، مسنداحمد ۱/ ۲۱۸، ۶/ ۳۴، ۲۳۹، ۲۷۵]۔**

عائشہؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آپہنچا، تو آپ ؐ شدت تکلیف سے چادر کبھی روئے مبارک پر ڈالتے اور کبھی اتار دیتے اور بار بار فرماتے تھے کہ یہودیوں اور نصاریٰ پر اللہ

کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ عائشہؓ کہتی ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت کو یہود ونصاریٰ کے اس کردار سے ڈرا رہے تھے۔

حافظ ابن حجر حدیث مذکور کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: گویا نبی ﷺ کو یہ علم ویقین ہو گیا تھا کہ یہ زندگی کے آخری لمحات ہیں آپ ﷺ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ مبادا، آپؐ کی قبر کے ساتھ بھی تعظیم کا وہی معاملہ ہو جو گذشتہ انبیاء وصلحاء کے قبروں کے ساتھ ہو چکا ہے اس لئے آپ ﷺ نے یہود ونصاریٰ پر لعنت فرما کر یہ بات واضح کر دی کہ میرے امت کے بھی جو لوگ قبروں کے ساتھ یہود ونصاری کا سا معاملہ کریں گے وہ بھی مذمت ولعنت کے مستحق ہونگے۔ چھٹی حدیث میں اس کی صراحت آرہی ہے۔

(۵) عن عائشةؓ قالت: لماكان مرض النبي ﷺ تذاكر بعض نسائه كنيسة بارض الحبشة يقال لهامارية" وقدكانت ام سلمة وام حبيبةؓ قداتتاارض الحبشة فذكرن من حسنهاوتصاويرهاقالت فرفع النبي ﷺ رأسه فقال: "اولائك اذاكان فيهم الرجل الصالح بنواعلى قبره مسجداثم صوروا تلك الصور" اولئك شرار الخلق عندالله يوم القيامة.[بخاری : ۱/ ۶۲، ۱۷۹، مسلم: ۱/ ۲۰۱، ابوداؤد ۲/ ۴۳، مسنداحمد: ۶/ ۵۱].

عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کے مرض الموت کے موقع پر بعض بیویوں نے سرزمین حبشہ کے ایک ماریہ نامی گرجا کا تذکرہ کیا۔ ازواج مطہرات میں ام سلمہؓ اور ام حبیبہؓ ملک حبشہ میں ہجرت کے سلسلہ میں رہ چکی تھیں۔ انہوں نے مذکورہ گرجا کی خوبصورتی اور اس کی تصویروں کا ذکر کیا، عائشہؓ کہتی ہیں کہ یہ سنتا تھا کہ نبی ﷺ نے سر اٹھایا اور فرمایا ''جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو وہ لوگ اس کی قبر پر عبادت گاہ اور اس میں نیک لوگوں کی تصویریں بنا دیتے تھے۔ یہی لوگ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہوں گے۔

(۶) عن جندب بن عبدالله البجليؓ أنه سمع النبي ﷺ قبل ان يموت بخمس وهويقول "قد كان لي فيكم اخوة واصدقآء واني ابرأ الىٰ الله ان يكون لي فيكم خليل ولو كنت متخذامن امتي خليلا لاتخذت ابابكر خليلا الاوان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبورانبيآئهم وصالحيهم مساجدفاني أنهاكم من ذالك[مسلم: ۱/ ۲۰۱، طبرانی معجم کبیر: ۲/ ۱۸۴]۔

جندب بن عبداللہ بجلیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے آپ ﷺ کے وصال سے پانچ دن پہلے یہ سنا کہ

آپ ﷺ فرما رہے تھے،تم میں میرے بھائی اور دوست ہیں اور اللہ کی طرف میں اس بات سے برأت کا اظہار کرتا ہوں کہ تم میں میرا کوئی خلیل ہو، کیونکہ اللہ عزوجل نے مجھے اپنا خلیل بنالیا ہے۔اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔یادرکھوتم سے پہلے کے لوگ اپنے انبیآءوصالحین کی قبروں کو مسجد بنالیتے تھے۔خبردارتم قبروں کو مسجد نہ بنانا، میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔

(۷) عن الحارث النجرانیؓ قال سمعت النبیﷺ قبل ان یموت بخمس الاوان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبورانبیآئھم وصالحیھم مساجد،فانی انھاکم من ذالک[مصنف ابن ابی شیبة: ۳۷۶/۲].

حارث نجرانیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیﷺ کے وصال سے پانچ روز پہلے میں نے آپﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے یادرکھوتم سے پہلے لوگ اپنے انبیآءوصالحین کی قبروں کو مسجد بنالیتے تھے۔خبردارتم قبروں کو مسجد نہ بنانا، میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔

(۸) عن اسامة بن زیدؓان رسول اللہﷺ قال:فی مرضه الذی مات فیه ادخلوا علی اصحابی وھومتقنع ببردة معافری فکشف القناع فقال "لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اِتخذوا قبورانبیآئھم مساجد" [مسنداحمد:۲۰۴/۵ ،طبرانی فی المعجم: ۱/۲۳/۱]

اسامہ بن زیدؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے مرض موت کے ایام میں صحابہ کو ایک روز اپنے پاس بلایا صحابہ حاضر ہوئے آپﷺ یمنی چادراوڑھے ہوئے تھے۔چادر الٹی اورفرمایا؛یہودیوں اورعیسائیوں پراللہ لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیآء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

(۹) عن ابی عبیدة بن الجراحؓ قال اخرماتکلم به النبیﷺ اخرجوا الیھود اھل الحجازواھل نجران من جزیرة العرب واعلمواان شرار الناس الذین اتخذوا وفی روایة یتخذون قبورانبیائھم مساجد [مسنداحمد:رقم: ۱۶۹۱ ،مسندابی یعلی: ۵۷/۱،]

ابوعبیدہ بن جراحؓ بیان فرماتے ہیں کہ زندگی کی آخری بات جو نبی کریمﷺ نے ارشادفرمائی وہ یہ تھی کہ اہل حجاز اوراہل نجران کے یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔یادرکھووہ لوگ بدترین خلائق ہیں جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔ایک روایت میں ہے جوانبیاء کی قبروں کو مسجد بنائیں گے۔

(۱۰) عن زیدبن ثابتؓ ان رسول اللہﷺقال:لعن وفی روایۃ قاتل الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد [مسنداحمد:۵/۱۸۴،۱۸۶].

زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:یہود پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے دوسری روایت میں ہے یہود کو اللہ تعالیٰ تباہ برباد کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔

(۱۱) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہﷺاللھم لاتجعل قبری وثنا،لعن اللہ قوما اتخذوا قبور انبیائھم مساجد [مسنداحمد:رقم:۷۳۵۲،مسندحمیدی:رقم:۱۰۲۵].

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے دعا فرمائی: الٰہی میرے قبر کو بت نہ بننے دینا ان قوموں پر اللہ کی لعنت جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔

(۱۲) عن عبداللہ بن مسعودؓ قال سمعت رسول اللہﷺ یقول:ان من شرار الناس من تدرکہ الساعۃ وھم احیاء ،ومن یتخذ القبور مساجد [مسنداحمد:رقم:۳۸۴۴،مصنف ابن ابی شیبۃ:۴/۱۴۰].

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:بے شک وہ لوگ بدترین خلائق ہیں جن پر قیامت قائم ہوگی اور وہ لوگ جو قبروں کو مسجد بنائیں گے۔

(۱۳) عن علی بن ابی طالبؓ قال لقینی العباسؓ فقال انطلق بنا الی النبیﷺفان کان لنا من الامر شیء والااوصی بنا الناس فدخلنا علیہ وھو مغمی علیہ فرفع رأسہ فقال:لعن اللہ الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد، وزادفی روایۃ ثم قالھا ثلاثا فلما رأینا ما بہ خرجنا ولم نسئلہ عن شیء.[طبقات ابن سعد:۴/۲۴].

علی بن ابی طالبؓ بیان فرماتے ہیں کہ عباسؓ میرے پاس آئے اور کہا ہمارے ساتھ نبیﷺ کی خدمت میں چلو، ہوسکتا ہے ہمیں کچھ عنایت ہو، یا آپﷺ ہمارے ذریعہ لوگوں کو کچھ وصیت فرمائیں۔ چنانچہ ہم نبیﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپﷺ پر غشی طاری تھی ،افاقہ ہوا تو سر مبارک اٹھایا اور فرمایا:یہود پر اللہ لعنت فرمائے۔انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔ہم نے آپﷺ کے مرض کی شدت دیکھی تو واپس چلے آئے اور کچھ عرض معروض نہیں کیا۔

(۱۴) عن امھات المؤمنین ان اصحاب رسول اللہﷺقالوا کیف نبنی قبر رسول اللہﷺ؟انجعلہ

مسجداً؟فقال ابوبکر الصدیق سمعت رسول اللهﷺ یقول: "لعن الله الیھود والنصاریٰ اِتخذوا قبور انبیآئھم مساجد" [جامع الکبیر للطبرانی: نقلاعن فضائل الصدیق لابن زنجویه].

امہات المومنین سے روایت ہے کہ اصحاب نے رسول اللہﷺ کی تدفین کے سلسلہ میں مشورہ کیا کہ ہم نبیﷺ کی قبر کو کہاں بنائیں، کیا اسے مسجد میں بنائیں؟ ابوبکرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: یہودیوں اور نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ، انہوں نے اپنے انبیآء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

(قبروں کو مسجد بنانے کے تین معانی ہیں:)

پہلا معنی: علامہ ابن حجر ہیتمیؒ "کتاب الزواجر فی النھی عن اقتراف الکبائر [۱/۱۲۱] میں لکھتے ہیں "قبروں مسجد بنانے کا معنی قبر پر نماز پڑھنا یا قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ہے۔

دیکھیے علامہ موصوف نے صراحت فرمادی کہ قبروں کو مسجد بنانے کے دو معنی میں سے ایک، قبر پر نماز پڑھنا ہے۔ علامہ صنعانی (امیر یمانی) سبل السلام: ۱/۲۱۴، میں لکھتے ہیں قبروں کو مسجد بنانے کا معنی قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے اور قبر پر نماز پڑھنے دونوں صورتوں کو شامل ہے یعنی تینوں معنی مراد ہونے کی بھی گنجائش ہے۔

چنانچہ امام شافعیؒ تینوں معانی مراد لیتے ہیں:

دوسرا معنی: علامہ مناویؒ فیض القدیر میں عائشہؓ کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہود، نصاریٰ نے اپنے باطل اعتقاد کے تحت قبروں کو قبلہ بنالیا۔ اوران کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھنے لگے۔ قبروں کو سجدہ گاہ بنانا گویا قبروں پر مسجد بنانا ہے۔ اسی طرح اس کا عکس یعنی قبروں پر مسجد تعمیر کرنا قبروں کو سجدہ گاہ بنالینا ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے اسی لئے اللہ تعالی نے یہود پر لعنت فرمائی ہے۔ کیونکہ اس میں انبیاء کی تعظیم میں بے جا غلو پایا جاتا ہے۔ قاضی بیضاوی فرماتے ہیں یہود انبیاء کی تعظیم میں ان کی قبروں کا سجدہ کرتے تھے اور نماز میں قبروں ہی کی طرف رخ کرتے تھے اسی وجہ سے اللہ تعالی نے ان پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو اس بدعمل سے منع فرمایا۔

ملاعلی قاریؒ مرقات: ۲/۳۷۲، میں اس نہی کی علت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے میں صاحب قبر کی غلو آمیز تعظیم پائی جاتی ہے گویا کہ اسے معبود کا درجہ دیا گیا ہے۔ قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا مقصد اگر واقعی قبر یا صاحب قبر کی تعظیم ہو تو یہ کفر ہے۔ اس لئے اگر کوئی نماز اللہ ہی کے لئے پڑھے لیکن قبر کی طرف رخ کر کے پڑھے تو ایک طرف کافرانہ عمل کے ساتھ تشابہ کی وجہ سے قبر کو قبلہ بنانے اوراس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے

کی قطعی ممانعت صریح حدیث میں بھی وارد ہے۔

عن ابی مرثد الغنوی قال قال رسول اللہ ﷺ لاتجلسوا علی القبور ولاتصلوا الیھا

[مسلم: ۱/۳۱۲، سنن ابی داؤد: ۲/۴۳، ترمذی: ۱/۱۳۶]

ابومرثد غنویؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ قبروں پر بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

اس حدیث کے مثل ایک اثر ثابت بنانیؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے،

عن انسؓ قال کنت اصلی قریبا من قبر، فرأنی عمر بن الخطابؓ فقال القبر القبر، فرفعت بصری الی السمآء وانا احسبہ یقول القمر فقال انما اقول القبر لاتصل الیہ [المطالب العالیہ: ۳/۳۴۲].

انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک قبر کے قریب نماز پڑھ رہا تھا، عمرؓ نے دیکھا تو کہنے لگے 'قبر قبر' میں نے نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی کیونکہ میں سمجھا کہ 'قمر قمر' کہہ رہے ہیں تو عمرؓ نے فرمایا قبر، کہہ رہا ہوں، اس کی طرف رخ کر کے نماز مت پڑھو' ۔اسی وجہ سے انسؓ مقبرہ میں مسجد بنانے سے منع فرماتے، امام بیہقی نے شعب الایمان: ۶/۴۷۳، میں قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ: **ان انس بن مالکؓ مر علی مقبرۃ رماد، وھم یبنون مسجدا، فقال انسؓ، کان یکرہ ان یبنی مسجد فی وسط القبور۔**

تیسرا معنیٰ:۔ قبر پر مسجد تعمیر کرنا، یہ معنی امام بخاریؒ نے اختیار کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے عائشہؓ سے مروی پہلی حدیث کا ترجمۃ الباب ان الفاظ میں منعقد کیا ہے '**باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور**' (قبروں پر مسجدیں بنانے کی کراہیت) اس سے امام بخاریؒ نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قبر کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت قبر پر مسجد بنانے کی ممانعت کو مستلزم ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ کرمانیؒ کی یہ توجیہ نقل کی ہے 'حدیث کا مفاد یہ ہے کہ قبر کو سجدہ گاہ بنانا ممنوع ہے اور باب کا مدلول و مفہوم یہ ہے کہ قبر پر مسجد تعمیر کرنا منع ہے، حدیث اور باب کا مفہوم ایک دوسرے کے بظاہر متغائر ہے مگر اس تغائر کے باوجود دونوں میں درحقیقت تلازم ہے'' یعنی قبر کو سجدہ گاہ بنانا قبر پر مسجد بنانے کو مستلزم ہے اور قبر پر مسجد بنانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ قبر کو سجدہ گاہ بنالیا جائے گا۔

تیسرا جواب:۔ ہم یہ نہیں مانتے کہ سورۂ کہف کی مذکورہ آیت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگلی شریعت ''یعنی عیسیٰ علیہ

السلام کی شریعت'' میں قبر پر مسجد اور عبادت خانہ تعمیر کرنا جائز تھا، مذکورہ آیت سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد تعمیر کریں گے، اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ لوگ مؤمن تھے اور اگر ان کا مؤمن ہونا بالفرض تسلیم کرلیا جائے تو یہ ثابت نہیں کہ وہ لوگ صالح اور نبی مرسل (عیسیٰ علیہ السلام) کی شریعت کے پابند تھے، بلکہ بعض دلائل اس کے خلاف ہیں۔

چنانچہ حافظ ابن رجب حنبلیؒ حدیث((**لعن الله اليهود والنصارىٰ اتخذوا قبور انبيآئهم مساجد**)) کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، انبیآء کی قبروں کو مسجد بنانے کی قباحت وممانعت اس حدیث کے علاوہ قرآن سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ اصحاب کہف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **قال الذين غلبوا علىٰ امرهم لنتخذن عليهم مسجدا**، اس آیت میں قبروں پر عبادت خانہ تعمیر کرنے کو اہل غلبہ کا فعل قرار دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس اقدام کی سند شریعت کا کوئی حکم نہ تھا، بلکہ محض غلبہ واقتدار میں اپنی خواہش کے مطابق ایسا کرنا چاہتے تھے، یہ فعل کچھ ان اہل علم وفضل کا نہیں تھا جو اپنے رسول پر نازل شدہ ہدایت کے حامی ومددگار رہوتے ہیں (فتح الباری لابن رجب ۴۴۳/۲:)۔

شیخ علی بن عروہ، مختصر الکواکب الدراری ((۲۰۷/۱۰)) میں حافظ ابن کثیر کی متابعت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''اس آیت کی تفسیر میں ابن جریر نے دو قول نقل کئے ہیں'' پہلا قول یہ ہے کہ یہ کہنے والے کہ ''ہم ان کی قبر پر مسجد تعمیر کریں گے، مؤمن ومسلم تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ مشرک تھے۔'' واللہ اعلم'' بہرحال یہ تو ظاہر ہے کہ وہ اصحاب اثر ورسوخ تھے، لیکن وہ لوگ یہ کہنے میں حق بجانب تھے یہ محل نظر ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے ''اللہ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیآء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا'' اس ارشاد سے آپ ﷺ کی غرض امت کو اس فعل قبیح سے ڈرانا تھا (اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود ونصاریٰ کی شریعتوں میں بھی قبروں کو مسجد بنانا جائز نہیں تھا ورنہ رسول اللہ ﷺ اس وجہ سے انہیں ملعون قرار نہ دیتے)۔

روایت ہے کہ عمرؓ کو اپنے زمانہ خلافت میں عراق کے کسی علاقہ میں دانیال علیہ السلام کی قبر کی خبر ملی تو اسے لوگوں سے بالکل پوشیدہ رکھنے اور اس کتاب کو بھی دفن کردینے کا حکم دیا جو ان کی لاش کے ساتھ ملی تھی جس میں کچھ حوادث کی پیش گوئی رقم تھی۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس آیت سے بناء مسجد علی القبر کے جواز پر استدلال کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

علامہ الوسیؒ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں اس آیت میں علماء کے قبروں پر مشاہد و مزارات تعمیر کرنے، ان پر مسجد بنانے اور ان میں نماز پڑھنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ جن لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے، ان میں شہاب خفاجی بھی ہیں انہوں نے یہ استدلال اپنے حواشی علی البیضاوی میں ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ استدلال بالکل غلط ہے، باطل اور فاسد ہے، پھر علامہ الوسیؒ نے احادیث متقدمہ میں سے بعض کو ذکر کرنے کے بعد ابن حجر ہیتمی کا وہ کلام جو گذر چکا ہے نقل کر آئے ہیں اور اس سے اتفاق کیا ہے نیز آلوسی نے اپنی کتاب: شرح المنہاج، میں حافظ ہیتمیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ علماء کے ایک جماعت نے یہ فتوی دیا تھا کہ قرافہ مصر میں قبروں پر جو عمارتیں ہیں وہ سب منہدم کر دی جائیں۔

حتیٰ کہ امام شافعیؒ کی مزار کو بھی گرا دیا جائے جو کسی عقیدت مند بادشاہ نے تعمیر کیا ہے ہر مسلمان کو چاہئے کہ فتنہ وفساد کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی تمام عمارتوں کو مسمار کر دے اور اگر شر وفساد کا خطرہ ہو تو پھر یہ امام وقت کی اور سلطان کی ذمہ داری ہے۔

علامہ الوسیؒ آگے فرماتے ہیں، کہا جا سکتا ہے کہ سورۂ کہف کی ایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قبروں پر مسجد بنانا پہلی شریعتوں میں جائز تھا اور شرائع سابقہ سے استدلال اور ان کے کسی حکم کو حجت کے طور پر پیش کرنا خود نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز سے سو جائے یا نماز پڑھنا بھول جائے تو اسے جب یاد آئے پڑھ لے۔ پھر آپ ﷺ نے بطور استدلال یہ آیت کریمہ ''اقم الصلوۃ لذکری'' تلاوت فرمائی حالانکہ یہ حکم موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا قران میں حکایۃً ذکر کیا گیا ہے۔

اسی طرح امام ابو یوسفؒ نے مرد اور عورت کے درمیان قصاص جاری ہونے پر اور امام کرخی نے غلام اور آزاد، ذمی اور مسلمان کے درمیان قصاص جاری ہونے پر آیت کریمہ ''کتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس'' سے استدلال کیا ہے حالانکہ اس میں بنی اسرائیل کے شریعت کو حکایتاً بیان کیا گیا ہے۔ ان آیتوں سے جب نبی ﷺ نے استدلال فرمایا ہے تو سورۂ کہف کی آیت زیر بحث سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔

اس اشکال اور اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ اگلی امتوں کی شریعت ہمارے لئے بھی شریعت ہے لیکن یہ علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اللہ تعالی نے اس شریعت اور اس کے کسی حکم کو بلا انکار بیان فرمایا ہو۔

یاد رہے اس سلسلہ میں رسول پاک ﷺ کا انکار اللہ عزوجل کے انکار کے مثل ہے، حدیث میں ہے رسول

اللہ ﷺ کا حرام کرنا اللہ کا حرام کرنا ہے۔اور ہم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ نبی ﷺ نے قبروں پر مسجد بنانے والوں کو ملعون قرار دیا ہے علاوہ ازیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، کہ شرائع ماقبل اسلام میں قبروں پر مسجد بنانا جائز تھا، ایسا رہا ہوتا تو رحمۃ للعلمین یہود و نصاری کو اسی قبروں پر مسجدیں تعمیر کرنے کی بناء پر ملعون قرار نہ دیتے پھر یہ آیت:''**لنتخذن علیھم مسجدا**'' ان ایات مذکورہ کی طرح نہیں ہے جن سے ائمہ نے بعض مسائل میں استدلال کیا ہے۔اس ایت میں بس ایک فریق کے اصحاب کہف کی قبروں پر مسجد تعمیر کرنے کے قول اور عزم کو حکایۃً بیان کیا گیا ہے۔اس میں اس فریق کی مدح وتحسین کا پہلو ہے نہ انکی اقتداء کرنے کی ترغیب، اس لئے جب تک یہ نہ ثابت ہو کہ ان میں کوئی معصوم بھی تھا، اس وقت تک ان کے کسی کام کے عزم وارادہ تو کجا اسے عملی جامہ پہنا دینا بھی اس کام کی مشروعیت کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ نیز ان کے فعل کے قابل توجہ نہ ہونے کا ایک قوی سبب یہ بھی ہے کہ وہ جیسا کہ قتادہ وغیرہ سے مروی ہے امراء وحکام تھے جو مذہب کی پابندی سے کم اور دنیوی نام ونمود کے کاموں سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔

بہر حال اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ اصحاب کہف کے بارے میں پہلی جماعت مومنین کی جماعت تھی جو قبروں پر عبادت گاہ بنانے کی حرمت سے واقف تھی اس لئے اس نے غار کے دروازے پر دیوار چن دینے اور دروازے کو بند کر دینے اور اصحاب کہف سے کوئی تعرض نہ کرنے کا مشورہ دیا مگر دوسری جماعت نے جو امراء اور حکام پر مشتمل تھی اس مشورہ کو قبول نہیں کیا بلکہ اور جوش میں آ گئی اور قسم کھا کر کہنے لگی کہ ہم اصحاب کہف کی قبروں پر ضرور مسجد تعمیر کریں گے۔

اگر دوسری جماعت کے ساتھ کسی کو حسن ظن ہی ہو تو وہ اس کے قول ''ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے کی یہ توجیہ کر سکتا ہے کہ وہ اصحاب کہف کی قبروں پر مسجد تعمیر کرنے کی وہ صورت اختیار کرنا نہیں چاہتی تھی جو ممنوع ہے اور جس کے فاعل کو ملعون کہا گیا ہے بلکہ وہ قبروں کے قریب ایک مسجد بنانا چاہتی تھی چنانچہ سدی اور وہب کی روایت میں یہی دوسری صورت صراحتا مذکور ہے اور یہ ممنوع نہیں ہے اس میں زیادہ سے زیادہ یہ بات ہوتی کہ اصحاب کہف کے نسبت سے وہ مسجد کہف کہلاتی، جس طرح مسجد نبوی قبر نبوی کی نسبت مسجد نبوی کہلاتی ہے۔

گویا اس دوسری جماعت نے پہلی جماعت کے قول: **ابنو علیھم** کے مقابلہ اور جواب میں بطور مشاکلہ یہ کہہ دیا کہ **لنتخذن علیھم مسجدا**۔ ورنہ اس کی اصل منشأ یہ تھی کہ: **لنتخذن قریبامنھم مسجدا**.

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ اس پہاڑی پر جس میں یہ غار تھا مسجد بنانا چاہتے تھے اس سلسلہ میں مجاہد کی ایک روایت یہی ہے کہ بادشاہ وقت نے اصحاب کہف کو غار میں چھوڑ دیا اور پہاڑی کے اوپر ان کی یادگار میں ایک مسجد بنوادی=

ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ

گے کہ وہ تین تھے (اور) چوتھا ان کا کتا تھا اور (بعض) کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا یونہی گمان کرتے ہیں

وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ

اور (بعض) کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ کہہ دو کہ میرا رب ہی اُن کے شمار سے خوب واقف ہے،

= یہ تاویل آیت کے ظاہر لفظ سے قریب تر اور زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔

پھر مذکورہ سوال وجواب کی ضرورت اس وقت ہے جب یہ قول اختیار کیا جائے کہ اصحاب کہف لوگوں کے ان پر مطلع ہونے کے کچھ مدت بعد وفات پا گئے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ غار میں آ کر پہلے کی طرح سو گئے یعنی وہ زندہ ہیں مردہ نہیں تو ایت کا مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں رہ جائے گا۔ الغرض جس کے اندر بھی کچھ رشد اور حق پسندی کا جذبہ ہوگا وہ اس ایت کے سہارے خوامخواہ احادیث صحیحہ اور آثار صریحہ کے خلاف موقف اختیار کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا اس ایت سے قبروں پر مساجد تعمیر کرنے کی استدلال کرنا انتہائی درجہ کی جہالت اور ضلالت ہے اس کے باوجود بندۂ شکم اور نام نہاد مشائخ جہلاء کی ان حرکتوں کو مباح قرار دی ہوئی ہے جو وہ صلحاء کی قبروں کے ساتھ روا رکھتے ہیں یعنی قبروں کو اونچی کرنا ان کو سنگ وخشت سے پختہ بنانا ان پر جھاڑ اور فانوس لٹکانا قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ان کو چومنا ان پر عرس لگانا وغیرہ اور دلیل میں یہی آیت سورت کہف اور واقعات اصحاب کہف کی سلسلہ میں وارد بعض ان روایت کو پیش کرتے ہیں جس میں بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہ نے اصحاب کہف کو ساگوان کی لکڑی کی تابوت میں محفوظ کر دیا تھا اور ان کی قبروں پر سالانہ عرس کا اہتمام کرتا تھا مگر یہ سب خرافاتی باتیں ہیں اللہ اور اس کے رسول کی مقابلہ میں ڈھٹائی ہے اور ایک ایسا دین ایجاد کر لینا ہے جس کی اللہ نے کوئی اجازت نہیں دی ہے۔

معرفت حق کے لئے بس یہی کافی ہے کہ تم دیکھو روئے زمین پر سب سے افضل قبر یعنی قبر نبی ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رویہ کیا تھا قبر کی زیارت اور اس پر درود وسلام کی خصوص میں ان کا کیا طریقہ تھا اور پھر دیکھو کہ صحابہ کرام کی طرز عمل اور ان قبوریوں کی طریقے میں کتنا فرق ہے صحابہ کا عمل کیا تھا اور یہ قبوری کیا کر رہے ہیں؟ بہ بیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا انتہیٰ کلام الالوسیؒ۔ (مزید وضاحت تحذیر الساجد میں ملاحظہ کیجئے)۔

مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا

ان کو جانتے بھی ہیں تو تھوڑے ہی لوگ (جانتے ہیں)۔ تو تم اُن (کے معاملے) میں گفتگو نہ کرنا مگر سرسری سی گفتگو

وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا

اور نہ اُن کے بارے میں ان میں سے کسی سے کچھ دریافت ہی کرنا۔ اور کسی کام کی نسبت نہ کہنا کہ میں اسے کل کر دوں گا

﴿۲۳﴾ إِلَّا أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ

مگر (انشاء اللہ کہہ کر یعنی اگر) اللہ چاہے تو (کر دوں گا) اور جب اللہ کا نام لینا بھول جاؤ تو یاد آنے پر لے لو اور کہہ دو

عَسٰى أَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

کہ اُمید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کی باتیں بتائے [5]

[5] یہاں پر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے لکھا ہے کہ جب قریش کو اصحاب کہف کا واقعہ سن کر تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ ان مشرکوں سے یہ کہو کہ میری نبوت کا ثبوت کچھ اس قصہ پر منحصر نہیں مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ اس سے بڑھ کر مجھ کو نبوت کا ثبوت عطا کرے گا تم نے یہ قصہ میرے امتحان کے لئے پوچھا تھا کہ اگر یہ سچے نبی ہیں تو اس واقعہ کو بیان کر دیں گے ورنہ نہیں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اگر یہ لوگ اس کے علاوہ کسی اور شے کا آپؐ سے سوال کریں گے جو آپؐ کو معلوم نہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی اس سے بڑھ کر آپؐ کو بتلا دے گا۔ آیت کی یہ تفسیر زجاجؒ سے منقول ہے۔
یا یہ معنی ہیں کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نصیحت فرمائی کہ اگلی بات کی بابت بغیر ان شاءاللہ کہے وعدہ نہ کیا کریں اور اگر کسی وقت بھول جائیں تو جب یاد آئے ان شآءاللہ کہہ لیا کریں اور فرمایا کہ آپؐ امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ اس سے بھی زیادہ کرے یعنی آپ کبھی نہ بھولیں اور آئندہ کبھی بھولنے کا موقع نہ آئے (موضح القرآن) یا یہ معنی ہیں کہ جب کسی چیز کو بھول جایا کرو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیا کرو اور کہہ لیا کرو: عسیٰ ان یهدینی ربی لاقرب من هذا رشدا : یعنی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بھولی ہوئی چیز کے بدلہ میں اس سے زیادہ بہتر اور نافع چیز عطا فرمائیں اور عجب نہیں کہ یہ نسیان ہی میرے حق میں بہتر ہو: کما قال تعالیٰ او ننسها نأت بخير منها: علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ یہ معنی ظاہری سیاق کے زیادہ مطابق معلوم ہوتے ہیں۔

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿۲۵﴾

اور اصحابِ کہف اپنے غار میں نو اوپر تین سو سال رہے [6]

---

[6] اسی آیت میں جو غار میں سونے کی مدت تین سو نو سال بتلائے ہیں، ظاہر نسق قرآن سے یہی ہے کہ یہ بیان مدت حق تعالیٰ کی طرف سے ہے، ابن کثیرؒ نے اسی کو جمہور مفسرین سلف وخلف کا قول قرار دیا ہے، ابوحیانؒ اور قرطبیؒ وغیرہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، مگر قتادہؒ وغیرہ سے اس میں ایک دوسرا قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ تین سو نو سال کا قول بھی انہی اختلاف کرنے والوں میں سے بعض کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول صرف وہ ہے جو بعد میں فرمایا یعنی ''اللہ اعلم بما لبثوا'' کیونکہ پہلا قول تین سو نو کے متعین کرنے کا اگر اللہ کا کلام ہوتا تو اس کے بعد: اللہ اعلم بما لبثوا، کہنے کا موقع نہ تھا، مگر جمہور مفسرین نے فرمایا کہ یہ دونوں جملے اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں، پہلے میں حقیقت واقعہ کا بیان ہے اور دوسرے میں اس سے اختلاف کرنے والوں کو تنبیہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدّت کا بیان آ گیا تو اب اس کو تسلیم کرنا لازم ہے، وہی جاننے والا ہے، محض تخمینوں اور رایوں سے اس کی مخالفت بے عقلی ہے۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے بیان مدّت میں پہلے تین سو سال بیان کئے اس کے بعد فرمایا کہ ان تین سو پر نو اور زیادہ ہو گئے، پہلے ہی تین سو نو نہیں فرمایا اس کا سبب مفسرینؒ نے یہ لکھا ہے کہ یہود ونصاریٰ میں چونکہ شمسی سال کا رواج تھا اس کے حساب سے تین سو سال ہی ہوتے ہیں، اور اسلام میں رواج قمری سال کا ہے اور اس قمری حساب سے نو سال مزید ہو گئے، ان دونوں سالوں کا امتیاز بتانے کے لئے عنوان تعبیر یہ اختیار کیا گیا۔ ایک سوال یہ پیدا ہوتا کہ اصحاب کہف کے معاملے میں خود ان کے زمانے میں، پھر عہد نبوی ﷺ کے اندر یہود ونصاریٰ میں دو باتیں زیر اختلاف تھیں ایک اصحاب کہف کی تعداد میں دوسری غار میں ان کے سوتے رہنے کی مدّت، قرآن نے ان دونوں کو بیان تو کر دی، مگر اس فرق کے ساتھ کہ تعداد کا بیان صریح الفاظ میں نہیں آیا، اشارے کے طور پر آیا، کہ جو قول صحیح تھا اس کی تردید نہیں کی، اور مدّت کی تعین کو صاف الفاظ وصریح الفاظ میں بتلایا: ولبثوا فی کھفھم ثلاث مائۃٍ سنین وازدادو تسعاً وجہ یہ ہے کہ قرآن نے اپنے اس اسلوب سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ تعداد کی بحث تو بالکل ہی فضول ہے، اس سے کسی دنیوی یا دینی مسئلہ کا تعلق نہیں، البتہ مدّت دراز تک خلاف عادت انسانی سوتے رہنا اور بغیر غذا کے صحیح تندرست رہنا پھر اتنے عرصہ کے بعد صحت مند اور قوی اٹھ کر بیٹھ جانا ایک نظیر حشر ونشر کی ہے، اس سے مسئلہ قیامت وآخرت پر استدلال ہو سکتا ہے، اس لئے اس کو بصراحت بیان کر دیا۔

قُلِ اللّٰهُ أَعۡلَمُ بِمَا لَبِثُوۡا ۚ لَهُ غَيۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡأَرۡضِ ؕ أَبۡصِرۡ بِهٖ وَأَسۡمِعۡ

کہہ دو کہ جتنی مدت وہ رہے اُسے اللہ ہی خوب جانتا ہے اُسی کو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں (معلوم) ہیں وہ کیا خوب دیکھنے والا اور کیا خوب سننے والا ہے

مَا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشۡرِكُ فِيۡ حُكۡمِهٖۤ أَحَدًا ﴿۲۶﴾

اس کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے

وَاتۡلُ مَآ أُوۡحِيَ إِلَيۡكَ مِنۡ كِتٰبِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ

اور اپنے رب کی کتاب کو جو تمہارے پاس بھیجی جاتی ہے پڑھتے رہا کرو، اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں

وَلَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مُلۡتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ

اور اس کے سوا تم کہیں پناہ بھی نہیں پاؤ گے ۔ اور جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے

رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِيِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ ۚ

اور اُس کی خوشنودی کے طالب ہیں اُن کیساتھ صبر کرتے رہو اور تمہاری نگاہیں ان میں سے (گزر کر اور طرف) نہ دوڑیں

تُرِيۡدُ زِيۡنَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَلَا تُطِعۡ مَنۡ أَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ

کہ تم آرائش زندگانی دنیا کے طلبگار ہو جاؤ، اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی

هَوٰىهُ وَكَانَ أَمۡرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ

پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہنا نہ ماننا۔ اور کہہ دو کہ (لوگو!) یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے

فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ إِنَّآ أَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِيۡنَ نَارًا

برحق ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے۔ ہم نے ظالموں کیلئے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی ہے

أَحَاطَ بِهِمۡ سُرَادِقُهَا ؕ وَإِنۡ يَّسۡتَغِيۡثُوۡا يُغَاثُوۡا بِمَآءٍ

جس کی قناتیں اُن کو گھیر رہی ہوں گی اور اگر فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی داد رسی کی جائے گی

كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

(جو) پگھلے ہوئے تانبے کی طرح (گرم ہوگا اور جو) مونہوں کو بھون ڈالے گا (ان کے پینے کا) پانی بھی بُرا اور آرامگاہ بھی بُری

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾

(اور) جو ایمان لائے اور کام بھی نیک کرتے رہے تو ہم نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے

أُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِى مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا

ایسے لوگوں کیلئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں ان کے (محلوں کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ان کو وہاں سونے کے

مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّإِسْتَبْرَقٍ

کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک دیباج اور اطلس کے سبز کپڑے پہنا کریں گے

مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

(اور تختوں) پر تکیے لگا کر بیٹھا کریں گے (کیا) خوب بدلہ اور (کیا) خوب آرامگاہ ہے

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ

اور ان سے دو شخصوں کا حال بیان کرو جن میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ (عنایت) کئے تھے

وَحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا

اور ان کے گرداگرد کھجوروں کے درخت لگا دیئے تھے اور ان کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی۔ دونوں باغ (کثرت سے)

وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾

پھل لاتے اور اُس (کی پیداوار) میں کسی طرح کی کمی نہ ہوتی اور دونوں میں ہم نے ایک نہر بھی جاری کر رکھی تھی

وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ

اور (اس طرح) اس (شخص) کو (ان کی) پیداوار (ملتی رہتی) تھی تو (ایک دن) جب کہ وہ اپنے دوست سے باتیں کر رہا تھا

أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾
کہنے لگا کہ میں تم سے مال و دولت میں بھی زیادہ ہوں اور جتھے (اور جماعت) کے لحاظ سے بھی زیادہ عزت والا ہوں
وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَآ أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا ﴿۳۵﴾
اور اپنے حق میں ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا کہنے لگا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہو
وَمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا
اور نہ یہ خیال کرتا ہوں کہ قیامت برپا ہو اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو ضرور اس سے اچھی جگہ پاؤں گا
﴿۳۶﴾ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ
تو اس کا دوست جو اس سے گفتگو کر رہا تھا کہنے لگا کہ کیا تم اُس (اللہ) سے کفر کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا
ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لَّٰكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَآ أُشْرِكُ
پھر نطفے سے پھر تمہیں پورا مرد بنایا۔ مگر میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کیساتھ کسی کو شریک
بِرَبِّي أَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا
نہیں کرتا۔ اور (بھلا) جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے (ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ) کیوں نہ کہا؟
بِاللَّهِ إِن تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُؤْتِيَنِ خَيْرًا
اگر تم مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کمتر دیکھتے ہو ۔ تو عجب نہیں کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے
مِّن جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾
بہتر عطا فرمائے اور اس (تمہارے باغ) پر آسمان سے آفت بھیج دے تو وہ صاف میدان ہو جائے
أَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ
یا اس کا پانی گہرا ہو جائے تو پھر تم اُسے نہ لا سکو ۔اور اُس کے میووں کو عذاب نے آ گھیرا

فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ أَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا

اور وہ اپنی چھتریوں پر گر کر رہ گیا تو جو مال اُس نے اُس پر خرچ کیا تھا اُس پر (حسرت سے) ہاتھ ملنے لگا

وَيَقُوْلُ يَا لَيْتَنِيْ لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّيْ أَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهُ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهُ

اور کہنے لگا کہ کاش میں اپنے رب کیساتھ کسی کو شریک نہ بناتا۔(اس وقت) اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مددگار نہ ہوئی

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ

اور نہ وہ بدلہ لے سکا ۔ یہاں (سے ثابت ہوا کہ) حکومت سب اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اُسی کا صلہ بہتر

هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور (اُسی کا) بدلہ اچھا ہے ۔ اور ان سے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کرو (وہ ایسی ہے) جیسے

كَمَآءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيْمًا

پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا تو اُس کیساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی پھر وہ چُورا چُورا ہو گئی

تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾

کہ ہوائیں اسے اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ تو ہرچیز پر قدرت رکھتا ہے

الْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ

مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں

رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ أَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ

وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے رب کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں ۔اور جس دن ہم پہاڑوں کو

وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ﴿۴۷﴾

چلائیں گے اور تم زمین کو صاف میدان دیکھو گے اور ان (لوگوں کو) ہم جمع کر لیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے

وَعُرِضُوا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَّقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ أَوَّلَ

اورسب تمہارے رب کے سامنے صف باندھ کرلائے جائیں گے جس طرح ہم نے تم کوپہلی بار پیدا کیا تھا

مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى

تم ہمارے سامنے آئےلیکن تم نے یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے لئے کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا۔اور کتاب رکھی جائے گی

الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ

توتم گنہگاروں کودیکھو گے کہ جو کچھ اس میں ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے کہ ہائے بربادی! یہ کیسی کتاب ہے

لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ

کہ نہ چھوٹی بات کوچھوڑتی ہے اور نہ بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر اُسے لکھ رکھا ہے اور جو عمل کئے ہوں گے سب کوحاضر

وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ احَدًا ﴿۴۹﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

پائیں گے اور تمہارارب کسی پرظلم نہیں کرے گا۔اور جب ہم نے فرشتوں کوحکم دیا کہ آدم کوسجدہ کروتو سب نے سجدہ کیا

فَسَجَدُوْٓا إِلَّآ إِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهٖ ۭ أَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ

مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے باہر ہوگیا، کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو

وَذُرِّيَّتَهٗ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾

حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں (اور شیطان کی دوستی) ظالموں کیلئے (اللہ کی دوستی کا) بُرا بدل ہے۔[7]

---

[7] اس ایت کریمہ سے صاف ثابت ہوا کہ ابلیس (بڑا شیطان) جنات میں سے تھا۔پیر محمد کرم شاہ بھیروی لکھتے ہیں: ان الفاظ سے یہ بتادیا کہ ابلیس فرشتہ نہیں تھا بلکہ جن تھا۔(ضیاء القرآن:۳/۳۴ حاشیہ:۷۵)

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خلقت الملائكة من نور و خلق ابليس من مارج من نار السموم و خلق ادم عليه السلام مماقدوصف لكم ۔یعنی فرشتوں کونور سے پیدا کیا ہے اور ابلیس کو

جھلسانے والی آگ کے سیاہی مائل تیز شعلے سے پیدا کیا گیا ہے اور آدم علیہ السلام کو اس (مٹی) سے پیدا کیا گیا ہے جس کی حالت تمہارے سامنے بیان کر دی گئی ہے کتاب التوحید لابن مندہ:۱/۲۰۸، ح:۴۷،وھو صحیح لحدیث مسلم:۲۹۹۶،۲۹۵۵ مشہور تابعی حسن بصریؒ نے فرمایا: **ماکان ابلیس من الملائکة طرفة عین قط وانه لاصل الجن کماان آدم علیه السلام اصل الانس** ۔ابلیس کبھی بھی فرشتوں میں سے نہیں تھا جس طرح آدم علیہ السلام انسانوں کی اصل (ابتدا) ہیں۔اسی طرح ابلیس جنوں کی اصل (ابتدا) ہے تفسیر طبری: ۱/۱۷۹، ۱۵/۱۷۰، وصححه ابن کثیر فی تفسیره: ۴/۲۲۲، الکهف: ۵۰، کتاب العظمة لابی الشیخ: ۵/۱۶۸۱، ح: ۱۱۲۹، وسنده صحیح۔

اس تحقیق کے مقابلے میں مندرج ذیل علماء کے نزدیک ابلیس ملائکہ (فرشتوں) میں سے تھا۔سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: **کان ابلیس اسمه عزازیل وکان من اشرف الملائکة من ذوی الاربعة الاجنحة ثم ابلس بعد**: ابلیس کا نام عزازیل تھا وہ چار پروں والے بلندرتبہ ملائکہ (فرشتوں) میں سے تھا پھر اس کے بعد وہ ابلیس (شیطان) بن گیا۔تفسیر ابن ابی حاتم:۱/۸۴ ح:۳۶۱، وسندہ صحیح۔

۲۔ قتادہ تابعیؒ نے فرمایا: ابلیس ملائکہ (فرشتوں) کے اس قبیلے میں سے تھا جسے جن کہتے ہیں۔تفسیر عبدالرزاق: ۱۶۸۷، وسندہ صحیح تفسیر طبری:۱/۱۷۸،۱۷۹،۱۵/۱۷۰، وسندہ صحیح۔

۳۔ ابن مسعودؓ و دیگر صحابہ کرام سے روایت ہے کہ **جعل ابلیس علی ملک سماء الدنیا وکان من قبیلة من الملائکة یقال لهم الجن وانماسمواالجن لانهم خزان الجنة وکان ابلیس مع ملکه خازنا** ۔ابلیس کو آسمان دنیا کی بادشاہی پر مقرر کیا گیا اور وہ فرشتوں کے ایک قبیلے میں سے تھا۔جنھیں جن کہتے ہیں اور انہیں اس لئے جن کہا گیا ہے کہ وہ جنت کے خزانچی ہیں اور ابلیس اپنی بادشاہت کے ساتھ خزانچی بھی تھا۔تفسیر ابن جریر الطبری: ۱/۱۷۸، وسنده حسن ،اثبات بن نصر حسن الحدیث۔

اگر سلف صالحین کے درمیان اختلاف ہو جائے تو کتاب وسنت اور راجح کو ترجیح ہوگی۔اس مسئلے میں راجح یہی ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے نہیں بلکہ جنوں میں سے ہے۔ترجیح کی چند دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) قرآن مجید میں صاف لکھا ہوا ہے کہ ابلیس جنوں میں سے تھا۔

(۲) حدیث صحیح میں ابلیس کی پیدائش آگ سے بیان کی گئی ہے۔

(۳) فرشتوں کی اولاد (نسل) نہیں ہوتی جبکہ ابلیس کی اولاد ہے۔سورۃ الکہف:۵۰۔

(۴) فرشتے ملائک ہونے کی صورت میں اللہ تعالی کی نافرمانی نہیں کرتے جبکہ ابلیس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

(۵) جوعلماء یہ کہتے ہیں کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھاان کے پاس کوئی صریح دلیل نہیں ہے بلکہ ان کاقول اہل کتاب (اسرائیلیات) سے ماخوذ ہے۔ابوالحسن الرمانی نے اپنی تفسیر ''الجامع لعلم القرآن'':۲۶،میں لکھاہے کہ: ان ابلیس لم یکن من الملائکة باشیاء ،منها:قوله تعالی''لایعصون الله ماامرهم ویفعلون مایؤمرون (التحریم:٦) .فنفی عنهم المعصیة نفیاعاما،و الثانی: انه قال ''الاابلیس کان من الجن ''ومتی اطلق لفظ الجن لم یجز ان یعنی به الا الجنس المعروف المبائن لجنس الانس و الملائکة ،و الثالث: ان ابلیس له نسل وذریة ،و الرابع:قوله تعالی: جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلاً أُولِيْ أَجْنِحَةٍ مَّثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ يَزِيْدُ فِيْ الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱﴾ (فاطر)۔فعمهابالوصف بالرسالة،ولایجوزعلی رسل الله ان یکفروا اویفسقوا کا لرسل من البشر.

اس تحقیق کے بعد بین الاقوامی شہرت یافتہ مکتبہ دارالسلام کی مطبوعہ کتاب ''اسلام پر۴۰،اعتراضات'' کے عقلی ونقلی جواب پڑھنے کاموقع ملاجس میں ڈاکٹر ذاکرعبدالکریم نائیک نے منکرین اسلام کےسوالات اوراعتراضات کے جواب دئے ہیں۔بحثیت مجموعی یہ انتہائی بہترین اورمدلل کتاب ہے۔اس کتاب سے ابلیس کے بارے میں سوال وجواب بشکریہ مکتبہ دارالسلام پیش خدمت ہے۔ڈاکٹرعبدالکریم نائیک سے پوچھا گیا۔قران مجید میں متعددمقامات پرکہاگیاہے کہ ابلیس ایک فرشتہ تھالیکن سورۃ کہف میں فرمایاگیاہے کہ ابلیس ایک جن تھاکیایہ بات قران مجید میں تضادکوظاہرنہیں کرتے؟توڈاکٹرصاحب نے جواب دیا!

قران کریم میں مختلف مقامات پرآدم وابلیس کاقصہ بیان کیاگیاہے سورۃ بقرہ میں اللہ تعالی فرماتاہے :واذقلناللملائکة اسجدوا لادم فسجدواالاابلیس ، ہم نےفرشتوں سے کہا کہ آدم کوسجدہ کروسوان سب نے سجدہ کیاسوائے ابلیس کے۔البقرہ:۳۴۔اس بات کاتذکرہ حسب ذیل آیات میں بھی کیاگیاہے۔

(۱)اعراف:۱۱۔(۲)حجر:۲۷،۳۱۔(۳)الاسراء:۶۱۔(۴)طٰہٰ:۱۱۶۔(۵)ص:۷۱،۷۴۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهٖ ﴿۵۰﴾ ئیں گے اور جب ہم نےفرشتوں کوحکم دیاکہ آدم کوسجدہ کروتوسب نےسجدہ کیامگرابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھاتو=

مَآ أَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنفُسِهِمْ

میں نے اُن کو نہ تو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کے وقت بلایا تھا اور نہ خود اُن کے پیدا کرنے کے وقت

وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَآئِيَ

اور میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا۔ اور جس دن اللہ فرمائے گا کہ (اب) میرے شریکوں کو

=اپنے رب کے حکم سے باہر ہوگیا۔ پس اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔

سورۃ البقرہ کے مذکورہ بالا ایت کے پہلے حصے سے ہمیں یہ تاثر ملتا ہے کہ ابلیس ایک فرشتہ تھا قران کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔عربی گرائمر میں ایک کلیہ تغلیب کے نام سے معروف ہے جس کے مطابق اگر اکثریت سے خطاب کیا جارہا ہو تو اقلیت بھی خود بخود اس میں شامل ہوتی ہے مثلا میں ۱۰۰، طالب علموں پر ایک مشتمل ایک ہی کلاس سے خطاب کرر ہا ہوں جس میں لڑکوں کے تعد ۹۹، ہے اور لڑکی صرف ایک ہے اور میں عربی زبان میں یہ کہتا ہوں کہ سب لڑکے کھڑے ہو جائیں تو اس کا اطلاق لڑکی پر بھی ہوگا۔ مجھے الگ طور پر اس سے مخاطب ہونے کی ضرورت نہیں ہوگی۔اسی طرح قران کریم کے مطابق جب اللہ تعالی نے فرشتوں سے خطاب کیا تو ابلیس بھی وہاں موجود تھا تاہم اس امر کی ضرورت نہیں تھی کہ اس کا ذکر الگ سے کیا جاتا، لہذا سورۃ بقرہ اور دیگر سورتوں کی عبارت کے مطابق ابلیس فرشتہ ہو یا نہ ہو لیکن ۱۸، ویں سورۃ الکہف کی پچاسویں ایت کے مطابق ابلیس ایک جن تھا قران کریم میں کہیں یہ نہیں کہا گیا کہ ابلیس ایک فرشتہ تھا۔سو قران کریم میں اس حوالے سے کوئی تضاد نہیں۔

اس سلسلے میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ جنوں کو ارادہ و اختیار دیا گیا ہے اور وہ چاہیں تو اطاعت سے انکار بھی کر سکتے ہیں لیکن فرشتوں کو ارادہ و اختیار نہیں دیا گیا اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالاتے ہیں، لہٰذا اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی کر سکتا ہے، اس حقیقت سے اس بات کی مزید تائید ہوتی ہے کہ ابلیس ایک جن تھا، فرشتہ نہیں تھا۔

الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾

جن کی نسبت تم گمان رکھتے تھے بلاؤ تو وہ اُن کو بلائیں گے مگر وہ اُن کو کچھ جواب نہ دیں گے اور ہم اُن کے بیچ میں ایک ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے

وَرَاَى الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا

اور گنہگار لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں اور اس سے بچنے کا کوئی رستہ نہ پائیں گے

﴿۵۳﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ

اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں (کے سمجھانے) کیلئے طرح طرح کی مثالیں بیان فرمائی ہیں

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَ

لیکن انسان سب چیزوں سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ اور لوگوں کے پاس جب ہدایت آ گئی تو ان کو کس چیز نے منع کیا

هُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ

کہ ایمان لائیں اور اپنے رب سے بخشش مانگیں بجز اس کے کہ (اس بات کے منتظر ہوں کہ)

سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾

انہیں بھی پہلوں کا سا معاملہ پیش آئے یا اُن پر عذاب سامنے موجود ہو

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ

اور ہم جو پیغمبروں کو بھیجا کرتے ہیں تو صرف اس لئے کہ (لوگوں کو اللہ کی نعمتوں کی) خوشخبریاں سنائیں اور (عذاب سے) ڈرائیں

وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ

اور جو کافر ہیں وہ باطل (کی سند) سے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو پھسلا دیں اور انہوں نے ہماری آیتوں کو

وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ

اور جس چیز سے ان کو ڈرایا جاتا ہے ہنسی بنا لیا، اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کو اس کے رب کے کلام سے سمجھایا گیا

بِـاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَأَعۡرَضَ عَنۡهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتۡ يَدَاهُ ؕ إِنَّـا جَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ

تو اُس نے اس سے منہ پھیر لیا اور جو اعمال وہ آگے کر چکا اُس کو بھول گیا، ہم نے ان کے دلوں پر

أَكِنَّةً أَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَفِيۡٓ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا ؕ وَإِنۡ تَدۡعُهُمۡ إِلَى الۡهُدٰى فَلَنۡ يَّهۡتَدُوۡٓا

پردے ڈال دیئے کہ اُسے سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں بوجھ (پیدا کر دیا ہے کہ سن نہ سکیں) اور اگر تم ان کو رستے کی طرف بلاؤ

إِذًا أَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الۡغَفُوۡرُ ذُو الرَّحۡمَةِ ؕ لَوۡ يُؤَاخِذُهُمۡ بِمَا كَسَبُوۡا

تو کبھی رستے پر نہ آئیں گے۔ اور تمہارا رب بخشنے والا رحمت والا ہے اگر وہ ان کے کرتوتوں پر ان کو پکڑنے لگے

لَعَجَّلَ لَهُمُ الۡعَذَابَ ؕ بَلۡ لَّهُمۡ مَّوۡعِدٌ لَّنۡ يَّجِدُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖ مَوۡئِلًا ﴿۵۸﴾

تو ان پر جھٹ عذاب بھیج دے مگر ان کیلئے ایک وقت (مقرر کر رکھا) ہے کہ اُس کے عذاب سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے

وَتِلۡكَ الۡقُرٰىٓ أَهۡلَكۡنٰهُمۡ لَمَّا ظَلَمُوۡا وَجَعَلۡنَا لِمَهۡلِكِهِمۡ مَّوۡعِدًا ﴿۵۹﴾

اور یہ بستیاں جب انہوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو تباہ کر دیا اور ان کی تباہی کیلئے ایک وقت مقرر کر دیا تھا

وَإِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِفَتٰهُ لَآ أَبۡرَحُ حَتّٰىٓ أَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَيۡنِ أَوۡ أَمۡضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

اور جب موسیٰ نے اپنے شاگرد سے کہا کہ جب تک میں دو دریاؤں کے سنگھم نہ پہنچ جاؤں ہٹنے کا نہیں خواہ برسوں چلتا رہوں [8]

---

[8] اس واقعہ میں موسیٰ سے مراد مشہور پیغمبر موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں، نوف بکالی نے جو دوسرے کسی موسیٰ کی طرف اس واقعہ کو منسوب کیا ہے صحیح بخاری میں ابن عباسؓ کی طرف سے اس پر سخت رد منقول ہے۔ اور فتیٰ کے لفظی معنی نوجوان کے ہیں جب یہ لفظ کسی خاص شخص کی طرف منسوب کر کے استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا خادم مراد ہوتا ہے، کیونکہ خدمت گار اکثر قوی جوان دیکھ کر رکھا جاتا ہے جو ہر کام انجام دے سکے۔

اور نوکر و خادم کو جوان کے نام سے پکارنا اسلام کا حسن ادب ہے کہ نوکروں کو بھی غلام یا نوکر کہہ کر خطاب نہ کرو بلکہ اچھے لقب سے پکارو۔ اس جگہ فتیٰ کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے اس لئے مراد ہے موسیٰ علیہ السلام کے خادم۔ اور، روایات حدیث میں ہے کہ یہ خادم یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف علیہ السلام تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے

بھانجے تھے۔مگراس میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا صحیح روایت سے اس کا نام یوشع بن نون ہونا تو ثابت ہے باقی اوصاف وحالات کا ثبوت نہیں (قرطبی)۔

مجمع البحرین کے لفظی معنی ہر وہ جگہ ہے جہاں دو دریا ملتے ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے مواقع دنیا میں بے شمار ہیں اس جگہ مجمع البحرین سے کونسی جگہ مراد ہے؟ چونکہ قران وحدیث میں اس کو معین طور پر نہیں بتلایا اس لئے اثار وقرائن کے اعتبار سے مفسرین کے اقوال اس میں مختلف ہیں۔قتادہؒ نے فرمایا کہ بحیرہ فارس وروم کی ملنے کی جگہ مراد ہے۔ابن عطیہؒ نے از ربائیجان کے قریب ایک جگہ کو کہا ہے بعض نے بحراردن اور بحرقلزم کے ملنے کی جگہ بتلائی ہے بعض نے کہا یہ مقام طنجہ میں واقع ہے۔

ابی بن کعبؓ سے منقول ہے کہ یہ افریقہ میں ہے۔سدی نے ارمینیہ میں بتلایا ہے بعض نے بحراندلس جہاں بحرمحیط سے ملتا ہے وہ موقع بتلایا ہے واللہ اعلم۔

بہرحال:اتنی بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے موسٰی علیہ السلام کو یہ مقام معین کر کے بتلا دیا تھا۔جس کی طرف ان کا سفر واقع ہوا ہے۔(قرطبی)۔

اس واقعہ کی تفصیل صحیح بخاری، ومسلم تفسیر سورۂ کہف :۱۱۲/۶، میں بروایت ابی بن کعبؓ اس طرح آئی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ موسٰی علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟ موسٰی علیہ السلام کے علم میں اپنے سے زیادہ علم والا کوئی نہیں تھا اس لئے فرمایا کہ میں سب سے زیادہ "علم والا" ہوں،اللہ تعالی اپنے مقرب بارگاہ انبیاء کو خاص تربیت دیتے ہیں اس لئے یہ بات پسند نہ آئی، بلکہ ادب کا مقتضی یہ تھا کہ اس کو اللہ کے علم کے حوالے کرتے یعنی یہ کہہ دیتے کہ اللہ تعالی ہی جانتے ہیں، کہ ساری مخلوق میں اعلم کون ہے؟ موسٰی علیہ السلام کی اس جواب پر اللہ تعالی کا عتاب ہوا۔موسٰی علیہ السلام پر وحی آئی کہ ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین پر ہے وہ آپ سے زیادہ اعلم ہے۔موسٰی علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا تو اللہ تعالی سے درخواست کی کہ جب وہ مجھ سے زیادہ اعلم ہے تو مجھے ان سے استفادہ کے لئے سفر کرنا چاہئے اس لئے عرض کیا یا اللہ مجھے ان کا پتہ نشان بتلا دیا جائے اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایک مچھلی اپنی زنبیل میں رکھ لو اور مجمع البحرین کی طرف سفر کرلو،جس جگہ پہنچ کر یہ مچھلی گم ہو جائے بس وہی جگہ ہماری اس بندے کے ملنے کی ہے موسٰی علیہ السلام نے حکم کے مطابق ایک مچھلی زنبیل میں رکھ لی اور چل دئے۔ان کے ساتھ ان کے خادم یوشع بن نون بھی تھے ۔دوران سفر ایک پتھر کے پاس پہنچ کر اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے یہاں اچانک یہ مچھلی حرکت میں آ گئی اور زنبیل سے نکل کر دریا میں چلی گئی اور مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلے جانے کے ساتھ ایک دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ جس راستہ سے مچھلی دریا میں گئی اللہ تعالی نے وہاں پانی کا جریان روک دیا۔اور اس جگہ پانی کے اندر ایک سرنگ جیسی ہو گئی، یوشع بن نون اس عجیب واقعہ کو دیکھ رہے تھے موسٰی علیہ السلام

سو گئے تھے جب بیدار ہوئے تو یوشع بن نون مچھلی کا یہ عجیب معاملہ موسٰی علیہ السلام سے بتلانا بھول گئے اور اس جگہ سے پھر روانہ ہو گئے، پورے ایک دن ایک رات کا مزید سفر کیا جب دوسرے روز کی صبح ہوئی تو موسٰی علیہ السلام نے اپنی رفیق سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ کیونکہ اس سفر سے کافی تکان ہو چکا ہے۔

رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ بقضائے الٰہی موسٰی علیہ السلام کو اس سے پہلے تکان بھی محسوس نہیں ہوا یہاں تک کہ جس جگہ پہونچنا تھا اس سے آگے نکل آئے جب موسٰی علیہ السلام نے ناشتہ طلب کیا تو یوشع بن نون کو مچھلی کا واقعہ یاد آیا اور اپنی بھول جانے کا عذر کیا، کہ شیطان نے مجھے بھلا دیا تھا کہ اس وقت آپ کو اس واقعہ کی اطلاع نہ کی اور پھر بتلایا کہ وہ مردہ مچھلی تو زندہ ہو کر دریا میں ایک عجیب طریقہ سے چلی گئی اس پر موسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہی تو ہمارا مقصد تھا (یعنی منزل مقصود وہی تھی جہاں مچھلی زندہ ہو کر گم ہو جائے)۔

چنانچہ اسی وقت واپس روانہ ہو گئے اور ٹھیک اسی راستہ سے لوٹے جس پر پہلے چلے تھے۔ تاکہ وہ جگہ مل جائے اب جو یہاں اس پتھر کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ اس پتھر کے پاس ایک شخص سر سے پاؤں تک چادر تانے ہوئے لیٹا ہے موسٰی علیہ السلام نے اسی حال میں سلام کیا تو خضر علیہ السلام نے کہاں کہ اس غیر آباد جنگل میں سلام کہاں سے آ گیا اس پر موسٰی علیہ السلام نے کہا کہ میں موسٰی ہوں تو خضر علیہ السلام نے سوال کیا کہ موسٰی بنی سرائیل؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں موسٰی بنی اسرائیل ہوں۔ اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ خاص علم سکھلا دیں جو اللہ نے آپ کو دیا ہے۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے اے موسٰی، میرے پاس ایک علم ہے جو اللہ نے مجھے دیا ہے۔ وہ آپ کے پاس نہیں اور ایک علم آپ کو دیا ہے جو میں نہیں جانتا۔ موسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں کسی کام میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ میرے ساتھ چلنے ہی کو تیار ہیں تو کسی معاملہ کے متعلق مجھ سے کچھ پوچھنا نہیں جب تک کہ میں خود آپ کو اس کی حقیقت نہ بتلاؤں۔ یہ کہہ کر دونوں دریا کے کنارے کنارے چلنے لگے اتفاقاً ایک کشتی آ گئی تو کشتی والوں سے کشتی پر سوار ہونے کی بات چیت کی ان لوگوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور ان سب لوگوں کو بغیر کسی کرایہ اور اجرت کے کشتی میں سوار کر لیا۔ کشتی میں سوار ہوتے ہی خضر علیہ السلام نے ایک کلہاڑی کے ذریعہ کشتی کا ایک تختہ نکال ڈالا۔ موسٰی علیہ السلام سے نہ رہا گیا کہنے لگے کہ ان لوگوں نے بغیر کسی معاوضہ کے ہمیں کشتی میں سوار کر لیا آپ نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ ان کی کشتی توڑ ڈالی کہ یہ سب غرق ہو جائیں یہ تو آپ نے بہت برا کام کیا۔

خضر علیہ السلام نے کہا کہ میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے، اس پر موسٰی علیہ السلام نے عذر کیا کہ میں اپنا وعدہ بھول گیا تھا، اس بھول پر آپ سخت گیری نہ کریں، رسول اللہ ﷺ نے یہ واقعہ نقل کر کے فرمایا کہ موسٰی =

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا

جب ان کے ملنے کے مقام پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے تو اُس نے دریا میں سرنگ کی طرح اپنا رستہ بنا لیا

﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا

جب آگے چلے تو (موسیٰ نے) اپنے شاگرد سے کہا کہ ہمارے لئے کھانا لاؤ اس سفر سے ہمیں بہت تھکان ہو گئی ہے

=علیہ السلام کا پہلا اعتراض خضر علیہ السلام پر بھول سے ہوا تھا اور دوسرا بطور شرط کے اور تیسرا قصداً (اسی اثنا میں) ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر اس نے دریا میں سے ایک چونچ بھر پانی لیا خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے کہا کہ میرا علم اور آپ کا علم دونوں مل کر بھی اللہ کے علم کے مقابلہ میں اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتی جتنی اس چڑیا کی چونچ کے پانی کو اس سمندر کے ساتھ ہے۔

پھر کشتی سے اُتر کر دریا کے ساحل پر چلنے لگے، اچانک خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ دوسرے لڑکوں میں کھیل رہا ہے، خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اس لڑکے کا سر اس کے بدن سے الگ کر دیا، لڑکا مر گیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے ایک معصوم جان کو بغیر کسی جرم کے قتل کر دیا، یہ تو آپ نے بڑا ہی گناہ کیا، خضر علیہ السلام نے کہا کہ میں نے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے، موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ معاملہ پہلے سے زیادہ سخت ہے، اس لئے کہا کہ اگر اس کے بعد میں نے آپ سے کوئی بات پوچھی تو آپ مجھے اپنے ساتھ سے الگ کر دیجئے آپ میری طرف سے عذر کی حد پر پہنچ چکے ہیں۔

اس کے بعد پھر چلنا شروع کیا، یہاں تک کہ ایک گاؤں پر گذر ہوا، انہوں نے گاؤں والوں سے درخواست کی کہ ہمیں اپنے یہاں مہمان رکھ لیجئے، انہوں نے انکار کر دیا، اس بستی میں ان لوگوں نے ایک دیوار کو دیکھا کہ گرا چاہتی ہے، خضر علیہ السلام نے اس کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کھڑا کر دیا، موسیٰ علیہ السلام نے تعجب سے کہا کہ ہم نے ان لوگوں سے مہمانی چاہی تو انہوں نے انکار کر دیا، آپ نے اتنا بڑا کام کر دیا، اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت ان سے لے سکتے تھے، خضر علیہ السلام نے کہا کہ: **هذا فراق بيني وبينك** (یعنی اب شرط پوری ہو چکی، اس لئے ہماری اور آپ کی مفارقت کا وقت آ گیا ہے)۔

اس کے بعد خضر علیہ السلام نے تینوں واقعات کی حقیقت موسیٰ علیہ السلام کو بتلا کر کہا: **ذالک تأويل مالم تسطع عليه صبراً**: یعنی یہ ہے حقیقت ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہیں ہو سکا،، رسول اللہ ﷺ نے یہ پورا واقعہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور کچھ صبر کر لیتے تو ان دونوں کی اور کچھ خبریں معلوم ہو جاتیں (انتہیٰ)۔

﴿۶۳﴾ قَالَ أَرَءَيْتَ إِذْ أَوَيْنَآ إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ

(اس نے) کہا کہ بھلا آپ نے دیکھا کہ جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا تو میں مچھلی وہیں بھول گیا

وَمَآ أَنْسَانِيْهُ إِلَّا الشَّيْطٰنُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿۶۳﴾

اور مجھے (آپ سے) اس کا ذکر کرنا شیطان نے بھلا دیا اور اُس نے عجب طرح سے دریا میں اپنا رستہ لیا

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾

(موسیٰ نے) کہا یہ تو (وہ مقام) ہے جسے ہم تلاش کرتے تھے تو وہ اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا

(وہاں) انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ دیکھا جس کو ہم نے اپنے ہاں سے رحمت (یعنی نبوت)

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهُ مُوْسٰى هَلْ أَتَّبِعُكَ

دی تھی اور اپنے پاس سے علم بخشا تھا ۔موسیٰ نے اُن سے کہا کہ جو علم (اللہ کی طرف [9]

---

[9] قرآن کریم میں اگرچہ صاحب واقعہ کا نام مذکورنہیں بلکہ عبدامن عبادنا کہا گیا مگر صحیح بخاری کی حدیث میں ان کا نام خضر علیہ السلام بتلایا گیا ہے،خضر کے لفظی معنی ہرے بھرے کے ہیں،ان کا نام خضر ہونے کی وجہ عام مفسرین نے یہ بتلائی ہے کہ یہ جس جگہ بیٹھ جاتے تو کیسی ہی زمین ہو وہاں گھاس اُگ جاتی،اور زمین سرسبز ہو جاتی تھی،قرآن کریم نے یہ بھی واضح نہیں کیا کہ خضر علیہ السلام کوئی پیغمبر تھے یا اولیاء اللہ میں سے کوئی فرد تھے ۔لیکن جمہور علماء کے نزدیک ان کا نبی ہونا خودقران کریم میں ذکر کئے ہوئے واقعات سے ثابت ہے کیونکہ خضر علیہ السلام سے اس سفر میں جتنے واقعات ثابت ہیں ان میں سے بعض تو قطعی طور پر خلاف شرع ہیں اور حکم شریعت سے کوئی استثنا بجز وحی الٰہی کے ہو نہیں سکتا جو نبی اور پیغمبر ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

ولی کو بھی کشف یا الہام سے کچھ چیزیں معلوم ہوسکتی ہیں مگر وہ کوئی حجت نہیں ہوتی ان کی بناء پر ظاہر شریعت کے کسی حکم کو بدلا نہیں جاسکتا۔اس لئے یہ متعین ہوجاتا ہے کہ خضر علیہ السلام،اللہ کے نبی اور پیغمبر تھے۔ان کو بذریعہ وحی=

عَلٰٓى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ إِنَّكَ لَنْ

سے) آپ کو سکھایا گیا ہے اگر آپ اس میں سے مجھے کچھ بھلائی (کی باتیں) سکھائیں تو میں آپ کیساتھ رہوں

تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾

کہ تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کرسکو گے ۔ اور جس بات کی تمہیں خبر ہی نہیں اس پر صبر بھی کیونکر کر سکتے ہو

قَالَ سَتَجِدُنِيٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَإِنِ

(موسیٰ نے) کہا اگراللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کے ارشاد کے خلاف نہیں کروں گا۔کہا

اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْئَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾

کہ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو (شرط یہ ہے) مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر تم سے نہ کروں

=الٰہی بعض خاص احکام وہ دیئے گئے تھے جو ظاہراً شریعت کے خلاف تھے، انہوں نے جو کچھ کیا۔اس استثنائی حکم کے ماتحت کیا خود ان کی طرف سے اس کا اظہار بھی قرآن کے اس جملے میں ہو گیا و مافعلته عن امری یعنی میں نے جو کچھ کیا اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ امر الٰہی سے کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور امت کے نزدیک خضر علیہ السلام بھی ایک نبی اور پیغمبر ہے مگر ان کی کچھ تکوینی خدمتیں من جانب اللہ سپرد کی گئی تھیں۔انہی کا علم دیا گیا تھا اور موسٰی علیہ السلام کو اس کی اطلاع نہ تھی اس لئے اس پر اعتراض کیا۔ تفسیر قرطبی، بحر محیط، ابو حیان اور اکثر تفاسیر میں یہ مضمون بعنوانات مختلفہ مذکور ہے۔یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ بہت سے جاہل غلط کار تصوف کو بدنام کرنے والے صوفی جو کہنے لگے کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور ہے بہت سی چیزیں شریعت میں حرام ہوتی ہے مگر طریقت میں جائز ہیں اس لئے کسی ولی کو صریح گناہ کبیرہ میں مبتلا دیکھ کر بھی اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا یہ کھلا ہوا زندقہ اور باطل ہے۔

خضر علیہ السلام پر کسی دنیا کے ولی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نہ ظاہر شریعت کے خلاف اس کے کسی فعل کو جائز کہا جا سکتا ہے۔

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓی إِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ

تو دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو (خضر نے) کشتی کو پھاڑ ڈالا۔ (موسیٰ نے) کہا کہ کیا

أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا إِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ أَلَمْ

آپ نے اس کو اس لئے پھاڑا ہے کہ سواروں کو غرق کر دیں؟ یہ تو آپ نے بڑی (عجیب) بات کی۔ (خضر نے) کہا

أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ

کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کرسکو گے؟ (موسیٰ نے) کہا کہ جو بھول مجھ سے ہوئی اس پر مواخذہ نہ کیجئے

وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ أَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓی إِذَا لَقِیَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ

اور میرے معاملے میں مجھ پر مشکل نہ ڈالئے۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ (رستے میں) ایک لڑکا ملا تو (خضر نے) اسے مار ڈالا

قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةً بِغَیْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

(موسیٰ نے) کہا کہ آپ نے ایک بے گناہ شخص کو (ناحق) بغیر قصاص کے مار ڈالا (یہ تو) آپ نے بُری بات کی[10]

---

[10] ابن ابی شیبہ نے ۵۷۸/۱۷[محقق] میں ابن عباسؓ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ نجدہ حروری (خارجی) نے ابن عباسؓ کو خط لکھا کہ خضر علیہ السلام نے لڑکے نابالغ کو کیسے قتل کر دیا؟ جبکہ نبی کریم ﷺ نے نابالغ کو قتل کرنے سے منع فرمایا ابن عباسؓ نے جواب میں لکھا کہ اگر کسی بچے کے متعلق تمہیں وہ علم حاصل ہوجائے جو موسیٰ علیہ السلام کے عالم یعنی خضر علیہ السلام کو حاصل ہوا تھا تو تمہارے لئے بھی نابالغ کا قتل جائز ہوجائے گا۔

مطلب یہ تھا کہ خضر علیہ السلام کو تو بذریعہ وحی نبوت اس کا علم ہوا تھا وہ اب کسی کو نہیں ہوسکتا کیونکہ نبوت ختم ہوچکی ہے آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ جس کو بذریعہ وحی اس قسم کے واقعات کے متعلق کسی حکم الٰہی سے کسی خاص شخص کو مستثنیٰ کرنے کا علم ہو سکے۔

اس واقعہ سے بھی یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ کسی شخص کو کسی حکم شرعی سے مستثنیٰ قرار دینے کا نبی، صاحب وحی، کے سوا کسی کو حق نہیں۔

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾

(خضر نے) کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے؟

قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ

انہوں نے کہا کہ اگر میں اس کے بعد (پھر) کوئی بات پوچھوں (یعنی اعتراض کروں) تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے گا

عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰى إِذَآ أَتَيَآ أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا

کہ آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ گئے۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے اور ان سے کھانا طلب کیا

فَأَبَوْآ أَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ أَنْ يَّنْقَضَّ

انہوں نے ان کی ضیافت کرنے سے انکار کر دیا پھر انہوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو (جھک کر) گرا چاہتی تھی

فَأَقَامَهُ ۖ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ﴿۷۷﴾

خضر نے اس کو سیدھا کر دیا موسیٰ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو ان سے (اس کا) معاوضہ لیتے (تا کہ کھانے کا کام چلتا)

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا

خضر نے کہا کہ اب مجھ میں اور تجھ میں علیحدگی آپہنچی (مگر) جن باتوں پر تم صبر نہ کر سکے میں تمہیں ان کا حال بتائے دیتا ہوں

﴿۷۸﴾ أَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ

(کہ وہ جو) کشتی (تھی) غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں محنت (کر کے یعنی کشتیاں چلا کر گزارہ) کرتے تھے

فَأَرَدْتُّ أَنْ أَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

اور ان کے سامنے (کی طرف) ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک (صحیح سالم) کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا

وَأَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ

تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں (تا کہ وہ اسے غصب نہ کر سکے) اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ دونوں مومن تھے

فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾

ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (بڑا ہو کر جو بدکردار ہوگا کہیں) ان کو سرکشی اور کفر میں نہ پھنسا دے۔

فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

تو ہم نے چاہا کہ ان کا پروردگار اس کی جگہ ان کو اور (بچہ) عطا فرمائے جو پاک اور محبت میں زیادہ قریب ہو

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا

اور وہ جو دیوار تھی سو وہ یتیم لڑکوں کی تھی (جو) شہر میں (رہتے تھے) اور اس کے نیچے ان کا خزانہ (مدفون) تھا

وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا

اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا تو تمہارے پروردگار نے چاہا کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور (پھر) اپنا خزانہ نکالیں

كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ

یہ تمہارے پروردگار کی مہربانی ہے اور یہ کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کئے یہ ان باتوں

تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ

کا راز ہے جن پر تم صبر نہ کرسکے اور تم سے ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو [11]

---

[11] قرآن کریم میں جو واقعہ خضر علیہ السلام کا مذکور ہے اس کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ خضر علیہ السلام اس واقعہ کے بعد وفات پا گئے یا زندہ رہے، اسی لئے قرآن وسنت میں اس کے متعلق کوئی صریح بات مذکور نہیں بعض روایات وآثار سے ان کا اب تک زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے، بعض روایات سے اس کے خلاف مستفاد ہوتا ہے، اسی لئے اس معاملے میں ہمیشہ سے علماء کی رائیں مختلف رہی ہیں جو لوگ ان کی حیات کے قائل ہیں ان کا استدلال ایک تو اس روایت سے ہے جس کو حاکم نے مستدرک نے ۳:۶۰۵، میں انسؓ سے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو ایک شخص سیاہ سفید داڑھی والے داخل ہوئے اور لوگوں کے مجمع کو چیرتے پھاڑتے اندر پہنچے اور رونے لگے پھر صحابہ کرام کی طرف متوجہ

ہوکر یہ کلمات کہے:

ان فی اللہ عزاءً من کل مصیبة وعوضاً من کل نائب وخلفا،من کل ھالک فالی اللہ فانیبوا والیه فارغبوا فان المحروم من حرم الثواب: یعنی اللہ کی بارگاہ میں صبر ہی ہر مصیبت سے،اور بدلہ ہی ہر فوت ہونے والے چیز کا،اور وہی قائم مقام ہے ہر ہلاک ہونے والے کا۔اس لئے اسی کی طرف رجوع کرو،اسی کی طرف رغبت کرو،کیونکہ محروم وہ شخص ہے جو مصیبت کے ثواب سے محروم ہوجائے یہ کلمات مذکورہ کہہ کر رخصت ہوگیا تو ابوبکرؓ اور علیؓ نے فرمایا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے اس روایت کو جزری نے حصن حصین میں بھی نقل کیا ہے جن کی شرط یہ ہے کہ صرف صحیح السند روایات اس میں درج کرتے ہیں۔اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حاکم لکھتا ہے کہ اس میں عباد بن عبد الصمد ہے اور وہ ہماری کتاب کی شرط میں سے نہیں اور ہیثمی نے مجمع الزوائد ۳۳/۳، میں اس کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے: کہ اس میں عباد ہے جو کہ امام بخاری وغیرہ نے ضعیف اور نا قابل اعتبار قرار دیا ہے۔تو جزری کی نقل کرنا اس کے مقابلہ میں کوئی وزن نہیں رکھتا۔

اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ دجال مدینہ طیبہ کی قریب ایک جگہ تک پہنچے گا تو مدینہ سے ایک شخص اس کے مقابلے کے لئے نکلے گا۔جو اس زمانے کے سب انسانوں میں بہتر ہوگا یا بہتر لوگوں میں سے ہوگا ابواسحاق نے فرمایا کہ یہ شخص خضر علیہ السلام ہونگے (قرطبی)۔اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الہواتف [۴۲۹/۲] میں منقطع سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ علیؓ نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تو خضر علیہ السلام نے ان کو ایک دعا بتلائی کہ جو اس کو ہر نماز کے بعد پڑھا کرے اس کے لئے ثواب عظیم اور مغفرت ہے۔وہ دعا یہ ہے:

یامن لایشغله سمع عن سمع ویامن لاتغلطه المسائل ویامن لایبرم من الحاح الملحین اذقنی بردعفوک وحلاوة مغفرتک.

یعنی اے وہ ذات جس کو ایک کلام کا سننا دوسرے کلام کے سننے سے مانع نہیں ہوتا اور اے وہ ذات جس کو بیک وقت ہونے والے سوالات میں کوئی مغالطہ نہیں لگتا۔اور وہ ذات جو دعا میں الحاح واصرار کرنے اور بار بار کہنے سے ملول نہیں ہوتا۔مجھے اپنے عفو وکرم کا ذائقہ چکھا دیجئے اور اپنی مغفرت کی حلاوت نصیب فرمادئے۔جبکہ اس کی سند میں محمد بن الحسن الہمدانی ہے میزان :۲۸۸/۲، میں امام ذہبی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔اور پھر اسی کتاب میں بعینہ یہی واقعہ اور یہی دعا اور خضر علیہ السلام سے ملاقات کا واقعہ فاروق اعظم سے بھی نقل کیا ہے۔اسی طرح اولیائے امت میں خضر علیہ

السلام کے بے شمار واقعات منقول ہیں۔

اور جو لوگ خضر علیہ السلام کی حیات کو تسلیم نہیں کرتے ان کا بڑا استدلال اس حدیث سے ہے جو صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر سے منقول ہے: رقم ۲۵۳۹، وترمذی ۲۲۵۰، وہ فرماتے ہیں: کہ ایک رات رسول پاک ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز اپنی آخری حیات میں پڑھائی سلام پھیرنے کے بعد آپ کھڑے ہوگئے اور یہ کلمات ارشاد فرمائی:

"ارأیتکم لیلتکم ھذہ فان علی رأس مائۃ سنۃ منھالایبقی ممن ھوعلی ظھر الارض احد" کیا تم اپنی آج کی رات کو دیکھ رہے ہو اس رات سے سو سال گذرنے پر کوئی شخص ان میں سے زندہ نہ رہے گا، جو آج زمین کے اوپر ہے۔ عبداللہ بن عمر نے یہ روایت نقل کر کے فرمایا کہ اس روایت کے بارے میں لوگ مختلف باتیں کرتے ہیں: مگر رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ سو سال پر یہ قرن ختم ہوجائے گا۔ یہ روایت مسلم میں جابر بن عبداللہ سے بھی تقریبا انہی الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔

امام قرطبی وغیرہ کا یہ قول کہ اس سے مراد ارض عرب ہے پوری زمین نہیں جیسا کہ یاجوج وماجوج یا عیسی علیہ السلام اس سے مستثنی ہے تو یہ قول صحیح نہیں کیونکہ مذکورہ اشخاص کا استثناء صحیح روایات میں مذکور ہے جبکہ خضر علیہ السلام کے متعلق صحیح حدیث نہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر خضر علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں موجود ہوتے تو ان پر لازم تھا کہ رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے تابع ہو کر اسلامی خدمات میں مشغول ہوتے کیونکہ حدیث میں ارشاد ہے:

عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ حین اتاہ عمر رضی اللہ عنہ فقال: انانسمع احادیث من یھود تعجبنا افتری ان نکتب بعضھا فقال امتھوکون انتم تھوکت الیھود و النصاری؟! لقد جئتکم بھا بیضاء نقیۃ ولو کان موسیٰ حیا، ماوسعہ الا اتباعی رواہ احمد: ۳/۳۸۷، و الدارمی: ۴۴۱، و البیھقی: ۱۷۷/۳۸، فی الشعب ۔یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرا ہی اتباع کرنا پڑتا کیونکہ میرے آنے سے دین موسوی منسوخ ہو چکا ہے۔

ان کی تیسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے: **وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَھُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۔انبیاء: ۳۴.**

اس ایت سے استدلال اس طریقے سے ہے کہ اگر خضر علیہ السلام انسان ہوتو ضرور اس آیت کی عموم میں داخل ہے اور آیت سے اس کی تخصیص صحیح نہیں مگر دلیل صحیح سے جبکہ اصل عدم ہے اور صحیح دلیل تخصیص کے لئے معصوم سے ثابت نہیں۔

چوتھی دلیل سورۃ العمران:۸۱ ہے، جوکہ بمعہ تفسیر پہلے گذر چکی ہے۔

پانچویں دلیل بخاری کی وہ لمبی روایت ہے جوکہ عبداللہ بن عباس سے رقم ۳۴۰۱، میں نقل کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہے **قال النبی ﷺ یرحم الله موسیٰ لو کان صبر یقص علینا من امر هما**، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے اگر صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کے اور اسرار بھی ہم پر بیان فرماتا۔ اس سے طریقہ استدلال یہ ہے کہ اگر خضر علیہ السلام حیاۃ اور موجود ہوتے تو اس تمنا کی ضرورت نہ ہوتی اور آپ ﷺ اس کو حاضر کرتے اور عجائب **مشافهةً** دیکھتے۔

چھٹی دلیل یہ حدیث ہے جوکہ عمرؓ سے منقول ہے **قال نظر نبی الله ﷺ الی المشرکین وهم الف و اصحابه ثلاثمائة وبضعة عشر رجلا فأستقبل نبی الله ﷺ القبلة ،ثم مد یدیه وجعل یهتف بربه اللهم انجز لی ماوعد تنی اللهم أتنی ماوعد تنی اللهم ان تهلک هذه العصابة من اهل الاسلام لاتعبد فی الارض فما زال یهتف بربه مادایدیه مستقبل القبلة حتی سقط رداه من منکبیه** [مسلم:۱۳۸۳/۳ ،ترمذی :رقم: ۳۰۸۱]۔

عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے، کہا، رسول اللہ ﷺ نے مشرکوں کی طرف نظر کی اور وہ ہزار تھے اور آپؐ کے اصحاب تین سو اور چند آدمی تو نبی ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگے کہ اے اللہ! پورا کردے وہ وعدہ جوتو نے مجھ سے کیا ہے یعنی ظفر کا وعدہ، یا اللہ اگر ہلاک کردے گا تو اس جماعت کو مسلمانوں سے تو زمین میں تیری عبادت نہ کی جاوے گی۔ پھر اسی طرح پکارتے رہے اپنے رب کو دونوں ہاتھ پھیلائے قبلہ کی طرف منہ کیے ہوئے یہاں تک کہ گرگئی چادر مبارک آپؐ کے کندھوں سے۔ ابن کثیر نے اس حدیث سے استدلال کچھ یوں کیا ہے: **ومعلوم ان الخضر لم ینقل بسند صحیح حسن تسکن النفس**

اليــه انــه اجتــمـع بــرسـول الله ﷺ فــي يـوم واحـد ،ولـم يشهـد معـه قتـالا فـي مشهد من الـمشـاهـدوهـذا يـوم بـدر ،يـقول الصادق المصدوق ،فيما دعا به لربه عزوجل ،واستنصره واستـفتـحـه عـلـى من كفر ,,اللهم ان تهلک هذه العصابة لاتعبد بعدها فى الارض ،وتلک الـعـصـابة كان تحتهاسادة المسلمين يومئذ وسادة الملئكة حتى جبريل عليه السلام كما قال حسان بن ثابت فى قصيدة له فى بيت يقال انه افخر بيت قالته العرب ،

وبئر بدر اذ يرد وجوههم جبريل تحت لوائنا ومحمد۔

فلو كان الخضر حيا لكان وقوفه تحت هذه الرايةاشرف مقاماته

حاصل کلام یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کا ملاقات رسول اللہ ﷺ سے صحیح روایات کی بنا پر ثابت نہیں۔جبکہ بدر میں بھی نہ تھے۔

ساتویں دلیل: یہ حدیث ہے جوکہ امام بخاریؒ نے جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ:قـال لنــارسول الله ﷺ يوم الحديبيه انتم خيراهل الارض وكناالفا واربعمأة ،ولوكنت ابصر اليوم لاريتكم مكان الشجره .(رقم الحديث: ۴۱۵۴).

یعنی رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر ہم سے فرمایا تھا: کہ تم تمام روئے زمین پر رہنے والوں سے بہتر ہو۔اوراس وقت ہماری تعداد چودہ سو (۱۴۰۰) تھی۔اوراگر میں بیناہوتا تو اس درخت کی جگہ میں تمہیں دکھا دیتا۔اس حدیث کی تشریح میں ابن حجر،فتح الباری:۵۰۸/۷ ،میں لکھتا ہے:

واستـدل بـه ايضـاعـلـى ان الحضرليس بحى لانه لوكان حيامع ثبوت كونه نبياللزم تفضيل غير النبى على النبى وهوباطل فدل على انه ليس بحى حينئذ۔

خضر علیہ السلام کی موت کے ثبوت میں بعض علماء اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس طریقے سے کہ اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے (باوجوداس کے کہ وہ نبی ہے) تو اس سے یہ لازم آتا کہ غیر نبی ، نبی سے افضل ہو اور یہ باطل ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپؑ اس وقت زندہ نہیں تھے۔

اور جو حدیث ابن عدی نے کامل: ۱۹۶/۷، اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ: ۴۲۳/۵، میں نقل کیا ہے کہ:

حدثنا محمد بن یوسف بن عاصم البخاری ،ثنا احمدبن اسماعیل القرشی ثناعبدالله بن نافع عن کثیر بن عبدالله عن ابیه عن جده أن رسول الله ﷺ کان فی المسجد فسمع کلامامن ورائه فاذا هو بقائل یقول اللهم اعنی علی ما ینجینی مما خوفتنی فقال رسول الله ﷺ حین سمع ذلک ,,الا تضم الیها اختها فقال الرجل اللهم ارزقنی شوقة الصادقین الی ماشوقتهم الیه فقال رسول الله ﷺ لانس ابن مالک ؓ وکان معه ،اذهب یا انس الیه، فقل له یقول لک رسول الله ﷺ استغفر لی ،فجائه انس ؓ فبلّغه فقال الرجل یا انس أنت رسول رسول الله ﷺ الیّ فقال کما انت فرجع فاستثبته فقال رسول الله ﷺ قل له نعم فقال له اذهب فقل له ان الله فضلک علی الانبیاء بمثل ما فضل به رمضان علی الشهور، وفضل امتک علی الامم بمثل مافضل به یوم الجمعة علی سائر الایام فذهبوا ینظرون فاذاهو الخضر علیه الاسلام ،تو یہ صحیح نہیں اس کی سند میں کثیر بن عبداللہ ہے خود ابن عدی اس کے متعلق لکھتا ہے: **منکر الحدیث لیس بشئی** اور یہ روایت ابن جوزی نے موضوعات: ۱۹۳/۱، میں ذکر کیا ہے۔ تفسیر جواہر القرآن میں ہے کہ امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا، کہ اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان پر فرض تھا کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ،آپ ؐ سے علم قرآن حاصل کرتے اور آپ ؐ کے ہمراہ جہاد میں شریک ہوتے ۔اسی طرح امام ابراہیم بن اسحاق حربی ،امام شرف الدین محمد بن ابی الفضل مرسی ،امام علی بن موسیٰ رضا اور ابوالحسین بن المنادی رحمہم اللہ سے یہی منقول ہے کہ خضر علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں (روح المعانی) رہی یہ بات کہ بہت سے اولیآء اللہ کو خضر علیہ السلام کی حالت بیداری میں زیارت نصیب ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے ان کی حیات پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ بعض کاملین اور محققین صوفیا نے فرمایا ہے خضر علیہ السلام کی زیارت عالم دنیا کی چیز نہیں بلکہ اس کا تعلق عالم امثال سے ہے یعنی خضر علیہ لاسلام کی مثالی صورت بعض کاملین کو بیداری کی حالت میں نظر آتی ہے چنانچہ شیخ صدرالدین اسحاق قونویؒ اپنی کتاب تبصرۃ المبتدی=

سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ

کہ میں اس کا کسی قدر حال تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں۔[12] ہم نے اس کو زمین میں بڑی دسترس دی تھی

=وتذکرۃ المنتہی، میں فرماتے ہیں،ان **وجود الخضر عليه السلام في عالم المثال** (روح المعانی)ابو حیان نے مختلف واقعات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:**والجمهور على انه مات**. معارف القرآن میں ہے کہ یہ بات میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ خضر علیہ السلام کی موت وحیات سے ہمارا کوئی اعتقادی یا عملی مسئلہ متعلق نہیں اسی لئے قرآن وسنت میں اس کے متعلق کوئی صراحت ووضاحت نہیں کی گئی اس لئے اس میں زیادہ بحث وتمحیص کی بھی ضرورت نہیں، نہ کسی ایک جانب کا یقین رکھنا ہمارے لئے ضروری ہے،لیکن چونکہ مسئلہ عوام میں چلا ہوا ہے اس لئے مذکورۃ الصدر تفصیلات نقل کردی گئی ہیں۔مزید تفصیل ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ :۲۶۵/۲ ،اور ابن جوزی نے المنتظم:۳۶۱/۱، میں ذکر کیا ہے۔(**والله اعلم بحقيقة الحال**)۔

[12] یعنی وہ لوگ آپؐ سے سوال کرتے ہیں یہ لوگ سوال کرنے والے کون ہیں روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قریش مکہ تھے جن کو یہودیوں نے رسول اللہﷺ کی نبوت اور حقانیت کا امتحان کرنے کے لئے تین سوال بتلائے تھے،روح کے متعلق اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں ان میں دو کا جواب آچکا ہے اصحاب کہف کا قصہ ابھی گذرا ہے۔اور روح کا سوال پچھلی سورۃ کے آخر میں گذر چکا ہے یہ تیسرا سوال ہے کہ ذوالقرنین کون تھا اور اس کو کیا حالات پیش آئے (بحر محیط)۔

ذوالقرنین کا نام ذوالقرنین کیوں ہوا اس کی وجہ میں بے شمار اقوال اور سخت اختلافات ہیں۔بعض نے کہا کہ ان کی دو زلفیں تھیں اس لئے ذوالقرنین کہلائے بعض نے کہا کہ مشرق ومغرب کے ممالک پر حکمران ہوئے اس لئے ذوالقرنین نام رکھا گیا کسی نے یہ بھی کہا کہ ان کے سر پر کچھ ایسے نشانات تھے جیسے سینگ کے ہوتے ہیں۔بعض روایات میں ہے کہ ان کے سر پر دونوں جانب چوٹ کے نشانات تھے اس لئے ذوالقرنین کہا گیا واللہ اعلم،مگر اتنی بات متعین ہے کہ قرآن نے خود ان کا نام ذوالقرنین نہیں رکھا بلکہ یہ نام یہود نے بتلایا ان کے یہاں اس نام سے ان کی شہرت ہوگئی واقعہ ذوالقرنین کا جتنا حصہ قرآن کریم نے بتلایا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ:۔

وہ ایک صالح عادل بادشاہ تھے جو مشرق ومغرب میں پہنچے اوران کے ممالک کو فتح کیا اوران میں عدل وانصاف کی حکمرانی کی، اللہ تعالی کی طرف سے ان کو ہرطرح کے سامان اپنے مقاصد پورا کرنے کے لئے عطا کردیئے گئے تھے۔انہوں نے فتوحات کرتے ہوئے تین اطراف میں سفر کئے،مغرب اقصی تک اور مشرق اقصی تک پھر جانب شمال میں کوہستانی سلسلے تک،اسی جگہ انہوں نے دو پہاڑوں کے درمیانی درے کوایک عظیم الشان آہنی دیوار کے ذریعہ بند کردیا جس سے یاجوج وماجوج کی تاخت وتاراج سے اس علاقے کے لوگ محفوظ ہوگئے۔

یہود نے جوسوال رسول اللہ ﷺ کی حقانیت اور نبوت کا امتحان کرنے کے لئے پیش کیا تھا وہ اس جواب سے مطمئن ہوگئے انہوں نے مزید یہ سوالات نہیں کئے،کہ ان کا نام ذوالقرنین کیوں تھا، یہ کس ملک میں اور کس زمانے میں تھے،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سوالات کوخود یہود نے بھی غیر ضروری اور فضول سمجھا،اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن کریم تاریخ وقصص کا صرف اتنا حصہ ذکر کرتا ہے جس سے کوئی فائدہ دین یا دنیا کا متعلق ہو،یا جس پر کسی ضروری چیز کا سمجھنا موقوف ہو،اس لئے نہ قران کریم نے ان چیزوں کو بتلایا اور نہ کسی صحیح حدیث میں اس کی یہ تفصیلات بیان کی گئیں،اور نہ قرآن مجید کی کسی آیت کا سمجھنا ان چیزوں کے علم پر موقوف ہے،اسی لئے سلف صالحین،صحابہ کرامؓ وتابعین نے بھی اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی،

اب معاملہ صرف تاریخی روایات کا یا موجودہ تورات وانجیل کو بھی مسلسل تحریفات نے ایک اسمانی کتاب کی حیثیت میں نہین چھوڑا،ان کا مقام بھی اب زیادہ سے زیادہ ایک تاریخ ہی کا ہوسکتا ہے اور زمانہ قدیم کی تاریخی روایات زیادہ تر اسرائیلی قصوں کہانیوں سے ہی پر ہیں۔جن کی نہ کوئی سند ہے اور نہ وہ کسی زمانے کے عقلا وحکماء کے نزدیک قابل اعتماد پائی گئی ہیں۔مفسرین نے بھی اس معاملہ میں جو کچھ لکھا ہے،وہ سب انہی تاریخی روایات کا مجموعہ ہے اس لئے ان میں اختلاف بے شمار ہیں۔اہل یورپ نے اس زمانے میں تاریخ کو بڑی اہمیت دی اس پر تحقیق وتفتیش میں بلاشبہ بڑی محنت وکاوش سے کام لیا آثار قدیمہ کی کھدائی اور وہاں کے کتبات وغیرہ کو جمع کرکے ان کے ذریعہ قدیم واقعات کی حقیقت تک پہونچنے میں وہ کام انجام دئے جو اس سے پہلے زمانہ میں نظر نہیں آتے۔لیکن آثار قدیمہ اوران کے کتبات سے کسی واقعہ کے سمجھنے میں مدد تو مل سکتی ہے مگر خود ان سے کوئی واقعہ پورا نہیں پڑھا جاسکتا۔اس کے لئے تاریخی روایات ہی بنیاد بن گئی ہیں۔اوران معاملات میں زمانہ قدیم کی تاریخی روایات کا حال ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ ایک کہانی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔قدیم وجدید علماء تفسیر نے بھی اپنے کتابوں میں یہ روایات ایک تاریخی حیثیت ہی سے نقل کی ہے جن کی صحت پر کوئی

قرآنی مقصد موقوف نہیں یہاں بھی اسی حیثیت سے بقدر ضرورت لکھا جا تا ہے۔

اس واقعہ کی پوری تفتیش وتحقیق مولانا حفظ الرحمانؒ نے اپنی کتاب :قصص القرآن میں لکھی ہے تاریخی ذوق رکھنے والے اس کو دیکھ سکتے ہیں ۔بعض روایات میں ہے کہ پورے دنیا پر سلطنت وحکومت کرنے والے چار بادشاہ ہوئے ہیں دومومن اور دو کافر۔

مومن بادشاہ سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین ہیں اور کافر نمرود اور بخت نصر ہیں ۔ذوالقرنین کے معاملہ میں یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس نام سے دنیا میں متعدد آدمی مشہور ہوئے ہیں اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ ہر زمانے کے ذی القرنین کے ساتھ لقب سکندر بھی شامل ہے۔

مسیح علیہ السلام سے تقریبا تین سو سال پہلے ایک بادشاہ سکندر کے نام سے معروف ومشہور ہے جس کو سکندر یونانی ،مقدونی رومی وغیرہ کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے جس کا وزیر ارسطو تھا جس کی جنگ ،دارا، سے ہوئی اور اسے قتل کر کے اس کا ملک فتح کیا۔سکندر کے نام سے دنیا میں معروف ہونے والا اخری شخص یہی تھا اسی کے قصے دنیا میں زیادہ مشہور ہیں بعض لوگوں نے اس کو بھی قران میں مذکور ذوالقرنین کہہ دیا، یہ سراسر غلط ہے۔کیونکہ یہ شخص آتش پرست مشرک تھا قرآن کریم نے جس ذو القرنین کا ذکر کیا ہے ان کے نبی ہونے میں تو علماء کا اختلاف ہے مگر مومن صالح ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔اور خود قرآن کی نصوص اس پر شاہد ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں بحوالہ ابن عساکر اس کا پورا نسب نامہ لکھا ہے جو اوپر جا کر ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے۔اور فرمایا کہ یہی وہ سکندر ہے جو یونانی مصری مقدونی کے ناموں سے معروف ہے جس نے اپنے نام پر شہر اسکندریہ آباد کیا اور روم کی تاریخ اسی کے زمانے سے چلتی ہے اور یہ سکندر ذوالقرنین اول سے ایک طویل زمانے کے بعد ہوا ہے۔

جو دو ہزار سال سے زائد بتلایا جاتا ہے اسی نے دارا کو قتل کیا اور شاہان فارس کو مغلوب کر کے انکا ملک فتح کیا۔مگر یہ شخص مشرک تھا اس کو قرآن میں مذکور ذوالقرنین قرار دینا سراسر غلطی ہے۔ابن کثیر کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

فاماذو القرنين الثانى فهواسكندربن فيلبس بن مصريح بن برس بن مبطون بن رومى بن نعطى بن يونان بن يافث بن بونه بن شرخون بن رومه بن شرخط بن توفيل بن رومى بن الاصفربن يقزبن العيص بن اسحاق بن ابراهيم الخليل عليه السلام كذانسبه الحافظ بن عساكرفى تاريخه :

٣٣٠/١٧،المقدونی الیونانی المصری بانی الاسکندریة الذی یؤرخ بایامه الرومة وکان متاخراعن الاول بدهرطویل وکان هذاقبل المسیح بنحومن ثلاثمائة سنة وکان ارسطاطالیس الفیلسوف وزیره الذی قتل داراواذل ملوک الفرس واوطأ ارضهم وانمانبهناعلیه لان کثیرامن الناس یعتقدانهماواحدوان المذکورفی القرآن هو الذی کان ارسطاطالیس وزیره فیقع بسبب ذلک خطأ کبیروفسادعریض طویل فان الاول کان عبداموٴمناصالحا،وملکاعادلاوکان وزیره الخضروقدکان نبیاعلی ماقررناه قبل هذا.

واما الثانی فکان مشرکا ،کان وزیره فیلسوفاوقدکان بین زمانیهماازیدمن الفی سنة فاین هذامن هذالایستویان ولایشتبهان الاعلی غبی لایعرف حقائق الامور(البدایه والنهایه: ٥٤١/٢).

حدیث وتاریخ کے امام،ابن کثیر کی اس تحقیق سے ایک تو یہ مغالطہ رفع ہوا کہ یہ اسکندر جومسیح علیہ لسلام سے تین سو سال پہلے گذرا ہے ،اور جس کی جنگ دارا اور ملوک فارس سے ہوئی ،اور بانی اسکندریہ ہے ،یہ وہ ذوالقرنین نہیں جس کا قرآن کریم میں ذکر آیا ہے ،یہ مغالطہ بعض اکابر مفسرین کو بھی لگا ہے،ابوحیان نے بحرمحیط میں اور علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں اسی کو ذوالقرنین مذکور فی القرآن کہہ دیا ہے۔

دوسری بات:''وانه قد کان نبیا'' کے جملے سے معلوم ہوتی ہے کہ ابن کثیر کے نزدیک ان کا نبی ہونا راجح ہے، اگر چہ جمہور کے نزدیک راجح وہ قول ہے جوخود ابن کثیر نے بروایت ابی الطفیل علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ نہ وہ نبی تھے نہ فرشتہ بلکہ ایک نیک صالح مسلمان تھے اسی لئے بعض علماء نے یہ توجیہ کی کہ'' انه کان'' کی ضمیر ذوالقرنین کی طرف نہیں خضر علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔وھو الاقرب۔

اب مسئلہ یہ رہتا ہے کہ پھر وہ ذوالقرنین جن کا ذکر قرآن میں ہے کون ہے اور کس زمانے میں ہوئے ہیں،اس کے متعلق بھی علماء کے اقوال بہت مختلف ہیں ابن کثیر کے نزدیک ان کا زمانہ اسکندر مقدونی یونانی سے دو ہزار سال پہلے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا زمانہ ہے اوران کے وزیر خضر علیہ السلام تھے۔ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں سلف صالحین سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ذوالقرنین پیادہ پاہ حج کے لئے پہنچے۔جب ابراہیم علیہ السلام کوان کے آنے کا علم ہوا تو مکہ سے باہر نکل کر استقبال کیا۔اور خلیل علیہ السلام نے ان کے لئے دعا بھی کی اور کچھ وصیتیں اور نصیحتیں بھی ان کو فرمائیں (البدایہ والنہایہ:٢/٥٣٩)۔

اورتفسیر ابن کثیر میں بحوالہ ازرقی نقل کیا ہے کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ طواف کیا پھر قربانی دی۔اورابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب الاثار الباقیہ عن القرون الخالیہ میں کہا ہے کہ یہ ذوالقرنین جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ابوبکر بن سمی بن عمیر بن افریقس حمیری ہے جس نے زمین کے مشارق ومغارب کو فتح کیا اور تبع حمیری یمنی نے اپنے اشعار میں اس پر فخر کیا ہے کہ میرے دادا ذوالقرنین مسلمان تھے ان کے اشعار یہ ہیں:

قد كان ذو القرنين جدی مسلما ملكاعلا فی الارض غير مبعد

بلغ المشارق و المغارب يبتغی اسباب ملک من كريم سيد

یہ روایت ابوحیان نے بحرمحیط میں نقل کی ہے ابن کثیر نے بھی البدایہ والنہایہ میں اس کا ذکر کرنے کے بعد کہا: کہ یہ ذوالقرنین تبابعہ یمن میں سب سے پہلے تبع ہے اور یہی وہ شخص ہے جس نے بیر سبع کے بارے میں ابراہیم علیہ السلام کے حق میں فیصلہ دیا تھا(البدایہ والنہایہ: ٢ / ٥٤٠)۔

ان تمام روایات میں ان کی شخصیت اور نام ونسب کے بارے میں اختلاف ہونے کے باوجود ان کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ بتلایا گیا ہے اور مولانا حفظ الرحمان صاحب نے اپنی کتاب قصص القرآن میں جو ذوالقرنین کے متعلق بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ذوالقرنین مذکور فی القرآن فارس کا وہ بادشاہ ہے جس کو یہودی ،خورس یونانی،سائرس،فارسی،گورش اور عرب کیخسرو کہتے ہیں جس کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے بہت بعد انبیاء بنی اسرائیل میں سے دانیال علیہ السلام کا زمانہ بتلایا جاتا ہے جو سکندر مقدونی قاتل دارا کے زمانے کے قریب قریب ہوجاتا ہے۔

مگر مولانا موصوف نے بھی ابن کثیر وغیرہ کی طرح اس کا شدت سے انکار کیا ہے کہ ذوالقرنین وہ سکندر مقدونی جس کا وزیر ارسطو تھا، وہ نہیں ہوسکتا۔وہ مشرک آتش پرست تھا یہ مومن صالح تھے۔مولانا موصوف کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی سورۂ بنی اسرائیل میں جو دومرتبہ بنی اسرائیل کے شروفساد میں مبتلا ہونے اور دونوں مرتبہ کی سزا کا ذکر تفصیل سے آیا ہے اس میں بنی اسرائیل کے پہلے فساد کے موقع پر جو قرآن کریم نے فرمایا ہے: **بعثنا عليكم عبادالنااولی بأس شديدفجاسوا خلال الديار**[سورة الاسراء:٥، ٦] یعنی تمہارے فساد کی سزا میں ہم تم پر مسلط کردیں گے اپنے کچھ ایسے بندے جو بڑی قوت وشوکت والے ہوں گے۔وہ تمہارے گھروں میں گھس پڑیں گے۔اس میں یہ قوت وشوکت والے لوگ بخت نصر اور اس کے اعوان ہیں جنہوں نے بیت المقدس میں چالیس ہزار اور بعض روایات میں ستر ہزار بنی اسرائیلکو قتل کیا،اور ایک لاکھ سے زیادہ بنی اسرائیل کو قید کرکے بھیڑ بکریوں=

وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾

اور ہر طرح کا سامان عطا کیا تھا۔ تو اس نے (سفر کا) ایک سامان کیا [13]

= کی طرح ہنکا کر بابل لے گیا۔اوراس کے بعد جوقرآن کریم نے فرمایا"ثم رددنالکم الکرة علیھم"، یعنی ہم نے پھرلوٹا دیا تمہارے غلبہ کوان پر۔یہ واقعہ اسی کیخسر وخورس بادشاہ کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا یہ مومن صالح تھا اس نے بخت نصر کا مقابلہ کر کے اس کے قیدی بنی اسرائیل کواس کے قبضہ سے نکالا اوردوبارہ فلسطین میں آباد کیا۔بیت المقدس کو جوویراں کردیا تھااس کوبھی دوبارہ آباد کیااور بیت المقدس کےخزائن اوراہم سامان جوبخت نصر یہاں سے لے گیا تھا وہ سب واپس بنی اسرائیل کے قبضے میں دیئے۔اس لئے یہ شخص بنی اسرائیل (یہود) کانجات دہندہ ثابت ہوا۔یہ بات قرین قیاس ہے کہ یہودمدینہ نے جوامتحان نبوت کے لئے قریش مکہ کے واسطے سوالات متعین کئے ان میں ذوالقرنین کے سوال کو یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ یہوداس کواپنانجات دہندہ مان کراس کی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔

مولانا حفظ الرحمٰنؒ نے اپنی اس تحقیق پرموجودہ تورات کے حوالہ سے انبیاء بنی اسرائیل کی پیشگوئیوں سے، پھرتاریخی روایات سے اس پر کافی شواہد پیش کئے ہیں، جوصاحب مزید تحقیق کے درپے ہوں وہ اس کا مطالعہ کرسکتے ہیں، میرامقصد ان تمام روایات کےنقل کرنے سےصرف اتنا تھا کہ ذوالقرنین کی شخصیت اوران کے زمانے کے بارے میں علماءامت اورائمہ،تاریخ وتفسیر کے اقوال سامنے آجائیں،ان میں سے راجح کس کا قول ہے یہ میرے مقصد کا جزءنہیں، کیونکہ جن امور کانہ قرآن نے دعوی کیا، نہ حدیث نے ان کو بیان کیا،ان کےتعین وتشریح کرنے کی ذمہ داری بھی ہم پرنہیں۔اوران میں جوقول راجح اورصحیح قرار پائے،مقصد قرآنی ہرحال میں حاصل ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

[13] مراد یہ ہے کہ سامان توہرقسم کےاوردنیا کے ہرخطہ میں پہنچنے کےان کودیدیئے گئے تھے،انہوں نے سب سے پہلے جانب مغرب کی سفرکےسامان سےکام لیا،حتی اذا بلغ مغرب الشمس ، سےمراد یہ ہے کہ جانب مغرب میں اس حدتک پہنچ گئے جس سےآگےکوئی آبادی نہیں تھی۔فی عین حمئة ،لفظ حمئة کےلغوی معنی سیاہ دلدل یا کیچڑکے ہیں مراداس سے وہ پانی ہےجس کے نیچے سیاہ کیچڑ ہوجس سے پانی کارنگ بھی سیاہ دکھائی دیتاہو۔اورآفتاب

کو ایسے چشمے میں ڈوبتے ہوئے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنے والے کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ افتاب اس چشمے میں ڈوب رہا ہے۔ کیونکہ آگے ابادی یا کوئی خشکی سامنے نہیں تھی۔

جیسے آپ کسی ایسے میدان میں غروب کے وقت ہو جہاں دور تک جانب مغرب میں کوئی پہاڑ، درخت، عمارت نہ ہو۔ تو دیکھنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ افتاب زمین کے اندر گھس رہا ہے "و وجد عندھا قوما" یعنی اس سیاہ چشمے کے پاس ذوالقرنین نے ایک قوم کو پایا، ایت کے اگلے حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم کافر تھی اس لئے اگلی ایت میں اللہ تعالی نے ذوالقرنین کو یہ اختیار دے دیا کہ آپ چاہیں تو ان سب کو پہلے ان کے کفر کے سزا دے دیں اور چاہیں تو ان سے احسان کا معاملہ کریں۔

کہ پہلے دعوت و تبلیغ اور وعظ و پند سے ان کو اسلام و ایمان قبول کرنے پر امادہ کریں۔ پھر ماننے والوں کو اس کی جزا اور نہ ماننے والوں کو سزا دے جس کے جواب میں ذوالقرنین نے دوسری ہی صورت کو تجویز کیا کہ اول ان کو وعظ و نصیحت سے صراط مستقیم پر لانے کی کوشش کریں گے۔ پھر جو کفر پر قائم رہے ان کو سزا دیں گے اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو اس کو اچھا بدلہ دیں گے۔

قلنا یاذاالقرنین ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین کو حق تعالی نے خود خطاب کر کے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ذوالقرنین کو نبی قرار دیا جاءے تب تو اس میں کوئی اشکال ہی نہیں کہ بذریعہ وحی ان سے کہہ دیا گیا، اور اگر ان کی نبوت تسلیم نہ کی جائے تو پھر اس قلنا اور یاذا القرنین کے خطاب کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کسی پیغمبر کے واسطہ سے یہ خطاب ذوالقرنین کو کیا گیا ہے جیسا کہ روایات میں خضر علیہ السلام کا ان کے ساتھ ہونا مذکور ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ وحی نبوت و رسالت نہ ہو، ایسی لغوی وحی ہو، جیسے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے لئے قرآن میں و اوحینا کے الفاظ آئے ہیں حالانکہ ان کو نبی یا رسول ہونے کا کوئی احتمال نہیں۔

ابوحیان نے بحر محیط میں فرمایا کہ ذوالقرنین کو جو یہاں حکم دیا گیا ہے وہ اس قوم کے قتل و سزا کا حکم ہے اس طرح کا کوئی حکم بغیر وحی نبوت کے نہیں دیا جا سکتا۔ یہ کام نہ کشف و الہام سے ہو سکتا ہے نہ بغیر وحی نبوت کے کسی اور ذریعہ سے اس لئے اس کے سوا کوئی احتمال صحیح نہیں کہ یا تو ذوالقرنین کو خود نبی مانا جائے یا پھر کوئی نبی ان کے زمانے میں موجود ہوں۔ ان کے ذریعہ ان کو خطاب ہوتا ہو۔ واللہ اعلم وعندہ حسن الثواب والیہ المرجع و المأب۔

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ

یہاں تک کہ جب سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اسے ایسا پایا کہ ایک کیچڑ کی ندی میں ڈوب رہا ہے

وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ

اور اس (ندی) کے پاس ایک قوم دیکھی ہم نے کہا کہ ذوالقرنین! تم ان کو خواہ تکلیف دو

وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ

خواہ ان (کے بارے) میں بھلائی اختیار کرو (دونوں باتوں کی تمہیں اختیار ہے) ۔ ذوالقرنین نے کہا کہ جو

ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾

ظلم کرے گا ہم اسے عذاب دیں گے پھر (جب) وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ بھی اسے بُرا عذاب دے گا

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰی ۚ

اور جو ایمان لائے گا اور عملِ نیک کرے گا اس کے لئے بہت اچھا بدلا ہے اور ہم اپنے معاملے میں (اس پر کسی طرح کی سختی

وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ﴿۸۸﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ

نہیں کریں گے بلکہ) اس سے نرم بات کہیں گے۔ پھر اس نے ایک اور سامان (سفر کا) کیا۔ یہاں تک کہ سورج کے طلوع

الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾

ہونے کے مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ ایسے لوگوں پر طلوع ہوتا ہے جن کے لئے ہم نے سورج کے اس طرف کوئی پردہ نہیں بنائی تھی[14]

---

[14] ذوالقرنین نے مشرق کی جانب میں جو قوم آباد پائی اس کا یہ حال تو قرآن کریم نے ذکر فرمایا کہ وہ دھوپ سے بچنے کے لئے کوئی سامان ،مکان،خیمہ،لباس وغیرہ کے اسباب نہ رکھتے تھے۔لیکن ان کے مذہب واعمال کا کوئی ذکر نہیں فرمایا اور نہ یہ کہ ذوالقرنین نے ان لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔اور ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ بھی کافر ہی تھے۔اور ذوالقرنین ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو مغربی قوم کے ساتھ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔مگر اس کے بیان کرنے کی یہاں اس لئے ضرورت نہیں سمجھی کہ پچھلے واقعہ پر قیاس کر کے اس کا بھی علم ہوسکتا ہے۔(بحر محیط)۔

كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ

(حقیقت حال) یوں (تھی) اور جو کچھ اس کے پاس تھا ہم کو سب کی خبر تھی۔ پھر اس نے ایک اور سامان کیا

بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾

یہاں تک کہ دو دیواروں کے درمیان پہنچا تو دیکھا کہ ان کے اس طرف کچھ لوگ ہیں کہ بات کو سمجھ نہیں سکتے

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ

ان لوگوں نے کہا کہ ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کرتے رہتے ہیں[15]

---

[15] قران وسنت کی تصریحات سے اتنی بات تو بلاشبہ ثابت ہے کہ یاجوج وماجوج انسانوں ہی کی قومیں ہیں عام انسانوں کی طرح نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں کیونکہ قرآن کریم کی نص صریح ہے: **وجعلنا ذریتهم هم الباقين**، یعنی طوفان نوح علیہ السلام کے بعد جتنے انسان زمین پر باقی ہیں اور رہیں گے وہ سب نوح علیہ السلام کی اولاد میں ہوں گے ، تاریخی روایات اس پر متفق ہیں کہ وہ یافث کی اولاد میں سے ہیں ایک ضعیف حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ان کے باقی حالات کے متعلق سب سے زیادہ تفصیلی اور صحیح حدیث نواس بن سمعانؓ کی ہے جس کو صحیح مسلم: ۲۲۵ ، وابن ماجہ: ۲/۳۵۶ ، واحمد: ۴/۱۸۲ ، اور تمام مستند کتب حدیث میں نقل کیا گیا ہے اور محدثین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے ۔ اس میں خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام پھر خروج یاجوج وماجوج وغیرہ کی پوری تفصیل مذکور ہے اس پوری حدیث کا ترجمہ حسب ذیل ہے، نواس بن سمعانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صبح کے وقت دجال کا تذکرہ فرمایا اور تذکرہ فرماتے ہوئے بعض باتیں اس کے متعلق ایسی فرمائیں کہ جن سے اس کا حقیر و ذلیل ہونا معلوم ہوتا تھا (مثلاً یہ کہ وہ کانا ہے) اور بعض باتیں اس کے متعلق ایسی فرمائیں کہ جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کا فتنہ سخت اور عظیم ہے مثلاً دوزخ کا اس کے ساتھ ہونا اور دوسرے خوارق عادات)۔ آپؐ کے بیان سے ہم پر ایسا خوف طاری ہوا کہ گویا دجال کھجوروں کے جھنڈ میں ہے (یعنی قریب ہی موجود ہے) جب ہم شام کو نبی ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہمارے قلبی تاثرات کو بھانپ لیا اور پوچھا کہ تم نے کیا سمجھا؟ ہم نے عرض کیا کہ آپؐ نے دجال کا تذکرہ فرمایا اور بعض باتیں اس کے

متعلق ایسی فرمائیں کہ جن سے اس کا معاملہ حقیر و آسان معلوم ہوتا تھا اور بعض باتیں اس کے متعلق ایسی فرمائیں کہ جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کی بڑی قوت ہوگی اس کا فتنہ بڑا عظیم ہے، ہمیں تو ایسا محسوس ہونے لگا کہ ہمارے قریب ہی وہ کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے، نبی کریم ﷺ فرمانے لگے تمہارے بارے میں جن فتنوں کا مجھے خوف ہے ان میں دجال کی بنسبت دوسرے فتنے زیادہ قابل خوف ہیں۔

یعنی دجال کا فتنہ اتنا عظیم نہیں جتنا تم نے سمجھ لیا ہے اگر میری موجودگی میں وہ نکلا تو میں اس کا مقابلہ خود کروں گا، تمہیں اس کے فکر کی ضرورت نہیں) اور اگر وہ میرے بعد آیا تو ہر شخص اپنی ہمت کے موافق اس کو مغلوب کرنے کی کوشش کرے گا، حق تعالی میری غیر موجودگی میں ہر مسلمان کا ناصر اور مددگار رہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ وہ نوجوان سخت پیچدار بالوں والا ہے اس کی ایک آنکھ اوپر کو ابھری ہوئی ہے اور دوسری آنکھ سے کانا ہے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے، اور اگر میں (اس کی قبیح صورت میں) اس کو کسی کے ساتھ تشبیہ دے سکتا ہوں تو وہ عبدالعزیٰ بن قطن ہے یہ زمانہ جاہلیت میں بنوخزاعہ قبیلہ کا ایک بدشکل شخص تھا، اگر تم میں سے کسی مسلمان کا دجال کے ساتھ سامنا ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ سورت کہف کی ابتدائی ایات پڑھ لے۔ (اس سے دجال کے فتنہ سے محفوظ ہو جائے گا) دجال شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور ہر طرف فساد مچائے گا، اے اللہ کے بندوں اس کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا۔

ہم نے عرض کیا، کہ یارسول اللہ وہ زمین میں کتنی مدت رہے گا؟ آپ نے فرمایا وہ چالیس دن رہے گا لیکن پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا اور دوسرا دن ایک ماہ کے برابر ہوگا اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی ایام عام دنوں کے برابر ہوں گے ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ جو دن ایک سال کے برابر ہوگا کیا ہم اس میں صرف ایک دن کی (پانچ نمازیں) پڑھیں گے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ وقت کا اندازہ کر کے پورے سال کی نمازیں ادا کرنا ہونگی۔ پھر ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ زمین میں کس قدر سرعت کے ساتھ سفر کرے گا فرمایا اس ابر کے مانند تیز چلے گا جس کے پیچھے موافق ہوا لگی ہوئی ہو۔ پس دجال جس کسی قوم کے پاس سے گذرے گا ان کو اپنے باطل عقائد کی دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لائیں گے تو وہ بادلوں کو حکم دے گا تو وہ برسنے لگیں گے۔ اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سرسبز و شاداب ہو جائیگی۔ اور ان کے مویشی اس میں چریں گے اور شام کو جب واپس آئیں گے تو ان کے کوہاں پہلے کی بہ نسبت بہت اونچے ہوں گے اور تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوں گے اور ان کی کوکھیں پر ہوں گی۔

پھر دجال کسی دوسری قوم کے پاس سے گذرے گا اور ان کو بھی اپنے کفر و اضلال کی دعوت دے گا لیکن وہ اس کی

باتوں کورد کردیں گے وہ ان سے مایوس ہوکر چلا جائے گا تو یہ مسلمان لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو جائیں گے اوران کے پاس کچھ مال نہ رہے گا اورویراں زمین کے پاس سے اسکا گذر ہوگا تو وہ اس کوخطاب کرے گا کہ اپنے خزانوں کو باہر لے آ، چنانچہ زمین کے خزانے اس کے پیچھے پیچھے ہولیں گے جیسا کہ شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے پیچھے ہولیتی ہیں پھر دجال ایک آدمی کو بلائے گا جس کا شباب پورے زوروں پر ہوگا، اس کوتلوار مار کر دوٹکڑے کردے گا اور دونوں ٹکڑے اس قدر فاصلہ پر کردیے جائیں گے جس قدر تیر مارنیوالے اورنشانہ کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے پھر وہ اس کو بلائے گا وہ زندہ ہوکر دجال کی طرف اس کے اس فعل پر ہنستا ہوا روشن چہرے کے ساتھ آجائے گا۔ درین اثناء حق تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرمائیں گے، چنانچہ وہ دورنگ دار چادریں پہنے ہوئے دمشق کی مشرقی جانب کے سفید مینارہ پر اس طرح نزول فرمائیں گے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کوفرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے، جب اپنے سر مبارک کو نیچے کریں گے تو اس سے پانی کے قطرات جھڑیں گے (جیسے کوئی ابھی غسل کر کے آیا ہو) اور جب سرکو اوپر کریں گے تو اس وقت بھی پانی کے متفرق قطرات جو موتیوں کی طرح صاف ہوں گے گریں گے، جس کافر کو آپ کے سانس کی ہوا پہنچے گی وہ وہیں مرجائے گا، اور آپ کا سانس اس قدر دور پہنچے گا جس قدر دور آپ کی نگاہ جائے گی، عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے، یہاں تک کہ آپؑ اسے باب اللدّ پر جا پکڑیں گے (یہ بستی اب بھی بیت المقدس کے قریب اسی نام سے موجود ہے) وہاں اس کوقتل کردیں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے پاس تشریف لائیں گے، اور بطور شفقت کے ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے، اور جنت میں اعلیٰ درجات کی ان کوخوش خبری سنائیں گے۔

عیسیٰ علیہ السلام ابھی اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ میں اپنے بندوں میں سے ایسے لوگوں کو نکالوں گا جن کے مقابلہ کی کسی کو طاقت نہیں، آپ مسلمانوں کو جمع کر کے کوہ طور پر چلے جائیں (عیسیٰ علیہ السلام ایسا ہی کریں گے) اوراللہ یأجوج مأجوج کوکھول دینگے تو وہ سرعت سیر کے سبب ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے دکھائی دیں گے، ان میں سے پہلے لوگ بحیرۂ طبریہ سے گذریں گے، اوراس کا سب پانی پی کر ایسا کردینگے کہ جب ان میں سے دوسرے لوگ اس بحیرہ سے گذریں گے تو دریا کی جگہ کوخشک دیکھ کر کہیں گے کہ کبھی یہاں پانی موجود تھا،عیسیٰ علیہ لسلام اوران کے رفقاء کوہ طور پر پناہ لیں گے اور دوسرے مسلمان اپنے قلعوں اورمحفوظ جگہوں میں پناہ لیں گے، کھانے پینے کا سامان ساتھ ہوگا، مگر وہ کم پڑجائیگا تو ایک بیل کے سرکو سو (۱۰۰) دینار سے بہتر سمجھا جائے گا،عیسی علیہ السلام اور دوسرے مسلمان اپنی تکلیف دفع ہونے کے لئے حق تعالیٰ سے دعاء کریں گے، اللہ تعالیٰ دعاء قبول فرمائیں گے اوران پر وبائی صورت میں ایک بیماری

بھیجیں گے، اور یأ جوج مأ جوج تھوڑی دیر میں سب کے سب مر جائیں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کوہ طور سے نیچے آئیں گے تو دیکھیں گے کہ زمین میں ایک بالشت جگہ بھی ان کی لاشوں سے خالی نہیں (اور لاشوں کی سڑنے کی وجہ سے) سخت تعفن پھیلا ہوگا اسی حالت کو دیکھ کر دوبارہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں گے کہ یہ مصیبت بھی دفع ہو، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے، اور بہت بھاری بھرکم پرندوں کو بھیجیں گے، جن کی گردنیں اونٹ کی گردن کے مانند ہوں گی، وہ ان کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کی مرضی ہوگی وہاں پھینک دیں گے، بعض روایات میں ہے کہ دریا میں ڈالیں گے، پھر حق تعالیٰ بارش برسائیں گے، کوئی شہر اور جنگل ایسا نہ ہوگا جہاں بارش نہ ہوئی ہوگی، ساری زمین دُھل جائے گی، اور شیشہ کے مانند صاف ہوجائیگی، پھر اللہ تعالیٰ زمین کو حکم فرمائیں گے کہ اپنے پیٹ سے پھلوں اور پھولوں کو اُگا دے، اور از سر نو اپنی برکات کو ظاہر کر دے، چنانچہ ایسا ہی ہوگا اور اس قدر برکات ظاہر ہوگی کہ ایک انار ایک جماعت کے کھانے کے لئے کفایت کریگا اور لوگ اس کے چھلکے کی چھتری بنا کر سایہ حاصل کریں گے، اور دودھ میں اس قدر برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دودھ ایک بہت بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگا، اور ایک گائے کا دودھ ایک قبیلہ کے سب لوگوں کو کافی ہوجائے گا اور ایک بکری کا دودھ پوری برادری کو کافی ہوجائے گا، یہ غیر معمولی برکات اور امن وامان کا زمانہ چالیس سال رہنے کے بعد جب قیامت کا وقت آجائے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ ایک خوشگوار ہوا چلائیں گے، جس کی وجہ سے سب مسلمانوں کی بغلوں کے نیچے ایک خاص بیماری ظاہر ہوجائے گی اور سب کے سب وفات پا جائیں گے اور باقی صرف شریر وکافر رہ جائیں گے جو زمین پر کھلم کھلا حرام کاری جانوروں کی طرح کریں گے، ایسے ہی لوگوں پر قیامت آئے گی۔

اور عبدالرحمٰن بن یزید کی روایت میں یأ جوج ومأ جوج کے قصہ کی زیادہ تفصیل آئی ہے وہ یہ کہ بحیرۂ طبریہ سے گذرنے کے بعد یأ جوج ومأ جوج بیت المقدس کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ جبل الخمر پر چڑھ جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو، سب کو قتل کر دیا ہے، لو اب ہم آسمان والوں کا خاتمہ کرتے ہیں، چنانچہ وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے اور وہ تیر اللہ تعالیٰ کے حکم سے خون آلودہ ہو کر ان کی طرف واپس آئیں گے (تاکہ وہ احمق یہ سمجھ کر خوش ہوں کہ آسمان والوں کا بھی خاتمہ کر دیا [مسلم: رقم: ۱۱۰، ۲۹۳۷]۔

اور دجال کے قصہ میں ابوسعید خدریؓ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ دجّال مدینہ طیبہ سے دور رہے گا اور مدینہ کے راستوں پر بھی اسکا آنا ممکن نہ ہوگا تو وہ مدینہ کے قریب ایک شور زمین کی طرف آئے گا، اس وقت ایک آدمی دجال کے پاس آئے گا اور وہ آدمی اس وقت کے بہترین لوگوں میں سے ہوگا اور اس کو خطاب کر کے کہے گا کہ میں یقین سے کہتا ہوں

کہ تو وہی دجّال ہے جس کی ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی یہ سن کر دجّال کہے گا، لوگوں! مجھے یہ بتلاؤ کہ اگر میں اس آدمی کو قتل کر دوں اور پھر زندہ کر دوں تو میرے خدا ہونے میں شک کرو گے، وہ جواب دیں گے، نہیں، چنانچہ اس آدمی کو قتل کرے گا اور پھر اس کو زندہ کرے گا، تو وہ دجّال کو کہے گا کہ اب مجھے تیرے دجّال ہونے کا پہلے سے زیادہ یقین ہو گیا ہے، دجّال اس کو دوبارہ قتل کرنے کا ارادہ کریگا، لیکن وہ اس پر قادر نہ ہو سکے گا۔

صحیح بخاری: تفسیر سورۂ حج :۱۲۲/۶، مسلم : کتاب الایمان :۱۴۰/۱، میں ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالی آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ آپ اپنی ذریت میں سے بعث النار یعنی جہنمی لوگ اٹھائے وہ عرض کریں گے اے رب وہ کون ہیں؟ تو حکم ہوگا کہ ہر ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے جہنمی ہیں صرف ایک جنتی ہے، صحابہ کرام سہم گئے اور دریافت کیا کہ ہم میں سے وہ ایک جنتی کونسا ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا غم نہ کرو کیونکہ یہ نوسو ننانوے جہنمی تم میں سے ایک اور یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار کی نسبت سے ہوں گے اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمام انسانوں کے دس حصے کئے ان میں سے نو حصے یاجوج ماجوج کے ہیں اور باقی ایک حصہ میں باقی ساری مخلوق دنیا کے انسان ہیں (روح المعانی)۔

بخاری کتاب الفتن ۶۰/۹، ومسلم باب اقتراب الفتن ۱۶۵/۸، میں زینب بنت جحش ام المومنین سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز نیند سے ایسی حالت میں بیدار ہوئے کہ چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور آپؐ کی زبان مبارک پر یہ جملے تھے۔

لا الہ الااللہ، ویل للعرب من شر قداقترب، فتح الیوم من ردم یاجوج وماجوج مثل هذه وحلق تسعین.

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، خرابی ہے عرب کی اس شر سے، جو قریب آچکا ہے آج کے دن یاجوج وماجوج کی ردم، یعنی سد میں اتنا سوراخ کھل گیا ہے اور آپ نے عقد تسعین یعنی انگوٹھے اور انگشت شہادت کو ملا کر حلقہ بنا کر دکھلایا۔

قرطبی نے اپنی تفسیر میں بحوالہ سدی نقل کیا ہے کہ یاجوج وماجوج کے بائیس قبیلوں میں سے اکیس قبیلوں کو سد ذو القرنین سے بند کر دیا گیا۔ ان کا ایک قبیلہ سد ذوالقرنین کے اندر اس طرف رہ گیا وہ ترک ہیں اس کے بعد قرطبی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ترک کے متعلق جو باتیں بتلائی ہیں وہ یاجوج وماجوج سے ملتی ہوئی ہیں اور آخر زمانے میں مسلمانوں کی ان سے جنگ ہونا صحیح مسلم کی حدیث میں ہے پھر فرمایا کہ اس زمانے میں ترک قوم کی بڑی بھاری

تعداد مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلی ہوئی ہے جن کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے وہی مسلمانوں کو ان کے شر سے بچا سکتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہی یاجوج و ماجوج ہیں یا کم از کم ان کا مقدمہ ہیں (قرطبی: ۱۱/۵۸)۔

قرطبی کا زمانہ چھٹی صدی ہجری ہے جس میں فتنہ تاتار ظاہر ہوا اور اسلامی خلافت کو تباہ و برباد کیا ان کا عظیم فتنہ اسلام میں معروف اور تاتاریوں کا مغل ترک میں سے ہونا مشہور ہے مگر قرطبی نے ان کو یاجوج و ماجوج کے مشابہ اور ان کا مقدمہ قرار دیا ہے ان کے فتنہ کو وہ خروج یاجوج و ماجوج نہیں بتایا جو علامات قیامت میں سے ہے کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث مذکور میں اس کی تصریح ہے کہ وہ خروج عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کے زمانے میں ہوگا۔

اسی لئے علامہ الوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں ان لوگوں پر سخت رد کیا ہے جنہوں نے تاتار ہی کو یاجوج و ماجوج قرار دیا، اور فرمایا کہ ایسا خیال کرنا کھلی ہوئی گمراہی ہے اور نصوص حدیث کی مخالفت ہے البتہ انہوں نے بھی فرمایا کہ بلاشبہ یہ فتنہ یاجوج و ماجوج کے فتنہ کے مشابہ ضرور ہے۔ (روح المعانی) اس سے ثابت ہوا کہ اس زمانے میں جو بعض مورخین موجودہ روس چین یا دونوں کو یاجوج و ماجوج قرار دیتے ہیں اگر اس سے ان کی مراد وہی ہے جو قرطبی اور آلوسی نے فرمایا کہ ان کا فتنہ یاجوج و ماجوج کے مشابہ ہے تو یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوگا مگر اسی کو وہ خروج یاجوج و ماجوج قرار دینا جس کی خبر قرآن وحدیث میں بطور علامات قیامت دی گئی اور اس کا وقت نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بتلایا گیا یہ قطعاً غلط اور گمراہی اور نصوص حدیث کا انکار ہے۔

مشہور مؤرخ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں اقلیم سادس کی بحث میں یاجوج و ماجوج اور سد ذو القرنین اور ان کے محل و مقام کے متعلق جغرافیائی تحقیق اس طرح فرمائی ہے، ساتویں اقلیم کے نویں حصہ میں مغرب کی جانب ترکوں کے وہ قبائل آباد ہیں جو قبچاق اور چرکس کہلاتے ہیں اور مشرق کی جانب یاجوج و ماجوج کی آبادیاں ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوہ قاف حد فاصل ہے جس کا ذکر گذشتہ سطور میں ہو چکا ہے کہ وہ بحر محیط سے شروع ہوتا ہے جو چوتھی اقلیم کے مشرق میں واقع ہے۔

اور اس کے ساتھ شمال کی جانب اقلیم کے اخر تک چلا گیا ہے اور پھر بحر محیط سے جدا ہو کر شمال مغرب میں ہوتا ہوا یعنی مغرب کی جانب جھکتا ہوا پانچویں اقلیم کے نویں حصہ میں داخل ہو جاتا ہے یہاں سے وہ پھر اپنی پہلی سمت کو مڑ جاتا ہے حتی کہ ساتویں اقلیم کے نویں حصہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

اور یہاں پہونچ کر جنوب سے شمال مغرب کو ہوتا ہوا گیا ہے اور اسی سلسلہ کوہ کے درمیان سد سکندری واقع =

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾

بھلا ہم آپ کے لئے خرچ (کا انتظام) کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں

قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ

ذوالقرنین نے کہا کہ خرچ کا جو مقدور اللہ نے مجھے بخشا ہے وہ بہت اچھا ہے تم مجھے قوتِ (بازو) سے مدد دو میں تمہارے

وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتّٰى

اوران کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنادوں گا تو تم لوہے کے (بڑے بڑے) تختے لاؤ (چنانچہ کام جاری کر دیا گیا) یہاں

إِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوا حَتّٰى إِذَا

تک کہ جب اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان (کا حصہ) برابر کر دیا اور کہا کہ (اب اسے) پھونکو یہاں تک کہ

جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِيٓ أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾

جب اس کو (پھونک پھونک کر) آگ کر دیا تو کہا کہ (اب) میرے پاس تانبا لاؤ کہ اس پر پگھلا کر ڈال دوں

= ہے اور ساتویں اقلیم کے نویں حصہ کے وسط ہی میں وہ سد سکندری ہے جس کا ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں اور جس کی اطلاع قران نے بھی دی ہے اور عبداللہ بن خردازبہ نے اپنی جغرافیہ کی کتاب المسالک والممالک: ۱۴۱، وتاریخ اسلام: ۳/۲۴۴، وطبری: ۲/۴۲۵، میں واثق باللہ خلیفہ عباسی کا وہ خواب نقل کیا ہے جس میں اس نے یہ دیکھا تھا کہ سد کھل گئی ہے چنانچہ وہ گھبرا کر اٹھا اور دریافت حال کے لئے سلام ترجمان کو روانہ کیا اور اس نے واپس آ کر اسی سد کے حالات واوصاف بیان کئے۔ (تاریخ ابن خلدون: ۱/۷۹)۔

اس تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ سد ذوالقرنین ابھی تک قائم ہے، اس کے بعد اگر کوئی، شاہ انورؒ کے قول پر جو کہ اس سے نفحۃ العنبر: ۱۴۱، میں یوسف بنوریؒ نے نقل کیا ہے کہ یہ دیوار منہدم ہوا ہے اور اس باب میں جو احادیث وارد ہیں وہ معلل اور صحیح نہیں۔ یقین کرے اور اس دیوار کی وجود سے انکار کرے، یا موجودہ سیڈیوں [CD,s] وغیرہ میں جو ہے کہ یہ دیوار منہدم ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ھدایت دے۔

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا

پھران میں یہ قدرت نہ رہی کہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ یہ طاقت رہی کہ اس میں سوراخ لگا سکیں۔ بولا کہ یہ میرے پروردگار کی

رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا

مہربانی ہے جب میرے پروردگار کا وعدہ آ پہنچے گا تو اس کو (ڈھا کر) ہموار کر دے گا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے

﴿٩٨﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ

(اس روز ہم ان کو چھوڑ دیں گے کہ (روئے زمین پر پھیل کر) ایک دوسرے میں گھس جائیں گے اور صور پھونکا جائے گا

فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾

تو ہم سب کو جمع کر لیں گے۔اور اس روز جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے

الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا

جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور وہ سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے

﴿١٠١﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ

کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بندوں کو ہمارے سوا (اپنا) کارساز بنائیں گے (تو ہم خفا نہیں ہوں گے)

اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ

ہم نے (ایسے) کافروں کے لئے جہنم کی (مہمانی) تیار کر رکھی ہے۔ کہہ دو کہ ہم تمہیں بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے

اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ

نقصان میں ہیں۔ وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں

يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ

کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں

وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾

اور اس کے سامنے جانے سے انکار کیا تو ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور ہم قیامت کے دن ان کے لئے کچھ بھی وزن قائم نہیں کریں گے

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾

یہ ان کی سزا ہے (یعنی) جہنم اس لئے کہ انھوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں اور ہمارے پیغمبروں کی ہنسی اڑائی

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا

جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے ان کے لئے بہشت کے باغ مہمانی ہوں گے

﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا

ہمیشہ ان میں رہیں گے اور وہاں سے مکان بدلنا نہ چاہیں گے۔ کہہ دو کہ اگر سمندر میرے پروردگار کے علوم کے (لکھنے

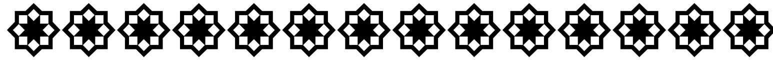
لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ

کے) لئے سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کے علوم تمام ہوں سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ہم ویسا ہی اور (سمندر)

مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ

اس کی مدد کو لائیں۔ کہہ دو کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں (البتہ) میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (وہی) ایک

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ


رَبِّهٖٓ أَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

معبود ہے تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھے چاہیئے کہ عملِ نیک کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

سورة مريم(مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِكۡرُ رَحۡمَةِ رَبِّكَ عَبۡدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾ إِذۡ

کہٰیعص۔(یہ) تمہارے پروردگار کی مہربانی کا بیان (ہے جواس نے) اپنے بندے زکریا پر (کی تھی)۔ جب انہوں نے

نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّيۡ وَهَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّيۡ

اپنے پروردگار کو دبی آواز سے پکارا۔ (اور) کہا کہ اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہوگئی ہیں

وَاشۡتَعَلَ الرَّأۡسُ شَيۡبًا وَّلَمۡ أَكُنۡ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾ وَإِنِّيۡ خِفۡتُ

اور سر بڑھاپے (کی وجہ سے) شعلہ مارنے لگا ہے اور اے میرے پروردگار! میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا اور میں اپنے

الۡمَوَالِيَ مِنۡ وَّرَآئِيۡ وَكَانَتِ امۡرَأَتِيۡ عَاقِرًا فَهَبۡ لِيۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا ﴿۵﴾

بعد اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما

يَّرِثُنِيۡ وَيَرِثُ مِنۡ آلِ يَعۡقُوۡبَ وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾ يٰزَكَرِيَّا

جو میری اور اولادِ یعقوب کی میراث کا مالک ہو[۱] اور (اے) میرے پروردگار! اس کو خوش اطوار بنائیو۔ اے ذکریا!

---

[۱] باتفاق جمہور علماء اس جگہ وراثت سے وراثت مالی مراد نہیں، کیونکہ اول تو زکریا علیہ السلام کے پاس کوئی بڑی دولت ہونا ثابت نہیں، جس کی فکر ہو کہ اس کا وارث کون ہوگا، اور ایک پیغمبر کی شان سے بھی ایسی فکر کرنا بعید ہے، اس کے علاوہ صحیح حدیث جس پر صحابہ کرام کا اجماع ثابت ہے، اس میں ہے: ان العلماء ورثة الانبياء، وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما، انما ورثوا العلم، فمن اخذه اخذ بحظ وافر. (احمد: ۵/۱۹۶، ابو داود: ۲/۳۴۱، رقم: ۳۶۴۱ ابن ماجة: ۲۲۳، ترمذی: ۲۶۸۲)۔=

إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ٱسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَل لَّهُ مِن قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾

ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کی

قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلٰمٌ وَكَانَتِ ٱمْرَأَتِي عَاقِرًا

انہوں نے کہا کہ اے پروردگار! میرے ہاں کس طرح لڑکا ہو گا جبکہ میری بیوی بھانجھ ہے

= بیشک علماء وارث ہیں انبیاء کے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام دینارودرہم کی وراثت نہیں چھوڑتے بلکہ ان کی وراثت علم ہوتا ہے، جس نے علم حاصل کرلیا اس نے بڑی دولت حاصل کر لی۔

یہ حدیث کتب شیعہ، کافی، کلینی وغیرہ میں بھی موجود ہے، اور صحیح بخاری میں عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لانورث وماترکنا صدقة۔ (بخاری:۲۷۲۶، مسلم:۱۷۵۹) ہم انبیاء کی مالی وراثت کسی کو نہیں ملتی، ہم جو مال چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے۔ اورخود اس آیت میں ''یرثنی'' کے بعد ''ویرث من ال یعقوب'' کا اضافہ اس کی دلیل ہے، کہ وراثت مالی مراد نہیں کیونکہ جس لڑکے کی پیدائش کی دعاء کی جارہی ہے اس کا آل یعقوب کے لئے مالی وارث بننا بظاہر ممکن نہیں، کیونکہ آل یعقوب کے وراث ان کے عصبات قریبہ ہوں گے، اور وہ وہی ''موالی'' ہیں جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا، وہ بلاشبہ قرابت وعصوبت میں یحیٰی علیہ السلام سے اقرب ہیں، اقرب کے ہوتے ہوئے عصبہ بعید کو وراثت ملنا اصول وراثت کے خلاف ہے، روح المعانی میں کتب شیعہ سے یہ بھی نقل کیا ہے: روی الکلینی فی اصول الکافی: ۱/ ۳۲۶، عن ابی البختری عن ابی عبداللہ قال ان سلیمان ورث داود، وان محمدا ﷺ ورث سلیمان۔

سلیمان علیہ السلام، داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور محمد ﷺ سلیمان علیہ السلام کے وارث ہوئے۔ یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سلیمان علیہ السلام کی مالی وراثت ملنے کا کوئی احتمال وامکان ہی نہیں، مراد اس سے علوم نبوت کی وراثت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ '' ورث سلیمان داود'' (نمل: ۱۶) میں بھی وراثت مالی مراد نہیں۔ اوراس تحقیق سے شیعوں کا وہ اعتراض بھی ختم ہوا جو کہ فدک وغیرہ کا تھا۔

وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ

اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ گیا ہوں۔ حکم ہوا کہ اسی طرح (ہوگا) تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے

وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ

اور میں پہلے تم کو بھی تو پیدا کر چکا ہوں اور تم کچھ چیز نہ تھے۔ کہا کہ اے پروردگار! میرے لئے کوئی

آيَةً ۚ قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾

نشانی مقرر فرما فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم صحیح و سالم ہو کر تین (رات دن) بول نہ سکے گا

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحٰى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً

پھر وہ (عبادت کے) حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو ان سے اشارے سے کہا کہ صبح

وَّعَشِيًّا ﴿۱۱﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۚ وَآتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾

وشام (اللہ کو) یاد کرتے رہو۔ اے یحییٰ! (ہماری) کتاب کو زور سے پکڑے رہو اور ہم نے ان کو لڑکپن ہی میں دانائی عطا

وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۚ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ

فرمائی تھی۔ اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی دی تھی اور وہ پرہیزگار تھے۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے

وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ

والے تھے اور سرکش اور نافرمان نہیں تھے۔ اور جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وفات پائیں گے

وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ إِذِ

اور جس دن زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے ان پر سلام اور رحمت ہے۔ اور کتاب (قرآن) میں مریم کا بھی ذکر کرو جب

انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ

وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرق کی طرف چلی گئیں۔ تو انہوں نے ان کی طرف سے پردہ کر لیا

فَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾

(اس وقت) ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی (کی طرح) بن گیا

قَالَتْ إِنِّيٓ أَعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾

مریم بولیں کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔

قَالَ إِنَّمَآ أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾

انہوں نے کہا کہ میں تو تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا (یعنی فرشتہ) ہوں (اور اس لئے آیا ہوں) کہ تمہیں پاکیزہ لڑکا بخشوں

قَالَتْ أَنّٰى يَكُونُ لِي غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَّلَمْ أَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾

مریم نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیونکر ہو گا مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں ہوں

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهُ

(فرشتے نے) کہا کہ یونہی (ہوگا) تمہارے پروردگار نے فرمایا کہ یہ مجھے آسان ہے اور (میں اسے اسی طریق پر پیدا کروں

اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

گا) تا کہ اس کو لوگوں کے لئے اپنی طرف سے نشانی اور (ذریعہ) رحمت اور (مہربانی) بناؤں اور یہ کام مقرر ہو چکا ہے

فَحَمَلَتْهُ فَانتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَأَجَآءَهَا الْمَخَاضُ إِلٰى جِذْعِ

تو وہ اس (بچے) کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور اسے لیکر ایک دُور کی جگہ چلی گئیں۔ پھر دردِ زہ ان کو کھجور کے تنے

النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا ﴿۲۳﴾

کی طرف لے آیا کہنے لگیں کہ کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی

فَنَادَاهَا مِن تَحْتِهَآ أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾

اس وقت ان کے نیچے کی جانب سے فرشتے نے ان کو آواز دی کہ غمناک نہ ہو تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک

وَهُزِّىٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾
چشمہ جاری کر دیا ہے۔ اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر تازہ تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں گی

فَكُلِى وَاشْرَبِى وَقَرِّى عَيْنًا ۚ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِىٓ
تو کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو اگر تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہنا کہ میں نے اللہ کے لئے

إِنِّى نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا ﴿٢٦﴾
روزے کی منت مانی ہے تو آج میں کسی آدمی سے ہرگز کلام نہ کروں گی۔ [٢]

---

[٢] قبل از اسلام یہ بھی عبادت میں داخل تھا کہ بولنے کا روزہ رکھے، صبح سے رات تک کسی سے کلام نہ کرے، اسلام نے اس کو منسوخ کر کے یہ لازم کر دیا کہ صرف بُرے کلام، گالی گلوچ، جھوٹ غیبت وغیرہ سے پرہیز کیا جائے، عام گفتگو ترک کرنا اسلام میں کوئی عبادت نہیں رہی، اس لئے اس کی نذر ماننا بھی جائز نہیں۔ لما رواہ ابو داود مرفوعا. رقم: ٢٨٧٣، و٣/١٩٢، والاصابة: ٦/٤، لایتم بعد احتلام ولاصمات یوم الی اللیل (وحسنہ السیوطی). یعنی بچہ بالغ ہونے کے بعد باپ کے مرنے سے یتیم نہیں کہلاتا، اس پر احکام یتیم کے جاری نہیں ہوتے، اور صبح سے شام تک خاموش رہنا تو اسلام میں کوئی عبادت نہیں۔ اور درد زہ میں پانی اور کھجور کا استعمال از روئے طب بھی مفید ہے اور اکل وشرب کا حکم بظاہر اباحت کے لئے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور حمل وتولد بلا توسط مرد کے خارق عادت معجزہ ہے، اور خوارق میں کتنا ہی استبعاد ہو مضائقہ نہیں، بلکہ وصف اعجاز کا اور زیادہ ظہور ہے لیکن اس میں اس وجہ سے زیادہ استبعاد بھی نہیں کہ حسب تصریح کتب طب عورت کی منی میں قوت منعقدہ کے ساتھ قوت عاقدہ بھی ہے، اس لئے مرض رجا میں اعضاء کی کچھ ناتمام صورت بھی بن جاتی ہے، کما صرح بہ فی القانون، پس اگر یہی قوت عاقدہ اور بڑھ جائے تو زیادہ مستبعد نہیں ہے کہ بچہ بغیر باپ کے پیدا ہوں۔ بیان القرآن۔ اس آیت میں اللہ تعالی نے مریم علیہا السلام کو کھجور کا درخت ہلانے کا حکم دیا، حالانکہ اس کی قدرت میں یہ بھی تھا کہ بغیر ان کے ہلانے کے خود ہی کھجوریں ان کی گود میں گر جاتیں، مگر حکمت یہ ہے کہ اس میں تحصیل رزق کے لئے کوشش کرنے کا سبق ملتا ہے، اور یہ بھی بتلانا ہے کہ رزق کے حاصل کرنے میں کوشش اور محنت کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ روح المعانی۔

فَأَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾

تو وہ پھر اس بچے کو اٹھا کر اپنی قوم کے لوگوں کے پاس لے آئیں وہ کہنے لگے کہ مریم یہ تو تو نے بُرا کام کیا

يَا أُخْتَ هَارُوْنَ مَا كَانَ أَبُوْكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾

اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ ہی بداطوار آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾

تو مریم نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا وہ بولے کہ ہم اس سے کہ گود کا بچہ ہے کیوں کر بات کریں؟

قَالَ إِنِّيْ عَبْدُ اللهِ آتٰنِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾

بچے نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے

وَجَعَلَنِيْ مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ

اور میں جہاں رہوں (اور جس حال میں ہوں) مجھے صاحبِ برکت کیا ہے اور جب تک زندہ ہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کا ارشاد

حَيًّا ﴿۳۱﴾ وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾

فرمایا ہے۔ اور (مجھے) اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا (بنایا ہے) اور سرکش وبدبخت نہیں بنایا۔

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ أَمُوْتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

اور جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر سلام (ورحمت) ہے

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾

یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں (اور یہ) سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں

مَا كَانَ لِلّٰهِ أَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهُ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُوْلُ

اللہ کو سزاوار نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے وہ پاک ہے جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو یہی کہتا ہے

لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٣٥﴾ وَإِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ

کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ اور بیشک اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو یہی

مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

سیدھا رستہ ہے۔ پھر (اہلِ کتاب کے) فرقوں نے باہم اختلاف کیا سو جو لوگ کافر ہوئے ہیں ان کو بڑے دن (یعنی

مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾ أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ

قیامت کے روز) حاضر ہونے سے خرابی ہے۔ وہ جس دن ہمارے سامنے آئیں گے کیسے سننے والے اور کیسے دیکھنے والے

يَوْمَ يَأْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ وَأَنْذِرْهُمْ

ہوں گے مگر ظالم آج صریح گمراہی میں ہیں۔ اور ان کو حسرت (وافسوس) کے دن سے ڈراؤ

يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٩﴾

جب بات فیصل کر دی جائے گی اور وہ غفلت میں (پڑے ہوئے ہیں) اور ایمان نہیں لاتے [3]

---

[3] عن ابی سعید قال قال رسول اللهﷺ یجاء بالموت یوم القیامة کانه کبش املح (زادابو کریب) فیوقف بین الجنة و النار (واتفقافی باقی الحدیث) فیقال یااهل الجنة! هل تعرفون هذا؟ فیشرئبّون وینظرون ویقولون نعم هذا الموت، قال فیومر به فیذبح قال ثم یقال یااهل الجنة خلود فلاموت ویااهل النار خلود فلاموت قال ثم قرأ رسول اللهﷺ: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ واشار بیده الی الدنیا. مسلم: ۲۸۴۹.

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن موت کو سرمئی مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا (ابوکریب نے اضافہ کیا) اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا، (اس کے بعد راویوں کا اتفاق

ہے) پھر کہا جائے گا اے اہل جنت! کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ گردن اٹھا کر اسے دیکھیں گے اور کہیں گے، ہاں یہ موت ہےاور کہا جائے گا اے اہل دوزخ! کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ گردن اٹھا کر اسے دیکھیں گے اور کہیں گے، ہاں یہ موت ہے، پھر اس کو ذبح کرنے کا حکم ہوگا اور اس کو ذبح کر دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا اے اہل جنت! اب دوام ہے اور موت نہیں ہے، اور اے اہل دوزخ! اب ہمیشگی ہے اور موت نہیں ہے، پھر رسول ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی، اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے دنیا کی طرف اشارہ کیا۔

مطلب یہ ہے کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو پھر موت کو لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا، علامہ اُبیؒ مالکی لکھتے ہیں: علامہ ماذری نے کہا ہے کہ موت عرض ہے کیونکہ وہ حیات کی ضد ہے، بعض معتزلہ نے کہا کہ وہ معنی نہیں ہے بلکہ وہ حیات کا عدم ہے، لیکن یہ غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿خلق الموت و الحیٰوۃ﴾ (ملک:۲) اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، بہر حال اس حدیث پر اعتراض یہ ہے کہ موت جسم نہیں ہے لہذا اس کو ذبح کرنا کس طرح متصور ہوگا اس لئے اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمثیل کے لئے ایک جسم کو پیدا کر کے اس کو ذبح فرمائے گا، تاکہ اہل آخرت پر یہ واضح ہو جائے کہ ان کو موت نہیں آسکتی۔

علامہ خطابی نے یہ کہا کہ اس حدیث کا ظاہر محال ہے کیونکہ موت یا عرض ہے یا امر عدمی ہے اور ہر دو تقدیر پر اس کا مینڈھا بننا ناممکن ہے کیونکہ انقلاب حقائق محال ہے، سو اس حدیث کی دو تاویلیں ہیں ایک تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مینڈھا پیدا کرے گا، اور اس میں موت کو پیدا کر دے گا، اور لوگ اس کو دیکھ کر جان لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ اس میں ذبح کے مشابہ ایک فعل پیدا کرے گا جس فعل سے وہ مینڈھا معدوم ہو جائے گا، حتی کہ اہل جنت بے خوف ہو جائیں گے، اور ان کی خوشی زیادہ ہو جائے گی، اور جہنمی مایوس ہو جائیں گے، اور ان کا غم زیادہ ہو جائے گا، دوسری تاویل یہ ہے کہ یہ موت کو معدوم کرنے کی ایک مثال ہے کیونکہ جب اہل آخرت کے لئے موت معدوم ہو جائے گی تو وہ ایک ذبح شدہ مینڈھے کی طرح ہوگی۔ (اکمال اکمال المعلم: ۷: ۲۲۰)۔

☆☆☆

إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾

ہم ہی زمین کے اور جو لوگ اس پر (بستے) ہیں ان کے وارث ہیں اور ہماری ہی طرف ان کو لوٹنا ہو گا

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيْهِ

اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بیشک وہ نہایت سچے پیغمبر تھے۔ جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا

يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا ﴿۴۲﴾

کہ ابا آپ ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ سنیں اور نہ دیکھیں اور نہ آپ کے کچھ کام آ سکیں

يَا أَبَتِ إِنِّيْ قَدْ جَاءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْ أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا

ابا مجھے ایسا علم ملا ہے جو آپ کو نہیں ملا تو میرے ساتھ ہو جائے میں آپ کو سیدھی راہ پر چلا دوں گا

﴿۴۳﴾ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾

ابا شیطان کی پرستش نہ کیجئے بیشک شیطان اللہ کا نافرمان ہے

يَا أَبَتِ إِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾

ابا مجھے ڈر لگتا ہے کہ آپ کو اللہ کا عذاب آ پکڑے تو آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں

قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِيْ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ

اس نے کہا کہ ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے برگشتہ ہے اگر تو باز نہ آئے گا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا

وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ

اور تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے دُور ہو جا۔ ابراہیم نے سلام علیک کہا (اور کہا کہ) میں آپ کے لئے اپنے پروردگار سے بخشش

إِنَّهُ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

مانگو بیشک وہ مجھ پر نہایت مہربان ہے۔ اور میں آپ لوگوں سے اور جن کو آپ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان سے کنارہ کرتا ہوں

وَأَدْعُوْ رَبِّيْ عَسٰٓى أَلَّآ أَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا

اور اپنے پروردگار ہی کو پکاروں گا امید ہے کہ میں اپنے پروردگار کو پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔ اور جب ابراہیم

اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗٓ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ

ان لوگوں سے اور جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے ان سے الگ ہو گئے تو ہم نے ان کو اسحٰق اور (اسحٰق) کو یعقوب بخشے

وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾

اور سب کو پیغمبر بنایا۔ اور ان کو اپنی رحمت سے (بہت سی چیزیں) عنایت کیں اور ان کا ذکرِ جمیل بلند کیا

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى إِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾

اور کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر کرو بیشک وہ (ہمارے) برگزیدہ اور پیغمبر ورسول تھے

وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾

اور ہم نے ان کو طُور کی داہنی جانب سے پکارا اور باتیں کرنے کے لئے نزدیک بلایا

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ أَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ

اور اپنی مہربانی سے انکو ان کا بھائی ہارون پیغمبر عطا کیا اور کتاب

فِي الْكِتٰبِ إِسْمَاعِيْلَ إِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾

میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو وہ وعدے کے سچے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے نبی تھے[4]

---

[4] رسول اور نبی کے مفہوم میں نسبت عموم وخصوص من وجہ کی ہے "رسول" وہ ہے جو مخاطبین کو شریعت جدیدہ پہنچائے ،خواہ وہ شریعت خود اس رسول کے اعتبار سے بھی جدید ہو، جیسے تورات وغیرہ، یا صرف ان کی امت کے اعتبار سے جدید ہو، جیسے اسماعیل علیہ السلام کی شریعت، وہ دراصل ابراہیم علیہ السلام کی قدیم شریعت ہی تھی ،لیکن قوم "جرہم" جن کی طرف ان

کومبعوث فرمایا تھا، ان کو اس شریعت کا علم پہلے سے نہ تھا، اسماعیل علیہ السلام ہی کے ذریعہ ہوا، اس معنی کے اعتبار سے رسول کے لئے نبی ہونا ضروری نہیں جیسے فرشتے کہ وہ رسول تو ہیں مگر نبی نہیں ہیں۔

یا جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے پرستادہ قاصد، جن کو آیت قرآن "اذجاء ھا المرسلون" (یسٓ: ۱۳) (بنا برایک تفسیر) میں رسول کہا گیا ہے، حالانکہ وہ انبیاء نہیں تھے۔ اور نبی وہ ہے جو صاحب وحی ہو خواہ شریعت جدیدہ کی تبلیغ کرے، یا شریعت قدیمہ کی، جیسے اکثر انبیاء بنی اسرائیل شریعت موسویہ کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک اعتبار سے لفظ رسول نبی سے عام ہے ، اور دوسرے اعتبار سے لفظ نبی بنسبت رسول کے عام ہے، جس جگہ یہ دونوں لفظ ایک ساتھ استعمال کئے گئے، جیسا کہ آیت مذکورہ میں "رسولا نبیا" آیا ہے، وہاں تو کوئی اشکال نہیں کہ خاص اور عام دونوں جمع ہو سکتے ہیں، کوئی تضاد نہیں، لیکن جس جگہ یہ دو لفظ باہم متقابل آئے ہیں، جیسے "ومآارسلنامن قبلک من رسول ولانبی" الایۃ (حج: ۵۲) میں، تو اس جگہ بقرینہ مقام لفظ نبی کو خاص اس شخص کے معنی میں لیا جائے گا جو شریعت سابقہ کی تبلیغ کرتا ہے۔

اس فرق کی وضاحت، براء بن عازبؓ کی حدیث میں ہے، کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: جب تو اپنے سونے کی جگہ پر آئے، تو نماز کا سا وضو کر، پھر اپنے داہنی کروٹ پر لیٹ جا، اور یوں دعا کر: اللھم اسلمت نفسی الیک ،ووجھت وجھی الیک ،وفوضت امری الیک، والجأت ظھری الیک ،رغبة ورھبة الیک، لاملجأولامنجأمنک الا الیک، امنت بکتابک الذی انزلت، ونبیک الذی ارسلت . وقال رسول اللہ ﷺ: من قالھن ثم مات تحت لیلته مات علی الفطرة. (بخاری: ۶۳۱۵، مسلم: ۲۷۱۰. یعنی اے اللہ! تیرے ثواب کے شوق میں، اور تیرے عذاب کے ڈر سے میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا، اور اپنا کام تجھ کو سونپ دیا، اور اپنی پیٹھ تجھ پر ٹیک دی، تجھ سے بھاگ کر کہیں پناہ اور کہیں ٹھکانہ نہیں، مگر تیرے ہی پاس، یا اللہ! میں نے تیری کتاب (قرآن) پر ایمان لایا، جس کو تو نے اتارا، اور تیرے نبی پر ایمان لایا، جس کو تو نے بھیجا، اس کے بعد نبی ﷺ نے اس دعا کی یہ فضیلت بتائی، کہ اگر تو اسی رات کو مر جائے، تو اسلام پر رہے گا، اور ایسا کر کہ یہ دعا تیرا آخری کلام ہو۔

براءؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے یہ دعا سنکر یاد کرنے کے لئے دہرائی: فلما بلغت: اللھم آمنت بکتابک الذی انزلت، قلت ورسولک، قال: لاونبیک الذی ارسلت . یعنی جب میں اس جگہ پہنچا: اللھم امنت بکتابک الذی انزلت ، اس کے بعد میں نے یوں کہہ دیا "ورسولک" آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، یوں کہہ: ونبیک الذی ارسلت ، یعنی نبی کی جگہ رسول کا لفظ تو نے کیوں کہا؟ وہی لفظ کہہ! جو میں نے کہا ہے

،(ترمذی:۳۵۷۴)۔حالانکہ لفظ نبی اوررسول دونوں کاحاصل ومراد ایک ہے، لیکن پیغمبرﷺ نے اپنے صحابی کوسبق سکھا کرقیامت تک کے لئے مثال قائم کردی، کہ آپﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ میں اپنی طرف سے تغیروتبدل کرنا،ترمیم واضافہ کرنا،اورگھٹانا،بڑھانا جائزنہیں۔آج کل اکثرعوام اورخواص اس امرکی پروانہیں کرتے ، الفاظ ماثورہ ومنقولہ کوگھٹابڑھا کرپیش کرتے ہیں،حالانکہ نبی علیہ السلام کےمنہ بولےالفاظ میں جوبرکت،بھیدواسرارہوتے ہیں،وہ لوگوں کےمصنوعی الفاظ میں ہرگزنہیں ہوسکتے۔اس وجہ سےفقہاء نے یہ قاعدہ لکھاہےکہ **الاصل فی الاذکار التوقف** .

اوراس فرق کواس حدیث میں بھی اشارہ کیا گیاہے جوکہ ابوذرؓ سےنقل کی گئی ہے کہ،**قال قلت یارسول اللہ ای الانبیاء کان اول؟قال :آدم ،قلت یارسول اللہ!ونبی کان؟قال "نعم نبی مکلم" قلت یارسول اللہ کم المرسلون؟قال ثلاث مئة وبضعة عشر،جماغفیرا۔وفی روایة عن ابی امامةؓ قال ابوذرؓقلت یارسول اللہ!کم وفاء عدة الانبیاء؟قال مئة الف،واربعة وعشرون الفا، الرسل من ذلک ثلاث مائة وخمسة عشر،جماغفیرا** ۔(مسنداحمد:۱۷۸/۵، ابن حبان:رقم:۲۰۷۹،۲۰۸۵،وسلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:۲۶۶۸)۔

ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:یارسول اللہﷺ سب سے پہلے نبی کون ہے؟ آپﷺ نےفرمایا آدم علیہ السلام، میں نے پھرپوچھا کیا آدم علیہ السلام نبی تھے؟فرمایاں ہاں وہ نبی تھے،انہیں اللہ رب العالمین سے شرف تکلم وتخاطب حاصل ہواہے،اس کے بعدمیں نے پوچھا:یارسول اللہﷺ انبیاء میں رسول کتنے ہوئے ہیں؟ آپﷺ نے فرمایا:کافی بڑی تعدادمیں تین سودس سے کچھ زیادہ ہی ہوں گے۔اورایک روایت میں ابوامامہؓ سےمنقول ہے،یہ الفاظ ہیں کہ ابوذرؓ نے فرمایامیں عرض کیایارسول اللہ تمام انبیاءکی کل تعداد(خواہ وہ رسول ہویاغیررسول)کیاہے؟ آپﷺ نےفرمایا:ایک لاکھ چوبیس ہزار،ان میں رسول تین سوپندرہ ہوئے ہیں،جوکافی بڑی تعدادہے۔

کل انبیاء کی تعدادکے بارے میں اس حدیث میں ایک لاکھ چوبیس ہزارکاذکرہے،اوربعض روایتوں میں یہ تعداددولاکھ چوبیس ہزاربیان کی گئی ہے،ظاہرہے دونوں عددمیں زبردست تضادہے،اس لئے علماء نے لکھاہے کہ اس بارے میں زیادہ تحقیق وجستجونہ کرنی چاہئے،اورنہ کوئی خاص عددمتعین کرناچاہئے ، بلکہ یہ عقیدہ رکھناچاہئے کہ انبیاءکی ٹھیک تعداداللہ تعالی ہی جانتاہے،اوراجمالی طورپراس طرح ایمان لاناچاہئے کہ اللہ تعالی نے جتنے رسول اورنبی بھیجے،ہم ان سب کوبرحق رسول اورنبی مانتے ہیں،اس عقیدہ اوراجمالی ایمان سے نہ کوئی نبی انبیاءکےزمرہ سے باہررہےگا،اورنہ کوئی غیرنبی ان کےزمرہ میں شامل ہوگا۔

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾

اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور اپنے پروردگار کے ہاں پسندیدہ (وبرگزیدہ) تھے

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِدْرِيْسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيْقاً نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَرَفَعْنٰهُ مَكَاناً عَلِيًّا ﴿٥٧﴾

اور کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کرو وہ بھی نہایت سچے نبی تھے اور ہم نے ان کو اونچی جگہ اٹھا لیا تھا۔[5]

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّيْنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے پیغمبروں میں سے فضل کیا (یعنی) اولاد آدم میں سے اور ان لوگوں میں سے

وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْرَآئِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا

جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے

---

[5] واذكر فى الكتاب ادريس، الخ، ادریس علیہ السلام نوح علیہ السلام سے ایک ہزار سال پہلے نوح علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں (روح المعانی بحوالہ مستدرک وحاکم) اور یہ آدم علیہ السلام کے بعد پہلے نبی وہ رسول ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ نے تیس صحیفے نازل فرمائے (کمافی حدیث ابی ذر، زمخشری) اور ادریس علیہ السلام سب سے پہلے انسان ہیں جن کو علم نجوم اور حساب بطور معجزہ عطا کیا گیا (بحر محیط)۔ اور سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے قلم سے لکھنا اور کپڑا سینا ایجاد کیا ان سے پہلے لوگ عموماً جانوروں کی کھال بجائے لباس استعمال کرتے تھے، اور سب سے پہلے ناپ تول کے طریقے بھی آپ نے ہی ایجاد فرمائے، اور اسلحہ کی ایجاد بھی آپ سے شروع ہوئی آپ نے اسلحہ تیار کر کے بنوقابیل سے جہاد کیا۔ (بحر محیط، قرطبی، مظہری، روح المعانی)۔

"ورفعناه مكانا عليا" یعنی ہم نے ادریس علیہ السلام کو مقام بلند پر اٹھا لیا۔ معنی یہ ہیں کہ ان کو نبوت و رسالت اور قرب الٰہی کا خاص مقام عطا فرمایا گیا۔ اور بعض روایت میں جو ان کا آسمان پر اٹھانا منقول ہے ان کے متعلق ابن کثیر نے فرمایا: هذا من اخبار كعب الاحبار الاسرائيليات وفى بعضه نكارة یعنی یہ کعب احبار کی اسرائیلی روایات میں سے ہے اور ان میں سے بعض میں نکارت و اجنبیت ہے۔

وَاجْتَبَيْنَآ إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ آيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾

ہدایت دی اور برگزیدہ کیا جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی تو سجدے میں گر پڑتے اور روتے رہتے تھے

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ

پھر ان کے بعد چند ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو (چھوڑ دیا گویا اسے) کھو دیا اور خواہشاتِ نفسانی کے

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

پیچھے لگ گئے۔ سو عنقریب ان کو گمراہی (کی سزا) ملے گی۔[٦] ہاں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عملِ نیک کیا

---

[٦] امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں انس بن مالکؓ کے گھر دمشق گیا (تو دیکھا) وہ رو رہے تھے، میں نے پوچھا آپ کو کس چیز نے رلا دیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: **لا اعرف شیئا مما ادرکت الا ھذہ الصلاۃ، وھذہ الصلاۃ قد ضیعت** ۔(بخاری:۵۳۰)۔ میں نے جو چیزیں (نبی ﷺ کے عہد میں) دیکھی تھیں، ان میں سے سوائے نماز کے اب کچھ بھی نہیں دیکھ رہا ہوں، اور وہ نمازیں بھی ضائع کر دی گئی ہیں۔

بنوامیہ کے دور میں خلفاء نمازوں کو دیر سے پڑھا کرتے تھے، حالانکہ حدیث میں اول وقت نماز پڑھنے کی تاکید ہے، ولید بن عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو عراق کا حاکم مقرر کیا تھا، حجاج بن یوسف بھی نماز تاخیر سے پڑھتا تھا، طبقات ابن سعد میں ہے کہ جب حجاج بن یوسف کو نماز میں تاخیر کرتے ہوئے انسؓ صحابی رسول نے دیکھا، تو چاہا کہ حجاج کو کچھ کہیں، لیکن انسؓ کے بھائیوں نے ان کو منع کیا، کیونکہ حجاج بہت بڑا ظالم اور خونخوار تھا۔ چنانچہ انسؓ نے سواری پر سوار ہو کر چلتے وقت کہہ ہی دیا، کہ سوائے کلمہ توحید کے رسول کریم ﷺ کے زمانے کی کوئی چیز میں نے تم میں نہیں پائی۔ کسی نے کہا کیا نماز بھی نہیں؟ انسؓ نے فرمایا ظہر کی نماز عصر کے وقت، اور عصر کی نماز مغرب کے وقت پڑھتے ہو کیا یہ رسول ﷺ کی نماز تھی؟

مسند احمد میں ہے کہ ابورافع نے کہا اے ابوحمزہ کیا نماز بھی ویسی نہیں رہی؟ تو فرمایا تمہیں خود معلوم ہے کہ حجاج نے جو کچھ نماز کا حال کر رکھا ہے، یعنی بے وقت پڑھتے ہیں، جو پڑھی نہ پڑھی برابر ہے، اس بے وقت نماز کے متعلق=

فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ﴿٦٠﴾

تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا

جَنَّٰتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا ﴿٦١﴾

(یعنی) بہشت جاودانی (میں) جس کا اللہ نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے (اور) جوان کی آنکھوں سے) پوشیدہ (ہے) بیشک اس کا وعدہ آنے والا ہے

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا ۖ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿٦٢﴾

وہ اس میں سلام کے سوا کوئی بیہودہ کلام نہ سنیں گے اور ان کے لئے صبح و شام کھانا تیار ہو گا

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾

یہی وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو وارث بنائیں گے جو پرہیزگار ہو گا

وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ۖ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا

اور (فرشتوں نے پیغمبر کو جواب دیا کہ) ہم تمہارے پروردگار کے حکم کے سوا اتر نہیں سکتے جو کچھ ہمارے آگے ہے

خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَّبُّ السَّمَاوَاتِ

اور جو پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے سب اسی کا ہے اور تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں۔ (یعنی) آسمان اور زمین کا

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۚ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾

اور جوان دونوں کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو اور اسی کی عبادت پر ثابت قدم رہو بھلا تم کوئی اس کا ہمنام جانتے ہو

=انسؓ نے فرمایا: قد ضیعت ، یعنی ضائع کردی ہے، نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ اسے بے وقت پڑھا جائے اور نماز کے ارکان خلاف سنت ادا کرے، چنانچہ اسی آیت کا معنی بھی یہ ہے۔ بیضاوی نے اس کی شرح یہ بیان کی ہے کہ انہوں نے نماز کو چھوڑ دیا، یا اس کے وقت سے تاخیر کر کے پڑھی۔

وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَءِ ذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿۶۶﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ

اور (کافر) انسان کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟۔ کیا انسان یاد نہیں کرتا

الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنٰهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿۶۷﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ

کہ ہم نے اس کو پہلے بھی تو پیدا کیا تھا اور وہ کچھ بھی چیز نہ تھا۔ تمہارے پروردگار کی قسم! ہم ان کو جمع کریں گے

وَالشَّيٰطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿۶۸﴾ ثُمَّ

اور شیطانوں کو بھی پھر ان سب کو جہنم کے گرد حاضر کریں گے (اور وہ) گھٹنوں پر گرے ہوئے (ہوں گے)۔ پھر ہر

لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿۶۹﴾

جماعت میں سے ہم ایسے لوگوں کو کھینچ نکالیں گے جو اللہ سے سخت سرکشی کرتے تھے

ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿۷۰﴾

اور ہم ان لوگوں سے خوب واقف ہیں جو ان میں داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیں

وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿۷۱﴾

اور تم میں سے کوئی (شخص) نہیں مگر اسے اس پر گزرنا ہو گا یہ تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿۷۲﴾ وَإِذَا

پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔ اور جب

تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ

ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جو کافر ہیں وہ مومنوں سے کہتے ہیں کہ دونوں فریق میں سے

خَيْرٌ مَّقَامًا وَّأَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ

مکان کس کے اچھے اور مجلسیں کس کی بہتر ہیں؟ اور ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک کر دیں وہ لوگ (ان سے)

أَحْسَنُ أَثَاثًا وَّرِءْ يًا ﴿۷۴﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ

ٹھاٹھ اور نمود میں کہیں اچھے تھے۔ کہہ دو کہ جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہے اللہ اس کو آہستہ آہستہ مہلت دیئے جاتا ہے

مَدًّا حَتّٰى إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ

یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے خواہ عذاب اور خواہ قیامت

فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾

تو (اس وقت) جان لیں گے کہ مکان کس کا بُرا اور لشکر کس کا کمزور [۷]

---

[۷] ان کافروں کو جو تمہیں ناحق پر اور اپنے تئیں حق پر سمجھ رہے ہیں، اور اپنی خوشحالی اور فارغ البالی پر اطمینان کئے بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے کہہ دیجئے کہ گمراہوں کی رسی دراز ہوتی ہے، انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل دی جاتی ہے، جب تک کہ قیامت نہ آ جائے یا ان کی موت نہ آ جائے۔ اس وقت انہیں پورا پتہ چل جائے گا، کہ فی الواقع برا شخص کون تھا، اور کس کے ساتھی کمزور تھے، دنیا تو ڈھلتی چڑھتی چھاؤں ہے، نہ خود اس کا اعتبار، نہ اس کے سامان اسباب کا، یہ تو اپنی سرکشی میں بڑھتے ہی رہیں گے، ای فلیدعه الله فی طغیان جهله و کفره، فلفظه لفظ الامر ومعناه الخبر، ای من کان فی الضلالة مده الرحمٰن مدا، حتی یطول اغتراره فیکون ذلک اشد لعقابه، نظیره فی ال عمران: ۱۷۸، والانعام: ۱۱۰، ومثله کثیر، وقیل هذا دعاء امر به النبی ﷺ، تقول: من سرق مالی فلیقطع الله یده، فهو دعاء علی السارق، وهو جواب الشرط، وعلی هذا فلیس قوله "فلیمدد خبرا" (قرطبی) ۔ وقال ابن کثیر، وهذه مباهلة للمشرکین الذین یزعمون انهم علی هدی فیما هم فیه ۔ یا یہ معنے ہے کہ ہم میں سے جو گمراہ ہو، اللہ تعالیٰ اس کی گمراہی بڑھا دے۔ گویا اس آیت میں مشرکوں سے مباہلہ ہے۔ جیسے یہودیوں سے سورۂ جمعہ میں مباہلہ کی آیت (٦) ہے، کہ آؤ ہمارے مقابلے میں موت کی تمنا کرو، اسی طرح سورۂ ال عمران میں مباہلے کا ذکر ہے، کہ جب تم اپنے خلاف دلیلیں سن کر بھی عیسیٰ علیہ السلام کے، ابن اللہ، ہونے کے مدعی ہو، تو آؤ بال بچوں سمیت میدان میں جا کر جھوٹے پر لعنت اللہ تعالیٰ پڑنے کی دعاء کریں، پس نہ تو مشرکین مقابلے پر آئے، نہ یہود کی ہمت پڑی، نہ نصرانی مرد میدان بنے۔

وَيَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى وَّالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ

اور جولوگ ہدایت یاب ہیں اللہ ان کو زیادہ ہدایت دیتا ہے اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ تمہارے پروردگار کے صلے

ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾ أَفَرَأَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِآيٰتِنَا وَقَالَ

کے لحاظ سے خوب اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہنے

لَأُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا

لگا کہ (اگر میں ازسرِ نو زندہ ہوا بھی تو یہی) مال اور اولاد مجھے (وہاں) ملے گا کیا اس نے غیب کی خبر پالی ہے یا اللہ کے یہاں (سے) عہد لے لیا ہے؟

﴿۷۸﴾ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾

ہرگز نہیں جو کچھ کہتا ہے ہم اس کو لکھتے جاتے اور اس کے لئے آہستہ آہستہ عذاب بڑھاتے جاتے ہیں

وَنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَأْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور جو چیزیں یہ بتاتا ہے ان کے ہم وارث ہوں گے اور یہ اکیلا ہمارے سامنے آئے گا۔ اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا

آلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ

اور معبود بنالئے ہیں تاکہ وہ ان کے لئے مدد ہوں ۔ ہرگز نہیں وہ (معبودانِ باطل) ان کی پرستش سے

ضِدًّا ﴿۸۲﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّآ أَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

انکار کریں گے اور ان کے دشمن (ومخالف) ہوں گے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے

تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾

کہ وہ ان کو برانگیختہ کرتے رہتے ہیں۔ تو تم ان پر (عذاب کے لئے) جلدی نہ کرو اور ہم تو ان کے لئے (دن) شمار کر رہے ہیں

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ

جس روز ہم پرہیزگاروں کو اللہ کے سامنے (بطور) مہمان جمع کریں گے۔ اور گنہگاروں کو دوزخ

إِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ

کی طرف سے پیاسے ہانک لے جائیں گے ۔(تو لوگ) کسی کی سفارش کا اختیار نہ رکھیں گے مگر جس نے اللہ سے

عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾

اقرار لیا ہو۔[۸] اور کہتے ہیں کہ اللہ بیٹا رکھتا ہے ۔ (ایسا کہنے والو! یہ تو) تم بُری بات (زبان پر) لائے ہو

---

[۸] عن عبادة بن الصامتؓ انه قال قال رسول اللهﷺ خمس صلوات افترضهن الله تعالى .من احسن وضوء هن وصلاهن لوقتهن ،واتم ركوعهن وخشوعهن، كان له على الله تعالى عهد ان يغفرله ،ومن لم يفعل ،ليس له على الله عهد،ان شاء غفرله،وان شاء عذبه.رواه احمد:۵/۳۱۷، وابوداود:۴۲۵،و النسائي : ۱/۲۳۰،وابن ماجة: ۱۴۰۱ . عبادة بن الصامتؓ نقل کرتے ہیں کہ رسولﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ان پانچ نمازوں کے لئے جنہیں اللہ نے فرض کیا ہے، اچھی طرح وضوء کیا، اوران کووقت پر پڑھا، نیزان میں رکوع وخشوع کیا، تواس کے لئے اللہ تعالیٰ پرذمہ یہ ہے کہ وہ اس کے گناہ بخش دے گا، اورجس شخص نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کا ذمہ دار نہیں ہے۔ چاہے تو بخش دے، چاہے اسے عذاب میں مبتلا کرے۔

عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ آیت تلاوت کی، پھرفرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وعدہ حاصل کرلو، بیشک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ جس سے میرا عہد ہے وہ کھڑا ہوجائے ،لوگوں نے کہا ہمیں بھی بتادیجئے کہ یہ عہد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یوں کہو:۔ اللهم فاطر السمٰوات والارض عالم الغيب والشهادة فاني اعهداليك في هذه الحيوٰة الدنيا انك ان تكلني الى عمل تقربني من الشروتباعدني من الخير،واني لا اثق الا برحمتك، فاجعل لي عندك عهداتؤديه الى يوم القيامة ''انك لاتخلف الميعاد''.مستدرك حاكم: ۲/۳۷۷.في التفسير .

تَـكَـادُ السَّـمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾

قریب ہے کہ اس (افتراء) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں

أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْبَغِىْ لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾

کہ انہوں نے اللہ کے لئے بیٹا تجویز کیا ۔ اور اللہ کو شایاں نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے

إِنْ كُلُّ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِى الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾

تمام شخص جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ کے روبرو بندے ہو کر آئیں گے

لَقَدْ أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ آتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

اس نے ان (سب) کو شمار کر رکھا ہے۔ اور سب قیامت کے دن اس کے سامنے اکیلے حاضر ہوں گے

إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اللہ ان کی محبت (مخلوقات کے دل میں) پیدا کر دے گا[پ]

فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾

(اے پیغمبر!) ہم نے یہ تمہاری زبان میں آسان کیا ہے تا کہ تم اس سے پرہیزگاروں کو خوشخبری پہنچا دو اور جھگڑالوؤں کو ڈر سنا دو

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۭ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾

اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا ہے بھلا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا (کہیں) ان کی بھنک سنتے ہو؟[۹]

---

[۹] عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: ان اللہ اذا احب عبدادعاجبریل فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبریل ثم ینادی فی السماء فیقول: ان اللہ یحب فلانافاحبوہ فیحبہ اہل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض، واذا ابغض عبدادعاجبریل فیقول: انی ابغض فلانافابغضہ، قال فیبغضہ جبریل، ثم ینادی فی اہل السماء ان اللہ یبغض فلانا فابغضوہ، قال فیبغضونہ، ثم یوضع لہ البغضاء

فی الارض .بخاری: ۳۲۰۹،مسلم رقم:۲۶۳۷ .

ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا: کہ جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت رکھتا ہے،(یعنی جب وہ اپنے بندوں میں کسی بندے کے تئیں اپنی خوشنودی ومحبت کوظاہر کرنے کاارادہ کرتا ہے) تو جبرئیل کو بلاکر فرماتا ہے، کہ میں فلاں بندے سے محبت رکھتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، نبیﷺ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام (یہ سنکر) اس بندے سے محبت رکھتے ہیں،اور پھر وہ اللہ تعالی کے حکم سے اسمان میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے، لہٰذا تم سب بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ اسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

اور پھر اس بندے کے لئے زمین میں بھی قبولیت رکھی جاتی ہے،(یعنی زمین والوں کے دلوں میں بھی اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے اور تمام جن وانس اس سے محبت کرنے لگتے ہیں) اور جب اللہ تعالی کسی بندے سے نفرت کرتا ہے،تو جبرئیل علیہ السلام کو بلاکر فرماتا ہے، کہ میں فلاں شخص سے نفرت کرتا ہوں،تم بھی اس سے نفرت کرو، نبیﷺ نے فرمایا: جبرئیل (یہ سنکر) اس شخص سے نفرت کرتے ہیں،اور پھر وہ اسمان میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی فلاں شخص سے نفرت کرتا ہے،لہٰذا تم سب بھی اس سے نفرت کرو، چنانچہ اسمان والے بھی اس شخص سے نفرت کرنے لگتے ہیں، یہاں تک اس شخص کے لئے زمین میں بھی عداوت ونفرت رکھی جاتی ہے،جس کی وجہ سے تمام جن وانس اس شخص سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔اللہ تعالی کا کسی بندے کو دوست ومحبوب رکھنے کا مطلب دراصل اس بندے پر حق تعالی کی طرف سے خیر وبھلائی اور ہدایت وفلاح کی بارش ہونا اور اس پر رحمت الٰہی کا نازل ہونا ہے،اسی طرح اللہ تعالی کا کسی شخص سے نفرت کرنا گویا اس شخص کو عذاب میں مبتلا کرنے کے ارادہ الٰہی کو ظاہر کرنا۔

کسی بندے کے حق میں ان کی محبت کو دو صورتوں پر محمول کیا جاسکتا ہے،ایک تو یہ کہ وہ اس بندے کے حق میں استغفار کرتے ہیں اس کی مدح وتعریف کرتے ہیں،اور اس کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں،دوسرے یہ کہ "محبت" کے وہی ظاہری معنی مراد ہیں جو عام طور پر مفہوم ہوتے ہیں یعنی ان کے دل اس بندے کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اس سے ملاقات کا اشتیاق رکھتے ہیں۔

ملاعلی قاری کہتے ہیں کہ دوسری صورت یعنی محبت کو اس کے اپنے ظاہری معنی پر محمول کرنا زیادہ صحیح ہے کیونکہ جب کسی لفظ کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کرنا صحیح ہو تو مجازی معنی مراد لینا غیر موزون ہے،علاوہ ازیں محبت کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کرنے کی صورت میں پہلے معنی (یعنی اس بندے کے حق میں جبرئیل اور فرشتوں کا دعا واستغفار اور مدح وتعریف

کرنا ضمنی طور پر خود بخود متحقق ہوجاتے ہیں۔

کیفیت حصول محبت الٰہی

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ :ان اللہ تعالی قال:من عاد لی ولیافقد آذنتہ بالحرب، وما تقرب الی عبدی بشیٔ احب الیّ مماافترضت علیہ، ومایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبہ، فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ ،وبصرہ الذی یبصربہ ویدہ التی یبطش بھا، ورجلہ التی یمشی بھا ،وان سئلنی لاعطینہ ولان استعاذبی لاعیذنّہٗ ،وماترددت عن شیٔ انافاعلہ ترددی عن نفس المومن یکرہ الموت وانااکرہ مسائتہ ولابدّ لہ منہ.بخاری: ۶۵۰۲.

اورابوہریرۃؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: کہ جو شخص میرے ولی کوایذاء پہنچاتا ہے تو میں اس کے ساتھ اپنی لڑائی کا اعلان کرتا ہوں،اور میرا کوئی بندہ مومن میرا تقرب (اعمال میں سے) ایسی کسی چیز کے ذریعہ حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک ہو جیسے ادائیگی فریضہ کے ذریعہ میرا تقرب حاصل ہے، ہمیشہ نوافل کے ذریعہ یعنی طاعات وعبادات کے ذریعہ جوفرائض کے علاوہ اورفرائض سے زائد ہیں میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے اپنادوست بنالیتا ہوں، کیونکہ وہ فرائض ونوافل دونوں کواختیار کرتا ہے،اور جب میں اسے اپنادوست بنالیتا ہوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں کہ وہ اسی کے ذریعہ سنتا ہے، میں اس کی بینائی بن جاتا ہوں وہ اسی کے ذریعہ دیکھتا ہے، میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں کہ وہ اسی کے ذریعہ پکڑتا ہے، میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں کہ وہ اسی کے ذریعہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور وہ برائیوں اورمکروہات سے میری پناہ چاہتا ہے،تو میں اسے پناہ دیتا ہوں،اورجس کام کو میں کرنے والا ہوں اس میں اس طرح تردد نہیں کرتا جس طرح کہ میں بندہ مومن کی جان قبض کرنے میں تردد کرتا ہوں کیونکہ وہ موت کو پسند نہیں کرتا حالانکہ اس کی ناپسندیدگی کو میں ناپسند کرتا ہوں اورموت سے کسی حال میں مفر نہیں ہے۔

”**فقد آذنتہ بالحرب**“ کاایک مطلب تو وہی ہے جو ترجمہ سے ظاہر ہے یعنی جو شخص میرے ولی کوایذا پہنچاتا ہے اس کی اس انتہائی قابل نفرین حرکت کی وجہ سے میں اس کے ساتھ اپنی لڑائی کا اعلان کرتا ہوں، یا مطلب یہ کہ میں اپنے ساتھ اس کی لڑائی کا اعلان کرتا ہوں پس وہ شخص میرے ولی کوایذاء پہنچا کر گویا مجھ سے لڑنے والا ہے، ائمہ کہتے ہیں کہ ایسا کوئی گناہ نہیں ہے جس کے مرتکب کے بارہ میں اللہ تعال نے یہ فرمایا ہو کہ اس سے اعلان جنگ کرتا ہے علاوہ اس

گناہ یعنی اللہ کے کسی محبوب بندہ اور ولی کو ایذاء پہنچانے کے، اور سود کھانے کے، سود کھانے والوں کے بارہ میں اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے: ''فأذنوا بحرب من الله ورسوله'' (۲۷۹، بقرہ) پس اگر تم اس سے باز نہیں آتے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ دونوں گناہ نہایت ہی قابل نفرین اور بدترین ہیں، اور ان دونوں میں دنیا اور آخرت دونوں کی مکمل تباہی کا خطرہ ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بندہ سے اللہ کی لڑائی اس کے خاتمہ بد پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جس سے اللہ تعالی لڑا وہ کبھی فلاح و نجات نہیں پا سکتا۔

''جو میں نے اس پر فرض کی ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی چیزیں میں نے اس پر واجب کی ہیں یعنی اوامر یعنی جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کی فرمانبرداری اور مناہی یعنی جن چیزوں کے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے اجتناب ان چیزوں کو اختیار کر کے جو بندہ اللہ کا تقریب حاصل کرتا ہے وہ سب سے زیادہ محبوب ہے، ان چیزوں کے برابر اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس کو اختیار کر کے بندہ اس درجہ کا تقرب حاصل کر سکے۔

''میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں'' الخ، اس بارہ میں علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس بندہ پر ان افعال و اعمال کو آسان کر دیتا ہوں جن کا تعلق ان اعضاء سے ہے اور اس کو ان اعمال و افعال کے کرنے کی توفیق دیتا ہوں، یہاں تک گویا وہ اعضاء ہی بن جاتا ہوں۔

بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی اس بندہ کے حواس اور اس کے اعضاء کو اپنی رضا وخوشنودی کا وسیلہ بنا دیتا ہے، چنانچہ وہ بندہ اپنے کان سے صرف وہی بات سنتا ہے جو اللہ تعالی کے ہاں پسندیدہ ہے یا اسیطرح وہ اپنی آنکھ سے صرف انہیں چیزوں کو دیکھتا ہے جن کو اللہ تعالی پسند کرتا ہے۔

بعض علماء اس کا مطلب یہ لکھتے ہیں کہ اللہ رب العالمین اس بندہ پر اپنی محبت غالب کر دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اسی چیز کو دیکھتا ہے جس کو اللہ پسند کرتا ہے اور وہ اس چیز کو سنتا ہے جس کو اللہ پسند کرتا ہے اور اس معاملہ میں اللہ تعالی اس کا مددگار، کارساز ہوتا ہے، اور اس کے کان، اس کی آنکھ، اس کے ہاتھ اور اس کے پاؤں کو ان چیزوں سے بچاتا ہے جنہیں وہ پسند نہیں کرتا۔

''میں تردد کرتا ہوں'' یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں اپنی اس عنایت کے سبب جو اس بندہ کے شامل حال ہوتی ہے اس کی زندگی ختم کرنے میں تردد کرتا ہوں کیونکہ موت اس کے لئے کوئی پسندیدہ شے نہیں ہوتی لیکن موت سے چونکہ مفر نہیں، اور یہ طے شدہ امر ہے کہ اس دنیا میں جو بھی جاندار آیا ہے اس کو موت کی آغوش میں ضرور ہی جانا ہے، اس لئے

سورة طٰهٰ (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

طٰـهٰ ﴿١﴾ مَآ أَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡآنَ لِتَشۡقٰى ﴿٢﴾

طٰہٰ (اے محمد ﷺ!) ہم نے تم پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ(۱)

إِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ﴿٣﴾ تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ

بلکہ اس شخص کو نصیحت دینے کے لئے (نازل کیا ہے) جو خوف رکھتا ہے۔ یہ اس (ذاتِ برتر) کا اتارا ہوا ہے

=اس کو موت دیتا ہوں پھر یہ کہ اس کی موت بھی اسی کے لئے بھلائی کا ہی سبب ہوتی ہے کیونکہ وہ موت کے بعد ہی اس عظیم الشان سعادتوں اور درجات عالیہ کو پہنچتا ہے مثلاً حضور باری تعالی اور جنت وغیرہ کی لازوال نعمتیں موت کے بعد ہی حاصل ہوتی ہیں، اس موقعہ پر یہ بات جان لیجئے کہ تردد کے معنی ہیں ایسی دو چیزوں کے درمیان تحیر اور پس وپیش کرنا جن کے بارہ میں یہ یقینی علم نہ ہو کہ ان دونوں میں سے کونسی چیز زیادہ بہتر ہے، ظاہر ہے کہ حق تعالی کی ذات پر تردد کے اس معنی کا اطلاق قطعاً ناممکن اور محال ہے لہٰذا حق تعالی کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اپنے کسی فیصلہ کو پورا کرنے میں اس طرح تاخیر وتوقف نہیں کرتا جس طرح کہ کوئی متردد شخص اپنے کسی کام اور معاملہ میں کرتا ہے اس بندہ مومن کی روح قبض کرنے کا معاملہ ایسا ہے کہ میں اس میں کچھ توقف کرتا ہوں تا کہ اس بندہ مومن پر موت آسان ہو اس کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے اور وہ خود موت کے آنے کا مشتاق ہو جائے پھر اس کے بعد وہ زمرہ مقربین میں داخل ہو کر اعلی علیین میں اپنی جگہ حاصل کر لے۔ بحر الفوائد: ۴۴۔، ومظاہر حق۔

(۱) یہاں پر قاضی عیاض نے کتاب الشفاء: ۱/۲۶،، میں سند متصل سے ایک روایت نقل کی ہے کہ: كان النبي ﷺ اذا صلى قام على رجل ورفع الاخرى، فانزل الله (طه) يعني طأ الارض يامحمد "ماانزلنا عليك

القـرآن لتشـقـی'' الایة،ولاخـفـاء بـمافی ھذاکله من الاکرام وحسن المعاملة الخ ۔یعنی رسول اللہ ﷺ نماز میں ایک پاؤں زمین پر ٹکاتے اور دوسرا اٹھالیتے ،تواللہ تعالی نے یہ آیت اتاری، یعنی (طہ) زمین پر دونوں پاؤں ٹکادیا کر۔ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لئے نہیں اتارا کہ تجھے تکلیف ومشقت میں ڈال دیں۔ یہ روایت اگر چہ مرسل ہے لیکن شہاب الدین خفاجی نے شرح شفاء:۱/۲۳۲،میں اس کے لئے دوشواہد نقل کئے ہیں ۔ابن عباسؓ اور علیؓ سے بحوالہ ابن مردویہ۔اور مسند بزار نے بھی:۳/۱۳۶،میں ضعیف سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔اور بغوی وابن کثیر وغیرہ نے مقاتل سے یہی معنی نقل کیا ہے۔اور علی القاریؒ نے شرح الشفاء:۱/۲۳۴،میں اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے: کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ:کـانـت تـدعـوه مشـقة الـصــلاة ،الی ان یتروح برفع احدی قدمیه وحط الاخری، فقیل له طأ الارض بـمـعـنـی لاتـلـزم نفسک من القیام ماتتعب معه، فتضطر الی الترویح باحدی قدمیک. قال الـمـنـجـانـی وھـذا التاویل احسن من التاویل الذی تاوّله القاضی والافالقیام علی رجل واحـدة لم یثبـت فی الشرع،انه من جملة التطوعات فیفعله النبی ﷺ اختیارا دون ان یوجب ذلک موجب من تـعـب اوتـورّم قـدم، بـل لـم یبح ذلک الفقهاء الاللضرورة ،قلت لامانع من انه کان فی الشرع من التطوع ثم نسخ۔

یعنی آپ ؐ کو مجبور کرتی تھی نماز کی مشقت ،کہ ایک قدم کو آرام دے اور دوسرے کو ،زمین پر رکھیں،پس آپؐ کو کہا گیا کہ زمین کو روندو اپنی قیام میں،اپنے آپ پر ایسے مشقت لازم نہ کرو جس سے آرام کی طرف مجبور ہوجاؤ،ایک قدم کے اٹھانے سے،منجانی نے کہا ہے کہ یہ تاویل اچھی اور احسن ہے بنسبت تاویل قاضی کے ، ورنہ ایک پاؤں پر کھڑا ہونا نماز میں شرعا ثابت نہیں ہے،اور نہ یہ تطوعات میں سے ہے، نبی ﷺ اس کو اختیاری طور پر کرتے ، بلکہ فقہاء نے اس کو جائز نہیں کہا مگر ضرورت کی وجہ سے۔میں کہتا ہوں، کہ اس کا مانع نہیں کہ پہلے مشروع تھا نوافل میں پھر منسوخ ہوا۔

اس تفصیل سے اس واقعہ کی بطلان واضح ہوئی جو کہ ابن البز از کردری (صاحب فتاوی بزازیہ) نے مناقب امام اعظم:۵۵،میں نقل کیا ہے کہ:ولـقـدذکـر الھـمـدانـی فـی اخـر الـخـزانة ان الامـام لـمـاحج حجة الوداع شــاطرماله مع السدانة،واستدخله الکعبة،فقام علی رجله وقرأنصف السبع المثانی،ثم قام علی رجله الاخری وختم النصف الثانی ،وقال یارب ماعرفتک حق المعرفة وماعبدتک حق العبادة، فھب لی نقصان الخدمةبکمال المعرفة، فنودی من زاویة البیت، عرفتَ فاحسنتَ المعرفة، =

الْأَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ﴿۴﴾ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿۵﴾ لَهُ

جس نے زمین اور اونچے اونچے آسمان بنائے ۔(یعنی اللہ) الرحمٰن جس نے عرش پر استویٰ کیا

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴿۶﴾

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے اور جو کچھ (زمین کی) مٹی کے نیچے ہے سب اسی کا ہے

وَإِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفٰى ﴿۷﴾ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ

اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔(وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی

إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴿۸﴾ وَهَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ مُوسٰى ﴿۹﴾

معبود نہیں ہے اس کے (سب) نام اچھے ہیں۔ اور کیا تمہیں موسیٰ (کے حال) کی خبر ملی ہے؟

إِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوْا إِنِّيْ آنَسْتُ

جب انہوں نے آگ دیکھی تو اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ تم (یہاں) ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا

=وخدمت فاخلصت الخدمة ،غفر نالک ولمن کان علی مذهبک الی قیام الساعة.

اور ہمدانی نے (کتاب) خزانہ کے اخر میں ذکر کیا، امام صاحب نے جب حجۃ الوداع کیا، آدھا مال تو وہاں کے خدام کے ساتھ رکھا، اوراس کو کعبے کے اندر داخل کیا، پس ایک پاؤں پر کھڑے ہوئے آدھا "السبع المثانی" پڑھا (یعنی اول سات لمبی سورتیں)، پھر دوسرے پاؤں پر کھڑے ہوگئے دوسرا آدھا حصہ ختم کیا۔ پھر کہا، اے رب میں نے نہیں پہچانا تجھ کو جیسے پہچاننے کا حق تھا، اور نہ ہی عبادت کی میں نے تیری، جیسے عبادت کا حق تھا، پس بخشدے مجھ کو، خدمت کا نقصان کمال معرفت سے، پس آواز آئی بیت اللہ کے ایک کونے سے، کہ آپ نے معرفت حاصل کی اور اچھی معرفت حاصل کی، خدمت کی اور خالص خدمت، ہم نے آپ کو اور جو آپ کی مذہب پر ہیں ان کی مغفرت کردی ہے قیامت تک۔

نَارًا لَّعَلِّيْ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾

ہوں) شاید اس میں سے میں تمہارے پاس انگاری لاؤں گا یا آگ کے پاس راستے کی اطلاع پاؤں

فَلَمَّا أَتَاهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ إِنِّيْ أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ إِنَّكَ

جب وہاں پہنچے تو آواز آئی کہ اے موسیٰ!۔میں تو تمہارا پروردگار ہوں تو اپنی جوتیاں اتار دو تم (یہاں)

بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾

پاک میدان (یعنی) طُویٰ میں ہو۔اور میں نے تم کو انتخاب کر لیا ہے تو جو حکم دیا جائے اسے سنو

إِنَّنِيْ أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾ إِنَّ

بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو قیامت یقیناً

السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾

آنے والی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت) کو پوشیدہ رکھوں تا کہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلا پائے

فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾

تو جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلتا ہے (کہیں) تم کو اس (کے یقین) سے روک نہ دے تو

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ

تم ہلاک ہو جاؤ۔ اور موسیٰ یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟۔ انہوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے

أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ أُخْرٰى ﴿۱۸﴾

اس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لئے اور بھی کئی فائدے ہیں

قَالَ أَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَأَلْقٰهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾

فرمایا کہ موسیٰ ! اسے ڈال دو تو انہوں نے اس کو ڈال دیا اور وہ ناگہاں سانپ بن کر دوڑنے لگا

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولٰى ﴿۲۱﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ

اللہ نے فرمایا کہ اسے پکڑ لو اور ڈرنا مت ہم اس کو ابھی اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔اور اپنا ہاتھ

إِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوٓءٍ آيَةً أُخْرٰى ﴿۲۲﴾

اپنی بغل سے لگا لو وہ کسی عیب کے بغیر سفید (چمکتا دمکتا) نکلے گا (یہ) دوسری نشانی (ہے)

لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾ اِذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغٰى ﴿۲۴﴾ قَالَ

تاکہ ہم تمہیں اپنے نشاناتِ عظیم دکھائیں۔ تم فرعون کے پاس جاؤ (کہ) وہ سرکش ہو رہا ہے۔ کہا

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ أَمْرِيْ ﴿۲۶﴾

کہ میرے پروردگار! (اس کام کے لئے) میرا سینہ کھول دے۔ اور میرا کام آسان کر دے

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾

اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ تاکہ وہ بات سمجھ لیں

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ أَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ أَخِي ﴿۳۰﴾

اور میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر مقرر فرما۔ (یعنی) میرے بھائی ہارون کو

اشْدُدْ بِهٖٓ أَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَأَشْرِكْهُ فِيْٓ أَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا

اس سے میری قوت کو مضبوط فرما اور اسے میرے کام میں شریک کر۔ تاکہ ہم تیری بہت سی تسبیح کریں

﴿۳۳﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ

اور تجھے کثرت سے یاد کریں۔ تو ہم کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ فرمایا

قَدْ أُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرٰى ﴿۳۷﴾

کہ اے موسیٰ! تمہاری دعا قبول کی گئی۔ اور ہم نے تم پر ایک بار اور بھی احسان کیا تھا

إِذْ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰٓ ﴿٣٨﴾ أَنِ اقْذِفِيهِ فِى التَّابُوتِ

جب ہم نے تمہاری والدہ کو الہام کیا تھا جو تمہیں بتایا جاتا ہے۔ (وہ یہ تھا) کہ اسے (یعنی موسیٰ کو) صندوق میں رکھو

فَاقْذِفِيهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّى وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ

پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو تو دریا اسے کنارے پر ڈال دے گا (اور) میرا اور اس کا دشمن اسے اٹھا لے گا

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّى وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِىٓ ﴿٣٩﴾

اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی (اس لئے کہ تم پر مہربانی کی جائے) اور اس لئے کہ تم میرے سامنے پرورش پاؤ

إِذْ تَمْشِىٓ أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُۥ

جب تمہاری بہن (فرعون کے ہاں) گئی اور کہنے لگی کہ میں تمہیں ایسا شخص بتاؤں جو اس کو پالے

فَرَجَعْنَٰكَ إِلَىٰٓ أُمِّكَ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ

تو (اس طریق سے) ہم نے تمہیں تمہاری ماں کے پاس پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ رنج نہ کریں

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّٰكَ فُتُونًا ۚ

اور تم نے ایک شخص کو مار ڈالا تو ہم نے تم کو غم سے نجات دی اور ہم نے تمہاری (کئی بار) آزمائش کی

فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِىٓ أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَٰمُوسَىٰ ﴿٤٠﴾

پھر تم کئی سال اہلِ مدین میں ٹھہرے رہے پھر اے موسیٰ! تم ایک اندازے پر آ پہنچے[۲]

---

[۲] سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے اس کی بابت سوال کیا، تو آپ نے فرمایا اب تو دن ڈوبنے کو ہے واقعات زیادہ ہے پھر سہی، چنانچہ میں نے دوسری صبح پھر سوال کیا تو آپ نے فرمایا سنو! فرعون کے دربار میں ایک دن اس بات کا ذکر چھڑا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ابراہیم خلیل اللہ سے یہ تھا کہ ان کی اولاد میں سے انبیاء، واولیاء اور باشاہ ہونگے۔ چنانچہ بنی اسرائیل اس کے آج تک منتظر ہیں، اور انہیں یقین ہے کہ مصر کی سلطنت پھر ان میں جائے گی۔ پہلے

تو ان کا خیال تھا کہ یہ وعدہ یوسف علیہ السلام کی بابت تھا۔لیکن ان کی وفات تک جب وہ وعدہ پورا نہیں ہوا۔تو وہ اب عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی ان میں اپنے ایک پیغمبر کو بھیجے گا جن کے ہاتھوں انہیں سلطنت بھی ملے گی اور ان کی قومی اور مذہبی ترقی ہوگی۔ یہ باتیں کر کے فرعونیوں نے مجلس مشاورت قائم کی کہ اب کیا کیا جائے جس سے ائندہ کے اس خطرے سے محفوظ رہ سکیں،اخراس جلسے میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ پولیس کا ایک محکمہ قائم کیا جائے جو شہر کا گشت لگاتا رہے۔

اور بنی اسرائیل میں جو نرینہ اولاد ہوا سے اسی وقت سرکار میں پیش کیا جائے اور ذبح کر دیا جائے لیکن جب ایک مدت گزر گئی تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ اس طرح تو بنی اسرائیل بالکل پناہ ہو جائیں گے،اور جو ذلیل خدمتیں ان سے لی جاتی ہیں اور جو بیگاریں ان سے وصول ہو رہی ہیں سب موقوف ہو جائیں گے۔اس لئے اب تجویز ہوا کہ ایک سال ان کے بچوں کو چھوڑ دیا جائے اور ایک سال ان کے بچوں کو قتل کر دیے جائیں اس طرح موجودہ بنی اسرائیل کی تعداد بھی نہ بڑھے گی اور نہ اتنی کم ہو جائی گی کہ ہمیں اپنی خدمت گزاری کے لئے بھی نہ مل سکے۔

جتنے بوڑھے دو سال میں مریں گے اتنے بچے ایک سال میں پیدا ہو جائیں گے جس سال قتل موقوف تھا اس سال تو ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جس سال قتل عام بچوں کا جاری تھا اس سال موسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے،آپ کی والدہ کی اس وقت کی گھبراہٹ اور پریشانی کا کیا پوچھنا؟ بے اندازہ تھی ایک فتنہ تو یہ تھا۔

چنانچہ یہ خطرہ اس وقت دفع ہو گیا جب اللہ تعالی کی وحی ان کے پاس آئی کہ خوف نہ کر ہم اسے تیری طرف پھر لوٹائیں گے اور اسے اپنا رسول بنائیں گے۔چنانچہ بحکم اللہ تعالی آپ نے اپنے بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا۔جب صندوق نظروں سے اجل ہو گیا تو شیطان نے دل میں وسوسے ڈالنے شروع کئے کہ افسوس اس سے تو یہی بہتر تھا کہ میرے سامنے ہی اسے ذبح کر دیا جاتا،تو میں اسے خود ہی کفناتی ودفناتی تو سہی لیکن اب تو میں نے آپ اسے مچھلیوں کا شکار بنایا،یہ صندوق یونہی بہتا ہوا خاص فرعونی گھاٹ سے جالگا۔

وہاں اس وقت محل کی لونڈیاں موجود تھی، انہوں نے صندوق کو اٹھالیا اور ارادہ کیا کہ کھول کر دیکھیں لیکن پھر ڈر گئیں کہ ایسا نہ ہو کوئی چوری پڑے ،یونہی متقفل صندوق ملکہ فرعون کے پاس پہنچادیا،وہ بادشاہ بیگم کے سامنے کھولا گیا تو اس میں سے چاند جیسی صورت کا ایک چوٹھا سا معصوم بچہ نکلا جسے دیکھتے ہی فرعون کی بیوی صاحبہ کا دل محبت کے جوش سے اچھلنے لگا۔ادھر ام موسیٰ کی حالت غیر ہو گئی سوائے اپنے اس پیارے بچے کے خیال کے دل میں اور کوئی تصور ہی نہ تھا۔ادہر ان قصائیوں کو جو حکومت کی طرف سے بچوں کے قتل کے محکمہ کے ملازم تھے۔معلوم ہوا تو وہ اپنی چھریاں تیز کئے

ہوئے بڑھے اور ملکہ سے تقاضا کیا کہ بچہ انہیں سونپ دیں تاکہ وہ اسے ذبح کر ڈالیں، اے ابن جبیر یہ دوسرا فتنہ تھا۔

اخر ملکہ نے جواب دیا کہ ٹھہرو میں خود بادشاہ سے ملتی ہو اور اس بچے کو طلب کرتی ہو۔ اگر وہ مجھے دیدیں تو خیر ورنہ تمہیں اختیار ہے، چنانچہ آپ آئیں اور بادشاہ سے کہا کہ یہ بچہ تو میری اور آپ کی انکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوگا۔ اس خبیث نے کہا بس تم ہی اس سے اپنی انکھیں ٹھنڈی رکھو۔ میری ٹھنڈک وہ کیوں ہونے لگا۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ بحلف بیان فرماتے ہیں کہ اگر وہ بھی کہہ دیتا کہ ہاں بے شک وہ میری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ضرور راہ راست دکھا دیتا، جیسا کہ اس کی بیوی صاحبہ مشرف بہ ہدایت ہوئیں۔ لیکن اس نے خود اس سے محروم رہنا چاہا اللہ تعالیٰ نے بھی اسے محروم کر دیا۔ الغرض فرعون کو جوں توں کر کے راضی رضامند کر کے اس بچے کے پالنے کی اجازت لے کر آپ آئیں۔ اب محل کی جتنی دایہ تھیں، سب کو جمع کیا ایک ایک کو گود میں بچہ دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کا دودھ آپ پر حرام کر دیا۔ آپ نے کسی کا دودھ منہ میں لیا ہی نہیں۔ اس سے ملکہ گھبرائیں کہ یہ تو بہت ہی برا ہوا۔ یہ پیارا بچہ یونہی ہلاک ہو جائے گا۔ آخر سوچ کر حکم دیا کہ انہیں باہر لے جاؤ ادھر ادھر تلاش کرو اور اگر کسی کا دودھ یہ معصوم قبول کرلے تو اسے بہ منت سونپ دو، باہر بازاروں میں میلہ سا لگ گیا ہر شخص اس سعادت سے مالا مال ہونا چاہتا تھا لیکن موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہ پیا۔ آپ کی والدہ نے اپنی بڑی صاحبزادی آپ کی بہن کو باہر بھیج رکھا تھا کہ وہ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ وہ اس مجمع میں موجود تھیں، اور تمام واقعات دیکھ سن رہی تھیں، جب یہ لوگ عاجز آ گئے تو آپ نے فرمایا اگر تم کہو تو میں ایک گھرانہ ایسا بتلاؤں جو اس کی نگہبانی کرے، اور ہو بھی اس کا خیر خواہ۔ یہ کہنا تھا کہ لوگوں کو شک ہوا کہ ضرور یہ لڑکی اس بچے کو جانتی ہے، اور اس کے گھر کو بھی پہچانتی ہے، اے ابن جبیر یہ تھا تیسرا فتنہ۔

لیکن اللہ تعالی نے لڑکی کو سمجھ دیدی اور اس نے جھٹ سے کہا کہ بھلا تم اتنا ہی نہیں سمجھتے، کون بدنصیب ایسا ہوگا جو اس بچے کی پرورش اور خیر خواہی میں کمی کرے، جو بچہ ہماری ملکہ کا پیارا ہو کون نہ چاہے گا کہ یہ ہمارے ہاں پلے تاکہ انعام واکرام سے اس کا گھر بھر جائے۔ یہ سن کر سب کی سمجھ میں آ گیا اسے چھوڑ دیا اور کہا بتا تو کونسی دایہ اس کے لئے تجویز کرتی ہے؟ اس نے کہا میں ابھی لائی، دوڑی ہوئی گئیں، اور والدہ کو یہ خوش خبری سنائی، والدہ صاحبہ بہمہ شوق وامید آئیں، اپنے پیارے بچے کو گود میں لیا، اپنا دودھ منہ میں دیا، بچے نے پیٹ بھر کر پیا۔ اسی وقت شاہی محلات میں یہ خوشخبری پہنچائی گئی، ملکہ کا حکم ہوا کہ فوراً اس دایہ کو اور بچے کو میرے پاس لاؤ، جب ماں بیٹا پہنچے تو اپنے سامنے دودھ پلوایا، اور یہ دیکھ کر کہ بچہ اچھی طرح دودھ پیتا ہے بہت ہی خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ دائی اماں مجھے اس بچے سے وہ محبت ہے

جو دنیا کی کسی اور چیز سے نہیں، تم یہیں محل میں رہو، اور اس بچہ کی پرورش کرو۔

لیکن موسیٰ علیہ السلام کی والدہ صاحبہ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا، انہیں یقین کامل تھا، اس لئے آپ ذرا رکیں، اور فرمایا کہ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اپنے گھر کو اور اپنے بچوں کو چھوڑ کر یہاں رہوں، اگر آپ چاہتی ہیں تو یہ بچہ میرے سپرد کر دیں، میں اسے اپنے گھر لے جاتی ہوں، ان کی پرورش میں کوئی کوتاہی نہ کروں گی۔

ملکہ صاحبہ نے مجبوراً اس بات کو بھی مان لیا اور آپ اسی دن خوشی خوشی اپنے بچے کو لئے ہوئے گھر آ گئیں، اس بچے کی وجہ سے اس محلے کے بنی اسرائیل بھی فرعونی مظالم سے رہائی پا گئے، جب زمانہ گزر گیا تو بادشاہ بیگم نے حکم بھیجا کہ کسی دن میرے بچے کو میرے پاس لاؤ، ایک دن مقرر ہو گیا تمام ارکان سلطنت اور درباریوں کو حکم ہوا کہ آج میرا بچہ میرے پاس آئے گا۔ تم سب قدم قدم پر اس کا استقبال کرو، اور دھوم دھام سے نذریں دیتے ہوئے اسے میرے محل سرائے تک لاؤ، چنانچہ جب سواری روانہ ہوئی وہاں سے محل سرائے سلطانی تک برابر تحفے تحائف نذریں اور ہدیے پیشکش ہوتے رہے، اور بڑے ہی عزت واکرام کے ساتھ آپ یہاں پہنچے، تو خود بیگم نے بھی خوشی خوشی بہت بڑی رقم پیش کی، اور بڑی خوشی منائی گئی، پھر کہنے لگی کہ میں تو اسے بادشاہ کے پاس لے جاؤنگی، وہ بھی اسے انعام واکرام دیں گے۔ لے گئیں اور بادشاہ کے گھود میں لٹا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کی ڈاڑھی پکڑ کر زور سے گھسیٹی، فرعون کھٹک گیا، اور اس کے درباریوں نے کہنا شروع کیا کہ کیا عجب یہی وہ لڑکا ہو، آپ اسے فوراً قتل کرا دیجئے۔ ابن جبیر یہ تھا چوتھا فتنہ۔

ملکہ بے تاب ہو کر بول اٹھیں، اے بادشاہ کیا ارادہ کر رہے ہو؟ آپ اسے مجھے دے چکے ہیں، میں اسے اپنا بیٹا بنا چکی ہوں، بادشاہ نے کہا یہ سب ٹھیک ہے لیکن دیکھو تو اس نے آتے ہی ڈاڑھی پکڑ کر مجھے نیچا کر دیا، گویا یہی میرا گرانے والا اور مجھے تاخت وتاراج کرنے والا ہے۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا بادشاہ! بچوں کو ان چیزوں کی کیا تمیز؟ سنو! میں ایک فیصلہ کن بات بتلاؤں اس کے سامنے دو انگارے آگ کے سرخ رکھ دو، اور دو موتی آبدار چمکتے ہوئے رکھ دو، پھر دیکھو یہ کیا اٹھاتا ہے؟ اگر موتی اٹھا لے تو یہ سمجھنا کہ اس میں عقل ہے، اور اگر آگ کے انگارے تھام لے تو سمجھ لینا کہ عقل نہیں، جب عقل وتمیز نہیں اور اس کے ڈاڑھی پکڑ لینے پر اتنے لمبے خیالات کر کے اس کی جان کے دشمن بن جانا کونسی دانائی کی بات ہے؟ چنانچہ یہی کیا گیا دونوں چیزیں آپ کے پاس رکھی گئیں۔ آپ نے دہکتے ہوئے انگارے اٹھا لے اسی وقت وہ چھین لئے کہ ایسا نہ ہو ہاتھ جل جائیں، اب فرعون کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور بدلا ہوا رخ ٹھیک ہو گیا۔ حق تو یہ ہے کہ اللہ کو جو کام کرنا منظور ہوتا ہے اس کے قدرتی اسباب مہیا ہو ہی جاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی دربار فرعون میں فرعون کی

خاص محل میں فرعون کی بیوی کی گود میں ہی پرورش ہوتی رہی، یہاں تک کہ آپ اچھی عمر کو پہنچ گئے، اور بالغ ہو گئے۔

اب تو فرعونیوں کے جو مظالم اسرائیلیوں پر ہو رہے تھے ان میں بھی کمی ہو گئی تھی، سب امن وامان سے تھے، ایک دن موسیٰ علیہ السلام کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک فرعونی اور ایک اسرائیلی کی لڑائی ہو رہی تھی، اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی، آپ کو سخت غصہ آیا اس لئے کہ اس وقت وہ فرعونی اس اسرائیلی کو دبوچے ہوئے تھا۔

آپ نے اسے ایک مکا مارا اللہ تعالیٰ کی شان مکا لگتے ہی وہ مر گیا۔ یہ تو لوگوں کو عموماً معلوم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں کی طرف داری کرتے ہیں، لیکن لوگ اس کی وجہ اب تک یہی سمجھتے تھے کہ چونکہ آپ نے انہیں میں دودھ پیا ہے اس لئے ان کے طرف دار ہیں۔ اصلی راز کا علم تو صرف آپ کی والدہ کو تھا۔ اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو بھی معلوم کرا دیا ہو، مردہ دیکھتے ہی موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے کہ یہ شیطانی حرکت ہے وہ بہکانے والا دشمن ہے۔ چونکہ قتل کا معاملہ تھا آپ خوفزدہ ہی رہے تاکہ جھانک میں رہے کہ کہیں معاملہ کھل تو نہیں گیا، ادھر فرعون کے پاس شکایت ہوئی کہ ایک قبطی کو کسی بنی اسرائیلی نے مار ڈالا ہے، فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ واقعہ کی پوری تحقیق کرو، پولیس نے ہر چند تفتیش کی لیکن قاتل کا سراغ نہ ملا۔

اتفاق کی بات کہ دوسرے ہی دن موسیٰ علیہ السلام پھر کہیں جا رہے تھے کہ دیکھا وہی بنی اسرائیلی شخص ایک دوسرے فرعونی سے جھگڑ رہا ہے، موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی وہ دہائی دینے لگا۔ لیکن اس نے یہ محسوس کیا کہ شاید موسیٰ علیہ السلام اپنے کل کے فعل سے نادم ہیں، موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس کا بار بار کا جھگڑنا اور فریاد کرنا برا معلوم ہوا اور کہا تم تو بڑے لڑاکا ہو۔ یہ فرما کر اس فرعونی کو پکڑنا چاہا لیکن اس اسرائیلی بزدل نے سمجھا کہ شاید آپ چونکہ مجھ پر ناراض ہیں مجھے ہی پکڑنا چاہتے ہیں۔

حالانکہ اس کا یہ صرف بزدلانہ خیال تھا۔ آپ تو اسی فرعونی کو پکڑنا چاہتے تھے، اور اسے بچانا چاہتے تھے۔ لیکن خوف وہراس کی حالت میں بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ موسیٰ! جیسے کہ کل تو نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا کیا آج مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے؟ یہ سن کر وہ فرعونی اسے چھوڑ کر بھاگا دوڑا گیا اور سرکاری سپاہ کو اس واقعہ کی اطلاع کر دی۔ فرعون کو بھی قصہ معلوم ہوا اسی وقت جلادوں کو حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر قتل کر دو۔ یہ لوگ شارع عام سے آپ کی جستجو میں چلے۔ ادھر ایک بنی اسرائیلی نے راستہ کاٹ کر نزدیک کے راستے سے آ کر موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی۔ اے ابن جبیر! یہ ہے پانچواں فتنہ۔

موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنتے ہی مٹھیاں بند کر کے مصر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ نہ کبھی پیدل چلے تھے نہ کبھی =

وَاصۡطَنَعۡتُکَ لِنَفۡسِیۡ ﴿۴۱﴾ اِذۡھَبۡ اَنۡتَ وَاَخُوۡکَ بِاٰیٰتِیۡ

اور میں نے تمہیں اپنے (کام کے) لئے بنایا ہے۔ تو تم اور تمہارا بھائی دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ

وَلَا تَنِیَا فِیۡ ذِکۡرِیۡ ﴿۴۲﴾ اِذۡھَبَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّہٗ طَغٰی ﴿۴۳﴾ فَقُوۡلَا لَہٗ قَوۡلًا

اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ سرکش ہو رہا ہے۔ اور اس سے نرمی سے بات کرنا

لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوۡ یَخۡشٰی ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ یَّفۡرُطَ عَلَیۡنَاۤ

شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔ دونوں کہنے لگے کہ ہمارے پروردگار! ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر تعدی کرنے لگے

اَوۡ اَنۡ یَّطۡغٰی ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیۡ مَعَکُمَاۤ اَسۡمَعُ وَاَرٰی ﴿۴۶﴾

یا زیادہ سرکش ہو جائے۔ اللہ نے فرمایا کہ ڈرو مت میں تمہارے ساتھ ہوں (اور) سنتا اور دیکھتا ہوں

فَاۡتِیٰہُ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلَا رَبِّکَ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ

(اچھا) تو اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی

وَلَا تُعَذِّبۡہُمۡ قَدۡ جِئۡنٰکَ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکَ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡہُدٰی

اجازت دیجئے اور انہیں عذاب نہ کیجئے ہم آپ کے پاس آپ کے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور جو ہدایت کی بات مانے اس کو سلامتی ہو

﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡنَاۤ اَنَّ الۡعَذَابَ عَلٰی مَنۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۴۸﴾

ہماری طرف یہ وحی آئی ہے کہ جو جھٹلائے اور منہ پھیرے اس کے لئے عذاب (تیار) ہے

= کسی مصیبت میں پھنسے تھے۔شہزادوں کی طرح لاڈ چاؤ میں پلے تھے۔نہ راستے کی خبر تھی نہ کبھی کسی سفر کا اتفاق پڑا ہوا تھا۔رب پر بھروسہ کر کے یہ دعا کر کے کہ اے اللہ مجھے سیدھی راہ لے چلنا، چل کھڑے ہوئے۔اس روایت کو امام بیہقی نے سنن کبریٰ:۶/۳۹۷،اور امام طحاوی نے مشکل الاثار:۱/۶۰،اور ھیثمی نے مجمع الزوائد:۷/۵۷ میں اور ابن کثیر،ابن جریر اور درمنثور نے اس آیت کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

قَالَ فَمَنۡ رَّبُّكُمَا يٰمُوۡسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِىۡۤ

اس نے کہا کہ موسیٰ! تمہارا پروردگار کون ہے؟ ۔ کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے

اَعۡطٰى كُلَّ شَىۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الۡقُرُوۡنِ الۡاُوۡلٰى ﴿۵۱﴾

جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی پھر راہ دکھائی۔[۳] کہا تو پہلی جماعتوں کا کیا حال؟

---

[۳] تفصیل اس ایت کی یہ ہے کہ ایک ہدایت جو انبیاء علیہم السلام کا وظیفہ اور فرض منصبی ہے وہ تو خاص ہدایت ہے جس کے مخاطب اہل عقول انسان اور جنات ہی ہوتے ہیں۔ایک دوسری قسم کی تکوینی ہدایت بھی ہے جو مخلوقات میں ہر چیز کے لئے عام اور شامل ہے، آگ، پانی، مٹی اور ہوا اوران سے مرکب ہونے والی ہر شی کو حق تعالی نے ایک خاص قسم کا ادراک وشعور دیا ہے، جو اگر چہ انسان وجن کی برابر نہیں۔اسی لئے احکام حلال وحرام ان چیزوں پر عائد نہیں ہوتے مگر ادراک وشعور سے خالی نہیں، اسی ادراک وشعور کے راستہ حق تعالی نے ہر شی کو اس کی ہدایت کردی کہ تو کس کام کے لئے پیدا کی گئی ہے۔تجھے کیا کرنا ہے۔اسی تکوینی حکم اور ہدایت کے تابع زمین وآسمان اوران کی تمام مخلوقات اپنے اپنے کام اور اپنی اپنی ڈیوٹی پر لگے ہوئے ہیں۔چاند سورج اپنا کام کر رہے ہیں اور دوسرے سیارے وثوابت اپنے اپنے کام میں اس طرح لگے ہوئے ہیں کہ ایک منٹ وسیکنڈ کا بھی کبھی فرق نہیں ہوتا۔

ہوا، پانی، آگ اور مٹی اپنی اپنی منشأ پیدائش میں لگے ہوئے ان سے بغیر حکم ربانی سرِ موفرق نہیں کرتے۔ہاں جب ان کا حکم ہوتا ہے تو کبھی آگ گلزار بھی بنجاتی ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور کبھی پانی آگ کا بھی کام کرنے لگتا ہے جیسے قوم نوح کے لئے:''اغرقوا فادخلوا نارا''بچہ کو ابتداء پیدائش کے وقت جبکہ اس کو کوئی بات سکھانا کسی کے بس میں نہیں یہ کس نے سکھایا؟ ماں کی چھاتی سے اپنی غذا حاصل کرے اس کے لئے چھاتی کو دبا کر چوسنے کا ہنر کس نے بتلایا، بھوک، پیاس سردی گرمی کی تکلیف ہو تو رو پڑنا اس کی ساری ضروریات پوری کرنے کے لئے کافی ہو جاتا ہے مگر یہ رونا کس نے سکھایا یہ وہی ہدایت ربانی ہے جو ہر مخلوق کو اس کی حیثیت اور ضرورت کے مطابق غیب سے بغیر کسی کی تعلیم کے عطاء ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالی کے طرف سے ایک عام ہدایت تکوینی ہر ہر مخلوق کے لئے جسکی ہر مخلوق=

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ لَّا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسٰى ﴿۵۲﴾

کہا کہ ان کا علم میرے پروردگار کو ہے (جو) کتاب میں (لکھا ہوا ہے) میرا پروردگار نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا

وہ (وہی تو ہے) جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے لئے رستے جاری کئے

وَّأَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجْنَا بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾

اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے انواع و اقسام کی مختلف روئیدگیاں پیدا کیں

كُلُوْا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي النُّهٰى ﴿۵۴﴾

(کہ خود بھی) کھاؤ اور اپنے چار پایوں کو بھی چراؤ بیشک ان (باتوں) میں عقل والوں کے لئے (بہت سی) نشانیاں ہیں۔

= تکوینی طور پر پابند ہے اوراس کے خلاف کرنا اس کی قدرت سے خارج ہے دوسری ہدایت خاص اہل عقول انسان وجن کیلئے ہے یہ ہدایت تکوینی اور جبری نہیں بلکہ اختیاری ہوتی ہے اسی اختیار کے نتیجہ میں اس پر ثواب یا عذاب مرتب ہوتا ہے۔

''اعطی کل شیء خلقه ثم هدی'' میں پہلی ہی قسم کی ہدایت مذکور ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو سب سے پہلے رب العلمین کا وہ کام بتلایا جو ساری مخلوق پر حاوی ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ کام ہم نے یا کسی دوسرے انسان نے کیا ہے۔فرعون اس کا تو کوئی جواب نہ دے سکا، اب ادھر ادھر کی باتوں میں ٹلایا اور ایک سوال موسیٰ علیہ السلام سے کیا کہ جس کا حقیقی جواب عوام سنیں تو موسیٰ علیہ السلام سے بدگمان ہو جائیں وہ یہ کہ پچھلے دور کی تمام امتیں اور اقوام عالم جو بتوں کی پرستش کرتے رہے آپکے نزدیک ان کا کیا حکم ہے وہ کیسے ہیں ان کا انجام کیا ہوا؟ مقصد یہ تھا کہ اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ یہ سب گمراہ اور جہنمی ہیں تو مجھے یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ لو یہ ساری دنیا ہی کو بیوقوف گمراہ اور جہنمی سمجھتے ہیں اور لوگ یہ سنکر ان سے بدگمان ہونگے تو ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا مگر موسیٰ علیہ السلام نے اس کا ایسا حکیمانہ جواب دیا جس سے اس کا یہ منصوبہ غلط ہو گیا۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى ﴿۵۵﴾

اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوسری دفعہ نکالیں گے

وَلَقَدْ أَرَيْنٰهُ آيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَأَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ أَجِئْتَنَا

اور ہم نے فرعون کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں مگر وہ تکذیب اور انکار ہی کرتا رہا۔ کہنے لگا کہ موسیٰ تم ہمارے پاس اس لئے

لِتُخْرِجَنَا مِنْ أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَأْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ

آئے ہو کہ اپنے جادو (کے زور) سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو؟ تو ہم بھی تمہارے مقابل ایسا ہی جادو لائیں گے

فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ أَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾

تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر لو کہ نہ تو ہم اس کے خلاف کریں گے اور نہ تم (اور یہ مقابلہ) ایک ہموار میدان (میں ہوگا)

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَأَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾

موسیٰ نے کہا کہ آپ کے لئے (مقابلے کا) دن نوروز (مقرر کیا جاتا ہے) اور یہ کہ لوگ اس دن چاشت کے وقت اکٹھے ہو جائیں

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ أَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ

تو فرعون لوٹ گیا اور اپنے سامان جمع کر کے پھر آیا موسیٰ نے ان (جادوگروں) سے کہا کہ ہائے تمہاری کمبختی

لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾

اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب سے فنا کر دے گا اور جس نے افتراء کیا وہ نامراد رہا

فَتَنَازَعُوْٓا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْٓا إِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ

تو وہ باہم اپنے معاملے میں جھگڑنے اور چپکے چپکے سرگوشی کرنے لگے۔ کہنے لگے کہ یہ دونوں جادوگر ہیں چاہتے ہیں

يُرِيْدٰنِ أَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ

کہ اپنے جادو (کے زور) سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں اور تمہارے شائستہ مذہب کو نابود کر دیں

الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا ۚ وَقَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى

تو تم (جادو کا) سامان اکٹھا کر لو پھر قطار باندھ کر آؤ اور آج جو غالب رہا وہی کامیاب ہوا

﴿۶۴﴾ قَالُوا يٰمُوسٰى إِمَّآ أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّآ أَنْ نَّكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقٰى ﴿۶۵﴾

بولے موسیٰ! یا تو تم (اپنی چیز) ڈالو یا ہم (اپنی چیزیں) پہلے ڈالتے ہیں

قَالَ بَلْ أَلْقُوا فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾

موسیٰ نے کہا کہ نہیں تم ہی ڈالو تو ناگہاں ان کی رسیاں اور لاٹھیاں موسیٰ کے خیال میں ایسی آنے لگیں کہ وہ میں ادھر ادھر دوڑ رہی ہیں[۴]

فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ

(اس وقت) موسیٰ نے اپنے دل میں خوف معلوم کیا ہم نے کہا کہ خوف نہ کرو بلاشبہ تم ہی غالب ہو

الْأَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا

اور جو چیز (یعنی لاٹھی) تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو کہ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے اس کو نگل جائے گی (یہ تو)

---

[۴] اسی طرح اثر رسول اللہ ﷺ پر بھی ہوا تھا، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام پر ہوا، لیکن یہ اثر بعض طبعی امور میں تھا، شرعی امور میں اس کا کوئی اثر نہیں تھا، حدیث بخاری: ۵۳۴۰، کتاب الطب، میں ہے: عائشہؓ سے روایت ہے کہ: سحر رسول الله ﷺ رجلٌ من بني زريق يقال له لبيدابن الاعصم حتى كان رسول الله يخيل اليه انه يفعل الشيئ ومافعله . الحديث.

بعض کوابوبکر جصاص وغیرہ کے عبارت سے وہم ہوا، کہ انبیاء علیہم السلام پر سحر کا اثر نہیں ہوسکتا، احکام القرآن: ۱/۴۹، میں لکھتا ہے:۔ قال ابوبكر الجصاص "ومن صدّق هذا" اى صدق انقلاب الاعيان بالسحر فليس يعرف النبوة، ولايأمن ان تكون معجزة النبي ﷺ من هذا النوع، وانهم كانوسحرة ، وقال الله تعالى ﴿ولايفلح الساحر حيث اتٰى﴾ وقداجازوامن فعل الساحرماهواعظم من هذا وافظع، وذلك انهم زعمواان النبي ﷺ سُحر، وان السحرعمل فيه، حتى قال فيه انه يتخيل لى انى اقول

الشئ وافعلہ ، ولم اقلہ ولم افعلہ ،وقدقال اللہ تعالی مکذباللکفار فیماادعوہ من ذلک للنبی ﷺ فقال: ﴿وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلامسحورا﴾ ومثل ھذہ الاخبارمن وضع الملحدین تلعبابالحشو الطغام،وجائزان تکون المرأۃ الیھودیۃ بجھلھافعلت ذلک ظنامنھابان ذلک یعمل فی الاجساد،وقصدت بہ النبی ﷺ ، فاطلع اللہ نبیہ علی موضع سرھا، واظھر جھلھا فیماارتکبت وظنت ،لیکون ذلک من دلائل نبوتہ،لاان ذلک ضرہ وخلط علیہ امرہ،ولم یقل کل الرواۃ انہ اختلط علیہ امرہ،وانماھذا اللفظ زیدفی الحدیث ولا اصل لہ.

ابوبکرجصاص وغیرہ نے کہا کہ جادوکا اثر کسی نبی پر نہیں ہوسکتا، انہوں نے حدیث باب کی صحت کا انکار کیا، ان کا کہنا ہے کہ کفار، رسول اللہ ﷺ کو مسحور کہا کرتے تھے، کہتے تھے کہ نبی ﷺ پر جادو کیا گیا ہے، اس لئے وہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، قرآن کریم نے کفار کی تکذیب وتردید کی، اس آیت کریمہ میں ہے: ﴿**وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلامسحورا**﴾ (الفرقان:۸) اوراسی طرح قرآن کریم میں ہے: ﴿**ولا یفلح الساحر حیث اتی**﴾ (طہ:۶۹) ساحر اور جادوگر نبی کے مقابلے میں فلاح وکامیابی نہیں پاسکتا۔

لہٰذا جن روایات میں آیا ہے کہ رسول ﷺ پر جادو کا اثر ہوگیا تھا، وہ درست نہیں، ہاں یہ ممکن ہے، مدینہ منورہ کی کوئی یہودی عورت جادوکرتی ہو، اوراس کا خیال ہو کہ یہ جسم میں اثر کرتا ہے، اس نے رسول ﷺ پر بھی جادو کرنے کا ارادہ کیا ہو، اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو اس کے اس عمل کی اطلاع دی، اور اس کا جہل ظاہر کیا، یہ تو ہوسکتا ہے، لیکن یہ کہنا کہ جادو کا اثر آپ ﷺ پر اس طرح ہوگیا تھا کہ آپ ﷺ کو اختلاط وخلجان ہونے لگا، کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے سے متعلق، تو یہ درست نہیں۔

لیکن اس کا یہ قول خلاف واقع وخلاف شرع ہے، جبکہ یہ معتزلی المذہب بھی تھا، اور جمہور علماء کے نزدیک نبی پر جادو کا اثر ہوسکتا ہے، خود قرآن کریم (اس مقام) میں سحر سے موسیٰ علیہ السلام کے متاثر ہونے کا ذکر ہے، اورحدیث مذکورہ میں رسول ﷺ پر اس کے بعض اثار کے ظاہر ہونے کا تذکرہ ہے۔ اور مذکورہ آیات کا مصداق الگ ہے۔ جس کا اس مسئلے سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ یعنی مشرکین رسول اللہ ﷺ کے بیان اور دعوت کو باطل گردانتے تھے، اور یہ کہتے کہ یہ سحر کا اثر ہے، اور دوسری آیت کا تعلق تو ظاہر ہے کہ یہ ان ساحروں کے متعلق ہے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں صف آراء ہوئے تھے۔

إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ﴿٦٩﴾

جادوگروں کے ہتھکنڈے ہیں اور جادوگر جہاں جائے فلاح نہیں پائے گا

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ ﴿٧٠﴾

پس جادوگر سجدے میں گر پڑے (اور) کہنے لگے کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے

قَالَ آمَنتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ ۖ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ

(فرعون) بولا کہ پیشتر اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے؟ بیشک وہ تمہارا بڑا (یعنی استاد) ہے

الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۖ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ

جس نے تم کو جادو سکھایا ہے سو میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں (جانب) خلاف سے کٹوا دوں گا

وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَىٰ ﴿٧١﴾

اور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھوا دوں گا (اس وقت) تم کو معلوم ہوگا کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیر تک رہنے والا ہے

قَالُوا لَن نُّؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا

انہوں نے کہا کہ جو دلائل ہمارے پاس آگئے ہیں ان پر اور جس نے ہمیں پیدا کیا ہے

فَاقْضِ مَا أَنتَ قَاضٍ ۖ إِنَّمَا تَقْضِي هَٰذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾

اس پر ہم آپ کو ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تو آپ کو جو حکم دینا ہو دیدیجئے اور آپ (جو) حکم دے سکتے ہیں وہ صرف اسی دنیا کی زندگی میں ہے

إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطَايَانَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۗ

ہم اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تا کہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور (اسے بھی) جو آپ نے ہم سے زبردستی جادو کرایا

وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿٧٣﴾ إِنَّهُ مَن يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ

اور اللہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ جو شخص اپنے پروردگار کے پاس گنہگار ہو کر آئے گا تو اس کے لئے جہنم ہے

لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰ ﴿۷۴﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ

جس میں نہ مرے گا نہ جئے گا۔ اور جو اس کے روبرو ایماندار ہو کر آئے گا اور عمل بھی نیک کئے ہوں گے

فَاُولٰٓئِکَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا

تو ایسے لوگوں کے اونچے اونچے درجے ہیں۔ (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِکَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَکّٰی ﴿۷۶﴾ وَلَقَدْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی

ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اس شخص کا بدلا ہے جو پاک ہوا۔ اور ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی

مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا

کہ ہمارے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ پھر ان کے لئے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک رستہ بنا دو

لَّا تَخٰفُ دَرَکًا وَّلَا تَخْشٰی ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ

پھر تم کو نہ تو (فرعون کے) آ پکڑنے کا خوف ہوگا اور نہ (غرق ہونے کا) ڈر۔ پھر فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ

فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰی ﴿۷۹﴾

ان کا تعاقب کیا تو دریا نے ان پر چڑھ کر انہیں ڈھانک لیا اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا اور سیدھے رستے پر نہ ڈالا

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ عَدُوِّکُمْ وَوٰعَدْنٰکُمْ

اے آلِ یعقوب! ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تورات دینے کے لئے تم سے

جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ﴿۸۰﴾

کوہِ طور کی داہنی طرف مقرر کی اور تم پر من اور سلویٰ نازل کیا

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ

(اور حکم دیا کہ) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں ان کو کھاؤ اور اس میں حد سے نہ نکلنا ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا

وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَإِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ

اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ ہلاک ہو گیا اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے

وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾ وَمَآ أَعْجَلَكَ

اور عمل نیک کرے پھر سیدھے رستے چلے اس کو میں بخش دینے والا ہوں۔ اور اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم سے (آگے چلے

عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ أُولَآءِ عَلٰٓى أَثَرِيْ

جانے) میں کیوں جلدی کی؟ کہا وہ میرے پیچھے ہیں اور اے پروردگار! میں نے تیری طرف (آنے کی)

وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ

جلدی اس لئے کی کہ تو خوش ہو۔ فرمایا کہ ہم نے تمہاری قوم کو تمہارے بعد آزمائش میں ڈال دیا ہے

مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰى إِلٰى قَوْمِهٖ

اور سامری نے ان کو بہکا دیا ہے اور موسیٰ غصے اور غم کی حالت میں اپنی قوم کے پاس واپس آئے

غَضْبَانَ أَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ أَفَطَالَ عَلَيْكُمُ

(اور) کہنے لگے کہ اے قوم! کیا تمہارے پروردگار نے تم سے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا (میری جدائی کی) مدت تمہیں

الْعَهْدُ أَمْ أَرَدْتُّمْ أَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَأَخْلَفْتُمْ

دراز (معلوم) ہوئی یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے غضب نازل ہو اور (اس لئے)

مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا

تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا (اس کے) خلاف کیا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے اختیار سے تم سے وعدہ خلافی نہیں کیا

حُـمِّـلۡنَآ أَوۡزَارًا مِّنۡ زِيۡنَةِ الۡقَوۡمِ فَقَذَفۡنٰهَا فَكَذٰلِکَ أَلۡقَى السَّامِرِیُّ ﴿۸۷﴾

بلکہ ہم لوگوں کے زیوروں کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھے پھر ہم نے اس کو (آگ میں) ڈال دیا اور اسی طرح سامری نے ڈال دیا[۵]

---

[۵] لفظ" اوزار' ' وزر کی جمع ہے جسکے معنی ثقل اور بوجھ کے ہیں، انسان کے گناہ بھی چونکہ قیامت کے روز اس پر بوجھ بنکر لادے جائینگے اس لئے گناہ کو' وزر' 'اور گناہوں کو' 'اوزار' ' کہا جاتا ہے۔

''زينة القوم'' لفظ زیت سے مراد زیور ہے اور'' قوم' ' سے مراد قوم فرعون (قبط) ہے جن سے بنی اسرائیل نے عید کا بہانہ کر کے کچھ زیورات مستعار لے لئے تھے، اور وہ پھر ان کے ساتھ رہے، ان کو اوزار بمعنی گناہوں کا بوجھ اس لئے کہا کہ عاریت کا نام کر کے ان لوگوں سے لئے تھے، جس کا حق یہ تھا کہ ان کو واپس کئے جاویں، چونکہ واپس نہیں کئے گئے تو اس کو گناہ قرار دیا۔

اور حدیث فتنوں کے نام سے جو مفصل حدیث اوپر نقل کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون علیہ السلام نے ان لوگوں کو اس کے گناہ ہونے پر متنبہ کیا اور ایک گڑھے میں یہ سب زیورات ڈال دینے کا حکم دے دیا، بعض روایات میں ہے کہ سامری نے اپنا مطلب نکالنے کے لئے ان کو کہا کہ یہ زیورات دوسروں کا مال ہے تمہارے لئے اس کا رکھنا وبال ہے اس کے کہنے سے گڑھے میں ڈالے گئے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کفار جو اہل ذمہ یعنی مسلمانوں کی حکومت میں ان کے قانون کی پابندی کر کے بستے ہیں اسی طرح وہ کفار جن سے مسلمانوں کا کوئی معاہدہ جان ومال وغیرہ کے امن کا ہو جائے ان کافروں کا مال تو ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے لئے حلال نہیں لیکن جو کافر نہ مسلمانوں کا اہل ذمہ ہے، نہ اس سے ان کا کوئی عہد ومعاہدہ ہے جن کو فقہاء کی اصطلاح میں کافر حربی کہا جاتا ہے، ان کے اموال تو مسلمانوں کے لئے مباح الاصل اشیاء کی طرح حلال ہیں، پھر ہارون علیہ السلام نے ان کو وزر و گناہ کیسے قرار دیا اور ان کے قبضے سے نکال کر گڑھے میں ڈالنے کا حکم کیوں دیا۔

اس کا ایک جواب تو مشہور ہے جو عام مفسرین نے لکھا ہے کہ کفار حربی کا مال لینا اگرچہ مسلمان کے لئے جائز ہے مگر وہ مال بحکم مال غنیمت ہے، اور مال غنیمت کا قانون شریعت اسلام سے پہلے یہ تھا کہ کافروں کے قبضہ سے نکال لینا تو اس کا جائز تھا مگر مسلمانوں کے لئے اسکا استعمال اور اس سے نفع اٹھانا حلال نہیں تھا.

بلکہ مال غنیمت جمع کر کے کسی ٹیلہ وغیرہ پر رکھ دیا جاتا تھا، اور اسمانی آگ بجلی وغیرہ آ کر اس کو کھا جاتی تھی، یہی

علامت ان کے جہاد قبول ہونے کی تھی، اور جس مال غنیمت کو اسمانی آگ نہ کھائے وہ علامت اس کی تھی کہ جہاد مقبول نہیں، اس لئے وہ مال بھی منحوس سمجھا جاتا، اور کوئی اس کے پاس نہ جاتا، رسول ﷺ کی شریعت میں جو مخصوص رعایتیں اور سہولتیں دی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مال غنیمت کو مسلمانوں کے لئے حلال کر دیا گیا جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں اس کی تصریح ہے۔ بخاری: ۳۳۵، مسلم: ۳/۵۲۱،

اس قاعدہ کے اعتبار سے بنی اسرائیل کے قبضہ میں آیا ہوا مال جو قوم فرعون سے لیا تھا، مال غنیمت ہی کے حکم میں قرار دیا جائے تب بھی اس کا استعمال ان کے لئے جائز نہیں تھا، اسی وجہ سے اس مال کو ''اوزار'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا، اور ہارونؑ کے حکم سے اس کو ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا۔

لیکن فقہی نظر سے اس معاملہ کی جو تحقیق امام محمدؒ کی کتاب السیر اور اس کی شرح سرخسی میں بیان کی گئی ہے، وہ بہت اہم اور اقرب الی الصواب ہے، وہ یہ ہے کہ کافر حربی کا مال بھی ہر حال میں مال غنیمت نہیں ہوتا بلکہ اس کی شرط یہ ہے کہ باقاعدہ جہاد وقتال کے ذریعہ بزور شمشیر ان سے حاصل کیا جائے، اسی لئے شرح السیر میں مغالبہ بالمحاربہ شرط قرار دیا ہے اور کافر حربی کا جو مال مغالبہ اور محاربہ کی صورت سے حاصل نہ ہو وہ مال غنیمت نہیں بلکہ اس کو مال فئی کہتے ہیں مگر اس کے حلال ہونے میں ان کفار کی رضا و اجازت شرط ہے جیسے کوئی اسلامی حکومت ان پر ٹیکس عائد کر دے اور وہ اس پر راضی ہو کہ یہ ٹیکس دیدے، تو اگر چہ یہ کوئی جہاد وقتال نہیں مگر رضا مندی سے دیا ہوا مال مال فئی کے حکم میں ہے اور وہ بھی حلال ہے۔ یہاں قوم فرعون سے لئے ہوئے زیورات ان دونوں قسموں میں داخل نہیں کیونکہ یہ ان سے عاریت کہہ کر لئے گئے تھے، وہ ان کو مالکانہ طور پر دینے کے لئے رضا مند نہ تھے، کہ اس کو مال فئی کہا جائے اور کوئی جہاد وقتال تو وہاں ہوا ہی نہیں کہ مال غنیمت شمار کیا جائے اس لئے شریعت اسلامی کی رو سے بھی یہ مال ان کے لئے حلال نہ تھا۔

واقعہ ہجرت میں رسول کریم ﷺ نے جب مدینہ طیبہ جانے کا قصد فرما لیا اور اپ کے پاس عرب کے کفار کی بہت سی امانتیں رکھی تھیں کیونکہ سارا عرب آپ کو امانت دار یقین کرتا اور امین کے لفظ سے خطاب کرتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی امانتوں کو واپس کرنے کا اتنا اہتمام فرمایا کہ علیؓ کے سپرد کر کے اپنے پیچھے ان کو چھوڑا اور حکم دیا کہ جس جس کی امانت ہے اس کو واپس کر دی جائے، آپ اس سے فارغ ہو کر ہجرت کریں، اس مال کو رسول ﷺ نے مال غنیمت کے تحت حلال قرار نہیں دیا، ورنہ وہ مسلمانوں کا حق ہوتا کافروں کو واپس کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ واللہ اعلم۔

فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ فَقَالُوا هٰذَآ إِلٰهُكُمْ

تو اس نے ان کے لئے ایک بچھڑا بنا دیا قالب جس کی آواز گائے کی سی تھی تو لوگ کہنے لگے کہ یہی تمہارا معبود ہے

وَإِلٰهُ مُوسٰى فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾ أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا وَّلَا

اور موسیٰ کا بھی معبود ہے مگر وہ بھول گئے ہیں[6] کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے

يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ

نقصان اور نفع کا کچھ اختیار رکھتا ہے۔ اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ لوگو!

إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَأَطِيْعُوْٓا أَمْرِيْ ﴿۹۰﴾

اس سے صرف تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور تمہارا پروردگار تو اللہ ہے تو میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ

وہ کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ ہمارے پاس واپس نہ آئیں ہم تو اس (کی پوجا) پر قائم رہیں گے۔[7] (پھر موسیٰ نے ہارون

---

[6] لفظ "جسدا" سے بعض مفسرین نے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ محض ایک جسد اور جسم تھا زندگی (حیات) اس میں نہیں تھی، اور آواز بھی ایک خاص صفت کے سبب اس سے نکلتی تھی، ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ: لاو اللہ ما کان له صوت قط انما كانت الريح تدخل من دبره وتخرج من فيه وكان ذلك الصوت من ذلك. (مسند ابی یعلی: ۲۵/۵)۔ اور جملہ سے یہ معنی ظاہر ہے۔

[7] مفسر قرطبی یہاں پر "عکوف" کا معنی کرتے ہیں کہ، كانوا يرقصون ويصيحون حول العجل، فلما رأه موسىٰ قال هذه الفتنة، اس کے بعد امام طرطوشی سے ایک استفتاء نقل کرتے ہیں کہ: سئل عن الامام الطرطوشی انه اجتمع جماعة من الرجال فيذكرون الله ويذكرون محمدا ﷺ ثم انهم يقوم بعضهم، يرقص ويتواجد حتى يقع مغشيا عليه، هل الحضور معهم جائز ام لا؟ افتونا ماجورين؟.

فقال يرحمك الله، مذهب الصوفية بطالة وجهالة وضلالة، وما الاسلام الا كتاب الله=

مَا مَنَعَکَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوا ﴿٩٢﴾ أَلَّا تَتَّبِعَنِ أَفَعَصَيْتَ أَمْرِي ﴿٩٣﴾

کہا کہ ہارون! جب تم نے ان کو دیکھا کہ وہ گمراہ ہو رہے ہیں تو تمہیں کس چیز نے روکا اس بات سے کہ تم میرے پیچھے چلے آؤ بھلا تم نے میرے حکم کے خلاف کیا؟

قَالَ يَا ابْنَ أُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ

کہنے لگے کہ بھائی میری داڑھی اور سر (کے بالوں) کو نہ پکڑیئے میں تو اس سے ڈرا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل

بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾

میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کو ملحوظ نہ رکھا۔ (پھر سامری سے) کہنے لگے کہ سامری تیرا کیا حال ہے؟[8]

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا

اس نے کہا کہ میں نے ایسی چیز دیکھی جو اوروں نے نہیں دیکھی تو میں نے رسول کے نقشِ پا سے ایک مٹھی بھر لی پھر اس کو ڈال دیا

وَكَذَٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ

اور مجھے میرے جی نے (اس کام کو) اچھا بتایا۔[۹] (موسیٰ نے کہا) جا تجھ کو دنیا کی

= وسنة رسوله، واما الرقص وا لتواجد ،فاول من احدث اصحاب السامری لمااتخذلهم عجلاجسداله خوار،یرقصون حوالیه ویتواجدون ،فهودین الکفار وعباد العجل،وانماکان یجلس النبیﷺ مع اصحابه کانماعلی رؤوسهم الطیرمن الوقار،فینبغی للسلطان ونوابه ان یمنعهم من الحضورفی المساجدوغیرها،ولایحل لاحدیومن بالله ورسوله ان یحضرمعهم ،وهذامذهب مالک وابی حنیفة واحمد و الشافعی،وغیرهم من ائمة المسلمین۔

[8] اس واقعہ میں موسیٰ علیہ السلام کی رائے از روئے اجتہاد یہ تھی کہ اس حالت میں ہارون علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اس مشرک قوم کے ساتھ نہیں رہنا چاہیئے تھا، ان کو چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ جاتے جس سے ان کے عمل سے مکمل بیزاری کا اظہار ہو جاتا۔

ہارون علیہ السلام کی رائے از روئے اجتہاد یہ تھی کہ اگر ایسا کیا گیا تو ہمیشہ کے لئے بنی اسرائیل کے ٹکڑے

ہو جائیں گے، اور تفرقہ قائم ہو جائے گا، اور چونکہ ان کی اصلاح کا یہ احتمال موجود تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی واپسی کی بعد ان کے اثر سے پھر یہ سب ایمان اور توحید کی طرف لوٹ آویں، اس لئے کچھ دنوں کے لئے ان کے ساتھ مساہلت اور مساکنت کوانکی اصلاح کی توقع تک گوارا کیا جائے، دونوں کا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، ایمان وتوحید پر لوگوں کو قائم کرنا تھا، مگر ایک نے مفارقت اور مقاطعہ کو اسکی تدبیر سمجھا، دوسرے نے اصلاح حال کی امید تک اُن کے ساتھ مساہلت اور نرمی کے معاملہ کو اس مقصد کے لئے نافع سمجھا، دونوں جانبین اہل عقل وفہم اور فکر ونظر کے لئے محل غور وفکر ہیں۔

کسی کو خطا کہنا آسان نہیں، مجتہدین اُمت کے اجتہادی اختلافات عموماً اسی طرح کے ہوتے ہیں، انمیں کسی کو گنہگار یا نافرمان نہیں کہا جاسکتا، رہا موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام کے بال پکڑنے کا معاملہ تو یہ دین کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے شدت وغضب کا اثر تھا کہ تحقیق حال سے پہلے اُنھوں نے ہارون علیہ السلام کو ایک واضح غلطی پر سمجھا، اور جب ان کا عذر معلوم ہو گیا تو پھر اپنے لئے اور اُن کے لئے دُعاء مغفرت فرمائی۔

ہارون علیہ السلام کا جواب سن کر وہ سامری کی طرف متوجہ ہوئے، اور اس سے فرمایا اے سامری! تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ کہ گوسالہ بنا کر قوم کو بت پرستی پر لگا دیا۔ سامری بنی اسرائیل کے قبیلہ سامرہ کا ایک فرد تھا، اور سمندر پار کرنے کے بعد در پردہ دین موسیٰ علیہ السلام سے مرتد ہو گیا۔ اور منافقانہ طور پر بنی اسرائیل میں شامل رہا۔ بنی اسرائیل نے سمندر سے پار اترنے کے بعد ایک قوم کو گائے کی پوجا کرتے دیکھا۔ تو موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے: **اجعل لنا الهاً كما لهم الهة.** جس پر انہوں نے ان کو سرزنش کی، سامری نے بنی اسرائیل کا مزاج سمجھ لیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بچھڑے کا بت بنا کر پوجا کے لئے قوم کے سامنے رکھ دیا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سامری کی قوم گاؤ پرست تھی۔ اس لئے گاؤ پرستی کی محبت اس کے دل میں موجود تھی۔ اور ظاہری طور پر اس نے اسلام کا اظہار کر رکھا تھا۔ **عن ابن عباسؓ قال كان السامرى رجلامن اهل باجرما، وكان من قوم يعبدون البقر وكان حب عبادة البقر فى نفسه وكان قداظهر الاسلام مع بنى اسرائيل. (ابن كثير).**

قال قتادهؒ كان السامرى عظيمافى بنى اسرائيل من قبيلة يقال لهاسامرة ولكن عدو الله نافق بعدماقطع البحر مع موسىٰ الخ. (قرطبى)۔

[٩] یہ سامری کا جواب ہے، سامری نے کہا کہ مجھ کو ایک ایسی چیز نظر پڑی جو اوروں نے نہیں دیکھی تھی۔ یعنی

اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے (جبرئیل علیہ السلام) کو گھوڑے پر سوار دیکھا۔ شاید یہ اسی وقت ہوا ہو جب بنی اسرائیل دریا میں گھسے اور پیچھے پیچھے فرعون کا لشکر گھسا، اس حالت میں جبرئیل علیہ اسلام دونوں جماعتوں کے درمیان کھڑے ہو گئے تا کہ ایک کو دوسرے سے نہ ملنے دیں۔ بہرحال سامری نے کسی محسوس دلیل سے یا وجدان سے یا کسی قسم کے تعارف سابق کی بنا پر سمجھ لیا کہ یہ جبرئیل ہیں، ان کے پاؤں یا ان کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے مٹھی بھر مٹی اٹھالی وہ ہی اب سونے کے بچھڑے کے منہ میں ڈال دی۔ کیونکہ اس کے جی میں یہ بات آئی کہ روح القدس کی خاک پا میں یقیناً کوئی خاص تاثیر ہوگی شاہ صاحب لکھتے ہیں: کہ سونا تھا کافروں کا مال لیا ہوا فریب سے۔ اسی میں مٹی پڑی برکت کی۔ حق اور باطل مل کر ایک کرشمہ بن گیا کہ جاندار کی طرح کی روح اور آواز اس میں ہوگئی ایسی چیزوں سے بہت بچنا چاہئے اس سے بت پرستی بڑھتی ہے۔

تنبیہ: ایت کی جو تفسیر اوپر بیان ہوئی صحابہ وتابعین ومفسرین سے یہ ہی منقول ہے۔ (عثمانی) بعض آثار میں ہے کہ جہاں گھوڑا زمین پر پاؤں رکھتا وہاں فوراً سبزہ نمودار ہو جاتا اس سے سامری نے سمجھا کہ اس میں ضرور کوئی کرشمہ ہوگا، اس لئے اس کے پاؤں رکھنے کی جگہ سے مٹھی بھر مٹی اٹھالی۔ وفي بعض الاثارانه رأه كلمارفع الفرس يديه اورجليه على التراب اليبس يخرج النبات فعرف ان له شأنافاخذمن موطئه حفنة .(روح المعانی)۔ یہ تفسیر اگر چہ اکثر مفسرین نے اختیار کیا ہے لیکن اس میں کئی اشکالات ہیں۔ پہلی یہ کہ قرآن نے "جسد" کہا ہے اوران کے تفسیر کے مطابق یہ زندہ بچھڑا تھا، اوردوسرا اعتراض یہ ہے کہ صرف سامری نے جبرئیلؑ، یا اس کے گھوڑے کو کیسے دیکھا؟، اور جو واقعات اس کے لئے گڑھے ہوئے ہیں وہ سب کے سب اسرائیلیات ہیں۔ یا یہ تفسیر عبداللہ بن عباسؓ سے بروایت کلبی منقول ہیں،

اورامام رازیؒ نے تفسیر کبیر، نیشاپوری، اورصاحب اللباب نے اس آیت کے تحت ایک دوسرا قول ابومسلم سے نقل کیا، جو کہ انہوں نے اپنی تفسیر صفحہ:۱۹۱، میں نقل کیا ہے، جس کا حاصل معنی یہ ہے "بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهٖ" یعنی عرفت ان الذی انتم علیه لیس بحق ،وکنت قبضت قبضة من اثرک ایها الرسول،ای شیئامن دینک ،فنبذته ای طرحته۔ میں نے بہت سوچ وبچار کے بعد یہ معلوم کیا کہ تمہارا دین صحیح نہیں اور پہلے تمہارا تھوڑی سی اتباع کی تھی، بعد میں اس کو پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا۔ اور یہ میرے نفس نے مجھے اسی طرح مزین اور بھلا دکھلایا۔ صاحب اللباب بعد میں لکھتا ہے: قال ابن الخطیب وهذا الذی ذکره ابومسلم لیس فیه الاانه مخالف للمفسرین

لکنه اقرب الی التحقیق لوجوه : پھر اس توجیہ کی تائید کے لئے پانچ وجوہ بیان کئے ہیں:۔

پہلی وجہ :أن جبرئیلً لیس معهودا باسم الرسول،ولم یجر له فیما تقدم ذکر حتی تجعل لام التعریف اشـــارة الیه،فاطلاق لفظ الرسول لارادة جبرئیلً کانه تکلیف بعلم الغیب ۔یعنی اس مقام پر رسول سے جبرئیل علیہ السلام مراد لینا،تکلف اور قوانین نحو سے مخالف ہے۔

دوسری وجہ :انه لابدمن الاضمار وهو ،قبضة من اثر حافر دابة الرسول ،والاضمار خلاف الاصل ،یعنی یہاں ایک عبارت محذوف ماننا ہے جو کہ یہ ہے،کہ رسول کے گھوڑے کی چاپ والی جگہ سے مٹی حاصل کیا، اور عبارت محذوف ماننا خلاف الاصل ہے۔

تیسری وجہ:انه لابدمن التعسف فی بیان ان السامری کیف اختص من بین جمیع الناس برؤیة جبرئیلً ومعرفته، ثم کیف عرف ان تراب حافردابته یوثرهذا الاثر ،و الذی ذکروه من ان جبرئیل علیه السلام هو الذی رباه فبعید،لان السامری إن عرف انه جبرئیلً، حال کمال عقله عرف قطعاان موسیٰ علیه السلام نبی صادق فکیف یحاول الاضلال ۔اس کا حاصل یہ ہے کہ،سامری نے دوسرے لوگوں کی نسبت جبرئیل علیہ السلام کو کیسے دیکھا اور پہچانا ؟اور یہ کیسے معلوم کیا کہ اس مٹی میں یہ کمال ہے؟ اور یہ بات بھی صحیح ثابت نہیں کہ سامری کو جبرئیل علیہ السلام نے بچپن میں پالا۔اور اس کے بعد وہ کیسا گمراہ ہوا۔

چوتھی وجہ: انه لوجاز اطلاع بعض الکفرة علی ترابٍ هذا شانه ،لکان لقائل ان یقول فلعل موسیٰ اطلع ایضا علی شئ اخر یشبه ذٰلک ،فلاجله اتی بالمعجزات،فرجع حاصله الی سؤال من یطعن فی المعجزات الخ ۔یعنی اگر ہم یہ بات جائز مانے کہ سامری کو یہ معلوم ہوا کہ اس مٹی میں یہ کمال ہے، کہ اس سے جسد(بے روح)زندہ ہوتا ہے۔تو پھر بعض ملحدین کو یہ کہنے کا موقعہ مل جائے گا کہ موسیٰ علیہ السلام سے جو عجائبات صادر ہوئے تھے وہ معجزات الٰہی نہیں۔بلکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ایسے ہی معلومات کا نتیجہ تھا۔

پانچویں وجہ: یہ تفسیر قرآنی نمط سے خلاف ہے اسی سورۃ ایت نمبر:۸۸،میں اللہ تعالی نے فرمایا:"فاخرج لهم عجلا جسدا له خوار"ابن عباسؓ سے اس کے متعلق ابویعلی نے اپنی مسند:۲۵/۵،میں نقل کیا ہے،فرماتے ہیں کہ:لاواللہ ما کان له صوت قط ،انما کانت الریح تدخل من دبره وتخرج من فیه وکان ذلک الصوت من ذلک. تو اس سے ظاہر ہوا کہ یہ بچھڑے کا جسم تھا اور زندہ بچھڑا نہیں تھا۔

أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهُ

زندگی میں یہ (سزا) ہے کہ کہتا ہے کہ مجھے ہاتھ نہ لگانا اور تیرے لئے ایک اور وعدہ ہے (یعنی عذاب کا) جو تجھ سے ٹل نہ سکے

وَانْظُرْ إِلٰىٓ إِلٰهِكَ الَّذِىْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ

گا اور جس معبود (کی پوجا) پر تو (قائم و) معتکف تھا اس کو دیکھ ہم اسے جلا دیں گے پھر اس (کی راکھ) کو اڑا کر دریا میں

فِى الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ إِنَّمَآ إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَىْءٍ

بکھیر دیں گے ۔[۱۰] تمہارا معبود اللہ ہی ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں اس کا علم ہر چیز پر

عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ آتَيْنٰكَ

محیط ہے۔ اس طرح ہم تم سے وہ حالات بیان کرتے ہیں جو گزر چکے ہیں اور ہم نے تمہیں اپنے پاس سے نصیحت

مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾

(کی کتاب) عطا فرمائی ہے۔ جو شخص اس سے منہ پھیرے گا وہ قیامت کے دن (گناہ کا) بوجھ اٹھائے گا

---

[۱۰] سامری کو تو دنیا میں اپنے کئے کی سزا یہ ملی کہ جب بھی کوئی شخص اس کے قریب جاتا تو دونوں کو تپ چڑھ جاتا اس لئے وہ لوگوں سے کہتا کہ مجھ سے دور رہو۔ وہ چاہتا تھا کہ فریب سے قوم کا سردار بن جائے لیکن سزا ایسی ملی کہ کوئی شخص اس کے قریب بھی نہ پھٹکتا تھا۔ بالکل اچھوتوں کی طرح زندگی گذار دی ''وان لک موعدالن تخلفه'' وہ تو دنیا میں عذاب تھا اور دنیا میں شرک پھیلانے اور فساد بپا کرنے کی سزا آخرت میں بھی ملے گی۔ آخرت میں سزا کی وعید ضرور پوری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کے خلاف نہیں کرے گا۔ ای لن یخلفک اللہ موعدہ الذی وعدک علی الشرک و الفسادفی الارض ینجزہ لک فی الاخرۃ بعدماعاقبک بذلک فی الدنیا. (مدارک)۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ تو تیری سزا ہوئی اب دیکھ میں تیرے معبود کا کیا حشر کرتا ہوں؟ جس پر تو ہر وقت مجاور بنا بیٹھا رہتا ہے۔ میں ابھی اس کو جلا کر اس کی راکھ دریا میں بہاتا ہوں تا کہ تجھے اور اس کی پوجا کرنے والے دوسرے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ اس قدر عاجز ہے کہ خود اپنی حفاظت نہیں کرسکتا تو دوسروں کا کیا سنوار سکتا ہے ۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهِ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ

ہمیشہ اس (عذاب) میں رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے روز ان کے لئے بُرا ہے۔ جس روز صُور پھونکا جائے گا

وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ

اور ہم گنہگاروں کو اکٹھا کریں گے اور ان کی آنکھیں نیلی نیلی ہوں گی۔ (تو) وہ آپس میں آہستہ آہستہ کہیں گے کہ تم

اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ

صرف دس دن ہی رہے ہو۔ جو باتیں یہ کریں گے ہم خوب جانتے ہیں اس وقت ان میں سب سے اچھی راہ والا کہے گا

اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾

صرف ایک روز ہی ٹھہرے ہو۔ اورتم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ اللہ ان کواڑا کر بکھیر دے گا

فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾

اور زمین کو ہموار کر چھوڑے گا۔ جس میں نہ تم کجی (اور پستی) دیکھو گے نہ ٹیلا (اور بلندی)

يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ

اس روز لوگ ایک پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے اور اس کی پیروی سے انحراف نہ کرسکیں گے اور اللہ کے سامنے آوازیں پست

الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ

ہو جائیں گی تو تم آوازِ خفی کے سوا کوئی آواز نہ سنو گے۔ اس روز (کسی کی) سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی

اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

مگر اس شخص کی جسے اللہ اجازت دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے ۔جو کچھ ان کے آگے ہے

وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾

اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ اس کو جانتا ہے اور وہ (اپنے) علم سے اللہ (کے علم) پر احاطہ نہیں کر سکتے

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ

اور اس زندہ وقائم کے روبرو منہ نیچے ہو جائیں گے اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا وہ نامراد رہا اور جو

يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾

نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہو گا تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہو گا اور نہ نقصان کا

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ

اور ہم نے اس کو اسی طرح کا قرآنِ عربی نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح کے ڈراوے بیان کر دیئے ہیں تاکہ

يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ

لوگ پرہیزگار بنیں یا اللہ ان کے لئے نصیحت پیدا کر دے۔ تو اللہ جو سچا بادشاہ ہے عالی قدر ہے

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ

اور قرآن کی وحی جو تمہاری طرف بھیجی جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے کے) لئے جلدی نہ کیا کرو

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ

اور دعا کرو کہ میرا پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے۔ اور ہم نے پہلے آدم سے عہد لیا تھا مگر وہ (اسے) بھول گئے

وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ

اور ہم نے ان میں اس کا قصد نہ دیکھا اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کیلئے سجدہ کرو تو سب سجدے میں گر پڑے مگر

اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ

ابلیس نے انکار کیا ۔ ہم نے فرمایا کہ آدم! یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے

فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا

تو یہ کہیں تم دونوں کو جنت سے نکلوا نہ دے پھر تم تکلیف میں پڑ جاؤ۔ یہاں تم کو یہ (آسائش) ہوگی کہ نہ بھوکے رہو نہ

تَعْرٰی ﴿۱۱۸﴾ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيهَا وَلَا تَضْحٰی ﴿۱۱۹﴾

ننگے ۔ اور یہ کہ نہ پیاسے رہو اور نہ دھوپ کھاؤ

فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰآدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلٰی شَجَرَةِ

تو شیطان نے اُن کے دل میں وسوسہ ڈالا (اور) کہا کہ آدم! بھلا میں تمہیں (ایسا) درخت بتاؤں (جو)

الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰی ﴿۱۲۰﴾ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا

ہمیشہ کی زندگی کا (ثمرہ دے) اور (ایسی) بادشاہت کہ کبھی زائل نہ ہو تو دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو ان پر ان کی

وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰی آدَمُ رَبَّهُ

شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ اپنے (بدنوں) پر بہشت کے پتے چپکانے لگے اور آدم نے اپنے پروردگار کے حکم کے خلاف

فَغَوٰی ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰی ﴿۱۲۲﴾

کیا تو (وہ اپنے مطلوب سے) بے راہ ہو گئے۔[۱۱] پھر ان کے پروردگار نے ان کو نوازا تو ان پر مہربانی سے توجہ فرمائی اور سیدھی راہ بتائی

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ

فرمایا کہ تم دونوں یہاں سے نیچے اتر جاؤ تم میں بعض بعض کے دشمن (ہوں گے) پھر اگر میری طرف سے

---

[۱۱] اس آیت میں جو آدم علیہ السلام کی نسبت صاف لفظوں میں ''عصی'' اور پھر ''غوی'' فرمایا گیا ہے اس کی وجہ بھی سورۂ بقرہ میں بیان ہو چکی ہے، کہ اگرچہ آدم علیہ السلام کا یہ عمل شرعی قانون کی رو سے گناہ میں داخل نہیں تھا لیکن آدم علیہ السلام اللہ کے رسول اور مقربین خاص میں سے ہیں، اس لئے ان کی ادنیٰ لغزش کو بھی بھاری لفظوں سے عصیان کہہ کر تعبیر کیا گیا، اور اس پر عتاب کیا گیا اور لفظ ''غوی'' دو معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے، ایک معنی زندگی تلخ ہو جانے اور عیش خراب ہو جانے کے ہیں، دوسرے معنی گمراہ ہو جانے یا غافل ہو جانے کے، ائمہ تفسیر قشیری اور قرطبی وغیرہ نے اس جگہ لفظ ''غوی'' کے پہلے معنی ہی کو اختیار کیا ہے، اور مراد یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو جو عیش جنت میں حاصل تھا، وہ=

مِّـنِّـىْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ

تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا۔ اور

أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے

= نہ رہا، زندگی تلخ ہوگئی۔

قاضی ابوبکر ابن عربی نے احکام القرآن میں ایت مذکورہ میں جو الفاظ ''عصی'' وغیرہ آدم علیہ السلام کے بارے میں ہیں اس سلسلہ میں انہوں نے ایک اہم بات ارشاد فرمائی ہے، وہ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے: **لایجوز لاحدنا الیوم ان یخبر بذلک عن آدم 'علیہ السلام' الااذاذکرناہ فی اثناء قولہ تعالی عنہ، اوقول نبیہ ﷺ، فامااان یبتدی ذلک من قبل نفسہ فلیس بجائز لنافی ابائنا الادنین الینا المماثلین لنافکیف فی ابینا الاقدم الاعظم الاکرم النبی المقدم الذی عذرہ اللہ سبحانہ وتعالی وتاب علیہ وغفرلہ.** (ازتفسیر قرطبی **وذکرہ ایضا فی البحر**).

ہم میں سے کسی کیلئے آج یہ جائز نہیں کہ آدم علیہ السلام کی طرف یہ لفظ عصیان منسوب کرے بجز اس کے کہ قرآن کی اس آیت کے یا کسی حدیث نبوی کے ضمن میں آیا ہو وہ بیان کرے، لیکن یہ کہ اپنی طرف سے یہ لفظ منسوب کرنا ہمارے اپنے قریبی اباء واجداد کے لئے بھی جائز نہیں، پھر ہمارے سب سے پہلے باپ جو ہر حیثیت میں ہمارے آباء سے مقدم اور اعظم واکرم ہیں اور اللہ تعالی کے پیغمبر معزز ہیں جن کا عذر اللہ تعالی نے قبول فرمایا اور معافی کا اعلان کر دیا ان کے لئے تو کسی حال میں جائز نہیں۔

اسی لئے ابونصر قشیری نے فرمایا: کہ اس لفظ کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو عاصی اور غاوی کہنا جائز نہیں، اور قرآن کریم میں جہاں کہیں کسی نبی یا رسول کے بارے میں ایسے الفاظ آئے ہیں یا تو وہ خلاف اولی امور ہیں، یا نبوت سے پہلے کے ہیں، اس لئے بضمن آیات قرآن وروایات حدیث تو ان کا تذکرہ درست ہے، لیکن اپنی طرف سے ان کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ (قرطبی)۔

أَعۡـمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِـمَ حَشَـرۡتَـنِـىۡٓ أَعۡـمٰى وَقَدۡ كُنۡتُ بَصِيۡرًا ﴿۱۲۵﴾

اندھا کر کے اٹھائیں گے۔وہ کہے گا کہ میرے پروردگا! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ میں تو دیکھتا بھالتا تھا

قَـالَ كَـذٰلِكَ أَتَتۡكَ اٰيٰتُـنَـا فَـنَسِيۡتَهَـا وَكَذٰلِكَ الۡيَوۡمَ تُنۡسٰى ﴿۱۲۶﴾

اللہ فرمائے گا کہ ایسا ہی تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تو، تو نے ان کو بھلا دیا اسی طرح آج ہم تجھے بھلا دیں گے[۱۲]

وَكَـذٰلِكَ نَـجۡـزِىۡ مَـنۡ أَسۡـرَفَ وَلَـمۡ يُـؤۡمِنۡ بِـاٰيٰـتِ رَبِّـهٖ

اور جو شخص حد سے نکل جائے اور اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان نہ لائے ہم اس کو ایسا ہی بدلا دیتے ہیں

وَلَـعَـذَابُ الۡاٰخِـرَةِ أَشَدُّ وَأَبۡقٰى ﴿۱۲۷﴾ أَفَلَـمۡ يَهۡدِ لَهُمۡ

اور آخرت کا عذاب بہت سخت اور بہت دیر تک رہنے والا ہے۔کیا یہ بات ان لوگوں کے لئے موجبِ ہدایت نہ ہوئی

---

[۱۲] اس ایت میں ''معیشة ضنکا'' کی تفسیر محمد رسول اللہ ﷺ نے یوں بیان فرمائی۔سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وان الكافر اذااتى من قبل رأسه لم يوجدشيئ ،ثم اتى عن يمينه فلايوجدشيئ،ثم اتى عن شماله فلايوجدشيئ،ثم اتى من قبل رجليه فلايوجدشيئ، يقال له اجلس فيجلس خائفامرعوبا،فيقال له ارأيتك هذا الرجل الذى كان فيكم ماذاتقول فيه؟ وماذاتشهدبه عليه؟فيقول اىّ رجل؟فيقال الذى كان فيكم، فلايهتدى لاسمه حتى يقال له محمد،فيقول ماادرى، سمعت الناس قالواقولافقلت كماقال الناس ،فيقال له على ذلك حييت ،على ذلك مت ،وعلى ذلك تبعث ان شاء الله،ثم يفتح له باب من ابواب النارفيقال له هذامقعدك من النارومااعدالله لك فيها،فيزدادحسرة وثبوراً،ثم يفتح له باب من ابواب الجنة فيقال له ذلك مقعدك من الجنة وما اعدالله لك فيه، لواطعته ،فيزداد حسرة وثبورا،ثم يضيق عليه قبره حتى تختلف فيه اضلاعه فتلك المعيشة الضنكة التى قال اللهفان له معيشة ضنكا.(صحيح ابن حبان كتاب الجنائز رقم:۳۱۱۳،حسن كماقاله الالبانى).

اور بے شک کافر کو عذاب دینے کے لئے فرشتے اس کے سر کی طرف سے آتے ہیں۔ وہ ایمان اور عمل صالح کی کوئی رکاوٹ نہیں پاتے۔ پھر وہ اس کے دائیں جانب سے آتے ہیں، پس وہ کوئی رکاوٹ نہیں پاتے ، پھر وہ بائیں جانب سے آتے ہیں، ادھر بھی کوئی رکاوٹ نہیں پاتے ، پھر وہ اس کے پاؤں کی جانب سے آتے ہیں، تو ادھر بھی کوئی رکاوٹ نہیں ملتی، پھر اس (کافر کو) کہا جاتا ہے، بیٹھ جا، وہ خوف زدہ اور سہا ہوا بیٹھ جاتا ہے۔ فرشتے پوچھتے ہیں، جو شخص تم میں (رسول بنا کر) بھیجا گیا تھا، اس کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ اور اس کے متعلق تو کیا گواہی دیتا ہے؟ جواب میں کافر کہتا ہے کونسا آدمی؟ فرشتے کہتے ہیں جو تم میں بھیجا گیا تھا۔ اسے آپ کے نام کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلتا، یہاں تک کہ اسے بتایا جاتا ہے کہ محمد ﷺ کے متعلق پوچھا جارہا ہے) وہ کافر کہتا ہے میں تو نہیں جانتا، البتہ میں نے لوگوں کو (آپ کے متعلق کچھ) کہتے ہوئے سنا تھا، پھر میں نے بھی لوگوں کی طرح ہی کہہ دیا، فرشتے کہتے ہیں، اس شک پر تو زندہ رہا اور اسی پر مرا، اور انشاء اللہ اسی پر تو اٹھایا جائے گا۔

پھر جہنم کے دروازوں میں ایک دروازہ اس کے لئے کھول دیا جاتا ہے، اور ساتھ ہی اسے یہ بھی بتا دیا جاتا ہے کہ تیرا ٹھکانہ یہ آگ ہے (اور دوسرے عذاب) جو اللہ نے تیرے لئے تیار کر رکھے ہیں، پس اس (نظارے کے بعد) اس کی ندامت اور ہلاکت میں اضافہ ہوتا ہے، پھر اس کے لئے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اور اسے بتایا جاتا ہے کہ اگر تو (اللہ اور اس کے رسول کی) اطاعت کرتا تو یہ جنت تیرا ٹھکانہ ہوتی، اور (دوسری نعمتیں) جو اللہ نے تیرے لئے اس میں تیار کر رکھی تھیں، اس نظارے کے بعد اس کی ندامت اور ہلاکت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ پھر اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں دھنس جاتی ہیں، پس یہ ہے " **معیشتا ضنکا**" (کی تفسیر) جس کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا ہے "**فان له معيشة ضنكا**".

اسی طرح سیدنا ابو ہریرہؓ سے ایک دوسری حدیث مروی ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے پوچھا **اتدرون فيما انزلت هذه الاية؟ اتدرون ما المعيشة الضنكة؟** کیا جانتے ہو کہ یہ آیت **فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنكاً** کس چیز کے متعلق نازل ہوئی؟ کیا تم جانتے ہوں کہ معیشۃ ضنکا کیا ہے؟ صحابہ کرام نے کہا، اللہ تعالی اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **عذاب الكافر في قبره و الذى نفسى بيده انه يسلط عليه تسعة وتسعون تنينا، اتدرون ما التنين ؟سبعون حية ،لكل حية سبع رؤوس يلسعونه ويخدشونه الى يوم القيامة. صحيح ابن حبان كتاب الجنائز :رقم: ۳۱۲۲، ۳۱۱۹.معيشة ضنكا** سے مراد یہ ہے کہ کافر کو اس

کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے،اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے،کافر پرننانوے'' تـنـنـین'' مسلط کردیے جاتے ہیں، جانتے ہو کہ تنین سے کیا مراد ہے؟اس سے ستر سانپ مراد ہیں،اور ہر سانپ کے سات منہ ہیں،جن کے ساتھ وہ قیامت تک کافر کو کاٹتے رہیں گے۔اسی ایت کی تفسیر میں امام قرطبی فرماتے ہیں:وقـول رابـع وهـو الـصحيح انـه عـذاب الـقبـر قـالـه ابـو سـعيـد الـخـدريؓ ،وعبـدالله بـن مسـعـودؓ، وروى ابـو هـريـرةؓ مـرفوعـاعن الـنبـیﷺ،وقـد ذكـر نـا فـی كـتـاب الـتـذكـرة قال ابو هريرةؓ،يضيق على الكافر قبره حتى تختلف فيه اضلاعه ،وهو المعشية الضنكة .

چوتھا قول اور یہی صحیح ہے کہ بے شک ''معيشة ضـنـكا'' سے مراد عذاب قبر ہے۔یہ قول ابـو سـعيـد خدریؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا بھی ہے،اور ابو ہریرۃؓ نے نبی کریمﷺ سے مرفوع بیان کیا ہے، جسے ہم نے اپنی کتاب التذکرۃ میں ذکر کیا ہے،ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ کافر پر اس کی قبر تنگ کردی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں، یہی معيشة ضنكا ہے۔

علامہ شوکانی نے بھی اپنی تفسیر میں اس سلسلے میں مروی متعدد روایات درج کرنے کے بعد یہی قرار دیا ہے کہ (معيشة ضنكا) سے مراد عذاب قبر ہی ہے۔(تفسیر فتح القدیر)۔

سید احمد حسن دہلوی نے بھی اس بارے میں سلف کے بعض اقوال ذکر کرنے کے بعد مسند بزار میں ابو ہریرۃؓ کی سند سے مروی ایک معتبر حدیث کی بنا پر یہی قرار دیا ہے کہ خود صاحب وحیﷺ نے ''معیشۃ ضنکا'' کی تعریف عذاب قبر فرمائی ہے۔احسن التفاسیر۔

تفسیر معارف القرآن والے لکھتے ہیں: کہ'' اس کی معیشت تنگ ہوگی'' اور'' قیامت میں اس کو اندھا کر کے اٹھایا جائیگا'' پہلا عذاب دنیا ہی میں اس کو مل جائے گا،اور دوسرا یعنی اندھا ہونے کا عذاب قیامت میں ہوگا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں معیشت کی تنگی تو کفار و فجار کے لئے مخصوص نہیں،مومنین صالحین کو بھی پیش آتی ہے، بلکہ انبیاء علیہم السلام کو سب سے زیادہ شدائد ومصائب اس دنیا کی زندگی میں اٹھانے پڑتے ہیں،اور بعض کتب حدیث میں بروایت سعدؓ وغیرہ یہ حدیث منقول ہے، کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: کہ دنیا کی بلائیں اور مصیبتیں سب سے زیادہ انبیاء پر سخت ہوتی ہیں،ان کے بعد جو جس درجہ کا صالح اور ولی ہے :(مستدرک حاکم :رقم:۵۵۱۴،ترمذی: ۲۴۰۰،وابن ماجہ:۴۰۲۳)۔

اسی کی مناسبت سے اس کو یہ تکلیفیں پہنچتی ہیں،اس کے بالمقابل عموما کفار وفجار کوخوشحال اورعیش وعشرت میں دیکھا جاتا ہے،تو پھر یہ ارشادقرآنی کہ''ان کی معیشت تنگ ہوگی'' آخرت کے لئے تو ہوسکتا ہے دنیا میں خلاف مشاہدہ معلوم ہوتا ہے۔

اس کا صاف، بےغبار جواب تو یہ ہے کہ یہاں دنیا کے عذاب سے قبر کا عذاب مراد ہے، کہ قبر میں ان کی معیشت تنگ کردی جاویگی،خودقبر جوان کامسکن ہوگا وہ ان کوایسا دبائیگا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹنے لگیں گی جیسا کہ بعض احادیث میں اس کی تصریح ہے اورمسند بزار میں بسند جیدابوہریرةؓ سے یہ حدیث منقول ہے کہ رسولﷺ نے خوداس آیت کے لفظ''معیشة ضنکا'' کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ اس سے مرادقبر کا عالم ہے۔(مظہری)۔

رسول اللہﷺ نے فرمایا: **''عن انسؓ قال قال رسول اللهﷺ:ان العبداذاوضع فی قبره وتولی عنه اصحابه، وانه ليسمع قرع نعالهم، اتاه ملكان فيقعدانه ،فيقولان ماكنت تقول فی هذا الرجل؟لمحمد،فاما المؤمن فيقول اشهدانه عبدالله ورسوله، فيقال له انظر الى مقعدک من النار،قدابدلک الله به مقعدامن الجنة، فيراهماجميعا،واما المنافق و الكافرفيقال له ماكنت تقول فی هذا الرجل؟ فيقول لاادری ،كنت اقول مايقول الناس ،فيقال له لادريت ولاتليت، ويضرب بمطرقة من حديدضربة بين اذنيه فيصيح صيحة يسمعهامن يليه غير الثقلين''.(بخاری: ۱۳۳۸ ،مسلم: ۲۸۷۰،)**

انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے،اوراس کے اعزاء واحباب واپس آتے ہیں،تووہ (مردہ)ان کے جوتوں کی آوازسنتا ہے،اوراس کے پاس(قبر میں)دوفرشتے آتے ہیں،اوران کو بٹھا کر پوچھتے ہیں،کہ تم اس شخص (محمدﷺ) کے بارہ میں کیا کہتے تھے؟اس کے جواب میں بندہ مومن کہتا ہے، میں اس بات کی گواہی دیتاہوں،کہ وہ (محمدﷺ) بلاشبہ اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں۔

پھراس بندہ سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنا ٹھکانا دوزخ میں دیکھو،جس کواللہ نے بدل دیا ہے،اوراس کے بدلے میں تمہیں جنت میں جگہ دی گئی ہے۔چنانچہ وہ مردہ دونوں مقامات (جنت ودوزخ)کودیکھتا ہے، اورجومردہ منافق یا کافر ہوتا ہے،اس سے بھی یہی سوال کیا جاتا ہے،کہ اس شخص (یعنی محمدﷺ) کے بارہ میں تو کیا کہتا تھا؟ وہ اس کے جواب میں کہتا کہ میں کچھ نہیں جانتا،جولوگ (مومن) کہتے تھے وہی میں بھی کہہ دیتا تھا،اس سے کہا جاتا ہے نہ تو نے عقل سے

پہچانااورنہ تونے قرآن شریف پڑھا؟ یہ کہہ کراس کولوہے کے گرزوں سے ماراجاتاہے، کہ اس کے چیخنے اور چلانے کی آوازسوائے جنوں اورانسانوں کےقریب کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔

اس حدیث میں فرمایاگیاہے، کہ جب قبرمیں معذب مردہ پرعذاب نازل کیاجاتاہے، یعنی فرشتے لوہے کے گرزوں سے اس کو مارتے ہیں،تواس کے چیخنے چلانے کی آوازانسان نہیں سن پاتے ،اس کی حکمت یہ ہے، کہ جن وانس غیب کی چیزوں پرایمان لانے کے مکلّف ہیں، اگران کوآوازسنائی دے، یاوہاں کے حالات کاعلم اس دنیامیں ہوجائے توپھرایمان بالغیب جاتارہےگا۔ نیزاگرقبرکے حالات کااحساس انسانوں کوہونے لگے،توخوف وہیبت ناکی کی وجہ سے دنیاکےکاروبارمیں ہلچل مچی رہےگی اورسلسلہ معیشت منقطع ہوجائےگا۔

”عن البراء بن عازبؓ عن رسول اللهﷺقال يأتيه ملكان، فيجلسانه فيقولان له ،من ربک؟ فيقول ربی الله ،فيقولان له مادينک؟ فيقول دينی الاسلام ،فيقولان ، ماهذا الرجل الذی بعث فيكم؟ فيقول هورسول الله ،فيقولان له ومايدريک، فيقول قرأت كتاب الله فامنت به وصدقت، فذٰلک قوله” يثبت الله الذين امنوابالقول الثابت“ الاية قال فينادی مناد من السماء، ان صدق عبدی ،فافرشوه من الجنة، والبسوه من الجنة، وافتحوالـه بابا الی الجنة ، قال فيأتيه من روحهاوطيبها،ويفسح لـه فيهامدبصره ،واما الكافرفذكرموته،قال ويعادروحه فی جسده ،ويأتيه ملكان فيجلسانه ،فيقولان له من ربک فيقول هاه هاه لا ادری فيقولان له مادينک؟ فيقول هاه هاه لاادری، فيقولان له ماهذا الرجل الذی بعث فيكم ؟فيقول هاه هاه لا ادری، فينادی منادمن السماء ان كذب فافرشوه من النار ،والبسوه من النار، وافتحوالـه بابا الی النار ،قال فيأتيه من حرهاوسمومها،قال ويضيق عليه قبره حتی تختلف فيه اضلاعه ،ثم يقيض له اعمی اصم معه مرزبة من حديد لوضرب بهاجبل لصار ترابا ،فيضربه بهاضربة يسمعهامابين المشرق و المغرب الا الثقلين ،فيصيرترابا،ثم يعادفيه الروح(احمد: ۳۰/ ۵۰۱ ، وابوداود: ۴۷۵۳،و النسائی: ۴/ ۷۸ ،و ابن ماجة: ۱۵۴۹).

براءبن عازبؓ راوی ہیں، نبی کریمﷺ سےنقل کرتے ہیں، کہ آپﷺ نےفرمایا:قبرمیں مردے کے پاس دوفرشتے آتے ہیں،اوراسے بٹھاکراس سے پوچھتے ہیں،کہ تیرارب کون ہے؟وہ جواب دیتاہے”میرارب اللہ ہے“

پھر فرشتے کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب میں کہتا ہے میرا دین اسلام ہے، پھر فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں، جو شخص (اللہ کی طرف سے) تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ کون ہے؟ وہ کہتا ہے، وہ اللہ کے رسول ہیں، پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں، یہ تجھ سے کس نے بتایا، وہ کہتا ہے، میں نے اللہ کی کتاب پڑھی، اور اس پر ایمان لایا، اور اس کو سچ جانا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہی مطلب ہے اللہ تعالی کے اس قول کا "یثبت الله الـذین امنوا بالقول الثابت" الایة، یعنی اللہ تعالی ان لوگوں کو ثابت قدم رکھتا ہے، جو ثابت بات پر ایمان لائے (آخیر آیت تک) نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ آسمان سے پکارنے والا یعنی اللہ تعالی یا اس کے حکم سے فرشتہ پکار کر کہتا ہے، میرے بندے نے سچ کہا، لہذا اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ، اور اس کو جنت کی پوشاک پہناؤ، اور اس کے واسطے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو، چنانچہ جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اس جنت کے دروازہ سے اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں، اور حد نظر تک اس قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔

اب رہا کافر، تو نبی کریم ﷺ نے اس کی موت کا ذکر کیا، اور اس کے بعد فرمایا کہ، پھر اس کی روح اس کے جسم میں ڈالی جاتی ہے۔ اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، جو اس کو بٹھا کر پوچھتے ہیں، تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا، پھر وہ پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا، پھر وہ پوچھتے ہیں یہ شخص کون ہے؟ جو اللہ کی جانب سے تم میں بھیجا گیا تھا، وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا، پھر آسمان سے ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا، یہ جھوٹا ہے، اس کے لئے آگ کا فرش بچھاؤ، آگ کا لباس اسے پہناؤ، اور اس کے واسطے ایک دروازہ دوزخ کی طرف کھول دو، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ، دوزخ سے اس کے پاس گرم ہوائیں اور لوئیں آتی ہیں، اور فرمایا اس کی قبر اس کے لئے تنگ کر دی جاتی ہے، یہاں تک کہ ادھر کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی پسلیاں ادھر نکل آتی ہیں، پھر اس پر ایک اندھا اور بہرا فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے، جس کے پاس لوہے کا ایسا گرز ہوتا ہے، کہ اس کو اگر پہاڑ پر مارا جائے تو وہ پہاڑ مٹی ہو جائے، اور وہ فرشتہ اس کو اس گرز سے اس طرح مارتا ہے کہ اس کے چیخنے چلانے کی آواز مشرق سے مغرب تک تمام مخلوقات سنتی ہے، مگر جن وانسان نہیں سنتے، اور اس مارنے سے وہ مردہ مٹی ہو جاتا ہے، اس کے بعد پھر اس کے اندر روح ڈالی جاتی ہے۔

و"عـن زيـد بـن ثابتؓ قال بينا رسول اللهﷺ فی حائط لبنی النجار علی بغلة له، ونحن معه، اذ حـادت بـه، وكـادت تـلقيه، واذا اقبر ستة او خمسة، فقال من يعرف اصحاب هذه الاقبر، قال رجل انا، قال فمتی ماتوا، قال فی الشرک، فقال ان هذه الامة تبتلی فی قبورها، فلولا ان لاتدافنوا، لدعوت

الله ان یسـمـعـکـم من عذاب القبر، الذی اسمع منه ،ثم اقبل علینابو جهه فقال تعو ذوابالله من عذاب النارقالوانعوذبالله من عذاب النار، قال تعوذوابالله من عذاب القبر،قالوانعوذبالله من عذاب القبر،قال تـعوذوا بالله من الفتن ماظهرمنهاومابطن ،قالوانعوذبالله من الفتن ماظهرمنهاومابطن ،قال تعوذوابالله من فتنة الدجال ،قالوانعوذبالله من فتنة الدجال " (مسلم:۲۸۶۷) ۔

زید بن ثابتؓ سے روایت ہے، کہ ایک روز جبکہ نبی کریمﷺ بنی نجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے، اور ہم بھی آپؐ کے ہمراہ تھے، کہ اچانک خچر بدک گیا، اور قریب تھا کہ آپﷺ کو گرادے، ناگہاں پانچ چھ قبریں نظر آئیں، آپﷺ نے فرمایا ان قبر والوں کو کوئی جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں جانتا ہوں، آپﷺ نے فرمایا یہ کب مرے ہیں؟ یعنی حالت کفر میں مرے ہیں، یا ایمان کے ساتھ، اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں؟ اس شخص نے عرض کیا، یہ تو شرک کی حالت میں مرے ہیں، آپﷺ نے فرمایا: یہ امت اپنی قبروں میں ازمائی جاتی ہے (یعنی ان لوگوں پر ان کی قبروں میں عذاب ہورہا ہے) اگر مجھ کو یہ خوف نہ ہوتا کہ تم (مردوں کو) دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں ضرور اللہ سے یہ دعا کرتا کہ وہ تم کو بھی عذاب قبر (کی اس آواز) کو سنا دے جس کو میں سن رہا ہوں، اس کے بعد آپﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو، صحابہ نے عرض کیا، ہم آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو، صحابہ نے عرض کیا، عذاب قبر سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں! آپﷺ نے فرمایا ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو، صحابہ نے عرض کیا ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں آپﷺ نے فرمایا دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگو، صحابہ نے عرض کیا ہم دجال کے فتنہ سے اللہ تعالی کی پناہ مانگتے ہیں۔ یعنی عذاب قبر کی شدت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے، کہ آپﷺ نے صحابہ سے فرمایا: کہ اگر تمہاری آنکھیں اس کا مشاہدہ کر لے اور تمہارے کان اس کو سن لیں، تو تم اپنی عقل ودماغ سے ہاتھ دھو بیٹھو، اور تم اس کی شدت وسختی کا محض احساس ہی کر کے بیہوش ہو جاؤ گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اس خوف وہراس کی وجہ سے مردوں کو دفن کرنا بھی چھوڑ دو گے۔ اگر مجھے اس کا خدشہ نہ ہوتا تو میں یقیناً تمہیں اس عذاب کا مشاہدہ بھی کرا دیتا، اور تمہیں سنوا بھی دیتا۔ (مظاہر حق)۔

اس حدیث سے اس بات کی حقیقت بھی معلوم ہوئی کہ بعض لوگ جو مزاروں وغیرہ پر اپنے جانوروں کو اس غرض سے لے جاتے ہیں، کہ اس کا پاخانہ نہیں ہوتا، اور وہاں لے جانے کے بعد روبصحت ہو جاتے ہیں، تو ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ ہمارے معبودوں نے ہماری حاجت روائی کی، اسی نکتہ کو ابن تیمیہؒ اپنی کتاب میں ذکر کرتے ہیں کہ: انمایذھبون =

كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

کہ ہم ان سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے رہنے کے مقامات میں یہ چلتے پھرتے ہیں

لَاٰيٰتٍ لِّأُوْلِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

عقل والوں کے لئے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اور اگر ایک بات تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے صادر

لَكَانَ لِزَامًا وَّأَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

اور (جزائے اعمال کے لئے) ایک میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو نزول عذاب لازم ہو جاتا۔ پس جو کچھ یہ بکواس کرتے ہیں

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ج

اس پر صبر کرو اور سورج کے نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کیا کرو

=بها الى قبور الكفار و المنافقين، وبينت لهم سبب ذلك ،قلت لان هؤلاء يعذبون فى قبورهم، و البهائم تسمع اصواتهم، كماثبت ذلك فى الحديث الصحيح،فاذاسمعت ذلك فزعت ،فبسبب الرعب الذى حصل لهاتنحل بطونهافتروث؛ فان الفزع يقتضى الاسهال. فيعجبون من ذلك؛ وهذا المعنى كثيرا ماكنت اذكره للناس،ولااعلم ان احداقاله،ثم وجدته قدذكره بعض العلماء.(الاستغاثة فى الردعلى البكرى لابن تيميه: ۲/ ۵۰۲،۵۰۳). بعض پیروں اور مرشدوں کا یہ دعوی ہے کہ ہمیں کشف القبور ہوتا ہے، اور قبر والے کے احوال ہم پر ظاہر ہوتے ہیں، ہم ان کے احوال پر عالم ہوتے ہیں کہ یہ عالم برزخ میں خوشحال ہیں یا تکلیف میں ۔ تو ان احادیث سے ان کا یہ پھانڈہ کھل گیا کہ عالم برزخ کا علم انسانوں میں صرف انبیاء کو ہوتا ہے، اس کے علاوہ جتنے انس وجن ہیں ان کو قبر کے احوال سے بے خبر رکھا گیا ہے، اور حدیث میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ان دونوں کا طاقت اتنا نہیں کہ اس کا تحمل کر سکیں، اور ان کے علاوہ جو جانور وغیرہ ہیں ان کو پتہ چلتا ہے، تو اب ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ جب صحابہ کرام اس کا تحمل نہیں کر سکتے تو تم کون ہو کہ اس کا تحمل کر سکو گے۔ یا تو نبوت کا دعوی کرو اور یہ کہہ دیں کہ ہم نہ انسان ہیں نہ جن، بلکہ کوئی اور شی ہیں۔ مذکورہ احادیث میں اس مسئلے کا تفصیل کے ساتھ رد ہوا، اس کے بعد اگر کسی کو شبہ ہو تو اللہ تعالی اس کو سمجھائیں۔

وَمِنْ آنَآءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾

اور رات کی ساعات (اوّلین) میں بھی اس کی تسبیح کیا کرو اور دن کی اطراف (یعنی دوپہر کے قریب ظہر کے وقت بھی) تاکہ تم خوش ہو جاؤ

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور کئی طرح کے لوگوں کو جو ہم نے دنیا کی زندگی میں آرائش کی چیزوں سے بہرہ مند کیا ہے

لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى ﴿١٣١﴾

تاکہ ان کی آزمائش کریں ان پر نگاہ نہ کرنا اور تمہارے پروردگار کی (عطا فرمائی ہوئی) روزی بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو ہم تم سے روزی کے خواستگار نہیں بلکہ تمہیں ہم روزی دیتے ہیں

وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِمْ بَيِّنَةُ

اور (نیک) انجام (اہلِ) تقویٰ کا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اپنے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں

مَا فِي الصُّحُفِ الْأُوْلٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ أَنَّآ أَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ

نہیں لاتے؟ کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کی نشانی نہیں آئی؟۔ اور اگر ہم ان کو پیغمبر (کے بھیجنے) سے پیشتر

لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَّذِلَّ

کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم ذلیل

وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ

اور رسوا ہونے سے پہلے تیرے کلام (واحکام) کی پیروی کرتے۔ کہہ دو کہ سب (نتائج اعمال کی) منتظر ہیں تو تم بھی منتظر

مَنْ أَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾

رہو عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ (دین کی) سیدھے رستے پر چلنے والے کون ہیں اور (جنت کی طرف) راہ پانے والے کون ہیں (ہم یا تم)

سورة الأنبيآء (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَهُمۡ فِىۡ غَفۡلَةٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۱﴾

لوگوں کا حساب نزدیک آ پہنچا ہے اور وہ غفلت میں (پڑے اس سے) منہ پھیر رہے ہیں

مَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ ذِكۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ مُّحۡدَثٍ اِلَّا اسۡتَمَعُوۡهُ وَهُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ ﴿۲﴾

ان کے پاس کوئی نئی نصیحت ان کے رب کی طرف سے نہیں آتی مگر وہ اُسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں

لَاهِيَةً قُلُوۡبُهُمۡ وَاَسَرُّوا النَّجۡوَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا هَلۡ هٰذَاۤ اِلَّا

اُن کے دل غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ظالم لوگ چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں کہ یہ (شخص کچھ بھی) نہیں

بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ اَفَتَاۡتُوۡنَ السِّحۡرَ وَاَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳﴾ قٰلَ

مگر تمہارے جیسا آدمی ہے تو تم آنکھوں دیکھتے جادو (کی لپیٹ) میں کیوں آتے ہو؟ (پیغمبر نے) کہا

رَبِّىۡ يَعۡلَمُ الۡقَوۡلَ فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۴﴾ بَلۡ

کہ جو بات آسمان اور زمین میں (کہی جاتی) ہے میرا رب اُسے جانتا ہے اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔ بلکہ

قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ بَلِ افۡتَرٰٮهُ

(ظالم) کہنے لگے کہ (یہ قرآن) پریشان (باتیں ہیں جو) خواب (میں دیکھ لی) ہیں بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے

بَلۡ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلۡيَاۡتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَاۤ اُرۡسِلَ الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۵﴾

بلکہ یہ (شعر ہے جو اس) شاعر (کا نتیجہ طبع) ہے تو جیسے پہلے بھیجے گئے تھے (اُسی طرح) یہ بھی ہمارے پاس کوئی نشانی لائے

مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنٰهَا ۚ أَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ وَمَآ أَرْسَلْنَا

ان سے پہلے جن بستیوں کو ہم نے ہلاک کیا وہ ایمان نہیں لائی تھیں تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے اور ہم نے تم سے پہلے

قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ إِلَيْهِمْ فَاسْئَلُوْٓا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

مرد ہی (پیغمبر بنا کر) بھیجے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے، اگر تم نہیں جانتے تو جو یاد رکھتے ہیں اُن سے پوچھ لو

﴿۷﴾ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿۸﴾

اور ہم نے اُن کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَأَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۹﴾

پھر ہم نے ان کے بارے میں (اپنا) وعدہ سچا کر دیا تو اُن کو اور جس کو چاہا نجات دی اور حد سے نکل جانے والوں کو ہلاک کر دیا

لَقَدْ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰﴾

ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا تذکرہ ہے کیا تم نہیں سمجھتے؟

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾

اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ستمگر تھیں ہلاک کر مارا اور ان کے بعد اور لوگ پیدا کر دیئے

فَلَمَّآ أَحَسُّوْا بَأْسَنَآ إِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا

جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو لگے اس سے بھاگنے۔ مت بھاگو اور جن میں تم عیش وآسائش کرتے تھے

إِلٰى مَآ أُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ إِنَّا

ان کی اور اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ تاکہ تم سے (اس بارے میں) دریافت کیا جائے۔ کہنے لگے ہائے شامت!

كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا

بیشک ہم ظالم تھے۔ تو وہ ہمیشہ اسی طرح پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے ان کو (کھیتی کی طرح) کاٹ کر (اور آگ کی

خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾
طرح) بجھا کر ڈھیر کر دیا۔ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہے اس کو لہو و لعب کیلئے پیدا نہیں کیا

لَوْ أَرَدْنَآ أَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا ۖ إِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾
اگر ہم چاہتے کہ کھیل (کی چیزیں یعنی زن و فرزند) بنائیں تو اگر ہم کو کرنا ہی ہوتا تو ہم اپنے پاس سے بنا لیتے

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ
بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور جھوٹ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے اور جو باتیں تم

زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
بناتے ہو ان سے تمہاری ہی خرابی ہے۔ اور جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں سب اُسی کے (مملوک اور اُسی کا مال) ہیں

وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾
اور جو (فرشتے) اُس کے پاس ہیں وہ اُس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾
رات دن (اُس کی) تسبیح کرتے رہتے ہیں، نہ تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں

أَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾
بھلا لوگوں نے جو زمین کی چیزوں سے (بعض کو) معبود بنالیا ہے (تو کیا) وہ اُن کو (مرنے کے بعد) اٹھا کھڑا کریں گے؟

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ
اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے جو باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں اللہ

الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴿۲۳﴾
مالکِ عرش ان سے پاک ہے وہ جو کام کرتا ہے اُس کی پرسش نہیں ہوگی اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی) ان سے پرسش ہوگی

أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ

کیا لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنا لئے ہیں؟ کہہ دو کہ (اس بات پر) اپنی دلیل پیش کرو، یہ (میری اور) میرے ساتھ

مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ أَرْسَلْنَا

والوں کی کتاب بھی ہے اور جو مجھ سے پہلے ہوئے ہیں اُن کی کتابیں بھی ہیں بلکہ ان میں اکثر حق بات کو نہیں جانتے اور اس لئے اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں

مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْٓ إِلَيْهِ أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے اُن کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور کہتے ہیں کہ اللہ بیٹا رکھتا ہے، وہ پاک ہے بلکہ جن کو یہ لوگ اُس کے بیٹے اور بیٹیاں سمجھتے ہیں وہ اُس کے عزت والے بندے ہیں

لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَمَا

اس کے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ جو کچھ ان کے آگے ہو چکا ہے اور جو پیچھے ہوگا وہ سب

خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾

سے واقف ہے اور وہ سفارش نہیں کر سکتے مگر اُس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اُس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں

وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ إِنِّيْٓ إِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي

اور جو شخص ان میں سے یہ کہے کہ اللہ کے سوا میں معبود ہوں تو اُسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی ہی

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ أَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا

سزا دیا کرتے ہیں ۔ کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے

رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ أَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾

تو ہم نے اُن کو جدا جدا کر دیا اور تمام جاندار چیزیں ہم نے پانی سے بنائیں پھر یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ

اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تاکہ لوگوں سے ہلنے نہ لگے اور اس میں کشادہ رستے بنائے تاکہ لوگ ان پر چلیں

﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَهُمْ عَنْ اٰيَاتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾

اور آسمان کو محفوظ چھت بنایا اس پر بھی وہ ہماری نشانیوں سے منہ پھیر رہے ہیں

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ

اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو بنایا (یہ) سب آسمان میں

يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ

(اس طرح چلتے ہیں گویا) تیر رہے ہیں ۔ اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کو بقائے دوام نہیں بخشا

أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

بھلا اگر تم مر جاؤ تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے؟ ۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور ہم تم لوگوں کو سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے

وَإِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْآ إِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ

اور جب کافر تم کو دیکھتے ہیں تو تم سے ہنسی کرتے ہیں کہ کیا یہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر (برائی سے) کیا کرتا ہے؟

اٰلِهَتَكُمْ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ خُلِقَ الْإِنْسَانُ

حالانکہ وہ خود رحمٰن کے نام سے منکر ہیں انسان (کچھ ایسا جلد باز ہے کہ گویا)

مِنْ عَجَلٍ سَأُرِيْكُمْ اٰيَاتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا

جلد بازی ہی سے بنایا گیا ہے۔ میں تم لوگوں کو عنقریب اپنی نشانیاں دکھاؤں گا تو تم جلدی نہ کرو۔ اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو

الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ

تو (جس عذاب کی) یہ وعید (ہے وہ) کب (آئے گا)؟۔ اگر کافر اُس وقت کو جانیں جب وہ

لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾

اپنے مونہوں پر سے (دوزخ کی) آگ کو روک نہ سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں پر سے اور نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا

بَلْ تَأْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾

بلکہ قیامت ان پر ناگہاں آ واقع ہوگی اوران کے ہوش کھو دے گی پھر نہ تو وہ اس کو ہٹا سکیں گے اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا

اورتم سے پہلے بھی پیغمبروں کیساتھ مذاق ہوتا رہا ہے،تو جولوگ ان میں سے تمسخر کیا کرتے تھےان کواسی (عذاب) نے جس

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ

کی ہنسی اڑاتے تھے آ گھیرا ۔کہو کہ رات اور دن میں اللہ سے تمہاری کون حفاظت کر سکتا ہے؟

بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾ أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ

بات یہ ہے کہ یہ اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے ہوئے ہیں ۔کیا ہمارے سوا ان کے اور معبود ہیں؟ کہ ان کو (مصائب

مِّنْ دُوْنِنَا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ أَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾

سے) بچا سکیں وہ آپ اپنی مدد تو کر ہی نہیں سکتے اور نہ ہم سے پناہ ہی دیئے جائیں گے

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَآبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ أَفَلَا

بلکہ ہم ان لوگوں کواوران کے باپ دادا کو متمتع کرتے رہے یہاں تک کہ (اسی حالت میں) ان کی عمریں بسر ہوگئیں کیا یہ

يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا أَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں تو کیا یہ لوگ غلبہ پانے والے ہیں

قُلْ إِنَّمَآ أُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ إِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾

کہہ دو کہ میں تمہیں حکمِ الٰہی کے مطابق نصیحت کرتا ہوں اور بہروں کو جب نصیحت کی جائے تو وہ پکار کو سنتے ہی نہیں

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ

اور اگر ان کو تمہارے رب کا تھوڑا سا عذاب بھی پہنچے تو کہنے لگیں کہ ہائے کمبختی! ہم بیشک ستمگر تھے

﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۭ

اور ہم قیامت کے دن انصاف کا ترازو کھڑا کریں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی

وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اُسکو لا حاضر کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت اور گمراہی میں) فرق کر دینے والی اور روشنی اور نصیحت عطا کی پرہیزگاروں کیلئے

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور قیامت کا بھی خوف رکھتے ہیں

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ أَنْزَلْنٰهُ أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور یہ مبارک نصیحت ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے تو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو؟

وَلَقَدْ آتَيْنَآ إِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيْهِ

اور ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے ہدایت دی تھی اور ہم اُن (کے حال) سے واقف تھے۔ جب انہوں نے اپنے باپ

وَقَوْمِهِ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْ أَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَا

اور اپنی قوم کے لوگوں سے یہ کہا کہ یہ کیا مُورتیں ہیں جن (کی پرستش) پر تم معتکف (وقائم) ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے

آبَآءَ نَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ

باپ دادا کواُن کی پرستش کرتے دیکھا۔ کہا کہ تم بھی (گمراہ ہو) اور تمہارے باپ دادا بھی صریح گمراہی میں پڑے رہے

﴿۵۴﴾ قَالُوْا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾

وہ بولے کیا تم ہمارے پاس (واقعی) حق لائے ہو یا (ہم سے) کھیل (کی باتیں) کرتے ہو؟

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ

(ابراہیم نے) کہا (نہیں) بلکہ تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا (بھی) رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے

وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَأَكِيْدَنَّ أَصْنَامَكُمْ

اور میں اس (بات) کا گواہ (اور اسی کا قائل) ہوں۔ اور اللہ کی قسم جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں سے

بَعْدَ أَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ

ایک چال چلوں گا۔ پھر ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا مگر ایک بڑے (بت) کو (نہ توڑا) تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں

يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ إِنَّهُ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾

کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کیساتھ یہ معاملہ کس نے کیا؟ وہ تو کوئی ظالم ہے

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾

لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک جوان کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے اس کو ابراہیم کہتے ہیں

قَالُوْا فَأْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْآ

وہ بولے کہ اسے لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ گواہ رہیں۔ (جب ابراہیم آئے تو) بت پرستوں نے کہا

ءَ أَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓإِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۚ كَبِيْرُهُمْ

کہ ابراہیم بھلا یہ کام ہمارے معبودوں کیساتھ تم نے کیا ہے؟ (ابراہیم نے) کہا (نہیں) بلکہ یہ ان کے اس بڑے (بت)

هٰذَا فَاسْـَٔلُوْهُمْ إِنْ كَانُوْا يَنطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوْٓا إِلٰىٓ أَنفُسِهِمْ

نے کیا (ہوگا) اگر یہ بولتے ہوں تو ان سے پوچھ لو۔ انہوں نے اپنے دل میں غور کیا تو آپس میں کہنے لگے

فَقَالُوْٓا إِنَّكُمْ أَنتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ

کہ بیشک تم ہی بے انصاف ہو۔ پھر (شرمندہ ہوکر) سر نیچا کر لیا (اس پر بھی ابراہیم سے کہنے لگے کہ)

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ أَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

تم جانتے ہو یہ بولتے نہیں۔(ابراہیم نے) کہا کہ پھر تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو

مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

جو تمہیں نہ کچھ فائدہ دے سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکیں۔ تُف ہے تم پر اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے

اللّٰهِ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ

ہو اُن پر بھی کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ (تب وہ) کہنے لگے کہ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو اس کو جلا دو

وَانصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ إِنْ كُنتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا

اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ ہم نے حکم دیا کہ اے آگ! سرد ہو جا اور ابراہیم پر (موجبِ)

عَلٰىٓ إِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ وَأَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْأَخْسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾

سلامتی (بن جا) ان لوگوں نے برا تو ان کا چاہا تھا مگر ہم نے انہی کو نقصان میں ڈال دیا [۱]

---

[۱] ابراہیم علیہ السلام کو راہ ہدایت ہم ہی نے دکھائی" وکنا به عالمین"، اور ہم ہی اس کو جانتے تھے یعنی دیکھو ابراہیم علیہ السلام کو جو جدالانبیاء ہیں وہ بھی اپنے باپ اور اپنی قوم کو غیر اللہ کی پکار اور عبادت سے روکتے رہے" من قبل" یہ منبی علی الضمه ہے اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے ای من قبل النبوة (بحر).

"اذقالوا"، مؤخر سے متعلق ہے اور "اذکر" مقدر ماننے کی ضرورت نہیں "التماثیل" تمثال کی جمع ہے تمثال

اس مصنوعی چیز کو کہا جاتا ہے جو اللہ کی پیدا کی ہوئی کسی چیز کے مشابہ بنائی جائے ،مشرکین نے انبیاء علیہم السلام ،اولیاء کرام اور ستاروں کی شکلوں پر بت بنا کر عبادت خانہ میں نصب کرر کھے تھے ،انہی کی طرف اشارہ کر کے ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے سوال کیا کہ یہ مورتیاں کیسی ہیں؟ جن کی عبادت پر تم جمے بیٹھے ہوں ۔ **التمثال موضوع لشیء المصنوع مشبّھًا بخلق من خلق الله (قرطبی). ان القوم کانوا عباد اصنام علی صور مخصوصة کصورة الانسان اوغیرہ الخ (کبیر). وکانت علی ماقیل صور الرجال یعتقدون فیھم وقد انقرضوا وقیل کانت صور الکواکب صنعوھا جسما تخیلوا (روح)** ۔ابراہیم علیہ السلام کا اس سوال سے مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ مشرکین کس شبہ کیوجہ سے ان مورتیوں کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں ۔

اور جب وہ اعتراف کر لیں گے کہ تقلید آباء کے سوا ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ۔تو انہیں یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ تمہارا یہ فعل سراسر گمراہی ہے مشرکین نے صاف صاف اقرار کر لیا کہ ان کے پاس کوئی دلیل تو ہے نہیں بس انہوں نے اپنے باپ دادا کو ان تماثیل کی عبادت کرتے دیکھا اس لئے وہ بھی ان کی اندھی تقلید کرتے ہوئے ایسا کرر ہے ہیں (جواھر القرآن) ۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تم اور تمہارے اباواجداد صریح گمراہی میں تھے کیونکہ تمہارے پاس کوئی معقول دلیل نہیں تم محض خواہش نفسانی کے متبع ہو ۔ابراہیم علیہ السلام کا جواب سن کر قوم کے مشرک بولے ,تم سچ کہہ رہے ہو یا یونہی مذاق کرر ہے ہو؟'' **قال بل ربکم** ''......**الأیة**، ابرہیم علیہ السلام نے جواب دیا ہنسی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ غیر اللہ کی عبادت اور پکار کی وجہ سے تم بھی گمراہ ہوا اور تمہارے باپ دادا بھی گمراہ تھے ۔جن کو تم پکارتے ہو ۔وہ عاجز و بے بس ہیں ،اور متصرف و مختار نہیں ہیں ،مالک و مختار اور متصرف و کارساز تو صرف اللہ تعالیٰ ہے جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے ،لہٰذا عبادت اور پکار کا مستحق بھی وہی ہے اور کوئی نہیں ،اور اس دعویٰ پر میرے پاس دلیل و حجت موجود ہے ،اور میں جو کچھ کہہ رہا ہوں دلیل و حجت سے کہہ رہا ہوں ,,**المعنی ای ابین بالدلیل مااقول**'' (قرطبی) .

''**وتاللہ لاکیدن**''......**الأیة** ،خلیل اللہ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ قوم نے ان ٹھوس عقلی دلائل سے کوئی اثر نہیں لیا ،تو اب ایک نہائت مؤثر اور محسوس طریقہ سے ان کے معبودان باطلہ کی بے چارگی کو واضح کرنے کے لئے ایک نئی سکیم سوچی چنانچہ دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ تم اپنے میلے پر تو جاؤ پھر دیکھنا میں تمہارے معبودوں کی کیا گت بناتا ہوں

''**فجعلھم جذاذا**'' . جب مشرکین اپنے تہوار میں شریک ہونے کے لئے شہر سے باہر چلے گئے ،تو ابرہیم علیہ

السلام نے تمام مورتیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا البتہ سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا۔اور کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھدیا، تا کہ جب مشرکین واپس آ کر سارا ماجرا دیکھیں تو بڑے بت کی طرف رجوع کریں، اور اس سے پوچھیں کہ جناب کیا ماجرا ہے؟ کہ یہ ہمارے معبود سب کے سب ٹوٹے پڑے ہیں مگر آپ صحیح سلامت براجمان ہیں، اور کلہاڑا آپ کے کندھے پر ہے ,إن المعنى :"يرجعون اليه كما يرجع الى العالم فى حل ا لمشكلات فيقولون مالهؤلآء مكسورة ومالك صحيحاوالفاس على عاتقك" (کبیر) اس سے مقصود الزام حجت تھا۔

"قالوا من فعل" ......الأية، مشرکین جب عید منا کر واپس آئے تو حسب دستور اپنے معبودوں کو نذرانہ سجود پیش کرنے کے لئے عبادت خانہ میں داخل ہوئے، تو معبودوں کو ناگفتہ بہ حال میں دیکھ کر سخت برہم ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے ہمارے معبودوں سے یہ حرکت جس نے بھی کی ہے اس نے بڑا ظلم کیا ہے۔

"قالوا سمعنا"......الأية، ان میں سے بعض نے کہا کہ ابراہیم نامی ایک نوجوان ہے وہ ان کا ذکر کر رہا تھا یہ اسی کی حرکت معلوم ہوتی ہے، شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ "يذكرهم" کا مطلب یہ ہے کہ ایک نوجوان جسکا نام ابرہیم ہے ہروقت ہمارے ان معبودوں کے پیچھے پڑا رہتا اور ان کی توہین کرتا رہتا ہے اور ہمیشہ کہتا رہتا ہے کہ یہ عبادت اور پکار کے لائق نہیں اور نہ نفع ونقصان کے مالک ہیں، اس لئے اندازہ یہی ہے کہ سب کچھ اسی نے کیا ہوگا، بہت سے مفسرین نے اسی کو ترجیح دی ہے "سمعنافتى يذكرهم" اى يعيبهم فلعله الذى فعل ذالك بهم، (روح المعانی)۔

"قالوا فأتوا"......الأية، اب مشرکین نے کہا تو پھر اس (ابرہیم علیہ السلام) کو لوگوں کے روبرو لاؤ تا کہ سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ہم اسے کس قدر عبرت ناک سزا دیتے ہیں، "اى يحضرون عقوبتناله" (مدارک) یا مطلب یہ ہے کہ ابرہیم علیہ السلام کو سرعام حاضر کرو تا کہ کچھ اور لوگ بھی اس کے خلاف شہادت دیں۔انهم كرهواا ن يأخذوه بغير بينة، فارادوا ان يجيئوابه على اعين الناس لعلهم يشهدون عليه بماقاله فيكون حجة عليه بمافعله وهذا قول الحسن وقتادة والسدى وعطاء وابن عباس (کبیر)۔

ابرہیم علیہ السلام کا اس واقعہ سے یہی مقصد تھا کہ جب یہ معاملہ ان تماثیل کے تمام پجاریوں کے علم میں آئے، اور ان سب کے سامنے پیش ہو، اس وقت وہ ان کی جہالت اور بے وقوفی ظاہر کریں اور ان کے سامنے برملا ان کے معبودوں کی بے چارگی اور بے بسی کو واضح کر سکیں، اور اس حقیقت کا اعلان کر سکیں کہ جن معبودوں کو تم حاجت روا اور مشکل کشا اور نافع وضار سمجھتے ہو ان کے عجز کا یہ حال ہے کہ وہ خود اپنی ذاتوں سے بھی دفع ضرر کی قدرت نہیں رکھتے، اس لئے وہ تمہارا

بھی کچھ سنوار یا بگاڑ نہیں سکتے اور نہ کچھ تمہیں دے سکتے ہیں: "فأتوا به علی اعین الناس" ای علی رؤس الاشهاد فی الملأالاکبر بحضرة الناس کلهم وکان هذا هو المقصود الاکبر لابرهیم علیه السلام ان یبین فی هذا المحفل العظیم کثرة جهلهم وقلة عقلهم فی عبادة هذه الاصنام التی لاتدفع عن نفسها ضرا ولاتملک لها نصرا فکیف یطلب منها شیٔ من ذالک (ابن کثیر).

"قالوا ء انت" ......الأیة، اس سے پہلے اندماج ہے، ای فأتوا به، یعنی وہ ابرہیم علیہ السلام کو سرعام لے آئے اوران سے سوال کیا، اے ابرہیم! کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کچھ کیا ہے؟ اس سوال سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے اس فعل کا اقرار کرلینگے تو وہ انہیں حسب منشأ سزا دے سکیں گے، مگر ان کا مقصد پورا نہ ہوا، اور معاملہ برعکس ہو گیا، اور الٹے خود ذلیل و رسوا ہوئے، (من الکبیر)۔

"قال بل فعله" ......الأیة، لفظ 'بل' اضراب کے لئے ہے جو ماقبل کے خلاف ایک نئی بات بیان کرنے کے لئے لایا جاتا ہے، تو اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابرہیم علیہ السلام نے مشرکین کے سوال کے جواب میں بتوں کو توڑنے کے فعل سے انکار کردیا، اور اس فعل کو ان کے بڑے بت کی طرف منسوب کردیا ظاہر ہے کہ یہ جھوٹ کی صورت ہے جس کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف محال ہے، اس کے بہت سے جواب دیئے گئے جو تفسیر کبیر اور روح المعانی میں بہ تفصیل مذکور ہیں، حسین علی نے فرمایا کہ "بل فعله" میں تکلم سے غیبت کی طرف التفات ہے اور اس کا فاعل مقدر ہے اصل میں تھا، بل فعله من فعله، یعنی جس نے یہ کام کیا ہے اس نے توکرڈالا یہ تمہارا بڑا بت بھی یہاں موجود ہے، تم اپنے ان معبودوں ہی سے پوچھ لو کہ ان کے ساتھ یہ ماجرا کس نے کیا ہے، تو ابراہیم علیہ السلام نے اس فعل سے انکار نہیں کیا بلکہ ایک لطیف اور کنائی انداز میں اسے تسلیم کرلیا۔ امام رازی نے اس توجیہہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔ ورابعها انه کنایة عن غیر مذکور: ای فعله من فعله، وکبیرهم هذا، ابتداء الکلام ویروی عن الکسائی انه کان یقف عند قوله بل فعله، ثم یبتدی کبیرهم هذا (کبیر).

"فرجعوا الی انفسهم" ......الأیة، ابراہیم علیہ السلام کا جواب سن کر مشرکین کے ہوش ٹھکانے آئے اور ان کو تنبیہ ہوئی کہ وہ ان غیر ناطق جمادات کی عبادت کرکے اپنی جانوں پر ظلم کررہے ہیں، بھلا جو اس قدر عاجز و بے بس ہوں کہ اپنی حفاظت بھی نہ کرسکیں وہ دوسروں کے کیا کام آسکتے ہیں۔

"انکم انتم الظلمون" ای بعبادة من لاینطق بلفظة ولا یملک لنفسه لحظة وکیف ینفع

عابدیه ویدفع عنهم البأ س من لایرفع عن رأسه الفاس (قرطبی).
"ثم نكسوا" ......الأية، مگر تسویل وتضلیل شیطان سے بدبختی اور شقاوت نے پھر انہیں آلیا اور مہر جباریت کی وجہ سے وہ اپنی کفر وشرک کی پہلی حالت کی طرف فوراً منقلب ہوگئے۔قال اهل التفسیر اجری اللہ تعالی الحق علی لسانهم فی القول الاول ثم ادرکتهم الشقاوة،ای ردوا الی الکفر بعدان اقروا علی انفسهم بالظلم (مدارک) اور ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے کہ یہ تو تمہیں بھی معلوم ہے، اور ہم بھی جانتے ہیں کہ یہ معبود بولنے کی طاقت نہیں رکھتے مگر اس کے باوجود ان کو اپنا معبود سمجھتے ہیں۔لایخفی علینا و علیک ایها المبکت انها لاتنطق کذالک و انا انما اتخذناها آلهة مع العلم بالوصف،(روح).
"قال أتعبدون "......الأية، جب مشرکین نے اپنے معبودوں کی بیچارگی اور بے بسی کا اقرار کرلیا تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کی فکر وعقل کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ یہ عاجز معبود تمہیں نہ نفع پہنچانے کی طاقت رکھتے اور نہ نقصان پہنچانے کی، تو پھر تم اس اللہ کے سوا ان کی کیوں عبادت کرتے ہو۔ تُف تم پر اور تمہارے فعل شرک پر تم ایسے صریح احمقانہ فعل کی قباحت بھی نہیں سمجھتے۔
"قالوا حرقوه"......الأية، جب مشرکین ابراہیم علیہ السلام کی مدلل گفتگو کے سامنے مبہوت ولا جواب ہوگئے، تو اب اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئے، جیسا کہ باطل پرستوں کا دستور ہے اور آپس میں طے کیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے چونکہ ان کے معبودوں کی توہین کی ہے اور انہیں ذلیل ورسوا کیا ہے اس لئے اس فعل کی اس کو سزا دینی چاہئے، اور اسے جلا کر خاک کردینا چاہئے۔لما عجزوا عن الحاجة وضاقت بهم الحیل وهذا دیدن المبطل المحجوج اذبهت بالحجة وکانت له قدرة یفزع إلی المناصبة،(روح). "وانصروا الهتکم "بتحریق ابراهیم لانه یسبها ویعیبها(قرطبی).
"قلنا یانار"...... الأية، نمرود نے اسّی گز لمبی اور چالیس گز چوڑی چار دیواری بنوائی اور اس میں چالیس دن ایندھن جمع کرایا اور اس کو آگ لگادی، جب آگ خوب مشتعل ہوگئی، اور ہر طرف سے اس کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے، تو ابراہیم علیہ السلام کو اس میں پھینکا گیا، جب وہ ان کو آگ میں پھینکنے کی تیاریاں کررہے تھے اس وقت اللہ کا خلیل ماسوائے اللہ سے اعراض کرکے اپنے آقا و مولیٰ سے مناجات میں مصروف تھا، اور آسمان کی طرف رخ کرکے عرض کررہا تھا۔ اللهم انت الواحد فی السماء وانا الواحد فی الارض لیس احد یعبدک غیری حسبی الله ونعم الوکیل، ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: لااله الاانت سبحنک رب العلمین، لک الحمد،=

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعٰلَمِينَ ﴿۷۱﴾

اور ابراہیم اور لوط کو اس سرزمین کی طرف بچا نکالا جس میں ہم نے اہلِ عالم کیلئے برکت رکھی ہے

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۚ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِينَ ﴿۷۲﴾

اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق عطا کیا اور مستزاد براں یعقوب اور سب کو نیک بخت کیا

وَجَعَلْنٰهُمْ أَئِمَّةً يَّهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ

اوران کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اوران کو نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کا حکم بھیجا

وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوا لَنَا عٰبِدِينَ ﴿۷۳﴾ وَلُوطًا آتَيْنٰهُ

اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے۔ اورلوط (کا قصہ یاد کرو) جب ان کو ہم نے حکم (یعنی حکمت ونبوت) اور علم بخشا

حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ

اور اس بستی سے جہاں کے لوگ گندے کام کیا کرتے تھے بچا نکالا، بیشک وہ بُرے

=ولک الملک، لاشریک لک ۔ادھر اللہ تعالی کے خلیل کوآگ میں پھینکا گیا اور ادھر سے اللہ کا حکم پہنچ گیا۔ "یانار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم" اے آگ ٹھنڈی ہوجا اور ابراہیم کے لئے آرام اور راحت بن جا (قرطبی،بحر)۔ چنانچہ آگ کے شعلے بھڑکتے رہے اور فضا کو اپنی روشنی سے منور کئے رہے مگر ان سے حرارت اور جلانے کی خاصیت سلب کر لی گئی، ہر چیز میں اللہ تعالی نے جو خاصیت وتاثیر رکھی ہے وہ اللہ تعالی کے حکم کے بغیر اپنا اثر ظاہر نہیں کرسکتی آگ میں جلانے کی خاصیت ہے اور وہ جلاتی ہے مگر نار ابراہیم سے اللہ تعالی نے جلانے کی خاصیت سلب کر لی، اوراس کی روشنی بدستور باقی رہی۔قال الزمخشری فان قلت کیف بردت النار وھی النار قلت نزع اللہ عنھا طبعھا الذی طبعھا علیه من الحر والاحراق وابقاھا علی الإضاءۃ والإشراق، و الاشتعال کما کانت واللہ علی کل شیء قدیر (بحر). یہ واقعہ زبردست دلیل ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی کارساز اور متصرف ومختار نہیں۔

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِينَ ﴿۷۴﴾ وَأَدْخَلْنٰهُ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُ مِنَ

اور بدکردار لوگ تھے ۔اور انہیں اپنی رحمت (کے محل) میں داخل کیا کچھ شک نہیں کہ وہ

الصّٰلِحِينَ ﴿۷۵﴾ وَنُوحًا إِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ

نیک بختوں میں تھے۔اورنوح (کا قصہ بھی یاد کرو) جب پیشتر انہوں نے ہم کو پکارا تو ہم نے اُن کی دعا قبول فرمائی،

فَنَجَّيْنٰهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿۷۶﴾ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ

پس اُن کواور اُن کے ساتھیوں کو بڑی گھبراہٹ سے نجات دی۔اور جولوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے ان پر نصرت

كَذَّبُوا بِآيٰتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنٰهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۷۷﴾ وَدَاوُدَ

بخشی۔ وہ بیشک بُرے لوگ تھے، سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا ۔اور داؤد

وَسُلَيْمٰنَ إِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ

اورسلیمان (کا حال بھی سن لوکہ) جب وہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصل کرنے لگے جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئیں

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِينَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا

تھیں اور ہم ان کے فیصلے کے وقت موجود تھے ۔تو ہم نے فیصلہ کرنا سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکم

وَّعِلْمًا وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فٰعِلِينَ ﴿۷۹﴾

اور علم بخشا تھااور ہم نے پہاڑوں کوداود کا مسخر کر دیا تھا کہ ان کیساتھ تسبیح کرتے تھےاور جانوروں کو بھی (اور ہم ہی ایسا) کرنے والے تھے

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شٰكِرُونَ ﴿۸۰﴾

اور ہم نے تمہارے لئے ان کو ایک لباس بنانا بھی سکھا دیا تا کہ تم کو لڑائی سے بچائے پس تمہیں شکر گزار ہونا چاہیئے

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا

اور ہم نے تیز ہوا سلیمان کے تابع کر دی تھی جو ان کے حکم سے اس ملک میں چلتی تھی جس میں ہم نے برکت دی

وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ

تھی اور ہم ہر چیز سے خبردار ہیں ۔[۲]اور دیووں (کی جماعت کو بھی ان کے تابع کر دیا تھا کہ ان) میں سے بعض

---

[۲] یہ تفصیلی نقلی دلیل ہے ہم نے داؤد وسلیمان علیہما السلام کو حکم وعلم دیا۔ جب وہ ایک جھگڑے کا فیصلہ کرر ہے تھے، ہم اس سے باخبر تھے "اذنفشت" الایة، یہ اس قضیے کی طرف اشارہ ہے ان کے زمانہ میں ایک شخص کی بکریاں رات کو دوسرے کے کھیت میں گھس گئیں، اور اسے تباہ کر گئیں، کھیت کا مالک مقدمہ لیکر داؤد علیہ السلام کے پاس آیا اور سارا ماجرا سنایا، انہوں نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا اور بکریاں اسے دلا دیں، جب مدعی اور مدعی علیہ واپس ہوئے تو راستے میں سلیمان علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ والد صاحب نے کیا فیصلہ فرمایا؟ انہوں نے ذکر کیا، تو کہا میرے خیال میں فیصلہ کی ایک اور صورت ہے جو دونوں کی حق میں بہتر ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس کا علم ہوا تو انہیں بلایا اور ان سے پوچھا کہ تمہارے دل میں جو فیصلہ آیا ہے اسے بیان کرو، سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا میرا خیال ہے کہ بکریاں کھیت والے کے حوالے کی جائیں تا کہ وہ ان کے دودھ اور بالوں سے انتفاع کرے اور اجڑا ہو کھیت بکریوں والے کے حوالے کیا جائے تا کہ وہ اس کی دیکھ بال کرے، جب کھیت اپنی پہلی حالت پر آ جائے تو دونوں اپنی اپنی چیزیں واپس لے لیں۔ داؤد علیہ السلام کو یہ فیصلہ بہت پسند آیا اور اسی کو نافذ فرما دیا" ففهمناها سليمان" یعنی ہم نے زیادہ بہتر فیصلہ سلیمان کے فہم میں ڈال دیا۔

یہی معنی ایک حدیث میں بھی مذکور ہے عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نضر الله عبدا سمع مقالتي فحفظها ووعاها واداها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه الى من هو افقه منه وفي رواية نضر الله امرأ سمع منا شيئا فبلغه كما سمعه فرب مبلغ اوعى له من سامع. رواه الترمذي. ٢٦٥٨، ٢٦٥٧. ابو داود ٣٦٦٠، ابن ماجه ٢٣٢، ٢٢٩. یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تروتازہ رکھیں اللہ تعالی اس بندے کو جس نے سنا کہنا میرا، اس کو یاد رکھا، اور ہمیشہ رکھا، اور اس کو پہنچایا، چنانچہ اکثر وہ لوگ جنہیں پہنچا دیا جاتا ہے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے فقیہ ہوتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالی اس شخص کو تروتازہ رکھے۔ جس نے مجھ سے کوئی حدیث سنی، اس کو پہنچا دیا، جیسا کہ سنا تھا پس اکثر پہنچائے گئے اس کو بہت

یادرکھنے والے ہوتے ہیں سننے والے کے نسبت۔

مطلب یہ کہ حدیث کو محفوظ اور یادرکھنے والے بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو خود زیادہ سمجھ دار نہیں ہوتے اور بعض سمجھ رکھتے ہیں لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ جس کے سامنے حدیث بیان کرتے ہیں وہ ان سے زیادہ سمجھ رکھتا ہے، لہٰذا چاہئے کہ حدیث جس طرح سنی جائے اسی طرح دوسروں تک اسے پہنچایا جائے تاکہ جس کو حدیث پہنچائی جارہی ہے اور جس کے سامنے بیان کی جارہی ہے وہ حدیث کا مطلب بخوبی سمجھ لے۔اس حدیث نے اس طرف اشارہ کردیا ہے کہ راویان حدیث کو چاہئے کہ وہ حدیث کو جن الفاظ میں سنیں بعینہ انہیں الفاظ میں نقل کریں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ داود علیہ السلام جب ایک فیصلہ دے چکے تھے تو سلیمان علیہ السلام کو اس کے توڑنے کا کیا حق تھا،اوراگر خود داود ہی نے ان کا فیصلہ سن کر اپنے سابق فیصلے کو توڑا اور دوسرا جاری کیا،تو کیا قاضی کو اس کا اختیار ہے کہ ایک فیصلہ دے دینے کے بعد اس کو توڑ دے اور فیصلہ بدل دے؟

قرطبی نے اس جگہ اس طرح کے مسائل پر بڑی تفصیل سے بحث فرمائی ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اگر کسی قاضی نے نصوص شرعیہ اور جمہور امت کے خلاف کوئی غلط فیصلہ محض اٹکل سے دیدیا ہے تو وہ فیصلہ باتفاق امت باطل ومردود ہے، دوسرے قاضی کو اس کے خلاف فیصلہ دینا نہ صرف جائز بلکہ واجب اور اس قاضی کا معزول کرنا واجب ہے،لیکن اگر ایک قاضی کا فیصلہ شرعی اجتہاد پر مبنی اور اصول اجتہاد کے ماتحت تھا تو کسی دوسرے قاضی کو اس فیصلہ کا توڑنا جائز نہیں کیونکہ اگر ایسا کیا جائیگا تو فساد عظیم ہوگا،اور اسلامی قانون ایک کھیل بن جائے گا،اور روز حلال وحرام بدلا کرینگے،البتہ اگر خود اسی فیصلہ دینے والے قاضی کو بعد اس کے کہ اصول اجتہاد کے تحت وہ ایک فیصلہ نافذ کرچکا ہے اب از روئے اجتہاد یہ نظر آئے کہ پہلے فیصلے اور پہلے اجتہاد میں غلطی ہوگئی ہے تو اسکا بدلنا جائز بلکہ بہتر ہے۔

فاروق اعظمؓ نے جو ایک مفصل خط ابوموسیٰ اشعری کے نام قضاء اور فصل مقدمات کے اصول پر مشتمل لکھا تھا اس میں اس کی تصریح ہے کہ فیصلہ دینے کے بعد اجتہاد بدل جائے تو پہلے فیصلہ کو بدل دینا چاہئے یہ خط دارقطنی :۴۵۲۴، نے سند کے ساتھ نقل کیا ہے،(قرطبی ملخصا)۔

اور امام تفسیر مجاہد کا قول یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام دونوں کے فیصلے اپنی اپنی جگہ ہیں اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ داوؤد علیہ السلام نے جو فیصلہ فرمایا تھا وہ ضابطہ کا فیصلہ تھا اور سلیمان علیہ السلام نے جو فرمایا وہ درحقیت مقدمہ کا فیصلہ نہیں، بلکہ فریقین میں صلح کرانے کا ایک طریقہ تھا،اور قران کریم میں "والصلح خیر"کا ارشاد وارد ہے اس لئے

یہ دوسری صورت اللہ کے نزدیک پسندیدہ ٹھہری۔(مظہری)۔

فاروق اعظم نے اپنے قاضیوں کو یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ جب آپ کے پاس دوفریق کا مقدمہ آئے تو پہلے ان دونوں میں رضامندی کے ساتھ کسی بات پر صلح کرانے کی کوشش کریں، اگر یہ ناممکن ہوجائے تو اپنا شرعی فیصلہ جاری کریں، اور حکمت اس کی یہ ارشاد فرمائی کہ حاکمانہ عدالتی فیصلے سے وہ شخص جس کے خلاف ہوا ہو دب تو جاتا ہے مگران دونوں میں بغض وعداوت کا بیج قائم ہوجاتا ہے، جو دومسلمانوں میں نہیں ہونا چاہئے بخلاف مصالحت کی صورت کے کہ اس سے دلوں کی منافرت بھی دور ہوجاتی ہے۔ازمعین الحکام۔مجاہد کے اس قول پر یہ معاملہ قاضی کے فیصلہ کوتوڑنے اور بدلنے کا نہیں رہا، بلکہ فریقین کو جوحکم سنایا تھا وہ ابھی گئے بھی نہ تھے کہ انمیں ایک صورت مصالحت کی نکل آئی اور وہ دونوں اس پر راضی ہوگئے۔

اس موقع پر قرطبی نے بڑی تفصیل سے اور دوسرے مفسرین نے مفصل یا مختصر یہ بحث بھی کی ہے کہ ہر مجتہد ہمیشہ مصیب ہی ہوتا ہے، اور دومتضاد اجتہاد ہوں، تو دونوں کو حق سمجھا جائے گا، یا ان میں سے ایک فیصلہ کو خطا اور غلط قرار دیا جائے گا، اس میں قدیم زمانے سے علماء کے اقوال مختلف ہیں، آیت مذکورہ سے دونوں جماعتوں نے استدلال کیا ہے جو علماء یہ کہتے ہیں کہ دونوں اجتہاد حق ہیں اگرچہ متضاد ہوں، ان کا استدلال آیت کے آخری جملے سے ہے جس میں فرمایا''**وکلااتیناہ حکما وعلما**'' اس میں داوٗد اور سلیمان علیہما السلام دونوں کو حکمت اور علم عطاء کرنے کا ارشاد ہے ، داوٗد علیہ السلام پر کوئی عتاب نہیں ہے، نہ ان کو یہ کہا گیا کہ ان سے غلطی ہوگئی، اس سے معلوم ہوا کہ داوٗد علیہ السلام کا فیصلہ بھی حق تھا، اور سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ بھی، البتہ سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ کو فریقین کے لئے اصلح ہونے کی بناء پر ترجیح دے دی گئی، اور جو علماء یہ فرماتے ہیں کہ اختلاف اجتہادی کے مواقع میں حق ایک طرف ہوتا ہے، دوسرا غلط ہوتا ہے، ان کا استدلال اسی آیت کے پہلے جملے سے ہے یعنی ''ففهمناهاسليمان'' کہ اس میں تخصیص کر کے سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہم نے ان کو حق فیصلہ سمجھا دیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ داوٗد علیہ السلام کا فیصلہ حق نہ تھا۔گو وہ بوجہ اپنے اجتہاد کے اس میں معذور ہوں، اور ان سے اس پر کوئی مواخذہ نہ ہو۔

یہ بحث اصول فقہ کی کتابوں میں بڑی تفصیل سے آئی ہے، وہاں دیکھی جاسکتی ہے، یہاں صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے: کہ جس شخص نے اجتہاد کیا اور کوئی حکم دینی اصول اجتہاد کے ماتحت بیان کیا اگر اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اس کو دواجر ملیں گے، ایک اجتہاد کرنے کی محنت کا، دوسرا صحیح وثواب حکم تک =

يَّغُوْصُوْنَ لَهُ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

ان کیلئے غوطے مارتے تھے اور اس کے سوا اور کام بھی کرتے تھے اور ہم ان کے نگہبان تھے

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾

اور ایوب (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً

تو ہم نے اُن کی دعا قبول کر لی اور جو اُن کو تکلیف تھی وہ دُور کر دی اور اُن کو بال بچے بھی عطا فرمائے اور اپنی مہربانی سے

مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ

اُن کیساتھ اتنے ہی اور (بخشے) اور عبادت کرنے والوں کیلئے نصیحت ہے۔[۳] اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل

= پہنچنے کا، (بخاری:٦٨٠٥) اور اگر یہ اجتہاد صحیح نہ ہو اس سے خطاء ہوگئی تو پھر اس کو ایک اجر اجتہاد کی محنت کا ملے گا دوسرا اجر جو اصل حکم صحیح تک پہنچنے کا تھا وہ نہ ملے گا، اس حدیث سے اس اختلاف علماء کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ درحقیقت یہ اختلاف ایک نزاع لفظی جیسا ہے کیونکہ حق دونوں طرف ہونے کا ظاہر ہوا۔

حاصل یہ ہے کہ اجتہاد میں خطاء کرنے والے مجتہد اور اس کے متبعین کے لئے بھی اجتہاد حق وصحیح ہے اس عمل کرنے سے ان کی نجات ہو جائے گی، خواہ یہ اجتہاد اپنی ذات میں خطاء ہی ہو مگر اس پر عمل کرنے والوں کو کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ ان کو غلطی کا علم نہ ہو، اور جن علماء نے یہ فرمایا ہے کہ حق ان دونوں میں ایک ہی ہے دوسرا غلط اور خطا ہے اس کا حاصل بھی اس سے زیادہ نہیں کہ اصل مراد حق تعالیٰ تک نہ پہنچنے کے وجہ سے اس مجتہد کے ثواب میں کمی آ جائے گی اور یہ کمی اس وجہ سے ہے کہ اس کا اجتہاد حق بات تک نہ پہنچا لیکن یہ مطلب انکا بھی نہیں ہے کہ مجتہد خاطی پر کوئی ملامت ہوگی یا اس کے متبعین کو گناہگار کہا جائے گا۔ (قرطبی)۔

[۳] ایوب علیہ السلام کے قصہ میں اسرائیلی روایات بڑی طویل ہیں، ان میں سے جن کو محدثین نے تاریخی درجہ میں قابل اعتماد سمجھا ہے وہ نقل کی جاتی ہیں قران کریم سے تو صرف اتنی بات ثابت ہے کہ ان کو کوئی شدید مرض پیش آیا جس پر وہ صبر کرتے

رہے بالآخر اللہ تعالیٰ سے دعاء کی تو اس سے نجات ملی، اور یہ کہ اس بیماری کے زمانے میں ان کی اولاد اور احباب سب غائب ہوگئے خواہ موت کی وجہ سے یا کسی دوسری وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت وعافیت دی اور جتنی اولاد تھی وہ سب ان کو دیدی، بلکہ اتنی ہی اور بھی زیادہ دیدی، باقی قصے کے اجزاء بعض مستند احادیث میں موجود ہیں، زیادہ تر تاریخی روایات ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے اس قصے کی تفصیل یہ لکھی ہے: کہ ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ابتداء میں مال و دولت اور جائداد اور شاندار مکانات اور سواریاں اور اولاد اور حشم وخدم بہت کچھ عطا فرمایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیغمبرانہ ازمائش میں مبتلا کیا یہ سب چیزیں ان کے ہاتھ سے نکل گئی، اور بدن میں بھی ایسی سخت بیماری لگ گئی جیسے جذام ہوتا ہے کہ بدن کا کوئی حصہ بجز زبان اور قلب کے اس بیماری سے نہ بچا وہ اس حالت میں زبان وقلب کو اللہ کی یاد میں مشغول رکھتے اور شکر ادا کرتے رہتے تھے۔ اس شدید بیماری کی جہ سے سب عزیزوں، دوستوں اور پڑوسیوں نے ان کو الگ کر کے ابادی سے باہر ایک کوڑا کچرہ ڈالنے کی جگہ پر ڈالدیا، کوئی ان کے پاس نہ جاتا تھا صرف ان کی بیوی ان کی خبر گیری کرتی تھی جو یوسف علیہ السلام کی بیٹی یا پوتی تھی جس کا نام لیّا بنت میشا ابن یوسف علیہ السلام بتلایا جاتا ہے (ابن کثیر)۔

مال وجائداد تو سب ختم ہو چکا تھا ان کی زوجہ محترمہ محنت مزدوری کر کے اپنے اور ان کے لئے رزق اور ضروریات فراہم کرتی، اور ان کی خدمت کرتی تھیں۔ ایوب علیہ السلام کا یہ ابتلاء وامتحان کوئی حیرت وتعجب کی چیز نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: **اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الصالحون ثم الامثل فالامثل. (۲۵۸۳۲، مسنداحمد).**

یعنی سب سے زیادہ سخت بلائیں اور ازمائشیں انبیاء علیہم السلام کو پیش آتی ہیں، ان کے بعد دوسرے صالحین کو درجہ بدرجہ اور ایک روایت میں ہے کہ ہر انسان کا ابتلاء اور ازمائش اس کی دینی صلابت اور مضبوطی کے اندازے پر ہوتا ہے جو دین میں جتنا زیادہ مضبوط ہوتا ہے اتنی اس کی ازمائش وابتلاء زیادہ ہوتی ہے تاکہ اسی مقدار سے اس کے درجات اللہ کے نزدیک بلند ہوں۔ (مشکل الاثار: ۱۸۳۳)۔ ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے زمرہ انبیاء علیہم السلام میں دینی صلابت اور صبر کا ایک امتیازی مقام عطا فرمایا تھا، جیسے داؤد علیہ السلام کو شکر کا ایسا ہی امتیاز دیا گیا تھا مصائب وشدائد پر صبر میں ایوب علیہ السلام ضرب المثل ہیں۔ یزید بن میسرۃ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو مال واولاد وغیرہ۔

سب دنیا کی نعمتوں سے خالی کر کے ازمائش فرمائی تو انہوں نے فارغ ہو کر اللہ کی یاد اور عبادت میں اور زیادہ محنت شروع کردی۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے میرے پروردگا میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے مال، جائداد، اور دولت دنیا، اور اولاد عطاء فرمائی جس کی محبت میرے دل کے ایک ایک جزء پر چھا گئی۔ پھر اس پر بھی شکر ادا کرتا ہوں کہ =

كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا إِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ

(کو بھی یاد کرو) یہ سب صبر کرنے والے تھے ۔ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا بلاشبہ وہ نیکوکار تھے

﴿٨٦﴾ وَذَا النُّوْنِ إِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي

اور یونس جب وہ غصے کی حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم ان پرکسی قسم کی تنگی نہیں کریں

الظُّلُمٰتِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾

گے آخر اندھیرے میں (اللہ کو) پکارنے لگے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بیشک میں قصور وار ہوں [۴]

= تو نے مجھے ان سب چیزوں سے فارغ اور خالی کردیا اور اب میرے اور آپ کے درمیان حائل ہونے والی کوئی چیز باقی نہ رہی ۔ ابن کثیر یہ مذکورہ روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ وہب بن منبہ سے اس قصہ میں بڑی طویل روایات منقول ہیں جن میں غرابت پائی جاتی ہے اس لئے ہم نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔

[۴] یہ نفلی دلیل ہے، یونس علیہ السلام عرصہ تک اپنی قوم کو دعوت وتبلیغ کے بعد ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے اور ان کے انکار واصرار پر ناراض ہو کر ہجرت کردی حالانکہ ابھی تک اللہ تعالی کی جانب سے اس قسم کا کوئی حکم ان پر نازل نہیں ہوا غالبا اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ کیا کہ ان لوگوں پر اب حجت الٰہی تام ہو چکی ہے اور ان کے ایمان لانے کی کوئی امید نہیں اب تو عنقریب ہی ان پر اللہ تعالی کا عذاب نازل ہونے والا ہے اس لئے یہاں سے ہجرت کر جانا چاہئے ۔ **مغاضبا اى غضبان على قومه لشدة شكيمتهم وتمادى اصرارهم مع طول دعوته اياهم وكان ذهابه هذا هجرة عندهم لكنه لم يؤمر به** (روح) ۔ چنانچہ جب وہ اپنے شہر سے نکل کر روانہ ہوئے اور بحیرہ روم کے کنارے پہنچے تو کشتی تیار تھی اس میں سوار ہو گئے کشتی گرداب میں پھنس گئی اور غرق ہونے لگی تو ملاحوں نے کہا کہ سواریوں میں کوئی بھاگا ہوا غلام ہے اور ہمارا دستور یہ ہے کہ ایسے موقع پر قرعہ اندازی کرتے ہیں جس کے نام کا قرعہ نکلے اسے سمندر میں پھینک دیتے ہیں، چنانچہ تین مرتبہ قرعہ ڈالا گیا تینوں مرتبہ یونس علیہ السلام کا نام نکلا، اب وہ سمجھے کہ انہوں نے بلا امر ربانی ہجرت کر کے غلطی کی ہے اور ملاحوں سے کہا بے شک میں ہی اپنے آقا کے حکم کے بغیر بھاگا ہوا غلام ہوں، اور سمندر میں چھلانگ لگا دی ایک بڑی

مچھلی نے ان کونگل لیا۔اللہ نے مچھلی کوحکم دیا کہ یونس کوکوئی تکلیف نہ دینا میں نے اسے تیری غذانہیں بنایا بلکہ تیرے پیٹ کواس کیلئے قیدخانہ بنایا ہے۔

''وظن ان لن نقدر'' الایۃ''نقدر'' یہاں قدرت سے نہیں بلکہ قدر سے ہے جس کے معنی قضایا تنگی کرنے کے ہیں یعنی یونس علیہ السلام قبل نزول امر ہجرت کر کے چلے گئے،اوران کا خیال تھا کہ اس فعل پران کوسزا دینے کا ہم کوئی فیصلہ نہیں کریں گے یا ہم ان پرکسی قسم کی تنگی نہیں کریں گے۔ای لن نقضی علیه العقوبة، قاله ابن عباسؓ فی روایة عنه، وقیل معناه فظن ان لن نضیق علیه الحبس (خازن)،فظن ان لن نقدرعلیه ،ای لن نضیق علیه وهو کقوله تعالی:اللهیبسط الرزق لمن یشاء من عباده ویقدر.(رعد:٢٦)ای یضیق ومن قدرعلیه رزقه ای ضیق الخ (کبیر).

''فنادی فی الظلمات'' الایۃ، مچھلی کے پیٹ میں پہنچکر یونس علیہ السلام نے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور اللہ کی تسبیح وتقدیس میں مصروف ہوگئے آخراللہ تعالی نے ان کی اہ وزاری قبول فرمائی اور مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا۔یونس علیہ السلام نے اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے مچھلی کے پیٹ میں اللہ کو پکارا،اس سے معلوم ہوا کہ وہ خودمتصرف وکارساز نہ تھے کہ اپنے آپ کواس مصیبت سے بچالیتے۔

''فاستجبنالہ'' انکی دعا ہم ہی نے قبول کی''ونجینٰہ ''اورمصیبت سے ہم ہی نے ان کو بچایا۔مسند احمد:ا/۱۷۰، میں ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں میں مسجد میں گیا،عثمانؓ وہاں موجود تھے،میں نے سلام کیا آپ نے مجھے بغور دیکھا،اورمیرے سلام کا جواب نہ دیا،میں نے امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سے آکر شکایت کی،آپ نے عثمان کوبلوایاان سے واقعہ کہا کہ آپ نے ایک مسلمان بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایانہ یہ آئے نہ انہوں نے سلام کیا نہ یہ کہ میں نے انہیں جواب نہ دیا۔

اس پر میں نے قسم کھائی تو آپ نے بھی میرے مقابلے میں قسم کھالی،پھر کچھ خیال کر کے عثمانؓ نے توبہ استغفار کیا اورفرمایاٹھیک ہے کہ آپ نکلے تھے لیکن میں اس وقت اپنے دل سے وہ بات کہہ رہا تھا جو میں نے رسول اللہ سے سنی تھی،واللہ جب مجھے وہ یاد آتی ہے میری انکھوں پر ہی نہیں بلکہ میرے دل پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے۔سعدؓ نے فرمایا: میں آپ کواس کی خبر دیتاہوں رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے اول دعا کا ذکر کیا ہی تھا کہ جو ایک اعرابی آگیا اور آپ ﷺ کو اپنی باتوں میں مشغول کرلیا بہت وقت گزرگیا اب نبی ﷺ وہاں سے اٹھے اورمکان کی طرف تشریف لے چلے میں=

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

تو ہم نے اُن کی دعا قبول کر لی اور اُن کو غم سے نجات بخشی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادٰى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَّأَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾

اور زکریا (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اللہ! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيٰى وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ

تو ہم نے اُن کی پکار سن لی اور اُن کو یحیٰی بخشے اور اُن کی بیوی کو اُن کے قابل بنا دیا یہ لوگ لپک لپک

فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ط وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾

کر نیکیاں کرتے اور ہمیں اُمید اور خوف سے پکارتے اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے

وَالَّتِيْ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا

اوران (مریم) کو (بھی یادکرو) جنہوں نے اپنی عفت وعصمت کومحفوظ رکھا تو ہم نے اُن میں اپنی رُوح پھونک دی اوراُن کو

= بھی آپ ﷺ کے پیچھے ہولیا جب آپ ﷺ گھر کے قریب پہنچ گئے مجھے ڈر ہوا کہ کہیں آپ ﷺ اندر نہ چلے جائیں اورمیں رہ جاؤں تو میں نے زور زور سے زمین پر پاؤں مار مار کر چلنا شروع کیا، میری جوتیوں کی آہٹ سن کر آپ ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ابواسحٰق؟ میں نے کہا جی ہاں یارسول اللہ میں ہی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا جناب آپ نے اول دعا کا ذکر کیا پھر وہ اعرابی آ گیا اور آپ کو مشغول کرلیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں وہ دعاء ذی النون کی تھی جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی۔ یعنی (لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ) سنو! جو بھی مسلمان جس کسی معاملے میں جب کبھی اپنے رب سے یہ دعا کرے، اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔ اور ترمذی نے مختصراً رقم: ۳۵۰۵، میں نقل کیا ہے۔

وَّابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ إِنَّ هٰذِهٖ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّأَنَا رَبُّكُمْ

اور اُن کے بیٹے کو اہلِ عالم کیلئے نشانی بنا دیا۔ یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا رب ہوں

فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلٌّ إِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾

تو میری ہی عبادت کیا کرو۔ اور یہ لوگ اپنے معاملے میں باہم متفرق ہو گئے سب ہماری طرف رجوع کرنے والے ہیں

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ

جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہو گا تو اُس کی کوشش رائیگاں نہ جائے گی

وَإِنَّا لَهُ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ أَهْلَكْنٰهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾

اور ہم اس کیلئے لکھ رہے ہیں۔ اور جس بستی (والوں) کو ہم نے ہلاک کر دیا محال ہے کہ وہ رجوع نہیں کریں گے

حَتّٰى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا

اور (قیامت کا) سچا وعدہ قریب آ جائے تو ناگہاں کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں (اور کہنے لگیں کہ) ہائے شامت

قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ

ہم اس (حال) سے غفلت میں رہے بلکہ ہم (اپنے حق میں) ظالم تھے۔ (کافرو! اس روز) تم اور جن کی تم

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ

اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہو گے (اور) تم (سب) اس میں داخل ہو کر رہو گے۔ اگر یہ لوگ

آلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾

(درحقیقت) معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور سب اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے

لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾
وہاں ان کو چلانا ہو گا اور اس میں (کچھ) نہ سن سکیں گے

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰٓ أُولَٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾
جن لوگوں کیلئے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر ہو چکی ہے وہ اُس سے دُور رکھے جائیں گے

لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَٰلِدُونَ ﴿١٠٢﴾
کہ اُس کی آواز بھی تو نہیں سنیں گے اور جو کچھ اُن کا جی چاہے گا اس میں ہمیشہ رہیں گے

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّىٰهُمُ الْمَلَآئِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي
ان کو (اس دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے (اور کہیں گے کہ) یہی وہ دن ہے جس

كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿١٠٣﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ
کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جیسے خطوں کا طُومار لپیٹ لیتے ہیں

كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَٰعِلِينَ ﴿١٠٤﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا
جس طرح ہم نے (کائنات کو) پہلے پیدا کیا اُسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے ہے ہم (ایسا) ضرور کرنے والے ہیں

فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّٰلِحُونَ ﴿١٠٥﴾
اور ہم نے نصیحت (کی کتاب یعنی تورات) کے بعد زبور میں لکھ دیا تھا کہ میرے نیکوکار بندے ملک کے وارث ہوں گے

إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَٰغًا لِّقَوْمٍ عَٰبِدِينَ ﴿١٠٦﴾ وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا رَحْمَةً
عبادت کرنے والے لوگوں کیلئے اس میں (اللہ کے احکام کی) تبلیغ ہے ۔اور ہم نے تمہیں تمام جہان کیلئے

لِّلْعَالَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ أَنتُم

رحمت (بنا کر) بھیجا ہے۔[۵] کہہ دو کہ مجھ پر یہ وحی آتی ہے کہ تم سب کا معبود اللہ واحد ہے تو تمہیں چاہیئے کہ فرمانبردار ہو جاؤ

---

[۵] عن ابی ھریرۃ قال: قیل یارسول اللہ! ادع علی المشرکین، قال انی لم ابعث لعّانا، وانما بعثت رحمۃً۔ ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں کہ، جب آپؐ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ (اپنے دشمن) کافروں کے حق میں بددعاء فرمایئے، تاکہ وہ ہلاک ہوں، اوران کی جڑ، اکھڑ جائے، تو فرمایا: مجھ کولعنت کرنے والا بنا کرنہیں بھیجا گیا ہے، بلکہ مجھ کوتو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، (مسلم، رقم: ۲۵۹۹)۔

اس جملہ ''مجھ کوتو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے'' کے ذریعے آپؐ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ میں سارے جہاں کے لئے رحمت کا باعث ہوں، کیا مومن اور کیا کافر جیسا کہ اس آیۃ کریمہ میں ارشاد ہے: یعنی، اس صورت میں جبکہ سب ہی کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، کافروں کے حق میں بددعاء کیسے کر سکتا ہوں؟ خواہ وہ میرے کیسے ہی دشمن کیوں نہ ہوں؟

اہل ایمان کے حق میں نبی کریم ﷺ کا باعث رحمت ہونا تو ظاہر ہی ہے، رہی کافروں کی بات، تو ان کے حق میں آپ ﷺ کا باعث رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالی اس کے دین اور اس کے رسول کی سخت نافرمانی، سرکشی، اور دشمنی کے باوجود محض نبی کریم ﷺ کے بابرکت وجود کے باعث ان پر سے دنیا کا عذاب اٹھا لیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال: ۳۳) اس حالت میں کہ آپؐ ان کے درمیان موجود ہیں اللہ تعالی ان پر (دنیا میں) عذاب نازل نہیں کرے گا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کی اس برکت کو حیات مبارکہ تک ہی محدود نہیں رکھا، ہمیشہ کے لئے اس برکت کو باقی رکھا، اور طے فرما دیا کہ کلی استیصال کا عذاب قیامت تک نازل نہیں ہوگا، جبکہ کتنی ہی گزشتہ امتیں اپنے پیغمبروں کی بددعاء کی وجہ سے کلیتًا نیست و نابود کر دی گئیں، اوران کا =

مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۰۸﴾ فَإِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ آذَنۡتُكُمۡ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَإِنۡ أَدۡرِىۡ أَقَرِيۡبٌ
اگر یہ لوگ منہ پھیریں تو کہہ دو کہ میں نے تم سب کو یکساں (احکامِ الٰہی سے) آگاہ کر دیا ہے اور مجھے معلوم نہیں

أَم بَعِيۡدٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۹﴾ إِنَّهُ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ مِنَ الۡقَوۡلِ
کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب (آنے والی) ہے یا (اس کا وقت) دُور ہے۔ جو بات پکار کر کی جائے

وَيَعۡلَمُ مَا تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾ وَإِنۡ أَدۡرِىۡ لَعَلَّهُ فِتۡنَةٌ لَّكُمۡ وَمَتَاعٌ إِلٰى حِيۡنٍ ﴿۱۱۱﴾
وہ اُسے بھی جانتا ہے اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو اُس سے بھی واقف ہے۔ اور میں نہیں جانتا شاید وہ تمہارے لئے آزمائش ہو اور ایک مدت تک فائدہ اٹھاتے رہو

قٰلَ رَبِّ احۡكُمۡ بِالۡحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحۡمٰنُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾
پیغمبر نے کہا کہ اے میرے رب! حق کیساتھ فیصلہ کر دے اور ہمارا رب بڑا مہربان ہے اسی سے ان باتوں میں جو تم بیان کرتے ہو مدد مانگی جاتی ہے

= معمولی سا وجود بھی باقی نہیں رہا۔

طیبیؒ لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشادگرامی کا مطلب یہ ہے کہ میں اس لئے نہیں آیا ہوں کہ کسی کو اللہ کی رحمت سے دور کروں، بلکہ اس دنیا میں میری بعثت کا مقصد یہی ہے کہ میں اللہ کی نازل کردہ ہدایت، اپنی تعلیمات اور اپنے اخلاق کی طاقت سے لوگوں کو اللہ اور اس کی رحمت کے قریب کروں۔ ایسی صورت میں جبکہ کسی کے حق میں بددعا کرنا یا کسی پر لعنت بھیجنا میری شان سے بعید اور میرے حال کے غیر مناسب ہے، تو میں ان کافروں کے حق میں بھی کیسے بددعا کروں اور کس طرح ان پر لعنت بھیجوں۔ اور ابوہریرۃؓ کی ایک دوسری روایت مضمون کے اعتبار سے اس آیت کے ان الفاظ کا عکس ہے کہ: عن النبی ﷺ، انہ قال: انما انا رحمة مهداة. (الدارمی، رقم: ۱۵، والبیهقی فی الشعب، رقم: ۱۴۴۶، حاکم، رقم: ۳۵۱، وسلسلة الصحیحة، رقم: ۴۹۰) ۔ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔



سورة الحج [مدنية]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَىۡءٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱﴾

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک عظیم حادثہ ہو گا [١]

---

[١] عن ابی سعید الخدریؓ عن النبیﷺ قال: یقول اللّٰہ تعالی یاآدم ، فیقول لبیک وسعدیک و الخیرفی یدیک ،قال:اَخرِجْ بَعثَ النار،قال ومابعُثُ النار؟قال من کل الف تسع مائة وتسع وتسعون، فعنده یشیب الصغیر﴿وتضع کل ذات حمل حملھاوتری الناس سکاری وماھم بسکاری ولٰکن عذاب اللّٰہ شدید﴾ قالوایارسول وایناذٰلک الواحد؟قال ابشروا فان رجلامنکم ،ومن یاجوج ماجوج الف ،ثم قال و الذی نفسی بیده انی لارجو ان تکونوا ربع اھل الجنة ، فکبرنا، فقال:ارجوان تکونوا ثلث اھل الجنة، فکبرنا،فقال ارجو ان تکونوانصف اھل الجنة ، فکبرنا،قال ماانتم فی الناس الاکالشعرة السوداء فی جلدثورابیض اوکشعرة بیضاء فی جلد ثوراسود. (خ: ۴۷۴۱،مسلم: ۲۲۲).

''ہر ہزار میں سے نوسوننانوے'' ان الفاظ کے اعتبار سے یہ روایت ابو ہریرہؓ کی نقل کردہ اس حدیث کے مخالف ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ہرسومیں سے ننانوے لوگ دوزخی ہوں گے؟ پس کرمانی نے اس کی تاویل یہ کی ہے، کہ ان دونوں روایتوں میں کسی خاص عدد کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد اہل ایمان کی تعداد کے کم ہونے اوراہل کفر کی تعداد کے زیادہ ہونے کو بیان کرنا ہے، اور یہ احتمال بھی بیان کیا جاتا ہے'' آگ والوں کے لشکر'' سے مراد کافرہوں اور'' دوزخ میں جانے والوں'' سے مراد گناہگار ہوں۔پس یہاں ہر ہزار میں سے نوسوننانوے کا جوتناسب بیان کیا گیاہے وہ کافروں کے اعتبار سے ہے۔ اورابوہریرہؓ کی روایت میں'' ہرسومیں سے

ننانوے'' جو تناسب ذکر کیا گیا ہے وہ گناہگاروں کے اعتبار سے ہے۔

اور ابن حجر نے یہ لکھا ہے کہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ابو سعید خدریؓ کی روایت کردہ حدیث کے مفہوم کو تو آدم علیہ السلام کی تمام ذریت پر محمول کیا جائے، یعنی یہاں حدیث میں اہل دوزخ کے لئے ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے، کا جو تناسب ذکر کیا گیا ہے وہ از اول تا اخر تمام انسانوں کے اعتبار سے ہے، اور ابو ہریرہؓ کی روایت میں اہل دوزخ کے لئے ہر سو میں سے ننانوے کا جو تناسب ذکر کیا گیا ہے اس کو یاجوج و ماجوج کے علاوہ دوسرے لوگوں پر محمول کیا جائے، اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج کا ذکر ابو سعید خدریؓ ہی کی روایت میں ہے، نہ کہ ابو ہریرہؓ کی روایت میں، یا یہ کہ ابو سعید خدریؓ کی روایت کا تعلق تمام مخلوق سے ہے، اور ابو ہریرہؓ کی روایت کا تعلق صرف امت محمدی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور یا یہ کہ ابو سعید خدریؓ کی روایت میں اہل دوزخ کے لشکر سے مراد تمام کفار اور تمام گناہگار ہیں جبکہ ابو ہریرہؓ کی روایت میں ''اہل دوزخ کے لشکر'' سے مراد صرف مسلمان گناہگار ہیں۔ بہرحال ان تاویلات اور توجیہات سے ان دونوں روایتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں رہتا۔

''اور ہر حاملہ اپنا حمل ضائع کردیگی'' کے بارے میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ بات فرض کرنے کے طور پر بیان کی گئی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر بالفرض اس وقت کوئی چھوٹی عمر کا ہو تو وہ اس صورت حال کی ہیبت اور اس فیصلہ الٰہی کے صدمہ وخوف سے بوڑھا ہو جائے، اسی طرح اس وقت اگر کوئی عورت حمل سے ہو تو مارے ہیبت کے اس کا پیٹ گر پڑے۔ اور بعض علماء نے یہ احتمال بیان کیا ہے کہ جو عورتیں حمل کی حالت میں مری ہوں گی وہ اپنے حمل کے ساتھ اٹھ کر میدان حشر میں آئیں گی، اور اس وقت وہ حکم الٰہی سنکر مارے ہیبت کے ان کا حمل گر پڑے گا اسی طرح چھوٹی عمر والے اُٹھ کر میدان حشر میں آئیں گے، وہ مارے ہیبت کے بوڑھے ہو جائیں گے یہ اور بات ہے کہ وہ جنت میں جاتے وقت جوان ہو جائیں گے۔

''اطمینان رکھو غم نہ کھاؤ'' کے ذریعہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے خوف وخدشہ کو دور فرمایا، کہ دراصل یاجوج و ماجوج کی قوم کے لوگ اتنی کثرت میں ہوں گے کہ اگر تمہاری اور ان کی تعداد کا تناسب نکالا جائے تو وہ اس طرح ہوگا کہ ان میں سے تو ایک ہزار شخص اور تم میں سے صرف ایک شخص، اور اس صورت حال میں بھی اہل جنت کی تعداد کچھ کم نہیں ہوگی بلکہ بہت ہوگی لہٰذا تمہیں اس خدشہ میں نہ پڑنا چاہئے کہ جنت میں جانے والوں کا تناسب دوزخ میں جانے والوں =

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ

(اے مخاطب!) جس دن تو اُس کو دیکھے گا تمام دُودھ پلانے والی عورتیں

حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُم بِسُكٰرٰى

اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور لوگ تجھ کو متوالے نظر آئیں گے مگر وہ متوالے نہیں

وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴿۲﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ

ہوں گے بلکہ (عذاب دیکھ کر) مدہوش ہو رہے ہوں گے بیشک اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں

يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ﴿۳﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ

جو اللہ (کی شان) میں علم کے بغیر جھگڑتے اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرتے ہیں۔ جس کے بارے میں لکھ دیا

أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيْهِ إِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾ يٰۤأَيُّهَا النَّاسُ

گیا ہے کہ جو اُسے دوست رکھے گا تو وہ اُسے گمراہ کر دے گا اور دوزخ کے عذاب کا رستہ دکھائے گا۔ لوگو!

إِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہو تو ہم نے تمہیں (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا (یعنی ابتداء میں) مٹی سے پھر اُس

= کے تناسب سے اس قدر کم ہوگا تو ہم میں سے بہت ہی کم لوگ جنت میں جائیں گے۔

تاہم اس بات سے یہ ضرور واضح ہوگیا کہ مجموعی طور پر دوزخ میں جانے والوں کی تعداد زیادہ ہوگی، اور جنت میں جانے والوں کی تعداد کم! لیکن اگر اہل جنت میں ملائکہ اور حوروں کو بھی شامل کرلیا جائے تو شاید اہل جنت کی تعداد، اہل دوزخ کی تعداد سے زیادہ بڑھ جائے گی، اور اس صورت میں حدیث قدسی: ان رحمتی سبقت غضبی ، میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوئی، کے معنی بھی صحیح ہوں گے۔ (بخاری: ۷۵۵۳، مسلم: ۲۷۱۵)۔

نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ

سے نطفہ بنا کر پھر اس سے خون کا لوتھڑا بنا کر پھر اس سے بوٹی بنا کر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی

لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَآءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ

تا کہ تم پر ظاہر کر دیں اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا

طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ج وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ

کر نکالتے ہیں پھر تم جوانی کو پہنچتے ہو اور بعض (قبل از پیری) مر جاتے ہیں اور بعض (بوڑھے ہو جاتے اور بڑھاپے کی)

الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ط وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً

نہایت خراب عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے کے بعد بالکل بے علم ہو جاتے ہیں۔ اور تو دیکھتا ہے

فَإِذَآ أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ﴿۵﴾

زمین خشک پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اگاتی ہے

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَأَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ان قدرتوں سے ظاہر ہے کہ اللہ ہی برحق ہے اور یہ کہ وہ مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

﴿۶﴾ وَّأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ﴿۷﴾

اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ سب لوگوں کو جو قبروں میں ہیں جلا اٹھائے گا

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيرٍ

اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ (کی شان) میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے

﴿۸﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ط لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ

جھگڑتا ہے۔ گردن موڑ لیتا (ہے) تا کہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے گمراہ کر دے، اس کیلئے دنیا میں ذلت

وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٩﴾
ہے اور قیامت کے دن ہم اسے عذاب سوزاں کا مزا چکھائیں گے
ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿١٠﴾
یہ اس (کفر) کی سزا ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ
اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کنارے پر (کھڑا ہو کر) اللہ کی عبادت کرتا ہے اگر اس کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچے
اطْمَأَنَّ بِهٖ ۚ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا
تو اُس کے سبب مطمئن ہو جائے اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائے (یعنی پھر کافر ہو جائے) اُس نے دنیا
وَالْآخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿١١﴾ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
میں بھی۔ نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی یہی تو نقصان صریح ہے یہ اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکارتا ہے
مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيدُ ﴿١٢﴾ يَدْعُوْ لَمَنْ
جو نہ اُسے نقصان پہنچائے اور نہ اُسے فائدہ دے سکے یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے۔[٢] (بلکہ) ایسے شخص کو پکارتا ہے
ضَرُّهٗ أَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ ﴿١٣﴾
جس کا نقصان فائدہ سے زیادہ قریب ہے ایسا دوست بھی بُرا اور ایسا ہم صحبت بھی برا

---

[٢] "یدعو من دون اللہ" الایة یہ ماقبل ہی سے متعلق ہے اور اس میں دنیا اور آخرت کے خسارے کی تفصیل مذکور ہے، یعنی وہ ظالم، اللہ تعالی کی خالص عبادت چھوڑ کر ایسے عاجز و بے بس معبودوں کی پرستش اور پکار میں لگ جاتا ہے جو نہ اسے نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ نقصان پہنچانے کی، اور یہ بہت بڑی گمراہی ہے کہ اللہ تعالی کی

توحید کو چھوڑ کر شرک کیا جائے: استیناف مبین لعظم الخسران (روح المعانی).

"یدعوا لمن ضرہ" الایۃ، لام ابتدائیہ ہے جملہ استینافیہ ہے اس میں غیر اللہ کی پکار اور دعا کا بدانجام اور اس کا بہت بڑی گمراہی ہونا واضح کیا گیا ہے: استیاف یبین مآل دعائه وعبادته غیر اللہ تعالی، ویقرر کون ذلک ضلالا بعیدا (روح) اس آیت اور اس سے پہلی آیت میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلے آیت میں معبودان باطلہ کے نافع اور ضار ہونے کی نفی کی گئی ہیں مگر اس آیت میں ان کے ضار یعنی نقصان رساں ہونے کا اثبات ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جن معبودان باطلہ کو مشرکین مختار نفع ونقصان اور متصرف سمجھ کر پکارتے ہیں بے شک وہ عاجز و درماندہ ہیں۔ اور نفع یا نقصان پہنچانا ان کی قدرت وطاقت سے باہر ہے لیکن ان کی عبادت کرنا اور انہیں حاجات ومشکلات میں پکارنا ان کے پوجاریوں کے حق میں سخت نقصان دہ اور باعث خسارہ ہے، کیونکہ اس شرک کی وجہ سے وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جلتے رہیں گے۔ حاصل یہ کہ معبودان باطلہ بذات خود نقصان رساں نہیں ہیں لیکن ان کی عبادت اور پکار سراسر نقصان اور خسارے کا باعث ہے۔ اجابوا عن التناقض بامور: احدھا انھا لاتضر ولاتنفع بانفسھا ولکن عبادتھا سبب الضرر (کبیر)

مشرکین معبودان باطلہ کی اس خیال سے عبادت کرتے تھے کہ وہ اللہ کے یہاں ان کے سفارشی ہونگے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کی عبادت میں کچھ نفع نہیں بلکہ سراسر خسارہ ہے اور وہ ان کے کسی کام نہیں آسکیں گے، وقیل یعبدونھم توھم انھم یشفعون لھم غدا کما قال اللہ تعالیٰ ویعبدون من دون اللہ مالا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھؤلاء شفعائنا عنداللہ وقال اللہ تعالیٰ مانعبدھم الا لیقربنا الی اللہ زلفی (قرطبی).

"اقرب من نفعه" الایۃ، شیخ حسین علی نے فرمایا۔ دلائل عقلیہ تو واضح اور ثابت کر رہے کہ خالص اللہ ہی کی عبادت کرو اور خالص اسی کو پکارو، لیکن پھر بھی بعض لوگ بلا وجہ او بلا دلیل جھگڑا کرتے اور اللہ کی خالص عبادت اور پکار میں شرک کرتے ہیں اور ایسے عاجز معبودوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت اور جنہیں پکارنے کا ضرر نفع کی نسبت اقرب الی الفھم ہے یعنی یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ ان کی عبادت اور پکار میں نفع تو کیا ہوگا البتہ ضرر اور نقصان ضرور ہوگا۔

إِنَّ اللّٰہَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ اُن کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ إِنَّ اللّٰہَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾

نہریں چل رہی ہیں کچھ شک نہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰہُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ

جوشخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ اس کو دنیا اور آخرت میں مدد نہیں دے گا تو اُس کو چاہئیے کہ اوپر کی طرف (یعنی اپنے گھر کی

بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لِيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾

چھت میں) ایک رسی باندھے پھر (اس سے اپنا) گلا گھونٹ لے پھر دیکھے کہ آیا یہ تدبیر اُس کے غصے کو دُور کر دیتی ہے؟[۳]

وَكَذٰلِكَ أَنْزَلْنٰهُ آيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَأَنَّ اللّٰہَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾

اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے (جس کی تمام) باتیں کھلی ہوئی (ہیں) اور یہ کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

---

[۳] ''من كان يظن'' الایۃ، جمہور مفسرین نے ''ينصره'' کی ضمیر منصوب کا مرجع نبی ﷺ کی ذات گرامی کو قرار دیا ہے کیونکہ قرآن پڑھتے وقت آپ کا تصور ذہن میں رہتا ہے اس لئے کہ آپ قرآن کے مخاطب اول ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اپنے پیغمبر ﷺ کی مدد کریگا۔ دنیا میں آپ کے دین اور آپ کے متبعین کو سربلند کر کے اور آخرت میں آپ کا درجہ سب سے بلند کر کے آپ کے متبعین کو جنت میں داخل فرما کر اور آپ کے دشمنوں کو جہنم رسید کرے گا۔

لیکن جس شخص کا ازراہ بغض وحسد یہ گمان ہو کہ اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں آپ کی مدد نہیں کرے گا تو وہ بغض وحسد کی آگ میں جل مرے تو کیا حسد وعداوت کے جذبہ میں کوئی سخت اقدام کرنے مثلاً خودکشی کر لینے سے اس کے سینے کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ قال ابن عباسؓ ان الكناية في (ينصره الله) ترجع الى محمد ﷺ، قرطبی.

اور ''السماء'' سے گھر کی چھت مراد ہے، اور ''لیقطع'' بمعنی لیختنق یعنی چھت سے رسی لٹکا کر خودکشی کرے۔ و المعنی لیشدد حبلا فی سقف بیته فلیختنق به حتی یموت. خازن۔ جیسا کہ حاسد سے کہا جاتا ہے کہ اگر تجھے یہ بات پسند نہیں تو حسد سے جل کر مر جا۔ کمایقال للحاسد ان لم ترض هذا فاختنق و مت غیظا (معالم)۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے، کہ جس شخص کو یہ بات ناگوار ہو کہ اللہ تعالی اپنی پیغمبر کی مدد کرے تو اگر اس کو روکنے کی طاقت ہو تو آسمان پر چڑھ جائے اور مدد کا سرچشمہ بند کر کے اس کو منقطع کردے پھر دیکھے کہ اس حیلے سے وہ مدد کو روک کر اپنا غصہ ٹھنڈا کر سکتا ہے فلیطلب حیلة یصل بها الی السماء ثم لیقطع ای ثم لیقطع النصر ان تهیأله (قرطبی)۔ جناب شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں ''دنیا کی تکلیف میں جو کوئی اللہ سے ناامید ہو کر اس کی بندگی چھوڑ دے، اور جھوٹی چیزیں پوجے، جن کے ہاتھ نہ برا نہ بھلا۔ وہ اپنے دل کے ٹھہرانے کو یہ صورت قیاس کرے جیسے ایک شخص اونچی رسی سے لٹک رہا ہو، اگر چڑھ نہیں سکتا تو توقع تو ہے کہ رسی اوپر کھینچے تو چڑھ جائے، جب رسی توڑ دی پھر کیا توقع رہی۔ اس مطلب کی صورت میں '' ینصره ''کی ضمیر منصوب ''من ''کی طرف راجع ہوگی۔

جناب حسین علی نے فرمایا: کہ پہلی دونوں صورتوں میں اس آیت کا ماقبل سے ربط واضح نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس سے پہلے غیر اللہ کی پکار کے غیر نافع ہونے کا ذکر ہے اس لئے ربط میں تکلف ہوگا یعنی مسئلہ توحید کو بیان کرنے والے چونکہ اللہ کے پیغمبر محمد ﷺ ہیں اس لئے مشرکین کا خیال تھا، کہ اللہ اس کی مدد نہیں کرے گا، اس لئے کہ اس تکلف سے بچنے کے لئے شاہ عبدالقادرؒ کا مطلب موزون ہے۔ یا مطلب یہ ہو کہ غیر اللہ کو پکارنے والوں کو اگر یہ گمان ہو کہ اللہ ان کی مدد نہیں کرے گا۔ اس لئے انہوں نے اولیاء کرام کو شفعاء بنایا ہوا ہے تو وہ دل کے اطمینان کی خاطر پہلے ان لوگوں کا خیال کریں جو حاجات ومشکلات میں غیر اللہ کو پکارتے ہیں پھر ان لوگوں کا خیال کریں جو خالص اللہ کو پکارتے ہیں۔

''وکذلک انزلناه'' الایة ''ک'' بیان کمال کے لئے ہے یعنی مسئلہ توحید کو قرآن میں اس طرح دلائل سے واضح کرنا ہمارا ہی کمال ہے اور یہ ترغیب الی القرآن ہے '' من یرید'' ''یرید''کا فاعل '' من '' ہے یعنی اللہ تعالی ان لوگوں کو سیدھی راہ دکھاتا ہے جو سیدھی راہ دیکھنا چاہیں اور اللہ کی طرف انابت کریں۔ یا ''یرید'' کا فاعل اللہ تعالی ہے اور عائد محذوف ہے ای یرید هدایته یعنی اللہ تعالی جسے راہ راست پر لانا چاہتا ہے اسے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِيْنَ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسَ

جو لوگ مؤمن ہیں اور جو یہودی ہیں اور ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی

وَالَّذِيْنَ أَشْرَكُوْآ إِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

اور مشرک، اللہ ا ن (سب) میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا بیشک اللہ ہر چیز سے

شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿١٧﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي

باخبر ہے ۔کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو

الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ

زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے

وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ

اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔اور جس شخص کو اللہ ذلیل

فَمَا لَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿١٨﴾ هٰذَانِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا

کرے اُس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ یہ دو (فریق) ایک دوسرے کے دشمن اپنے رب

فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ

(کے بارے) میں جھگڑتے ہیں تو جو کافر ہیں اُن کیلئے آگ کے کپڑے بنائے جائیں گے (اور) اُن کے سروں پر جلتا ہوا

رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿٢٠﴾

پانی ڈالا جائے گا ۔ اس سے ان کے پیٹ میں اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَآ أَرَادُوْآ أَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ

اور اُن (کو مارنے) کیلئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے ۔جب وہ چاہیں گے کہ اس رنج (وتکلیف کی وجہ) سے

أُعِيدُوا فِيهَا ۖ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿۲۲﴾

دوزخ سے نکل جائیں تو پھر اُسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور (کہا جائے گا کہ) جلنے کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ اُن کو جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ

نہریں بہہ رہی ہیں وہاں اُن کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی بھی اور وہاں اُن کا لباس ریشمی ہوگا

﴿۲۳﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿۲۴﴾

اور ان کو پاکیزہ کلام کی ہدایت کی گئی اور (اللہ) حمید کی راہ بتائی گئی

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

جولوگ کافر ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے اور مسجد حرام سے جسے ہم نے لوگوں کیلئے یکساں (عبادت گاہ) بنایا ہے

الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ

روکتے ہیں خواہ وہ وہاں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے

وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۲۵﴾

اور جو اس میں شرارت سے کجروی (و کفر) کرنا چاہے اُسے ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا

اور (ایک وقت تھا) جب ہم نے ابراہیم کیلئے خانہ کعبہ کو مقام مقرر کیا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا

وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿۲۶﴾

اور طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کیلئے میرے گھر کو صاف رکھا کرو

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ

اور لوگوں میں حج کیلئے منادی کر دو کہ تمہاری طرف پیدل اور دُبلے دُبلے اونٹوں پر جو دُور (دراز) رستوں سے چلے آتے

فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ

ہوں (سوار ہو کر) چلے آئیں۔تا کہ اپنے فائدے کے کاموں کیلئے حاضر ہوں اور (قربانی کے) معلوم ایام میں چوپائے

مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا

مویشی (کے ذبح کے وقت) جو اللہ نے اُن کو دیئے ہیں ان پر اللہ کا نام لیں۔اس میں سے تم بھی کھاؤ اور فقیر درماندہ کو بھی کھلاؤ

الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا

پھر چاہیئے کہ لوگ اپنا میل کچیل دُور کریں اور نذریں پوری کریں اور خانہ کعبہ (یعنی بیت اللہ)

بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ

کا طواف کریں۔ یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ اللہ کے

رَبِّهِ ۗ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ

نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔اور تمہارے لئے مویشی حلال کر دیئے گئے ہیں سواءاُن کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴿٣٠﴾

ہیں تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو

حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا

صرف ایک اللہ کے ہو کر اور اُس کیساتھ شریک نہ ٹھہرا کر اور جو شخص (کسی کو) اللہ کیساتھ شریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے

خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴿٣١﴾

جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اُس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دُور جگہ اُڑا کر پھینک دے

ذٰلِکَ ۗ وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ ﴿۳۲﴾

یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے

لَـكُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ ﴿۳۳﴾

ان میں ایک وقت مقرر تک تمہارے لئے فائدے ہیں پھر ان کو خانہ کعبہ (یعنی بیت اللہ) تک پہنچنا (اور ذبح ہونا) ہے

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَكًا لِّيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمۡ

اور ہم نے ہر ایک اُمت کیلئے قربانی کا طریقہ مقرر کر دیا ہے تاکہ جو مویشی چار پائے اللہ نے اُن کو دیئے ہیں (اُن کے ذبح

مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسۡلِمُوۡا

کرنے کے وقت) اُن پر اللہ کا نام لیں سو تمہارا معبود ایک ہی ہے اُسی کے فرمانبردار ہو جاؤ اور عاجزی کرنے والوں کو

وَبَشِّرِ الۡمُخۡبِتِيۡنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَالصّٰبِرِيۡنَ

خوشخبری سنا دو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں اور (جب) ان پر مصیبت پڑتی ہے

عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمۡ وَالۡمُقِيۡمِى الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ﴿۳۵﴾

تو صبر کرتے ہیں اور نماز آداب سے پڑھتے ہیں اور جو ہم نے ان کو عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں

وَالۡبُدۡنَ جَعَلۡنٰهَا لَـكُمۡ مِّنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَـكُمۡ فِيۡهَا خَيۡرٌ

اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لئے شعائر اللہ مقرر کیا ہے اس میں تمہارے لئے فائدے ہیں

فَاذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ عَلَيۡهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتۡ جُنُوۡبُهَا فَكُلُوۡا مِنۡهَا

تو (قربانی کرنے کے وقت) قطار باندھ کر اُن پر اللہ کا نام لو جب پہلو کے بل گر پڑیں تو اُن میں سے کھاؤ

وَاَطۡعِمُوا الۡقَانِعَ وَالۡمُعۡتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرۡنٰهَا لَـكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۳۶﴾

اور قناعت سے بیٹھ رہنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ اس طرح ہم نے اُن کو تمہارے زیر فرماں کر دیا ہے تاکہ تم شکر کرو

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط

اللہ تک نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اُس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾

اسی طرح اللہ نے اُن کو تمہارا مسخر کر دیا ہے تا کہ اس بات کے بدلے کہ اُس نے تمہیں ہدایت بخشی ہے، اُسے بزرگی سے یاد کرو اور نیکوکاروں کو خوشخبری سنا دو

اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾

اللہ تو مومنوں سے اُن کے دشمنوں کو ہٹا تا رہتا ہے بیشک اللہ کسی خیانت کرنے والے اور کفرانِ نعمت کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے اُن کو اجازت ہے کیونکہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا

یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں

رَبُّنَا اللّٰهُ ط وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ

کہ ہمارا رب، اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) خلوت خانے اور (عیسائیوں

صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوَاتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ط

کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے ویران

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهُ ط اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾

ہو چکی ہوتیں اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اُس کی ضرور مدد کرتا ہے بیشک اللہ توانا اور غالب ہے

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں

وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٤١﴾
اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ ﴿٤٢﴾
اور اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود بھی (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکے ہیں

وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿٤٣﴾ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوسَىٰ
اور قومِ ابراہیم اور قومِ لوط ۔اور مدین کے رہنے والے بھی اور موسیٰ ؑ بھی تو جھٹلائے جا چکے ہیں

فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٤﴾
لیکن میں کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر اُن کو پکڑ لیا تو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب کیسا (سخت) تھا

فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا
اور بہت سی بستیاں ہیں کہ ہم نے اُن کو تباہ کر ڈالا کہ وہ نافرمان تھیں سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں

وَبِئْرٍ مُعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَشِيدٍ ﴿٤٥﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ
اور (بہت سے) کنوئیں بیکار اور (بہت سے) محل ویران (پڑے ہیں) ۔کیا ان لوگوں نے ملک میں سیر نہیں

فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا
کی تا کہ ان کے دل (ایسے) ہوتے کہ اُن سے سمجھ سکتے اور کان (ایسے) ہوتے کہ اُن سے سن سکتے، بات یہ ہے

لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾
کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ
اورتم سے عذاب کیلئے جلدی کر رہے ہیں اور اللہ اپنے وعدے کا ہرگز خلاف نہیں کرے گا اور بیشک تمہارے رب کے

رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَکَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَمْلَیْتُ لَهَا

نزدیک ایک روز تمہارے حساب کے رُوبرو ہزار برس کے برابر ہے۔اور بہت سی بستیاں ہیں کہ میں اُن کو مہلت دیتا

وَهِیَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا وَاِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۴۸﴾ قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ

رہا اور وہ نافرمان تھیں پھر میں نے اُن کو پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔(اے پیغمبر!) کہہ دو کہ لوگو!

اِنَّمَآ اَنَا لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

میں تم کو کھلم کھلا نصیحت کرنے والا ہوں ۔ تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ

اُن کیلئے بخشش اور آبرو کی روزی ہے۔اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں میں (اپنے زُعمِ باطل میں) ہمیں عاجز کرنے کیلئے

اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۵۱﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا

سعی کی وہ اہلِ دوزخ ہیں ۔ اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر (اُس کا یہ حال تھا کہ)

نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِهٖ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی

جب وہ کوئی تلاوت کرتا تھا تو شیطان اُس کی تلاوت میں (وسوسہ) ڈال دیتا تھا تو جو (وسوسہ)

الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ﴿۵۲﴾

شیطان ڈالتا ہے اللہ اُس کو دُور کر دیتا ہے پھر اللہ اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ علم والا اور حکمت والا ہے[۴]

لِیَجْعَلَ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

یہ اس لئے کہ جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے اُس کو اُن لوگوں کیلئے جن کے دلوں میں بیماری ہے

---

[۴] ”وما ارسلنا“ الایة، یہ مشرکین کے نہ ماننے کی وجہ ہے جب اللہ کا پیغمبر کلام اللہ کی ایتیں پڑھتا ہے اس وقت

شیطان سننے والوں کے دلوں میں کئی شکوک وشبہات پیدا کرتا ہے مثلا یہ کہ یہ پیغمبر جادوگر ہے، شاعر ومجنون ہے، اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے، وغیرہ، مشرکین ان شبہات کی وجہ سے راہ ہدایت سے دور ہو جاتے ہیں، لیکن ایمان والوں کے دلوں کو اللہ تعالی ان ناپاک شبہات سے پاک فرما دیتا ہے۔ قریب قریب یہی مضمون قرآن مجید کی آیت ذیل میں بھی مذکور ہے **وکذلک جعلنالکل نبی عدواشیاطین الانس و الجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا (انعام: ۱۱۲)** "تمنی" بمعنی قرأ ہے یعنی جب تلاوت کرتا تھا، جیسا کہ حسانؓ نے عثمانؓ کے مرثیہ میں کہا تھا۔

تمنی کتاب اللہ اول لیلة واخرھالاقی حمام المقادر (بحر)

اور "امنیتہ" ای قرائتہ وتلاوتہ (مدارک) اس آیت کی تفسیر میں ایک واہی اور باطل قصہ نقل کیا جاتا ہے ایک بار نبی کریم ﷺ بیت اللہ میں سورت النجم (۲۰) تلاوت فرما رہے تھے سامعین میں مسلمانوں کے علاوہ مشرکین بھی تھے جب اس آیت پر پہنچے "ومنات الثالثة الاخری"، تو شیطان نے آپؐ کی زبان مبارک سے یہ کلمات جاری کرا دیئے۔

تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجی

یعنی ہمارے یہ معبود بہت بلند رتبہ ہیں اور آڑے وقت میں ان کی شفاعت کی امید ہے، ان کلمات میں مشرکین کے معبودان باطلہ کی تعریف تھی اس لئے مشرکین بہت خوش ہوئے کہ آج محمد ﷺ نے ہمارے معبودوں کی تعریف کی ہے، چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے آکر نبی علیہ السلام کو اس غلطی پر متنبہ کیا یہ شیطانی القاء تھا۔

یہ قصہ شان نبوت کے سراسر منافی ہے اس لئے تمام مفسرین نے اسے رد کیا ہے یہ قصہ بھی صحیح سند سے مروی نہیں۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ اور امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ قصہ موضوع اور من گھڑت ہے زندیقوں اور ملحدوں کا ساختہ ہے اور نقل کے اعتبار سے ثابت نہیں۔ امام محمد بن اسحاق ابن خزیمہ نے اس قصہ کے رد میں ایک کتاب بھی تصنیف کی: **وھی قصة سئل عنھاعن الامام محمدبن اسحاق جامع السیرة النبویة :فقال ھذامن وضع الزنادقة وصنف فی ذلک کتاباوقال الامام الحافظ ابوبکر احمدبن الحسین البیھقی ھذہ القصة غیرثابتة من جھة النقل(بحر).**

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں اس سلسلے کی ایک روایت بھی صحیح نہیں **ولیس منھاشیء یصح (قرطبی).** علامہ

خازن لکھتے ہیں انــہ لـم یـروھــا احـدمـن اھـل الـصـحة ولااسـنـدھـا ثـقة بسندصحیح اوسلیم متصل (خازن) . امام ابن خزیمہ اور بیہقی کا مذکورہ بالاقول امام رازیؒ نے بھی نقل کیا ہے، روی عـن مـحـمدبن اسحاق ابن خـزیـمة انـه سـئـل عن هذه القصة فقال هذاوضع من الزنادقةوصنف فيه كتابا(کبیر). امام ابوالسعودؒ رقم طراز ہیں وھو المردودعند المحققین (ابوالسعودؒ)۔

امام رازیؒ نے مفسرین اہل التحقیق کا یہ فیصلہ نقل کیا ہے کہ یہ قصہ باطل اور من گھڑت ہے. امـاھـل التحقيق فقالواهذه الرواية باطلة موضوعة (کبیر)۔اور امام ابن کثیر لکھتے ہیں: یہاں پر اکثر مفسرین نے ''غرانیق'' کا قصہ نقل کیا ہے اور یہ بھی کہ اس واقعہ کی وجہ سے اکثر مہاجرین حبش یہ سمجھ کر، کہ اب مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے واپس مکہ آ گئے۔ لیکن یہ روایت ہر سند سے مرسل ہے کسی صحیح سند سے مروی نہیں جیسا کہ بعد میں آ رہا ہے۔والله اعلم بالصواب.

بشرط صحت قصہ مفسرین نے لکھا ہے کہ جب نبی علیہ السلام ''ومـنـات الثـالثة الاخرى'' پر پہنچے تو شیطان نے فوراً اپنی زبان سے نبی علیہ السلام کے لہجہ میں مذکورہ بالا الفاظ ادا کر دیئے جس سے سامعین کو دھوکا ہوا کہ یہ کلمات خود نبی علیہ السلام نے پڑھے ہیں،وانـمـا الامـر ان الشيـطـان نـطـق بلفظ اسمعه الكفارعندقول النبی ﷺ ''افرأيتم الـلات و الـعـزی ومـنـات الثالثه الاخری'' وقرب صوته من صوت النبی ﷺ حتی التبس الامرعلی المشركين وقالوامحمدقرأها الخ.(قرطبی).

لیکن شیخ حسین علی فرماتے ہیں: کہ آیت کا مطلب یہ ہے ''اذاتمنى'' ای تلا(القى الشيطان)الوساوس و الشبهـات فی قلوب السامعين(فی امنيته)ای فی اثناء تلاوته: یعنی ہم نے جو بھی رسول یا نبی دنیا میں بھیجا ہے وہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی ایتیں لوگوں کو پڑھ کر سناتا شیطان اس دوران میں لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شبہات ڈالتا، تا کہ وہ پیغمبر کی تلاوت سے متاثر نہ ہوں، اور کلام اللہ سے بدظن ہو جائیں اور اسے ماننے سے انکار کر دیں ''اذاتـمنى'' پر دو باتیں متفرع ہیں۔اول ''الـقـى الشيـطـان'' دوم ''فيـنـسـخ الله الاية'' ایک شیطان کا فعل ہے اور ایک اللہ کا، اور ہر ایک پر ایک امر متفرع ہے الـقى پر ليـجعل اور فيـنـسخ پر ليـعلم۔جیسا کہ تفصیل آگے آ رہی ہے ''فيـنـسـخ الاية'' شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو اللہ تعالیٰ دور فرما کر اپنی ایتوں کو ہر قسم کے شکوک وشبہات سے پاک کر کے محکم کر دیتا ہے۔

بدرالدین عینیؒ نے شرح بخاری، عمدۃ القاری: ۳۴۹/۵، میں اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ:ثـم الـذی قالـه

ابن بطال، انماکان لماالقی الشیطان علی لسانه الی آخره،موجودفی کثیرمن التفاسیر،ذکروا انه لماقرأ سورة النجم ،ووقع فی السورة ذکر الهتهم فی قوله تعالی:(سورة النجم: ۱۹، ۲۰) وسمعوا ذکر الهتهم فی القرآن فربماظنوه،اوبعضهم،ان ذلک مدح لها،وقیل انهم سمعوا بعدذکرالهتهم

تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتها لترتجی

فقیل ،ان بعضهم هو القائل لها،ای بعض المشرکین،لماذکرالهتهم خشو ان یضمهافبدربعضهم، فقال ذلک ،وظنوا ان ذلک من قرأة النبیﷺ الخ.

پھرلکھتا ہے وهذا الحدیث الذی ذکرفیه ذکرذلک ،اکثرطرقه منقطعة معلولة ولم یوجدلهااسنادصحیح ولامتصل،الامن ثلاثة طرق، احدهامارواه الطبرانی فی المعجم الکبیر: ۱۲/ ۵۳،و المقدسی فی المختارة: ۱۰/ ۲۳۴، والبزارفی مسنده: ۱۱/ ۲۹۷،قال حدثنا یوسف بن حمادحدثنامیة بن خالدحدثناشعبة عن ابی بشرعن سعیدبن جبیرعن ابن عباسؓ،فیمااحسب(الشک فی الحدیث)ان النبیﷺ کان بمکة،فقرأ سورة النجم حتی انتهی الی آیة: ۱۹، ۲۰،فجری علی لسانه ، تلک الغرانیق العلیٰ ،الشفاعة منهم ترتجی.قال فسمع ذلک مشرکوا اهل مکة فسروابذلک، فاشتدعلی رسول اللهﷺ فانزل الله هذه الایة.ثم قال البزار ،ولانعلمه یروی عن النبی ﷺباسنادمتصل عنه،یجوزذکره الابهذا الاسناد،ولانعلم احدااسندهذا الحدیث عن شعبة عن ابی بشرعن سعیدعن ابن عباسؓ الاامیة بن خالد ولم نسمعه الامن یوسف بن حماد وکان ثقة، وغیرامیة یحدث به ،عن ابی بشرعن سعیدبن جبیرمرسلا.وانماهذا الحدیث یعرف عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباسؓ.وفی تفسیرابی بکربن مردویه عن سعیدبن جبیر،لااعلمه الاعن ابن عباسؓ ان النبیﷺ قرأ النجم فلمابلغ ایة:(۱۹، ۲۰)، القی الشیطان علی لسانه ، تلک الغرانیق العلیٰ ،و شفاعتها ترتجی،فلمابلغ اخرهاسجد وسجدمعه المسلمون و المشرکون فانزل الله هذه الایة:الی آیة ۵۵.

و الطریق الثانی روایة محمدبن السائب الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباسؓ.

و الطریق الثالث:مارواه ابن مردویه فی تفسیره قال حدثنااحمدبن کامل،حدثنامحمدبن سعید حدثنی ابی حدثناعمی حدثنابی عن ابیه عن ابن عباسؓ قوله:افرأتیم اللات الایة .قال بینمارسول اللهﷺ یصلی، انزلت علیه الهة العرب ،فسمع المشرکون یتلوها،وقالوا انه یذکر الهتنا بخیر فدنوا،فبینماهویتلوهاالقی الشیطان ، تلک الغرانیق العلیٰ منها الشفاعة ترتجی،فعلق یتلوهافنزل جبرئیل علیه السلام فنسخهاثم قال:ومارسلنامن قبلک الایة:وظاهر هذه الروایة الثالثة ان الایة انزلت علیه فی الصلاة وانه تلا ماانزل علیه،وان الشیطان القی علیه هذه الزیادة وان النبیﷺعلق یتلوهایظن انهاانزلت،وانه اشتبه علیه ما القاه الشیطان بوحی الملک الیه.وهذا ایضاممتنع فی حقه ان یدخل علیه فیماحقه البلا ،وکیف یشتبه علیه مزج الذم بالمدح. *اوراسی طرح لکھتا ہے کہ* :وقیل ان ابلیس اجری ذلک علی لسانه، وهذاباطل قطعاوماکان الله لیسلطه علی نبیه وقدعصمه منه ومن غیره.

وکذلک کون ابلیس قالهاوشبه صوته بصوت النبیﷺ باطل ایضا، واذاکان لایستطیع ان یتشبه به فی النوم کما اخبر النبیﷺبذٰلک فی الحدیث الصحیح ،فاذاکان لایقدرعلی التشبه به فی المنام من الرأیی له ،و النائم لیس فی محل التکلیف و الضبط فکیف یتشبه به فی حالة استیقاظ من یسمع قراته؟ وهذامن المحال الذی لایقبله قلب مومن. *پھرآگے لکھتے ہیں:*

وجمیع هذه المسانید الثلاثة لایحتج بشئ منها امالاسناد الاول وان کان رجاله ثقات فان الراوی شک فیه ،کمااخبرعن نفسه،فاماشک فی رفعه، فیکون موقوفا،وفی وصله، فیکون مرسلا،وکلاهمالیس بحجة ،خصوصافیمافیه قدح فی حق الانبیاء علیهم السلام ،بل لوجزم الثقة برفعه ووصله حملناه علی الغلط و الوهم .

وامالاسناد الثانی، فان محمدبن السائب الکلبی ضعیف بالاتفاق منسوب الی الکذب، وقدفسر الکلبی فی روایته الغرانقة العلی بالملائکة لابالهة المشرکین ، *جیسا کہ یہ تفسیر شاہ انور نے بھی پسند کیا ہے* کمایقولون ان الملائکة بنات الله وکذبوا علی الله فردالله ذٰلک علیهم بقوله: الکم الذکر وله الانثی ، النجم: ۲۱،فعلی هذا،فلعله کان قرأناثم نسخ لتوهم المشرکین بذلک مدح الهتهم.

واما الاسناد الثالث، فان محمدبن سعد هو العوفي وهوابن السعدبن محمدبن الحسن بن عطية العوفي تكلم فيه الخطيب فقال كان لينافي الحديث ،وابوه سعدبن محمدبن الحسن بن عطية قال ،فيه احمدلم يكن ممن يستأهل ان يكتب عنه، ولا كان موضعا لذلك، وعم ابيه هوالحسين بن الحسن بن عطية ضعفه ابن معين و النسائي وابن حبان وغيرهم و الحسن بن عطية ضعفه البخاري وابوحاتم وهذه سلسلة ضعفاء، ولعل عطية العوفي سمعه من الكلبي فانه كان يروي عنه ويكنيه بابي سعيدبضعفه ،ويوهم انه ابوسعيد الخدريؓ.

وقال عياض في الشفاء: ٢/١٢٥، هذاحديث لم يخرجه احدمن اهل الصحة ولارواه ثقة بسندسليم متصل وانمااولع به وبمثله المفسرون و المورخون المولعون بكل قريب المتلقنون من الصحف كل صحيح وسقيم، قلت الامر كذلك فان غالب هٰولاء مثل الطرقية و القصاص وليس عندهم تميز ،يخبطون خبط عشواء، ويمشون في ظلمة ظلماء ،وكيف يقال مثل هذا،والاجماع منعقدعلى عصمة النبيﷺونزاهته عن مثل هذه الرزيلة، ولووقعت هذه القصة لوجدت قريش على المسلمين بها الصولة، ولاقامت عليهم اليهودبها الحجة ،كماعلم من عادة المنافقين وعناد المشركين كماوقع في قصة الاسراء حتى كانت في ذلك لبعض الضعفاء ردة.

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی چوتھی سند بھی ہے جو کہ طبرانی نے :۹/۲۱، میں لمبی واقعہ (ہجرت حبشہ) نقل کی ہے اور ہیثمی نے اس کو مجمع الزوائد :۶/۳۷، ۷/۱۷۳، میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے :رواه الطبراني مرسلا ،وفيه ابن لهيعة، ولايحتمل هذامن ابن لهيعة ۔مزید تفصیل کے لئے قاضی عیاض کی کتاب الشفاء :۲/۱۰۷، ملاحظہ کیجئے ۔علامہ البانیؒ کا اس کے متعلق ایک رسالہ ہے (نصب المجانيق لنسف قصة الغرانيق) جس میں ان احادیث کا تفصیلی ردموجود ہے ۔اس تفصیل کے بعد اگر کوئی ہیثمی کے اس قول پر، جو کہ اس نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ :ورجالهمارجال الصحيح الاان الطبراني قال لااعلمه الاعن ابن عباسؓ :۷/۲۴۹، مجمع الزوائد ۔اور شاہ انور کے قول جو کہ اس نے العرف الشذی :۲۵۱، میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے ۔ پر خطاء ہو جائے، تو اللہ تعالی اس کو ہدایت دے ۔

وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ الظّٰلِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿٥٣﴾

اور جن کے دل سخت ہیں ذریعہ آزمائش ٹھہرائے بیشک ظالم پرلے درجے کی مخالفت میں ہیں [5]

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

اور یہ اس لئے کہ جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے وہ جان لیں کہ وہ (یعنی وحی) تمہارے رب کی طرف سے حق ہے

فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا

تو وہ اُس پر ایمان لائیں اور ان کے دل اللہ کے آگے عاجزی کریں اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کو سیدھے رستے کی

إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٤﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ

طرف ہدایت کرتا ہے ۔اور کافر لوگ ہمیشہ اس سے شک میں رہیں گے یہاں تک کہ

---

[5] ''لیجعل، الایہ'' یہ ''القی'' سے متعلق ہے یعنی شیطانی وسوسے منافقین اور مشرکین کے لئے مزید گمراہی کا باعث بن جاتے ،اور وہ وساوس وشبہات کے تابع ہو کر کفر وعناد پر ڈٹ جاتے ہیں'' الذین فی قلوبھم مرض '' سے منافقین،''القاسیۃ قلوبھم'' سے مشرکین مراد ہیں''ولیعلم الذین اوتوا العلمَ، الایۃ ،فینسخ اللہ، سے متعلق ہے،یعنی اہل ایمان کے دلوں سے اللہ تعالی نے شیطانی وسوسوں کا اثر زائل کر کے ان کے دلوں کو یقین سے بہرہ مند فرمایا،تا کہ انہیں یقین ہو جائے کہ یہ قرآن شریف اور مسئلہ توحید حق ہے، اور ان کے دلوں میں مزید اطمینان اور انابت پیدا ہو جائے ''وان اللہ لھـــاد ''الایۃ، جن لوگوں کے دلوں میں انابت اور تلاش حق کا جذبہ موجزن ہے اور وہ شیطانی وساوس سے متاثر نہیں ہوتے ایسے لوگوں کو اللہ تعالی صراط مستقیم (راہ توحید) پر ثابت قدم رکھتا ہے اور گمراہی سے ان کی حفاظت فرماتا ہے آج بھی یہی حال ہے جب کوئی عالم ربانی قرآن سے مسئلہ توحید بیان کرتا اور قرآن کی آیتیں تلاوت کرتا ہے،تو شیطان سامعین کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے اور شبہے ڈالتا ہے اور اللہ تعالی نور آیات سے مومنوں کے دلوں سے شبہات کی تاریکی دور فرما دیتا ہے۔

مِّنْهُ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿۵۵﴾

قیامت ان پر ناگہاں آجائے یا ایک نامبارک دن کا عذاب ان پر آ واقع ہو

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اُس روز بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی (اور) وہ ان میں فیصلہ کردے گا تو جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ

وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے ۔ اور جو کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہے اُن کیلئے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْآ أَوْ مَاتُوْا

ذلیل کرنے والا عذاب ہو گا ۔ اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر مارے گئے یا مر گئے

لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾

اُن کو اللہ اچھی روزی دے گا اور بیشک اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهُ وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾

وہ اُن کو ایسے مقام میں داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے اور اللہ تو جاننے والا (اور) بردبار ہے

ذٰلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ

یہ (بات اللہ کے ہاں ٹھہر چکی ہے) اور جو شخص (کسی کو) اتنی ہی ایذا دے جتنی ایذا اس کو دی گئی پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے

إِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ

تو اللہ اس کی مدد کرے گا بیشک اللہ معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے ۔ یہ اس لئے کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے

وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَأَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ

اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اللہ تو سننے والا اور دیکھنے والا ہے ۔ یہ اس لئے کہ اللہ ہی برحق ہے

الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ

اور جس چیز کو (کافر) اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور اس لئے کہ اللہ رفیع الشان اور سب سے بڑا ہے

﴿۶۲﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ط

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ آسمان سے مینہ برساتا ہے تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے

إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿۶۳﴾ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنَّ اللّٰهَ

بیشک اللہ باریک بین اور خبردار ہے ۔جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اُسی کا ہے

لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۶۴﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا

اور بیشک اللہ بے نیاز اور قابلِ ستائش ہے ۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ جتنی چیزیں زمین میں ہیں (سب) اللہ نے تمہارے زیرِ فرمان کر رکھی ہیں

فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهٖ

اور کشتیاں (بھی) جو اُسی کے حکم سے دریا میں چلتی ہیں

وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ

اور وہ آسمان کو تھامے رہتا ہے کہ زمین پر (نہ) گر پڑے

إِلَّا بِإِذْنِهٖ ط إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِيٓ

مگر اُس کے حکم سے، بیشک اللہ لوگوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے اور وہی تو ہے

أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ ﴿۶۶﴾

جس نے تمہیں حیات بخشی پھر تمہیں مارتا ہے پھر تمہیں زندہ بھی کرے گا اور انسان تو بڑا ناشکرا ہے

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ

ہم نے ہر ایک اُمت کیلئے ایک شریعت مقرر کر دی ہے جس پر وہ چلتے ہیں تو یہ لوگ تم سے اس امر میں جھگڑا نہ کریں

وَادْعُ إِلٰى رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾ وَإِنْ جَادَلُوْكَ فَقُلِ

اور تم (لوگوں کو) اپنے رب کی طرف بلاؤ بیشک تم سیدھے رستے پر ہو۔ اور اگر یہ تم سے جھگڑا کریں تو کہہ دو

اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ

کہ جو عمل تم کرتے ہو اللہ اُن سے خوب واقف ہے۔جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو اللہ تم میں قیامت کے روز

فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ

اُن کا فیصلہ کر دے گا ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ اُس کو جانتا ہے

إِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾

یہ (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے بیشک یہ سب اللہ کو آسان ہے

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا

اور (یہ لوگ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی اُس نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی

وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٧١﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ

اور نہ اُن کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا۔ اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھائی جائیں

آيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ

جوکہ واضح ہے تو تم منکروں کے چہروں میں ناراضگی دیکھو گے قریب ہوتے ہیں

بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ آيٰتِنَا قُلْ أَفَأُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ

کہ جو لوگ اُن کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اُن پر حملہ کر دیں۔ کہہ دو کہ میں تم کو اس سے بھی بُری چیز بتاؤں؟

اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٢﴾

وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو

لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا

وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ اس کیلئے سب مجتمع ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے

يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝۷۳ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ

تو اُسے اُس سے چھڑا نہیں سکتے طالب اور مطلوب کمزور ہیں ۔[6] ان لوگوں نے اللہ کی قدر

---

[6]یاایھا الناس , الخ یہ سورت کے دونوں مضمونوں کے ساتھ متعلق ہے پہلے سے بالذات اور دوسرے سے بالتبع یعنی اللہ کے سوا تم جن خود ساختہ معبودوں کو مصائب میں پکارتے ہو وہ بالکل عاجز ہیں تمہاری مدد کرنا تو درکنار وہ اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے اور اپنے نفع نقصان کے مالک بھی نہیں لہٰذا وہ نذر و نیاز کا استحقاق بھی نہیں رکھتے اس طرح اس سے شرک اعتقادی اور شرک فعلی دونوں کی نفی ہوگئی، ابتدائے سورت سے یہاں تک مسئلہ توحید کے اثبات اور اعتقادی اور عملی شرک کے رد پر دلائل عقلیہ ونقلیہ پیش کئے گئے ۔ یہاں معبودان باطلہ کے عاجز و بے بس ہونے اور غیر اللہ کی پکار کے بے سود ہونے کو ایک تمثیل سے واضح کیا گیا ہے یعنی اے مشرکین اللہ کے سوا تم جن خود ساختہ معبودوں کو مصائب وحاجات میں پکارتے ہو وہ تمہاری حاجت برآری اور دادرسی نہیں کر سکتے ۔ وہ بالکل عاجز ہیں حاجت روا اور مشکل کشا تو صرف وہی ہوسکتا ہے جو سب کا خالق و مالک ہے اور تمہارے معبود تو سارے ملکر ایک مکھی پیدا کرنیکی قدرت بھی نہیں رکھتے مکھی کو پیدا کرنا تو درکنار اگر ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں سے مکھی کچھ تھوڑا سا اپنے منہ میں ڈال کر لے اڑے تو وہ اس کے منہ سے چھڑانے کی طاقت بھی نہیں رکھتے تو جو معبود اس قدر عاجز اور بے بس ہوں انکی عبادت کرنا ۔ ان کو کارساز سمجھ کر مصائب میں پکارنا اور ان کی رضاجوئی کے لیے نذریں نیازیں دینا نہایت ہی بے عقلی کی بات ہے ۔ ضعف الطالب والمطلوب. طالب یعنی غیر اللہ کو پکارنے والا اور (مطلوب) یعنی معبود باطل دونوں کمزور ثابت ہوئے طالب اس طرح کہ اس نے غیر محل سے حاجت مانگی اور مطلوب اس طرح کہ اپنے پجاری کو کچھ نہ دے سکا ۔ الطالب عابد غیر =

حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

جیسی کرنی چاہئے تھی نہیں کی کچھ شک نہیں کہ اللہ زبردست اور غالب ہے۔ اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے

رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ ﴿۷۵﴾

منتخب کر لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی، بیشک اللہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے

=الله تعالی والمطلوب الالهة(روح ج:۱۷ ص:۲۰۲)

اس آیت سے اولیاء اللہ کو حاجات ومشکلات میں پکارنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے بعض جہلا کا خیال ہے کہ اولیاء اللہ حاجت روائی کرتے ہیں اسلئے وہ ان کی نذریں دیتے ہیں وہ انکو قبروں میں متصرف ومختار سمجھتے ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں، متشکل ہوکر قبروں سے باہر نکل آتے ہیں اور انکی مدد کرتے ہیں: (ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا) اشارة الی ذم الغالین فی اولیاء الله تعالی حیث یستغیثون بهم فی الشدة غافلین عن الله تعالی وینذرون لهم النذور والعقلاء منهم، قبورهم.... والعلماء منهم یحصرون التصرف فی القبور فی اربعة اوخمسة واذا طولبو ابالدلیل قالوا ثبت ذالک بالکشف قاتلهم الله تعالی مااجهلهم واکثر افترائهم ومنهم من یزعم انهم یخرجون من القبور ویتشکلون باشکال مختلفة. وکل ذالک باطل لااصل له فی الکتاب والسنة وکلام سلف الامة وقد افسد هٰؤلاء علی الناس دینهم الخ(روح ج:۱۷ ص:۲۱۲، ۲۱۳)

ماقدروا الله ،الایة ان ظالموں نے اللہ کی قدر نہ پہچانی اس حی وقیوم اور قادر ومتصرف کے علاوہ ایسے عاجز معبودوں کو پکارنے لگے جو ان کے نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے نہ ان میں حاجات پورے کرنے اور مصیبتیں دور کرنے کی طاقت ہے وہ تو ایک مکھی سے بھی عاجز ہیں: ماقدروا الله حق قدره حیث اشرکوا به شیئالایقاوم اضعف مخلوقاته (جامع البیان:۲۹۹۷).

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَإِلَى اللهِ تُرْجَعُ الأُمُورُ ﴿۷۶﴾

جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے وہ اُس سے واقف ہے اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ

مومنو! رکوع کرتے اور سجدے کرتے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۷۷﴾ وَجَاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ ط هُوَ اجْتَبٰكُمْ

اور نیک کام کرو تا کہ فلاح پاؤ۔[7] اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے، اُس نے تمہیں برگزیدہ کیا ہے

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ط

اورتم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هٰذَا

اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو)

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد ہو

فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللهِ

اور نماز پڑھو اور زکٰوۃ دو اور اللہ (کے دین کی رسی) کو پکڑے رہو

هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿۷۸﴾

وہی تمہارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔

---

[7] اس دوسرے سجدے کے بارے میں دو قول ہیں بعض کا قول یہ ہے کہ اس سورۃ میں ایک ہی سجدہ ہے لیکن امام احمدؒ اور

امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ وغیرہ کی روایتوں میں خود صاحب وحی سے اس سورۃ میں دو سجدے ہونے کی صراحت نقل ہے۔ اس میں مشہور روایت عقبۃ بن عامرؓ کی ہے جو کہ امام ترمذیؒ نے رقم: ۵۷۸، اور ابوداؤد رقم: ۱۴۰۲، مسند احمد: ۵۹۳/۲۸، میں ذکر کیا ہے کہ "قال ابو مصعب المعافری سمعت عقبة بن عامریقول قلت یارسول الله، افضلت سورة الحج علی سائر القرآن بسجدتین؟ قال نعم فمن لم یسجدهمافلایقرأهما۔ امام ترمذی اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ حدیث قوی نہیں اس لئے کہ اس میں ابن لہیعہ ہے۔ ابن کثیر وغیرہ اس سے جواب دیتے ہیں، کہ امام کا یہ قول قابل غور ہے، اس لئے کہ ابن لہیعہ نے اپنی سماعت کی اس میں تصریح کر دی ہے، اوران پر بڑی جرح تدلیس ہے جو کہ اس سے اٹھ جاتی ہے، جبکہ امام حاکم مستدرک: ۱۴۹/۳، میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس اعتراض سے جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ هذاحدیث لم نکتبه مسنداالامن هذا الوجه، وعبدالله ابن لهیعه ابن عقبة الحضرمی احدالائمة، انمانقم علیه اختلاطه فی اخرعمره، وقدصحت الروایة فیه من قول عمربن الخطابؓ، وعبدالله بن عباس، وعبدالله بن مسعود، وابی موسیٰ، وابی الدرداء، وعمار، رضوان الله عنهم اجمعین۔

امام حاکم کی قول سے یہ معلوم ہوا کہ اس روایت کو مذکورہ روایات تقویت دیتے ہیں، اور ابن عبد البر التمہید: ۱۳۱/۱۹، میں لکھتے ہیں کہ عقبہ بن عامر والی روایت عمرؓ وغیرہ کی قول کی تاکید کرتی ہے (قال وهذاتوکیدلقول عمر، وابن عمر، وابن عباسؓ، لانهم قالوا فضلت سورة الحج بسجدتین۔

اب ہم ان شواہد کو تفصیل سے ذکر کرتے ہیں:

۱: پہلی روایت عمرو بن العاصؓ کی ہے جو کہ ابن ماجہ نے نقل کیا ہے کہ: ان رسول اللهﷺ اقرأه خمس عشرة سجدة فی القرآن منهاثلاث فی المفصل وفی الحج سجدتین۔ : ۵۶۲/۱، ابوداود کتاب الصلاة [۳۲۸] باب تفریع ابواب السجود باب کم سجدة فی القرآن رقم: ۱۴۰۱، یعنی عمرو بن العاصؓ کو رسول اللہﷺ نے پورے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائیں، تین مفصلات میں، دو سورت حج میں۔

۲: روایت عمر بن الخطابؓ جو کہ امام مالکؒ نے موطأ: ۲۰۵/۱، باب ماجاء فی سجود القرآن اور امام شافعیؒ نے "الام": ۱۳۷/۱، اور بیہقی نے سنن الکبریٰ: ۳۱۷/۲، میں اور ابن ابی شیبہ نے: ۱۱/۲، میں مختلف اسانید سے نقل کیا ہے کہ ان عمربن الخطابؓ قرأسورة الحج فسجدفیهاسجدتین ثم قال: ان هذه السورة فضلت بسجدتین۔

۳: ابوداؤد نے مراسیل:ص:۸۷، میں خالد بن معدان سے نقل کیا ہے کہ: ان رسول الله ﷺ قال فضلت سورة الحج بسجدتین۔

۴: روایت عبداللہ بن عمرؓ کہ: عن عبدالله بن دینار انه قال رأیت عبدالله بن عمرؓ یسجدفی سورة الحج سجدتین: الموطأ: ۱/۲۰۶، الأم: ۲۶۷/۷، سنن البیہقی: ۳۱۷/۲، مستدرک للحاکم: ۱۵۰/۳۔

۵: روایت علی بن ابی طالبؓ: عن علی بن ابی طالبؓ انه سجدفی الحج سجدتین: ابن ابی شیبۃ: ۱۱/۲، المحلیٰ لابن حزم: ۷۵/۵۔

۶: روایت ابن عباسؓ: عن ابن عباسؓ قال فی سورة الحج سجدتان:. مستدرک: ۱۵۰/۳، ابن ابی شیبۃ: ۱۱/۲۔

۷:. روایت ابی الدرداء: عن عبد الرحمٰن بن جبیر قال رأیت ابا الدرداء سجد فی الحج سجدتین: مستدرک: ۱۵۱/۵، ابن ابی شیبۃ: ۱۱/۲، المحلیٰ: ۷۵/۵۔

۸: روایت عبدالله بن عمرو بن العاصؓ: انه سجد فی الحج سجدتین: ابن ابی شیبۃ: ۱۱/۲، المحلیٰ: ۷۵/۵۔

۹، ۱۰: روایت ابن مسعودوعمار بن یاسررضی الله عنهماانهماکانایسجدان فی الحج سجدتین: مستدرک: ۱۵۰/۳۔

۱۱: روایت ابی موسیٰؓ: عن صفوان بن محرز ان ابا موسیٰؓ سجد فی سورة الحج سجدتین، وانه قرأ السجدة التی فی آخر سورة الحج فسجد وسجدنا معه: مستدرک: ۱۵۰/۳. المحلیٰ: ۷۵.

اب تفسیر مواہب الرحمان والے کو جو وہم ہوا ہے وہ دفع ہوا، لکھتا ہے، امام شافعی واحمد واسحاق نے کہا کہ یہاں سجدہ تلاوت بھی مسنون ہے، خطیب نے کہا کہ یہی قول عمر، علی، ابن عمر، ابن مسعود، ابن عباسؓ کا ہے۔ ابن کثیر نے کہا: کہ اماموں نے سورت حج کے اس دوسرے سجدے میں اختلاف کیا ہے کہ مشروع ہے یا نہیں؟ اور ہم نے سابق میں حدیث عقبہ بن عامر کی، نبی ﷺ سے ذکر کردی کہ میں نے کہا یا رسول اللہ سورت حج کو دو سجدوں سے فضلیت دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، اور جو کوئی ان میں سجدہ نہ کرے تو وہ ان دونوں کو نہ پڑھے، خطیب نے کہا کہ بیضاوی نے جو اس حدیث یعنی عقبہ بن عامر سے جو اوپر مذکو ہوئی استدلال کیا تو یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور اس کو ضعیف کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن کثیر نے ترمذی کے ضعیف کرنے کو نہ مانا، اور اس کو منظور فیہ قرار دیا، اور مترجم نے

وہیں لکھ دیا ہے کہ امام مخرج کا تضعیف کرنا ضرور مقبول ہونا چاہئے الا آنکہ دوسری اسناد صحیح موجود ہو، ورنہ امام مخرج حدیث بنسبت دوسروں کے اس حدیث کے علل سے زیادہ واقف ہے۔ واللہ اعلم۔

فائدہ: سجدہ تلاوت کو جاتے اور سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہنا ثابت ہے۔ جیسا کہ ابوعبدالرحمٰن السلمی سے منقول ہے (جو کہ ہماری قرآن کریم کی سند کا مرکزی راوی ہیں) ابن ابی شیبہ اس سے نقل کرتا ہے کہ: انه كان يقرأ السجدة وهو يمشي فيكبر ويؤمئي حيث كان وجهه، ويكبر اذا رفع.

جبکہ حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا ہے کہ: اذا قرأ الرجل السجدة فليكبر اذارفع رأسه واذاسجد: ابن ابی شیبہ: ۳/۳۸۳: ۔ یہ دونوں اگرچہ عظیم الشان علماء ہیں لیکن ان کا قول بغیر مستند کے قابل قبول نہیں ہوتا، اب ہم ان کے بعض مستندات ذکر کرتے ہیں تا کہ کسی کا شک باقی نہ رہے۔

پہلی مستندان کا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام جب اکھٹے آیت سجدہ سنتے تو جماعت کے ساتھ قاری امام ہوکر سجدے کرتے، اور یہ لازم ہے کہ امام سجدہ کو جاتے اور اٹھتے وقت اللہ اکبر کہے، ابن ابی شیبہ نے قتادہؓ سے نقل کیا ہے :في المرأة تقرأ السجدة ومعهارجال اورجل قال يسجدون قبلها ولايأتمون بها: ۳/۴۱۷۔

عن مغيرةؓ قال سألت ابراهيم عن المرأة تقرأ السجدة؟ قال هي امامک؟ مصنف ابن ابی شیبة: ۳/۴۱۸ .

اس طرح زید بن اسلم سے روایت ہے کہ: ان غلاماقرأعند النبي ﷺ السجدة، فانتظر الغلام النبيﷺ ان يسجد، فلمالم يسجدقال يارسول الله اليس في هذه السورة سجدة؟قال بلىٰ ولكنک كنت امامنافيهافلوسجدت لسجدنا، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۴۱۸، فتح الباری: ۲/۵۵۶،

اور عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی منقول ہے کہ عن سليم بن حنظلة قال قرأت على عبدالله بن مسعودؓ سورة بني اسرائيل، فلمابلغت السجدة، قال عبدالله اقرأهافانک امامنا فيها. مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۴۱۸، مصنف عبد الرزاق: ۳/۳۴۶، بیهقی: ۲/۳۲۴۔

اور حدیث ابوسعید خدریؓ جو کہ امام ابوداوٗد نے: ۱/۵۲۴، میں نقل کی ہے کہ: قرأرسول اللهﷺ وهو على المنبر صٓ فلمابلغ السجدة نزل فسجد، وسجدالناس معه، فلماكان يوم آخر قرأها، فلمابلغ السجدة تشزن الناس للسجود، فقال رسول اللهﷺ انماهي توبة نبي ولكني رأيتكم تشزنتم للسجود؟فنزل

فسجد وسجدوا ۔یعنی رسول اللہ نے منبر پر سورت صٓ پڑھی، جب سجدے کی ایت پر پہنچے تو منبر پر سے اترے اور آپ نے سجدہ کیا اور لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا جب دوسرا دن ہوا پھر آپ نے اس سورت کو پڑھا جب سجدے کی آیت پر پہنچے لوگ سجدے کے لئے تیار ہوئے آپ نے فرمایا: یہ سجدہ ایک پیغمبر کی توبہ تھی مگر اب تم مستعد ہو گئے سجدے کے لئے تو خیر آپؑ اترے اور سجدہ کیا، اور لوگوں نے بھی آپ ﷺ کیساتھ سجدہ کیا۔

اور عبداللہ بن عمرؓ کی روایت بھی ابوداؤد نے: **۱/۵۲۵، بخاری: رقم: ۱۰۷۵ مسلم: ۱/۴۰۵ باب سجود التلاوة** میں نقل کیا ہے کہ: **قال کان رسول اللہ ﷺ یقرأ علینا القرآن فاذامر بالسجدة کبر وسجدو سجدنا معه** ۔یعنی رسول اللہ ﷺ ہم کو قرآن سنایا کرتے تھے جب سجدے کی آیت پڑھتے تو تکبیر کہہ کر سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے۔

ابن عمرؓ کی ایک روایت ابوداؤد نے: ۱/۳۰۶، میں بھی نقل کیا ہے کہ **ان النبی ﷺ سجدفی صلاة الظهر ثم قام فرکع فرأینا انه قرأتنزیل السجدة** ۔یعنی ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز میں سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے اور رکوع کیا ہم نے جانا کہ آپ نے **آلم تنزیل السجده** پڑھی ہے۔اس پر جو اعتراض ہے کہ یہ روایت منقطع ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو مانع نہیں اس سے کہ ظہر یا عصر میں آیات السجدات پڑھی جائے، کیونکہ حکم قرأت عام ہے اور اس میں تخصیص نہیں۔

دوسری یہ کہ اس حدیث کی مرفوع اور موقوف شواہد ہیں، مسند ابی یعلی: ۳/۲۳۳، میں براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ **سجدنا مع رسو ل اللہ ﷺ فی الظهر،فظننا انه قرأتنزیل السجدة.** جبکہ مصنف عبدالرزاق: ۲/۱۰۵، میں اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۵۶، میں ابوالعالیہؒ سے روایت ہے کہ **کان اصحاب رسول اللہ ﷺ رمقوه فی الظهرفحرزوا قرأته فی الرکعة الاولی من الظهربتنزیل السجدة.**

ایک روایت ابن زبیر سے بھی ابن ابی شیبۃ: ۳/۴۲۵، میں نقل ہے کہ **عن بکرقال اخبرنی من رأی ابن زبیرفی حائط من حیطان مکة، قال فصلی العصراوالظهر،قال فسجد،فقال رجل انک صلیت خمس رکعات، فقال انی قرأت سورة فیهاسجدة۔**

اسی طرح ابن مسعودؓ سے بھی روایت نقل کی ہے کہ: **عن انس بن سیرین ان ابن مسعودؓ قرأفی الظهر الم تنزیل السجده، وفی الاخری بسورة من المثانی، ابن ابی شیبه: ۳/۴۲۵۔**

سورة مومنون (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

قَدۡ أَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِيۡ صَلٰوتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ ﴿۲﴾

بیشک ایمان والے رستگار ہو گئے۔ جو نماز میں عجز و خشوع کرتے ہیں۔(۱)

= امام نسائی نے ابو ہریرہؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ:۔ ثلاث كان رسول اللهﷺ يعمل بهن .تركهن الناس ،كان يرفع يديه فى الصلاة مدا،ويسكت هنيئة، ويكبر اذاسجدواذارفع ۔ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ: تین امور رسول اللہﷺ کرتے تھے، وہ لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔ آپﷺ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ بڑھا کر اٹھاتے ،پھر تھوڑی دیر چپ رہتے ،اور جب آپﷺ سجدہ کرتے تو تکبیر فرماتے اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت بھی تکبیر فرماتے ۔کتاب الافتتاح ،باب رفع الیدین مدا ، رقم:۸۸۳۔جبکہ ایک مشہور اور عام روایت میں ہے کہ: ان اباهريرةؓ كان يصلى بهم فيكبر كلماخفض ورفع فاذاانصرف قال انى لاشبهكم صلاة برسول اللهﷺ ۔یعنی ابو ہریرہؓ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے ،تو ہر جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہتے ،اور جب نماز پڑھ چکتے تو کہتے میری نماز بہت مشابہ ہے رسول اللہﷺ کی نماز سے ۔بہ نسبت تمہاری نماز ۔یہ روایت متفق علیہ ہے بخاری نے كتاب الاذان ،باب اتمام التكبير فى الركوع اور مسلم نے كتاب الصلاة ،باب اثبات التكبير فى كل خفض ورفع میں نقل کیا ہے۔وقال ابن قدامة فى المغنى : ۲/ ۳۵۹،وجملة ذلك انه اذاسجدللتلاوة فعليه التكبير للسجود والرفع منه، سواء كان فى صلاة اوفى غيرها،وبه قال ابن سيرين و الحسن وابوقلابة و النخعى ومسلم بن يساروابوعبدا لرحمٰن السلمى و الشافعیؒ وابواسحاق واصحاب الرّاى۔

(۱) نسائی نے سنن کبری:۱۱۳۵۰، میں یزید بن بابنوس سے نقل کیا ہے کہ: قلنالعائشةؓ ياام المومنين كيف كان خلق رسول اللهﷺ؟قالت كان خلق رسول اللهﷺ القرآن،وقرأت هذه الايات(الى آية: ۹)قالت

ھٰکذا کان خلق رسول اللہ ﷺ ۔یعنی انہوں نے عائشہؓ سے سوال کیا کہ رسول ﷺ کا خلق کیسا اور کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا آپ کا خلق وہ تھی جو قرآن میں ہے، اس کے بعد یہ نو (۹)، آیتیں تلاوت کر کے فرمایا: کہ بس یہی خلق و عادت تھی رسول اللہ ﷺ کی۔

نسائی سنن کبریٰ: ۱۴۳۹، ترمذی: ۳۰۹۷، مسند احمد، ۳۴/۱، میں مروی ہے کہ رسول اللہ پر جب وحی اترتی، تو ایک ایسی میٹھی میٹھی بھینی بھینی ہلکی ہلکی سی آواز آپؐ کے پاس سنی جاتی، جیسے شہد کی مکھیوں کے اڑنے کی بھنبھناہٹ کی ہوتی ہے۔ایک مرتبہ یہی حالت طاری ہوئی تھوڑی دیر کے بعد جب وحی اتر چکی تو آپؐ نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھی: کہ: **اللھم زدنا ولاتنقصنا واکرمنا ولاتھنا واعطنا ولاتحرمنا واثرنا ولاتوثر علینا وارض عنا وارضنا** ۔یعنی یا اللہ تو ہمیں زیادہ کر، کم نہ کر، ہمارا اکرام کر، اہانت نہ کر، ہمیں انعام عطاء فرما، محروم نہ رکھ ہمیں دوسروں پر اختیار کر لے، ہم پر دوسروں کو پسند نہ فرما، ہم سے تو خوش ہو جا، اور ہمیں خوش کر دے۔ پھر فرمایا مجھ پر دس آیتیں اتری ہیں جوان پر جم گیا، وہ جنتی ہو گیا، پھر آپؐ نے مندرجہ ذیل دس آیتیں تلاوت فرمائیں۔

ابن کثیر لکھتا ہے ان آیتوں کی تفسیر میں کہ مومن مراد کو پہنچ گئے وہ سعادت پا گئے انہوں نے نجات پالی، ان مومنوں کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں خوف الٰہی رکھتے ہیں خشوع اور سکون کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں دل حاضر رکھتے ہیں، نگاہیں نیچی ہوتی ہیں، پھر ابن سیرین سے نقل کرتا ہے کہ صحابہ کرام اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے تھے لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان کی نگاہیں نیچی ہو گئیں۔سجدے کی جگہ سے اپنے نگاہیں نہیں ہٹاتے تھے۔

عبداللہ بن عباسؓ کی جو اصل تفسیر ہے جو کہ **صحیفة علی بن ابی طلحة فی تفسیر القرآن الکریم** . سے مشہور ہے، اس میں لکھتا ہے کہ ''خاشعون'' کا معنی ہے ''**خائفون ساکنون** ''اور یہی تفسیر ابن عباسؓ سے، ابن جریر، ابن کثیر، ابن ابی حاتم اور درمنثور وغیرہ نے نقل کیا ہے۔بعض لوگ یہاں پر ابن عباسؓ کا وہ قول نقل کرتے ہیں جو کہ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباسؓ میں ہے کہ ''**خاشعون** ''کا معنی یہ ہے **مخبتون متواضعون لایلتفتون یمینا ولاشمالا ،ولایرفعون ایدیھم فی الصلاة** ۔اور اس سے عدم رفع الیدین کے لئے استدلال کرتے ہیں، تو ہم ان کو جواب میں کہتے ہیں کہ سورت کی تفسیر کو شروع کرنے سے پہلے اس کتاب میں ہے کہ: **وباسنادہ عن ابن عباسؓ الخ** ۔جبکہ ہم یہ سند اس کتاب کے اول میں دیکھتے ہیں تو وہ کچھ اس طرح ہے: **اخبرنا عبداللہ الثقة ابن المامور**

الھروی قال اخبرنا ابی قال اخبرنا ابو عبداللہ قال اخبرنا ابو عبیداللہ محمود بن محمد الرازی ،قال اخبرنا عمار بن عبد المجید الھروی قال اخبرنا علی بن اسحاق السمرقندی عن محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ؓ ۔یادرہے کہ یہ کتاب جو کہ تفسیر ابن عباس ؓ سے مشہور ہے،اس کا اصل نام تنویر المقباس ہے، یہ فیروزآبادی کا تصنیف ہے (صاحب القاموس) اور یہ ۸۱۷ھ میں فوت ہو چکا ہے، صاحب کتاب اورعبداللہ بن عباس ؓ کے درمیان کافی زمانہ گذر گیا ہے، اور مصنف نے کتاب میں ابن عباس تک سند ذکر کر کے اپنا ذمہ فارغ کر دیا ہے،ہم اوروں کے علاوہ ان تینوں کے متعلق ذکر کرتے ہیں جو کہ سند کے اخر میں ہیں اور مشہور و معروف ضعیف اور کذاب ہیں،عبداللہ بن عباس ؓ سے جو نقل کرنے والا ہے (یعنی ابوصالح) یہ ابوصالح باذام سے مشہور ہے،امام ذہبی سیر اعلام النبلاء:۵/۳۷، میں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ: لیس بثقة .

اوراس کا جوشا گرد ہے،کلبی اس کا نام محمد بن السائب ہے ،امام ذہبی:۶/۲۴۸، میں اس کے متعلق فرماتا ہے شیعی متروک الحدیث ،

اوراس کا شاگرد محمد بن مروان الکوفی ہے یہ السدی الصغیر صاحب الکلبی سے مشہور ہے،اورابن عدی الکامل :۷/۵۱۲، میں اس کے متعلق متروک الحدیث لکھتا ہے۔جبکہ ابن حبان کتاب المجروحین:۲/۲۵۴، میں اس تفسیر کے متعلق لکھتا ہے کہ :سمعت محمد بن یحیٰ السجستانی یقول:سمعت محمد بن الفضل یقول:سمعت احمد بن ھارون ،یقول ،سألت احمد بن حنبل عن تفسیر الکلبی؟ فقال کذب،قلت یحل النظر فیه ؟قال،لا ۔پھر صفحہ:۲۵۵، میں لکھتا ہے الکلبی ،یروی عن ابی صالح عن ابن عباس ؓ التفسیر ،و ابو صالح لم یر ابن عباس ؓ و لا سمع منه شیئا، و لاسمع الکلبی من ابی صالح الا الحرف بعد الحرف،فجعل لما احتیج الیه تخرج له الارض افلاذ کبدھا،لایحل ذکرہ فی الکتب، فکیف الاحتجاج به، الخ ۔جبکہ یحیٰ بن سعید قطان سے:۲/۲۵۵، میں نقل کرتا ہے:عن سفیان قال قال لی الکلبی ،قال لی ابو صالح کلما حدثتک فھو کذب ،اور۲/۲۵۴، میں بروایت ابوعاصم نقل کرتا ہے کہ قال ،قال لی الکلبی ماسمعته منی عن ابی صالح عن ابن عباس ؓ فھو کذب ۔

اور بروایت یحیٰ بن یعلیٰ کلبی کا ایک واقعہ نقل کرتا ہے کہ:قال قال لی زائـــــدة، اما الکلبی فقد کنت اختلف الیه فسمعته یومایقول مرضت مرضة فنسیت ماکنت احفظ، فاتیت آل محمد=

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾

اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑے رہتے ہیں۔ اور زکٰوۃ ادا کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملک ہوتی ہیں کہ (ان سے)

اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿٦﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ

مباشرت کرنے سے انہیں ملامت نہیں۔ اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۸﴾

وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے) نکل جانے والے ہیں۔ اور جو امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ﴿۱۰﴾

اور جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں ۔ یہی لوگ میراث حاصل کرنے والے ہیں

=ﷺ فتفلوافی فیّ ،فحفظت ماکنت نسیت ،فقلت ،لاواللہ لااروی عنک بعدھذاابداشیئافترکتہ ۔۲/۲۵۳، میں اس کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ عبداللہ بن سبا کے اتباع میں سے تھا، اوران کا عقیدہ یہ تھا کہ: اولئک الذین یقولون ان علیالم یمت، وانہ راجع الی الدنیاقبل قیام الساعۃ ،فیملؤ ھاعدلاکماملئت جوراً،وان رأواسحابۃ قالوا امیر المومنین فیھا.

اورابوعوانہ سے مذکورہ صفحہ میں نقل کرتا ہے کہ، سمعت الکلبی یقول کان جبرئیلؑ یملی الوحی علی النبیﷺفلمادخل النبیﷺ الخلاء جعل یملی علی علیؓ ،تو حاصل کلام یہ ہے کہ یہ کتاب نا قابل اعتبار ہے اوراس کا مطالعہ اوراس سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔

الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

(یعنی) جو بہشت کی میراث حاصل کریں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور ہم نے انسان کو مٹی

مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾

کے خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر اس کو ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا

پھر نطفے کا لوتھڑا بنایا پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں

فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ

پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا پھر اس کو نئی صورت میں بنا دیا تو اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے

الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ

بابرکت ہے۔ پھر اس کے بعد تم مر جاتے ہو۔ پھر قیامت کے دن اٹھا کھڑے کئے جاؤ گے

﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

اور ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان پیدا کئے اور ہم خلقت سے غافل نہیں ہیں

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ

اور ہم ہی نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی نازل کیا پھر اس کو زمین میں ٹھہرا دیا اور ہم اس کے نابود کر دینے پر

لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ

بھی قادر ہیں۔ پھر ہم نے اس سے تمہارے لئے کھجوروں کے باغ بنائے ان میں تمہارے لئے بہت سے میوے پیدا

لَّكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً

ہوتے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے بھی ہو۔ اور وہ درخت بھی (ہم ہی نے پیدا کیا)

تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾

جوطور سینا میں پیدا ہوتا ہے (یعنی زیتون کا درخت کہ) کھانے والوں کے لئے روغن اور سالن لئے ہوئے اگتا ہے

وَإِنَّ لَكُمْ فِى الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا

اور تمہارے چارپایوں میں عبرت (اور نشانی) ہے کہ جو ان کے پیٹوں میں ہے اس سے ہم تمہیں (دودھ) پلاتے ہیں

وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ

اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار ہوتے ہو

﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان سے کہا کہ اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو

مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ أَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں؟ ۔ تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے

مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ أَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ

یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے تم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتار دیتا

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَأَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِىْ آبَآئِنَا الْأَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾

ہم نے اپنے اگلے باپ دادا میں تو یہ بات کبھی نہیں سنی تھی

إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ

اس آدمی کو تو دیوانگی (کا عارضہ) ہے تو اس کے بارے میں کچھ مدت انتظار کرو۔ نوح نے کہا کہ پروردگار!

رَبِّ انْصُرْنِىْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَأَوْحَيْنَآ إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا

انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے تو میری مدد کر۔ پھر ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے سامنے

وَوَحْيِنَا فَإِذَا جَآءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ

اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ پھر جب ہمارا حکم آ پہنچے اور تنور جوش مارنے لگے

فَاسْلُکْ فِيْهَا مِنْ کُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَکَ إِلَّا

تو سب (قسم کے حیوانات) میں سے جوڑا جوڑا دو دو کشتی میں بٹھا دو اور اپنے گھر والوں کو بھی

مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْآ إِنَّهُم مُّغْرَقُوْنَ

سوا ان کے جن کی نسبت ان میں سے حکم پہلے صادر ہو چکا ہے اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا وہ ضرور ڈبو دیئے جائیں گے

﴿۲۷﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَکَ عَلَى الْفُلْکِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

اور جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ جاؤ تو (اللہ کا شکر کرنا اور) کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے

الَّذِيْ نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُل رَّبِّ أَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبَارَکًا

جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات بخشی ۔اور کہہ اے میرے رب مجھے برکت کے ساتھ اتار

وَّأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ إِنَّ فِيْ ذٰلِکَ لَآيٰتٍ وَّإِنْ کُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

اورتو بہتر اتارنے والا ہے۔بیشک اس (قصے) میں نشانیاں ہیں اور ہمیں تو آزمائش کرنی تھی

ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَأَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِنْهُمْ

پھر ان کے بعد ہم نے ایک اور جماعت پیدا کی۔ اور انہی میں سے ان میں ایک پیغمبر بھیجا (جس نے ان سے کہا)

أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ

کہ اللہ ہی کی عبادت کرو (کہ) اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں؟ ۔تو ان کی قوم کے سردار

مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ

جو کافر تھے اور آخرت کے آنے کو جھوٹ سمجھتے تھے اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی

الدُّنْيَا مَا هٰذَآ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا

کہنے لگے کہ یہ تو تمہارے جیسا آدمی ہے جس قسم کا کھانا تم کھاتے ہو اسی طرح کا یہ بھی کھاتا ہے اور پانی جو تم پیتے ہو

تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

اسی قسم کا یہ بھی پیتا ہے۔ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کا کہا مان لیا تو گھاٹے میں پڑ گئے

أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا أَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾

کیا یہ تم سے یہ کہتا ہے کہ تم مر جاؤ گے اور مٹی ہو جاؤ گے اور استخوان (کے سوا کچھ نہ رہے گا) تو تم (زمین سے) نکالے جاؤ گے

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (بہت) بعید اور (بہت) بعید ہے۔ زندگی تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے

نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلُ ن افْتَرٰى

کہ اسی میں ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہم پھر نہیں اٹھائے جائیں گے۔ یہ تو ایک ایسا آدمی ہے جس نے اللہ پر جھوٹ افتراء

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ

کیا ہے اور ہم اس کو ماننے والے نہیں ۔ پیغمبر نے کہا کہ اے پروردگار! انہوں نے مجھے جھوٹا سمجھا ہے

بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

تو میری مدد کر۔ ۔ فرمایا کہ تھوڑے ہی عرصے میں پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

تو ان کو (وعدۂ برحق کے مطابق) زور کی آواز نے آن پکڑا تو ہم نے ان کو کوڑا کر ڈالا پس ظالم لوگوں پر لعنت ہے

ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا آخَرِيْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا

پھر ان کے بعد ہم نے اور جماعتیں پیدا کیں۔ کوئی جماعت اپنے وقت سے نہ آگے جا سکتی ہے اور نہ

يَسْتَأْخِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّ مَا جَآءَ أُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ

پیچھے رہ سکتی ہے۔ پھر ہم پے در پے اپنے پیغمبر بھیجتے رہے جب کسی امت کے پاس اس کا پیغمبر آتا تھا تو وہ اسے جھٹلا دیتے

فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنٰهُمْ أَحَادِيْثَ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٤٤﴾

تھے تو ہم بھی بعض کو بعض کے پیچھے لاتے رہے اور ان کو افسانے بناتے رہے پس جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان پر لعنت

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَأَخَاهُ هٰرُوْنَ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٥﴾

پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں اور دلیلِ ظاہر دے کر بھیجا

إِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَإِيْهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿٤٦﴾

(یعنی) فرعون اور اس کی جماعت کی طرف تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے

فَقَالُوْآ أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿٤٧﴾

کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں اور ان کی قوم کے لوگ ہمارے خدمت گار ہیں

فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿٤٨﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

تو ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی سو (آخر) ہلاک کر دیئے گئے۔اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهٗ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ إِلٰى رَبْوَةٍ

تاکہ وہ لوگ ہدایت پائیں۔اور مریم کے بیٹے (عیسیٰ) اور ان کی ماں کو (اپنی) نشانی بنایا تھا اور ان کو ایک اونچی جگہ پر

ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿٥٠﴾ يٰٓأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا

جو رہنے کے لائق تھی اور جہاں (نتھرا ہوا) پانی جاری تھا پناہ دی تھی اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل

صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿51﴾ۭ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا

کرو جو عمل تم کرتے ہو میں ان سے واقف ہوں۔[۲] اور یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے

رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿52﴾ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍ

اور میں تم سب کا رب ہوں۔ پس مجھ سے ڈرو۔ پھر انہوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہر ایک جماعت

بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿53﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿54﴾

وہ اسی سے خوش ہو رہا ہے۔ تو ان کو ایک مدت تک ان کی غفلت ہی میں رہنے دو

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿55﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ

کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو دنیا میں ان کو مال اور بیٹوں سے مدد دیتے ہیں۔ (تو اس سے) ان کی بھلائی میں جلدی

فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿56﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ

کر رہے ہیں (نہیں) بلکہ سمجھتے ہی نہیں۔ جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ڈرتے ہیں

---

[۲] عن ابی هريرةؓ قال: قال رسول اللهﷺ ايها الناس ان الله طيب لا يقبل الاطيبا، وان الله امر المومنين بماامر به المرسلين، فقال: (قرأ هذه الاية) وقال: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (البقرة: ۱۷۲) ثم ذكر الرجل يطيل السفر اشعث اغبر يمد يديه الى السماء، يارب يارب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام فانى يستجاب لذلك. مسلم: ۱۰۱۵.

ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی پاک ہے اور وہ پاک چیز کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں کرتا، اور اللہ تعالی نے مسلمانوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا تھا، اور فرمایا اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو، میں تمہارے کاموں سے باخبر ہوں، اور فرمایا اے مسلمانو! ہماری دی ہوئی چیزوں سے پاک چیزیں کھاؤ پھر آپؐ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے اس کے بال غبار آلود ہیں وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے یا رب یا رب! اور اس کا کھانا پینا حرام ہو اس کا لباس حرام ہو، اس کی غذا حرام ہو، تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی۔

﴿۵۷﴾ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ
اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ شریک نہیں کرتے
﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا آتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾
اور جو دے سکتے ہیں وہ دیتے ہیں اور ان کے دل اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے
اُولٰٓئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُكَلِّفُ
یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کے لئے آگے نکل جاتے ہیں۔ اور ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ
نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾
تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس کتاب ہے جو سچ سچ کہہ دیتی ہے اور لوگوں پر ظلم نہیں کیا جاتا
بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا
مگر ان کے دل ان (باتوں) کی طرف سے غفلت میں (پڑے ہوئے) ہیں اور ان کے سوا اور اعمال بھی ہیں جو یہ
عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ
کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہم نے ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو پکڑ لیا تو وہ اس وقت
يَجْئَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾
چلانے لگے۔ آج مت چلاؤ تم کو ہم سے کچھ مدد نہیں ملے گی
قَدْ كَانَتْ آيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾
میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں اور تم الٹے پاؤں پھر پھر جاتے تھے
مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ
ان سے سرکشی کرتے کہانیوں میں مشغول ہوتے اور بیہودہ بکواس کرتے تھے۔ کیا انہوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا

أَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَأْتِ اٰبَآءَهُمُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ أَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ
یاان کے پاس کچھ ایسی چیز آئی ہے جوان کے اگلے باپ دادا کے پاس نہیں تھی۔ یا یہ اپنے پیغمبر کو جانتے پہچانتے نہیں

فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ أَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ
اس وجہ سے ان کو نہیں مانتے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ اسے سودا ہے (نہیں) بلکہ وہ ان کے پاس حق کو لے کر آئے ہیں

وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَآءَهُمْ
اور ان میں سے اکثر حق کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور اگر (اللہ) برحق ان کی خواہشوں پر چلتے

لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ أَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ
تو آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب درہم برہم ہو جائیں بلکہ ہم نے ان کے پاس ان کی نصیحت (کی کتاب) پہنچا دی

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ
ہے اور اپنی (کتاب) نصیحت سے منہ پھیر رہے ہیں۔ کیا تم ان سے کچھ مال مانگتے ہو؟ تو تمہارے پروردگار کا مال بہت اچھا ہے

وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَإِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾
اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ اور تم تو ان کو سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہو

وَإِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ
اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ رستے سے الگ ہو رہے ہیں۔ اور اگر

رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيٰنِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾
ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیفیں ان کو پہنچ رہی ہیں وہ دُور کر دیں تو اپنی سرکشی پر اڑے رہیں (اور) بھٹکتے (پھریں)

وَلَقَدْ أَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾
اور ہم نے ان کو عذاب میں بھی پکڑا تو بھی انہوں نے اللہ کے آگے عاجزی نہ کی اور وہ عاجزی کرتے ہی نہیں

حَتّٰى إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٧﴾

یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر عذاب شدید کا دروازہ کھول دیا تو اس وقت وہاں ناامید ہو گئے

وَهُوَ الَّذِيٓ أَنْشَأَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٧٨﴾

اور وہی تو ہے جس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے (لیکن) تم کم شکر گزاری کرتے ہو

وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٧٩﴾

اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب جمع ہو کر جاؤ گے

وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٨٠﴾

اور وہی ہے جو زندگی بخشا اور موت دیتا ہے اور رات اور دن کا بدلتے رہنا اسی کا تصرف ہے کیا تم سمجھتے نہیں؟

بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿٨١﴾ قَالُوٓا أَءِذَا مِتْنَا

بات یہ ہے کہ جو اگلے (کافر) کہتے تھے اسی طرح کی (بات یہ) کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے

وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا أَءِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٨٢﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا

اور مٹی ہو جائیں گے اور استخواں (بوسیدہ کے سوا کچھ) نہ رہے گا تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے؟ یہ وعدہ ہم سے اور ہم سے

نَحْنُ وَآبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ إِنْ هٰذَا إِلَّآ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٨٣﴾

پہلے باپ دادا سے بھی ہوتا چلا آیا ہے یہ تو صرف اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں

قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ ؕ

کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے سب کس کا مال ہے؟ جھٹ بول اٹھیں گے کہ اللہ کا

قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

کہو پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟ (ان سے) پوچھو کہ سات آسمانوں کا مالک کون ہے اور عرش عظیم کا (کون) مالک (ہے)؟

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ

بے ساختہ کہہ دیں گے کہ یہ (چیزیں) اللہ ہی کی ہیں کہو کہ پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ وہ کون ہے

مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾

جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی پناہ نہیں دے سکتا

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾

فوراً کہہ دیں گے کہ ایسی بادشاہی تو اللہ ہی کی ہے تو کہو پھر تم پر جادو کہاں سے پڑ جاتا ہے؟

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

بات یہ ہے کہ ہم نے ان کے پاس حق پہنچا دیا ہے اور یہ جو (بت پرستی کئے جاتے ہیں) بیشک جھوٹے ہیں

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ

اللہ نے نہ تو (اپنا) کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوقات کو لے کر چل دیتا

وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾

اور ایک دوسرے پر غالب آ جاتا یہ لوگ جو کچھ (اللہ کے بارے میں) بیان کرتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ

وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے اور جو اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں اس کی شان اس سے اونچی ہے کہو کہ اے پروردگار!

اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

جس عذاب کا ان سے وعدہ ہو رہا ہے اگر تو میری زندگی میں ان پر نازل کر کے مجھے بھی دکھا دے تو اے پروردگار! مجھے اور ان ظالموں میں شمار نہ کیجئے

وَاِنَّا عَلٰٓي اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

اور جو وعدہ ہم ان سے کر رہے ہیں ہم تم کو دکھا کر ان پر نازل کرنے پر قادر ہیں۔ اور بُری بات کے جواب میں ایسی بات کہو جو نہایت اچھی

السَّيِّئَةَ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ

ہو اور جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔ اور کہو کہ اے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری

مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَّحْضُرُونِ ﴿٩٨﴾

پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے پروردگار! اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ موجود ہوں

حَتّٰى إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ﴿٩٩﴾

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے گی تو کہے گا کہ اے پروردگار! مجھے پھر (دنیا میں) واپس بھیج دے

لَعَلِّيْ أَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ط إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا

تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں۔ ہرگز نہیں یہ ایک ایسی بات ہے کہ وہ اسے زبان سے کہہ رہا ہوگا

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾

(اور اس کے ساتھ عمل نہیں ہوگا) اور اس کے پیچھے برزخ ہے (جہاں وہ) اس دن تک کہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾

پھر جب صُور پھونکا جائے گا تو نہ تو ان میں قرابتیں ہوں گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ

تو جن کے (اعمال کے) بوجھ بھاری ہوں گے وہ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جن کے بوجھ ہلکے ہوں گے

فَأُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا أَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾

وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے تئیں خسارے میں ڈالا ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِيْ تُتْلٰى

آگ ان کے مونہوں کو جھلس دے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھائے ہوں گے۔ کیا تم کو میری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی

عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا

تھیں (نہیں) تم ان کو سنتے تھے اور جھٹلاتے تھے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری کمبختی غالب ہو گئی

وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

اور رستے سے بھٹک گئے۔ اے پروردگار! ہم کو اس میں سے نکال دے اگر ہم پھر (ایسے کام) کریں تو ظالم ہوں گے

قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ إِنَّهُ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ

(اللہ) فرمائے گا کہ اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔[۳] میرے بندوں میں ایک گروہ تھا

---

[۳] عن ابی الدرداءؓ قال: قال رسول اللهﷺ يلقى على اهل النار الجوع فيعدل ماهم فيه من العذاب فيستغيثون بالطعام، فيغاثون بطعام ﴿من ضريع لايسمن ولايغنى من جوع﴾ (غاشيه:۷) فيستغيثون بالطعام فيغاثون بطعام ﴿ذا غصة﴾ (مزمل:۱۳) فيذكرون انهم كانوايجيزون الغصص فى الدنيابالشراب، فيستغيثون بالشراب، فيرفع اليهم الحميم بكلاليب الحديد، فاذادنت من وجوههم شوت وجوههم فاذادخلت بطونهم قطعت مافى بطونهم فيقولون ادعواخزنة جهنم فيقولون ﴿اولم تك تأتيكم رسلكم بالبنيات قالوابلى قالوافادعوا وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ (غافر:۵۰) قال فيقولون ادع مالكافيقولون ﴿يامالك ليقض علينا ربك﴾ (زخرف:۷۷) قال فيجيبهم ﴿ انكم ماكثون﴾ (زخرف:۷۷) قال الاعمش نبأت ان بين دعائهم واجابة مالك اياهم الف عام ،قال فيقولون ادعواربكم فلااحدخيرمن ربكم ﴿ فيقولون ربناغلبت عليناشقوتناوكناقوماضالين، ربنااخرجنامنهافان عدنافاناظالمون﴾ قال فيجيبهم ﴿اخسؤوافيهاولاتكلمون﴾ (مومنون:۱۰۶،تا۱۰۸)، قال فعندذلك يئسوا من كل خيروعندذلك يأخذون فى الزفيروالحسرة والويل .(رواه الترمذى:۲۵۸۶).

ابوالدرداءؓ کہتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا: دوزخیوں پر بھوک اس طرح مسلط کردی جائے گی، کہ اس بھوک

کی اذیت اس عذاب کے برابر ہوگی جس میں وہ دوزخی پہلے سے گرفتار ہونگے، چنانچہ وہ بھوک کی اذیت سے بے تاب ہوکر فریاد کریں گے اوران کی فریادرسی ''ضریع'' کے کھانے کے ذریعے کی جائے گی جو نہ فربہ کرے گا، نہ بھوک کو دفع کرے گا، (پھر وہ پہلے کھانے کو لاحاصل دیکھ کر) دوسری مرتبہ فریاد کریں گے، اوراس مرتبہ ان کی فریادرسی گلے میں پھنسی جانے والے کھانے کے ذریعے کی جائے گی، اس وقت ان کو یہ یادآئے گا کہ جب (دنیا میں) کھاتے وقت ان کے گلے میں کوئی چیز پھنس جاتی تھی تواس کووہ کسی پینے والی چیز سے نیچے اتارتے تھے، چنانچہ وہ (اپنے گلے میں پھنسے ہوئے کھانے کو اتارنے کے لئے) کسی پینے والی چیز کی التجاء کریں گے۔ تب ان کو تیز گرم پانی دیا جائے گا جس کو زنبورو کے ذریعے پکڑ کر اٹھایا جائے گا (یعنی جن برتنوں میں وہ تیز گرم پانی ہوگا وہ زنبورو کے ذریعے پکڑ کر اٹھائے جائیں گے۔

اور جب گرم پانی کے وہ برتن ان کے مونہوں تک پہنچیں گے تو ان کے چہروں (کے گوشت) کو بھون ڈالیں گے، اور جب ان برتنوں کے اندر کی چیز (جو ان کو پینے کے لئے دی جائیں گی، جیسے پیپ پیلا پانی وغیرہ) ان کے پیٹ میں داخل ہوگی تو پیٹ کے اندر کی چیزوں (یعنی انتوں وغیرہ) کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گی، پس اس صورت حال سے بیتاب ہوکر وہ دوزخی (جہنم پر) متعین فرشتوں سے کہیں گے اے دوزخ کے سنتریو! اللہ تعالی سے دعاء کرو کہ کم سے کم ایک ہی دن کے لئے ہمارے اوپر مسلط اس عذاب کو ہلکا کردے، دوزخ کے سنتری جواب دیں گے کہ (اب ہم سے دعا کے لئے کہتے ہو) کیا اللہ کے رسول، الہی معجزے اور واضح دلیلیں لیکر تمہارے پاس نہیں آئے تھے (اور تم سے یہ نہ کہتے تھے کہ کفر وسرکشی کی راہ چھوڑ کر اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرلو، تاکہ کل آخرت میں دوزخ کے سخت عذاب سے محفوظ رہ سکو؟ وہ کہیں گے کہ بیشک اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے تھے اوران کی تعلیمات ہم تک پہنچی تھی، لیکن وائے افسوس ہم گمراہی میں پڑے رہے، اور ایمان اور سلامتی کی راہ اختیار نہ کرسکے)۔ دوزخ کے سنتری کہیں گے کہ پھر تو تم خود ہی دعاء کرو، اور کافروں کی دعاء زیان کاری اور بے فائدہ گی کے علاوہ کچھ نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دوزخی (جب جہنم کے سنتریوں سے دعاء اور شفاعت کرنے میں ناکام ہوجائیں گے اور انہیں سخت مایوسی کا منہ دیکھنا پڑے گا، تو وہ یقین کرلیں گے کہ ہمیں عذاب الہی سے نجات ملنے والی نہیں ہے، پھر کیوں نہ موت ہی مانگی جائے، چنانچہ وہ آپس میں کہیں گے کہ مالک یعنی داروغہ جہنم سے مدد کی درخواست کرو! اور پھر وہ التجاء کریں گے کہ اے مالک! اپنے پروردگار سے دعاء کرو کہ وہ ہمیں موت دیدے (تاکہ ہمیں آرام مل جائے)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا دوزخیوں کی التجا سن کر مالک خود اپنی طرف سے یا پروردگار کی طرف سے جواب دے

گا کہ اس دوزخ سے نجات یا موت کا خیال چھوڑ دو، تمہیں ہمیشہ ہمیشہ یہیں اور اسی عذاب میں گرفتار رہنا ہے، اعمش جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں، کہتے ہیں کہ بعض صحابہ نے مجھ سے بیان کیا، کہ مالک سے ان دوزخیوں کی التجاء اور مالک کی طرف سے ان کو جواب دینے کے درمیان ایک ہزار برس کا وقفہ ہوگا، یعنی وہ دوزخی مالک سے التجا کرنے کے بعد ایک ہزار سال تک جواب کا انتظار کرتے رہیں گے، اور اس دوران بھی اس عذاب میں مبتلا رہیں گے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پھر وہ دوزخی آپس میں کہیں گے کہ اب ہمیں براہ راست اپنے پروردگار ہی سے اپنی نجات کی التجاء کرنی چاہئے کیونکہ وہی قادر مطلق، رحیم وکریم اور غفار ہے۔ ہمارے حق میں بھلائی وبہتری کرنے والا اس پروردگار سے بہتر اور کوئی نہیں، چنانچہ وہ التجاء کریں گے کہ ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی نے ہمیں گھیر لیا، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم (توحید کے راستے سے) بھٹک گئے تھے، اے پروردگار! ہمیں دوزخ اور یہاں کے عذاب سے رہائی عطا فرمادے، اگر ہم اس کے بعد بھی کفر وشرک کی طرف جائیں تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہونگے، اللہ تعالی ان کو جواب دے گا، دور ہو کم بختو! کتوں کی طرح ذلیل اور خوار رہو، اور اسی دوزخ میں پڑے رہو، اور رہائی ونجات کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرو (تمہاری گلوخلاصی ہرگز نہیں ہوسکتی)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آخر کار وہ دوزخی ہر بھلائی سے مایوس ہوجائیں گے اور تب وہ حسرت اور نالہ وفریاد کرنے لگیں گے۔

''اس بھوک کی اذیت اس عذاب کے برابر ہوگی'' کا یہ مطلب ہے کہ ان پر جو بھوک مسلط کی جائے گی، اس کی دردناکی دوزخ کے اور تمام عذاب کی دردناکیوں کے برابر ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھوک کی آگ دوزخ کی آگ کی مانند ہے ''اور ان کی فریادرسی ''ضریع'' کے کھانے کے ذریعہ کی جائے گی'' جب وہ دوزخی بھوک سے بیتاب ہوکر کچھ کھانے کو مانگیں گے تو ان کو کھانے کے لئے ضریع دیا جائے گا۔

واضح رہے کہ ''ضریع'' ایک خاردار جھاڑ کو کہتے ہیں جو حجاز میں ہوتا ہے، یہ ایک ایسی زہریلی اور کڑوی گھاس ہوتی ہے جس کے پاس کوئی جانور بھی نہیں پھٹکتا، اور اگر کوئی جانور اس کو کھالیتا ہے تو مرجاتا ہے۔ بہرحال یہاں حدیث میں ''ضریع'' سے مراد آگ کے کانٹے ہیں جو ایلوے سے زیادہ کڑوے مردار سے زیادہ بدبودار ہوں گے۔ یہ دراصل سورۃ غاشیہ کی ساتویں نمبر آیت کو اشارہ ہے۔

اور یہ الفاظ ''اور کافروں کی دعاء زیاں کاری وبے قاعدگی کے علاوہ کچھ نہیں''۔ میں ان کی دعاء کو زیاں کاری سے تعبیر اس لئے کیا گیا ہے کہ اس وقت ان کے حق میں کوئی بھی دعاء وشفقت کارگر نہیں ہوگی، خواہ وہ خود دعاء کریں

اورگڑگڑائیں ،یاکسی اور سے دعاء وشفاعت کرائیں ،لیکن اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا،کہ کافرومشرک کی دعاء اس دنیامیں بھی قبول نہیں ہوتی ،جیساکہ قران وحدیث کےان الفاظ سےبعض لوگوں نے نتیجہ اخذ کیا ہے،حقیقت حال تو یہ ہے کہ اس دنیامیں شیطان تک کی درخواست جواس نے اپنی عمر کی درازی کے لئے کی تھی ،اللہ تعالی نے قبول فرمائی ہے،پھر کافر کی دعاءقبول کیوں نہیں ہوسکتی؟

''غلبت علیناشقوتنا''، میں'' شقوۃ''شین کے زیراورقاف کے جزم کےساتھ ہےاور یہ لفظ شقاوۃ شین کے زبر کےساتھ بھی پڑھا گیا ہے،دونوں کے ایک ہی معنی ہیں،یعنی بدبختی،جوسعادت نیک بختی کی ضد ہے،مذکورہ جملہ کامطلب یہ ہے کہ ہماری تقدیرکہ جس میں ہماراخاتمہ بدلکھ دیا گیا،پوری ہوکررہی اورہم خوداپنی بدبختی کاشکار ہوگئے۔ اور یہ جملہ''اگرہم اس کے بعدبھی کفروشرک کی طرف جائیں''الخ،کافردوزخیوں کا یہ کہنا بھی مکروفریب پرمبنی ہوگا،جیساکہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

''ولوردوا لعادوا لمانھوا عنه وانھم لکاذبون'' (انعام:۲۸)اوراگر یہ لوگ پھر(دنیامیں)واپس بھی بھیج دئے جائیں تب بھی یہ وہی کام کریں گے،جس سے ان کومنع کیا گیا تھااوراس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ بالکل جھوٹے ہیں۔

''یاخذون فی الزفیرو الحسرۃ والویل'' میں لفظ زفیرکےاصل معنی ہیں گدھےکاسانس اندرلے جانا جیساکہ'' شھیق'' کےمعنی گدھےکاسانس باہرنکالنا،یا یہ کہ جب گدھاریگنا شروع کرتا ہےتوپہلے اس کی اواز باریک اورچھوٹی نکلتی ہے،جس کوزفیرکہاجاتا ہے،اورآخرمیں اس کی آواز تیز اور بڑی ہوجاتی ہےاس کوشہیق سےتعبیرکیاجاتا ہے، حدیث کےان الفاظ میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

''لھم فیھازفیروشھیق'' (ھود:۱۰۶)دوزخ میں گدھےکی چھوٹی اوربڑی آواز کی طرح ان دوزخیوں کی چیخ وپکار پڑی رہےگی۔بہرحال حدیث کےاس آخری جزءکامطلب یہ ہے کہ دوزخی جب بارگاہ الہی کاجواب سن لیں گےتووہ بالکل مایوس وناامیدہوجائیں گے کہ دوزخ کےسنتریوں کوپکارنا کچھ سودمند نہ ہو،داروغہ دوزخ سے درخواست کی کہ اللہ تعالی سےموت ہی دلوادے،اس کابھی فائدہ نہ ہواآخرمیں بارگاہ الہی میں روئے گڑگڑائے وہاں بھی کوئی بات قبول نہیں ہوئی ،اب کہاں جائیں ،کس کے سامنےفریادکریں،ایسے میں وہ بےمعنی اوازوں اوربےہنگم صدائوں میں نالہ وفریاداورچیخ وپکارکرنےلگیں گےجیساکہ مایوسی کےعالم میں ہوتا ہے۔

يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

جو دعا کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے تو تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے

فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰى أَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

تو تم ان سے تمسخر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پیچھے میری یاد بھی بھول گئے اور تم (ہمیشہ) ان سے ہنسی کرتے رہتے تھے

إِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ

آج میں نے ان کو ان کے صبر کا بدلا دیا کہ وہ کامیاب ہو گئے۔ (اللہ) پوچھے گا کہ تم زمین میں کتنے برس رہے؟

فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ

وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے

﴿۱۱۳﴾ قٰلَ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

(اللہ) فرمائے گا کہ (وہاں) تم (بہت ہی) کم رہے اگر تم جانتے ہوتے

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟

فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾

تو اللہ جو سچا بادشاہ ہے (اس کی شان) اس سے اونچی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی عرش بزرگ کا مالک ہے

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهٖ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهٖ ۚ إِنَّهُ لَا

اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کچھ سند نہیں تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہوگا کچھ شک نہیں

يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

کہ کافر رستگاری نہیں پائیں گے۔ اور اللہ سے دعا کرو کہ میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

مصنف کی دیگر تصنیفات

۱۔ اختلاف المطالع (اردو)

۲۔ اختلاف المطالع (پشتو)

۳۔ اداب السلام (اردو)

۴۔ کتاب الاذکار (اردو)

۵۔ کتاب الاذکار مختصر (پشتو)

۶۔ کتاب الاربعین (پشتو)

۷۔ نیل المفازۃ (پشتو)

۸۔ تحفۃ العروس (پشتو)

۹۔ سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (پشتو ترجمعہ)

۱۰۔ کتاب التمائم

دچاپ خائے

دارالکتب

پرنٹنگ ایجنسی موبائل: +92-333-9084990